کلیاتِ صادق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین شاہ صادق دہلوی
قادری چشتی ابوالعلائی جہانگیری حسنی

ناشر

حضرت صوفی محمد احمد شاہ صادقی دہلوی

ادارہ کتاب الشفاء
۲۰۷۵۔ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

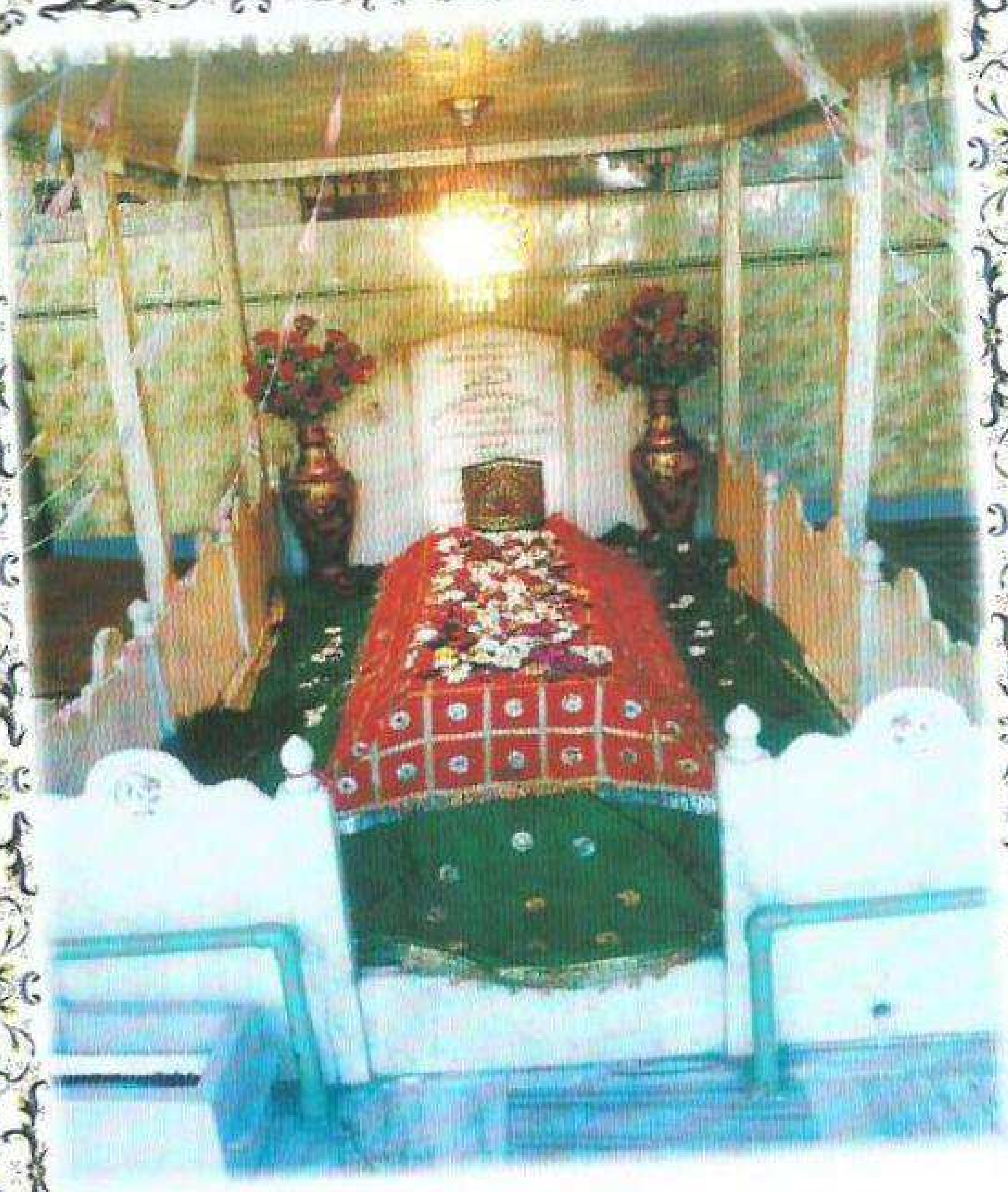
الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادِق دہلویؒ

قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری، حسنی



میری دنیائے ہستی میں اُجالا ہو گیا صادِق

ازل کی روشنی لیکر کوئی آنکھوں میں آیا ہے



آستانہ عالیہ

حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادقؒ دہلوی


آستانہ عالیہ
حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادقِ دہلویؒ

سجادہ نشین



حاجی صُوفی محمد احمد صادقی دہلوی

کلیاتِ صادق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین شاہ صادق دہلوی
قادری چشتی ابوالعلائی جہانگیری حسنی

ناشر
حضرت صوفی محمد احمد شاہ صادق دہلوی

اِدارہ کتابُ الشّفاء

۲۰۷۵- کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ©

نام کتاب	:-	کلیات صادق رحمتہ اللہ علیہ
مصنف	:-	حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین شاہ صادق دہلوی
مرتب	:-	حضرت صوفی محمد احمد شاہ صادقی دہلوی
صفحات	:-	تین سو چھیتر 376
اشاعت	:-	جون 2011ء
تعداد	:-	پانچ سو 500
مطبع	:-	ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پریس نئی دہلی
بہ اہتمام	:-	سید اسد حسین
قیمت	:-	Rs 300/=

کتاب ملنے کا پتہ: آستانہ عالیہ قبرستان پنج پیراں، نزد سوریا پیٹرول پمپ لاجپت رائے مارگ (جنگ پورہ) نئی دہلی ۱۴!

IDARA KITAB-US-SHIFA

2075, Ist Floor Masjid Mazar Wali Nahar Khan Street, Kucha Chelan,Darya Ganj New Delhi 110002

Phone Office:- 011-23283494, Mb:-09312273887

Email:- idara.kitabusshifa@gmail.com

idara.asad@gmail.com

فہرست

کلیاتِ صادق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

والد محترم الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادق دہلوی کا شمار ممتاز شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کے شعری سرمایہ پر مقتدر اہل علم نے تحسینی کلمات کہے ہیں اور مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا محمد عثمان فارقلیط، اخلاق حسین قاسمی، حضرت ساغر نظامی، ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر پریم لال شفا دہلوی، لال آزردہ دہلوی، فیاض احمد افگن نجیب آبادی، ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر اسعد گورکھپوری اور حاصل عباس اعظمی نے نقد و نظر کا معاملہ کیا ہے۔

حضرت صادق دہلوی پرگو اور زود گو شاعر تھے۔ الفاظ کے در و بست سے خوب واقف تھے۔ عارف باللہ تھے، اسی لیے ان کے اشعار دل میں اترتے چلے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی حیات میں اپنے آٹھ شعری مجموعے شائع کیے تھے اور ان کے دو مجموعے چھپنے سے رہ گئے تھے۔ الحمدللہ وہ بھی اس کلیات میں شامل کیے جارہے ہیں۔ صادق دہلوی کے مرید اور خلیفہ جناب بدر مخمور صاحب چاہتے تھے کہ ان کے کلیات کو قدیم انداز میں مرتب کیا جائے، جس میں تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مجموعوں سے منتخب ہیں، رباعیاں، نظمیں اور غزلیں الگ الگ اصناف کے تحت جمع کردی جائیں، لیکن ہمیں خیال گذرا کہ حضرت صادق دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے کلام کی جو ترتیب رکھی ہے، اس سے انحراف نہ کیا جائے، تاکہ حضرت قبلہ کی ترتیب کی برکات جاری و ساری رہیں۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ کتاب کی ضخامت کم کرنے کے لیے اسے دو کالموں میں تقسیم کردیا اور کتاب کا سائز بڑھا دیا۔ اس سے ایک فائدہ ہوا کتاب کا حجم گھٹ گیا اور دوسرا یہ ہوا کہ قاری کے تسلسل قرات میں اضافہ ہوگیا۔

حضرت والد صاحب قبلہ زود گو شاعر تھے۔ تقریباً روز ہی کچھ نہ کچھ کہا کرتے تھے اور جب کلام کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہوجاتا تو اسے مجموعہ کی شکل میں چھپوا دیتے تھے، اس طرح ان کا بیشتر کلام دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہا۔ ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اس مجموعہ میں کسی طرح کی غلطی یا کمپوزنگ سہو راہ نہ پائے، اسی لیے کمپوز ڈ لوازمہ کو اتنی بار اور اس قدر پڑھا ہے کہ اب شاید ہی کوئی شعری مجموعہ اتنی مرتبہ پڑھ سکیں، پھر بھی اگر کوئی غلطی راہ پاگئی ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعتوں میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

میں قبلہ والد صاحب کے ان ارادت مندوں اور اپنے احباب کا شکر گذار ہوں، جنہوں نے اس کلیات کو منظر عام تک لانے میں میری مدد کی۔ میں صوفی بدر مخمور صاحب کا بطور خاص مشکور ہوں کہ انہوں نے 'کلیات صادق' کی اشاعت کے لیے مفید مشورے سے سرفراز کیا، مولانا مشتاق صاحب، مولانا داؤد صاحب اور مولانا محمد احمد صاحب بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان حضرات نے صحت اور توجہ کے ساتھ اس کی کمپوزنگ کی۔ عزیزہ شمیم بیگم صاحبہ کو بھی صمیم قلب کے ساتھ دعا دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے پیرومرشد حضرت صادق دہلوی کے اس کلیات کی اشاعت کے لیے مجھے بار بار متوجہ کیا۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں تکنیکی تعاون کے لیے میں عمران اصر کا بھی مشکور ہوں۔ میرے خاص الخاص عزیز ساتھی جناب عقیل الرحمن عرف (لالہ) کا بھی میں بہت شکور ہوں جو ہر وقت قدم بہ قدم کے ساتھ آجتک درگاہ کی تمام ذمہ داریاں اور اس کتاب کلیات صادق کی اشاعت کے لیے رات دن میرے ہمراہ رہے۔ عزیزی سید اسد حسین، مالک ادارہ الشفاء نئی دہلی کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے کہ انہوں نے اس کی اشاعت کو یقینی بنایا۔ جو کہ میرے والد کے دست سید محمود حسین کے پوتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور والد محترم جناب صادق دہلوی صاحب کے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات سے مجھے اور تمام متوسلین سلسلہ کو مستفید و مستفیض فرمائے۔ آمین

محمد احمد شاہ صادقی دہلوی

۶ جون/۲۰۱۱ء بروز پیر

کہیں یہ اہلِ خرد بھی ساقی بدل سکیں گے نظامِ عالم　　　یہ بات بھی رہے اگر کسی میں تو تیرے رندِ خراب میں ہے

صوفی محمد یٰسین خاں صادق دہلوی (مرحوم)

ایک نظر میں

خلیفہ صادق قیصر حیدری دہلوی

۱۹۴۷ء کے بعد دلی پر جہاں اور دوسری افتاد پڑیں روحانی دنیا بھی اس سے نہ بچ سکی۔ روحانی فیض پہنچانے والی محفلیں سرد ہو گئیں اور سیاسی پیرائے میں ہر شخص خود کو مجاہدِ آزادی اور اس سے بڑھ کر نہ جانے کیا کیا کہلانے کا مدعی ہو چکا تھا۔ کہیں سے کہیں تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاننے ماننے اور پہچاننے والوں کا پتہ نہیں تھا۔ معدودے چند ہستیاں ایسی دیکھنے میں آتی تھیں جو کچھ محتاط انداز میں دوسروں کو تلقین وہدایاتِ روحانی اور بادۂ عرفانی کی تلقین کرتیں۔ ترکمان دروازہ کے علاقہ میں درگاہ حضرت دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کی راہ میں حضرت مولانا عبدالسلام نیازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جاہ وجلال اور فیوض وبرکات کا آئینہ تھے۔ ہر شب یہاں مجالسِ روحانی کا دور دورہ رہتا اور آس پاس کے لوگ آپ سے فیضیاب ہوتے۔ سیاسی چشمک رکھنی والے اپنے اردگرد کے لوگوں کے لیے سم قاتل بنے ہوئے تھے اور اکثر مجالسِ روحانی میں شریک ہو کر ایسے سوالات کرتے جن کا سر ہوتا نہ پیر۔ اسی طرح چاندنی چوک مسجد فتح پوری کے شاہی امام حضرت الحاج مولانا مفتی مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو مسجد کے حجرہ میں بیٹھ کر بھٹکے ہوؤں کو راہِ مستقیم دکھاتے اور تشنگانِ روحانیت کو سیراب فرماتے۔

اکابرینِ ملت کو سیاسی جوڑ توڑ سے ہی فرصت نہیں تھی۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے اور وجود کو برقرار رکھنا مشکل نظر آتا تھا۔ سب ہی سیاسی گٹھ جوڑ میں اپنی عقلوں کے گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ مگر مذہبیت جواندر سے کھوکھلی اور اجتماعیت جواندر سے ٹکڑے ہو رہی تھی کسی کو اس کی پرواہ تک نہ تھی۔

بہر حال! ۵۴۔۱۹۵۳ء میں سیاست نے کروٹ لی اور لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ اب ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد اور کوششیں بار آور ہو نی تھیں وہ ہو چکیں مزید اس طرف توجہ دینا اپنی زندگی کو اجیرن بنانا ہے۔

الحاج صوفی یٰسین خاں صادق دہلوی جو علما سے ۲۲ سال سے وابستہ تھے اور سیاسی میدان میں معرکہ آرائی فرمارہے تھے۔ عام طور پر علما کے ساتھ کانگریس کے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کرتے اور عام فہم دلی کی ٹکسالی زبان میں نظموں کے ذریعے اہلِ حق کے نصب العین کی ترجمانی کرتے۔ علما کرام کی صحبت نے مطالعہ سیاست کے ساتھ ساتھ شعری دنیا سے بھی وابستہ کر دیا تھا۔ اکثر سوچا کرتے کہ اے صادق! انسان کی زندگی تو اللہ کی امانت ہے پھر یہ سیاست اور امارت کے جھگڑوں میں تو کیوں مبتلا ہے۔ آپ نے محسوس کیا مسلمانوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ روحانی زندگی کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے اسلاف کے کردار کو آئینہ کریں۔ ۲۲ سال وہ سیاست سے وابستہ رہے۔ علما کرام سے انتہائی قرب رہا۔ سیاسی اعتبار سے اپنے آپ کو ہر موقع پر پیش پیش رکھا مگر اس کے باوجود ایک ایسی کیفیت جس کو کافی عرصے وہ کوئی معنی نہیں دے سکے اس نے مضطرب رکھا۔ تلاش جاری رکھی۔ حضرات علما کرام میں اپنی جستجو کو جاری رکھتے ہوئے دن دن بھر جسمانی مشقت میں اور رات

رابت بھر فقیروں اور گداگروں کی خدمت میں کسی رہبرِ حق کی تلاش میں سرگرداں رہنا اپنا شعار بنایا۔

اس زمانہ میں نواب مرزا خاں داغؔ دہلوی کے جانشین منشی وحید الدین بیخودؔ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ڈاکٹر فضلِ الٰہی مخمورؔ دہلوی کی شاعری کا چرچا تھا ان کے کلام کی شہرت دور دور تک تھی۔ ان کے کلام سے حق کی آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں جس کی وجہ سے آپ وقتاً فوقتاً مخمور صاحب کی خدمت میں رہنے لگے اور مشورۂ سخن کیا کرتے۔ مخمور صاحب صادق صاحب پر خاص التفات فرمایا کرتے تھے۔ نظموں پر تو خیر تھوڑی بہت اصلاح فرماتے مگر غزلوں اور نعتوں پر بھرپور توجہ فرماتے اور کبھی کبھی اس طرح مخاطب ہوتے کہ حاجی میاں! آپ کہاں اس علماء گردی میں پھنس گئے آپ کا مشرب تو درویشانہ وفقیرانہ ہونا چاہئے۔ ابتدا میں تو یہ بات حضرت صادق کی سمجھ میں نہیں آئی مگر ایک دن اتفاق سے خیال گزرا اور حضرت مخمورؔ دہلوی کی باتوں کو بڑے غور سے سنا۔ خود حضرت نے ایک دن فرمایا۔

''کہ ہمارے پیر و مرشد الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو ہمیں بعد میں حق کی راہ دکھائی لیکن پہلے میرے استاذ حضرت مخمورؔ صاحب نے ان رموز سے آگاہ فرما دیا تھا۔''

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں دیوبندی مسلک سے متعلق تھے مگر قلبِ نامطمئنہ بار بار ضرب لگاتا تھا اور کسی بھی جگہ جب سکون نہ پاتے تھے تو تڑپ اٹھتے تھے۔ حضرت مخمورؔ کے قرب نے آپ کو حضرت خواجہ میر دردؔ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر مکاشفے کی دعوت دی اور آپ وہاں سے یقینِ حق اور فیوض و برکاتِ روحانیت سے مستفیض ہو کر اٹھے اور پھر جب دردِ دل کا مداوا چاہتے تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر جا بیٹھتے۔ گھنٹوں بیٹھے کشف میں مبتلا رہتے اور کبھی کبھی جب دل کی تڑپ انتہا کو پہنچتی تو فرمایا کرتے حضور! وہ درد جس نے آپ کو سراپا درد کی نعمت عطا فرمائی ہے تھوڑا سا ہمیں بھی حصہ عطا ہو۔ اب زبان و بیان اور سوز و گداز دن بدن اپنے اطوار بدلنے لگے یہاں تک کہ اکثر مشاعروں میں ان کے کلام پر چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور لوگ انہیں شاعر کم اور مبلغ زیادہ سمجھنے لگے۔ ایک مشاعرہ میں جب آپ نے غزل کا مطلع پڑھا تو مشاعرہ میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مطلع فرمایا۔

سر جھکا کر بے نیازانہ گزر جائیں گے ہم جب تمہاری راہ میں دیر و حرم پائیں گے ہم

لوگوں نے بڑی حیرت و استعجاب سے آپ کے کلام کو سنا اور سر دھننے پر مجبور ہو گئے۔ ایک طرف حضرت خواجہ میر دردؔ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ملا ہوا درد اور دوسری طرف استاذِ محترم حضرت مخمورؔ کی خاص توجہ۔ جب یہ دو آوازیں، دو نظریں تو جہات سے مائل ہو گئیں تو دنیا ہی اور تھی اور پھر ایک دن آپ نے فرمایا:

جب ان آنکھوں نے دیکھا بھی نہیں تھا مجھے اس وقت بھی تیرا یقیں تھا

اس پردے سے ہٹے تو حضرت مخمورؔ پردہ فرما گئے۔ اب یہ تنہا ذات تھے یا خدائی ذات مگر ہمت نہ ہاری اور تلاشِ حق میں خود کو سرگرداں کر لیا۔ آخر وہ دن رب العزت نے عطا فرمایا کہ سلسلہ قادریہ ابوالعلائیہ چشتیہ جہانگیریہ کے بزرگ حضرت خواجہ الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب کا دلی سے گزر ہوا جب آپ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ یہ شخص توحید کے چراغ روشن کرے گا اور پھر یہ ہی ہوا بھی کہ آپ کی نگاہِ الطاف نے صادق رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا ہی بدل دی اور صادق تڑپتے لوٹتے پوچھتے پاچھتے (ملک قصبہ بھینسوڑی) جواب مرشد نگر کے نام سے معروف ہے۔ رامپور

درگاہِ آفتابِ معرفت حضرت صوفی محمد عنایت حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں پہنچ گئے۔ جہاں الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے اور جلد ہی یہ چراغ توحید ہزاروں چراغوں کو روشن کرنے لگا۔ ابھی کچھ بھی عرصہ مرید ہوئے نہ ہوا تھا کہ حضرت خواجہ خوجگان معین الدین چشتی اجمیری سنجری کے عرسِ مبارک کے موقع پر خلافت و اجازت کا اعلان ہو گیا۔

مرشدی حضرت صادق دہلوی بہر حال ایک حیرت زا خصوصیت کے حامل تھے انہوں نے دو بار حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ مدینہ منورہ کا شرف پایا۔ آپ کو بصرہ، بغداد شریف، نجب اشرف اور کربلائے معلیٰ جیسے مقاماتِ مقدسہ کی حاضری و سعادت نصیب ہوئی۔ چالیس چالیس دن کے بیشتر چلے کیے اور عالم انسانیت کو وحدت و محبت اخوت و مساوات کے راستے دکھائے۔ میدانِ شاعری میں بھی وہ کمال حاصل کیا کہ لوگ انہیں ایک عظیم شاعر سے کم نہ سمجھتے تھے اور سلوک و تصوف کے ماہرین آپ کو پیرِ طریقت ماننے پر مجبور نظر آتے تھے۔

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادق دہلوی کا ۱۲؍ جون ۱۹۳۶ء کو دلی کے مشہور بازار لال کنواں میں حاجی امیر خاں ابن عبدالغنی خاں اولیاء مرحوم و مغفور کے ہاں تولد ہوا۔ آپ کی والدہ محترمہ محمود النساء بنتِ خدا بخش نے آپ کی تعلیم پر بڑا زور دیا مگر نا مساعد حالات کی بنا پر تعلیم ادھوری رہ گئی مگر ان کی حلقہ صوفیا سے وابستگی اور ذوقِ مطالعہ نے بہر حال اس کمی کو پورا کر دیا۔ آپ نے عمر کے ابتدائی دور میں موروثی کام کاج جو ٹین کی چادروں سے متعلق تھا کارخانے کی شکل میں انجام دیا۔ کم و بیش چالیس کاریگروں پر واحد حکمراں تھے۔ بعد میں فرید آباد کی ایک بہت بڑی فیکٹری کے آپ ٹھیکدار ہو گئے۔ سلسلے روحانیت بھی پورے عروج پر تھا۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں مریدین کا حلقہ جاری و ساری تھا کہ فیکٹری کے دیگر کارندوں کی بے راہ روی سے آپ کو پریشانی ہونے لگی اور روحانی کاموں میں رکاوٹ پڑنے کا خطرہ بھی لاحق ہونے لگا تھا تو آپ نے فیکٹری کے مالکان کے سپرد تمام حساب کر دیا اور پھر خود کو سلسلے کی خدمات کے لیے وقف کر دیا۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی اہلیہ کا انتقال ہو گیا اور دوسری شفیق میموریل گرلز سکنڈری اسکول باڑہ ہندو راؤ میں معلّمہ کے فرائض انجام دیتی ہیں۔ پہلی سے سات اور دوسری سے پانچ بچے ہوئے جو بفضلِ تعالیٰ حیات ہیں۔ سات شعری مجموعے نغمۂ روح، حریم نور، فیضان، شمعِ محبت، راہِ صادق، نگارِ صادق اور آج کی آواز منظر عام پر آ چکے ہیں اور عوام و خواص میں مقبول ہو چکے ہیں۔ آپ کا کلام ریڈیو سے نشر ہوتا ہے اور نعت گو حضرات بھی نعتیں اور غزلیں پڑھتے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان اور ایران کے علاوہ اور دوسرے ممالک میں تقریباً تین لاکھ مریدین ہیں۔ خلفا کا بھی سلسلہ نہایت وسیع ہے اور انشاء اللہ ابدالآباد تک وسعت پذیر رہے گا۔

آپ ۲۲؍ جون ۱۹۸۶ء بروز اتوار شام ۵:۳۰ بجے اپنے مکان واقع گلی مسجد میر کروڑہ قاسم جان اسٹریٹ لال کنواں دہلی میں حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے وصال فرما گئے۔

تدفین درگاہ پنج پیر، مقابل لودھی ہوٹل نئی دہلی میں عمل میں آئی۔ اسی شب دہلی سے ریڈیو، ٹی وی اور دوسرے دن اخبارات نے آپ کے وصال کی خبریں دیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے میاں محمد احمد کو جو عزیز الاولیا حضرت عزیز میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں گدی نشین کر دیا گیا۔ (۱)

---

۱) صوفی محمد احمد صاحب پہلے قبلہ عزیز الاولیاء صاحب سے بیعت تو تھے لیکن حضرت صادق صاحب نے ۱۹۹۰ء میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول کو از سر نو بیعت کیا اور ۱۴ ربیع الاول کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے عرس کے موقع پر چادر پیش کرتے وقت (یعنی احاطہ خواجہ صاحب میں) خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا تھا۔ (عمران ناصر)

فہرستِ خلفاء حضرت صادقؔ دہلوی

حاجی صوفی محمد احمد صادقی (سجادہ وگدی نشین)
۱۵۵۲، قاسم جان اسٹریٹ، ہمدرد مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی مبارک حسن صادقی
۱۵۵۲، قاسم جان اسٹریٹ، ہمدرد مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی شاہد حسن صادقی
۱۵۵۲، قاسم جان اسٹریٹ، ہمدرد مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶
حاجی صوفی لطافت حسین صادقی عرف چندامیاں
نیلم جھگی این آئی ٹی ۱۷، فرید آباد اور چندمیاں الیکٹرانکس لمیٹیڈ ۲۶ فرید آباد
صوفی ناصر علی صادقی مرحوم
محلّہ پہاڑی دروازہ نگینہ، ضلع بجنور، یوپی
صوفی نظام الدین صادقی مرحوم
ڈاکخانہ بھارت نگر، گیانی باڈر گاؤں، مہراج پور، ضلع غازی آباد، یوپی
صوفی مولانا عبدالرؤف صادقی مرحوم
محلّہ کنکر والا کنواں، قصبہ بگراسی، ضلع بلند شہر، یوپی
حاجی صوفی محمد الیاس صادقی
۲۵۶۴ بارہ دری شیر افگن بلی ماران، دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی محمد احمد صادقی مرحوم
۱۴۵۷، راحت منزل، فراشخانہ دہلی ۱۱۰۰۰۶

صوفی عبدالمستقیم صادقی مرحوم
روم نمبر ۱۰، صابری چال جواہر نگر، کھار اسٹیٹ، ممبئی ۵۰
صوفی محمد رفیع صادقی مرحوم
۵۵۳۳ قاسم جان اسٹریٹ، ہمدرد مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی محمد شریف صادقی
۶۷۷ پرانی آبادی، بڑا کیلا ریلوے لائن پلیا کے پاس غازی آباد، یوپی
صوفی قیصر حیدری صادقی مرحوم
راحت منزل، فراش خانہ دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی محمد انوار صادقی
متھر اوالے، گلی کمیلے والی، عیدگاہ روڈ، غازی آباد، یوپی
صوفی محمد یامین عرف بندو صادقی مرحوم
۲۰۵۲ گلی پیپل والی گنج میر خاں مرحوم، دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی مولانا حافظ نذیر الدین صادقی
موضع عالم پور روڈ، ڈاکخانہ رائے پور، ضلع سہارنپور، یوپی
صوفی اقبال احمد صدیقی صادقی
قلع نواب گنج، گلی نمبر ۲، سہارنپور، یوپی
صوفی صفدر علی صادقی مرحوم
گلی تورعان، محلّہ ٹھکران، متھرا والے

صوفی بابو خاں صادقی مرحوم
۱۳ محلہ تلنیا بازار، ضلع دھول پور، راجستھان
جمعہ خاں صادقی مرحوم
رام پور، یوپی
صوفی محبت علی صادقی مرحوم
لکھنؤ، یوپی
صوفی شریف عرف صنم صادقی مرحوم
بگراسوی، یوپی
صوفی اشتیاق احمد صادقی
کوچہ رحمان، دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی صابر علی صادقی
سرائے خواجہ، رسول پور، نئی آبادی آگرہ گیٹ، یوپی
صوفی حنیف شاہ صادقی مرحوم
دھول پور، راجستھان
صوفی محمود خاں منشی صادقی مرحوم
دھول پور، راجستھان
صوفی مولانا جمیل الیاسی صادقی
مسجد کرزن روڈ نئی دہلی
صوفی مرتضٰی غلام فرید صابری صادقی
پاک پٹن شریف، پاکستان
صوفی سید یعقوب علی صادقی مرحوم
اے ۱۳/۴ ناظم آباد نزد پٹرول پمپ، کراچی
صوفی سید ناصر علی صادقی
کراچی، پاکستان

صوفی صادق صادقی
ہیڈ ماسٹر ٹیرھا نیم، محلہ پیر بدر، ضلع علی گڑھ اترولی، یوپی
صوفی عبدالرحمٰن صادقی
۸۵/ ۲۷ گلی نمبر ۷، وشواس نگر، شاہدرہ، ۱۱۰۰۳۲
صوفی علاء الدین صادقی
۳۲/۲۵ وشواس نگر، بھیکم سنگھ کالونی، شاہدرہ، دہلی ۱۱۰۰۳۲
صوفی حیدر صادقی
سعید نگر، شاہدرہ، دہلی
صوفی سراج الدین عرف صوفی جی صادقی مرحوم
گلی قاسم جان اسٹریٹ، مسجد میر کروڑہ، دہلی ۱۱۰۰۰۶
صوفی محمد یونس صادقی
محلہ امان خیل سرائے ترین، ضلع مرادآباد، یوپی
صوفی سخاوت علی صادقی مرحوم
محلہ ٹھیک نارنول منڈی آرام داس، متھرا
صوفی بشن علی صادقی مرحوم
قصبہ بسوی ضلع بدر پور، یوپی
صوفی سلیمان صادقی مرحوم
کراچی، پاکستان
صوفی فضل حسین صادقی کپڑے والے
محلہ مردانہ ہسپتال کے سامنے قصبہ سکندرآباد، ضلع بلند شہر، یوپی
صوفی عبدالحمید قریشی صادقی
دواخانہ قصاب پورہ، دہلی
صوفی سجاد علی صادقی
رام پور، یوپی

صوفی سید نواب علی صادقی مرحوم
کاغذی بازار، میٹھادر، نور مسجد، کراچی، پاکستان
صوفی ہاشم علی صادقی مرحوم
کراچی، پاکستان
صوفی عبدالوحید خاں صادقی
کچی آبادی، گلی نمبر ۱۴۱رنزد نیلی بار صدیقی مسجد، اسلام پورہ،
لاہور، پاکستان
صوفی بدر مخموری صادقی
آر جی ہاؤس ۱۰۸، دوسری منزل، سامنے جی-۷ کے، ویسٹ نظام
الدین، دہلی

صوفی محمد انوار صادقی ٹوپی والے
قصاب پورہ، دہلی
صوفی سید نایاب علی صادقی
ے۴/۱۳ ناظم آباد نزد پٹرول پمپ، کراچی
صوفی عاشق علی صادقی
اے۴/۱۳ ناظم آباد نزد پٹرول پمپ، کراچی

حریم نور

مجموعۂ نعت ومنقبت

الحاج صوفی محمد یٰسین خان صادقؔ دہلوی

قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

انتساب

شفیع المذنبین رحمتہ اللعالمین

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی بارگاہ میں

ھدیہء نیاز

صادقؔ

تعارف

مفسر قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی الدہلوی صدر مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صادق صاحب کا پورا نام محمد یسین خاں ہے، اسم کا اثر مسمی پر پڑتا ہے، یسین قرآن کی روح ہے، صداقت اخلاقِ حسنہ کی بنیاد، ان دونوں نسبتوں نے صادق صاحب کے اخلاق و کردار کو اسلامی صداقت کا نمونہ بنا دیا ہے۔ صادق صاحب کے والد حاجی امیر خاں صاحب ابن عبدالغنی خاں اولیاء دلی کے مشہور کارخانہ دار ہیں، بہت نیک اور شریف آدمی ہیں، صادق صاحب کی والدہ کا نام محمود النساء بنت شیخ خدا بخش ہے جو خدا کو پیاری ہو چکی ہیں، والد صاحب نے دوسری شادی سے اپنا گھر آباد کرلیا ہے اور کراچی کے پردیس میں مقیم ہوگئے ہیں، اور کرتے بھی کیا وہ غریب!

خوب امید یں بندھیں لیکن ہوئیں حرماں نصیب
بدلیاں اٹھیں مگر بجلی گرانے کے لئے

وہ بدلیاں آزادی کی تھیں اور وہ بجلیاں تفریق و جدائی کی، اے کاش! حاجی صاحب اپنے یسین کو صادق کے روپ میں پھلتا پھولتا دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے۔ صادق صاحب کے آباؤ اجداد عہد شاہجہاں میں ہندوستان آئے ان کی ولادت ۱۹۲۶ء میں ہوئی، صادق صاحب کثیر العیال آدمی ہیں، بہت کچا ساتھ ہے ان کا، لیکن ایک سیدھے سادھے مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ اس معاملہ میں بھی متوکل علی اللہ ہیں، صادق صاحب شاعر ہیں، لیکن شاعری ان کا ذریعہ معاش نہیں ہے بلکہ اپنے آبائی پیشہ صنعت و حرفت سے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں، یہی سبب ہے کہ وہ باوجود فقر و افلاس کے فقر و افلاس کا رونا روتے نظر نہیں آتے، اور اس معاملہ میں صادق صاحب سے زیادہ ان کی نیک سیرت رفیقۂ حیات قابل تعریف ہیں، اگر وہ اللہ کی بندی قناعت پسند نہ ہوتی تو صادق صاحب امیر مینائی کی طرح اس طرح خدا کو پکارتے نظر آتے۔

ممکن ہے بے زری میں صبر اے خدا کروں
فرمائشیں جو یار کرے اس کو کیا کروں

وہ اللہ کی صابر بندی صادق صاحب کی قلیل آمدنی میں چھ بچوں کو پال رہی ہے اور چار بچوں کی مفارقت کے داغ اپنے دل میں چھپائے بیٹھی ہے، صادق صاحب نسلاً یوسف زئی پٹھان ہیں، اس لئے ان کی مضبوط ہڈیاں محنت سے نہیں چراتیں، لیکن مزاج انہوں نے آلِ رسول کا پایا ہے، اس لئے وفاشعاری اور ادب ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، صادق صاحب کی تعلیم پرائمری تک ہے لیکن ایک باکمال استاد کی مشفقانہ سرپرستی نے شعر و شعور کی اچھی صلاحیتوں سے انہیں آراستہ کردیا ہے، صادق صاحب کو حضرت حق نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف فرمایا ہے، دوسری مرتبہ وہ مقامات مقدسہ، بصرہ، بغداد، کوفہ، نجف اشرف، کربلائے معلی وغیرہ کی سیاحت اور مزارات بزرگان سلف کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہوئے امام الانبیا تاجدار اقلیم روحانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ رحمت پر حاضر ہوئے، صادق صاحب کی منقبتوں اور سلاموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب کے دونوں دفعہ کی حاضری صرف امیرانہ سفر نہ تھا بلکہ بقول امیر مینائی ''فقیرانہ گذر'' تھا۔

کہاں ہم کہاں در ترا شاہ حسن
فقیرانہ یاں بھی گذر ہوگیا

اور حقیقت یہ ہے کہ اس فقیرانہ گذر ہی میں وہاں سب کچھ ہے، صادقؔ صاحب نے دلی کے کارخانہ دارانہ ماحول میں ہوش سنبھالا، مگر اس ماحول کی یار باشیوں سے اپنے آپ کو الگ رکھا، پھر انہیں حضرت مخمورؔ جیسا استاد باصفا و باکمال مل گیا، جذب دل ان کی پاکیزہ فطرت کو ملا ہی تھا، بس ان دونوں رہنمائیوں نے انہیں منزل پر لا کھڑا کیا، صادقؔ صاحب نے استاد کی خدمت کی محنت کی اور انہیں تصویر بنانی آ گئی۔

شاعری کیا ہے فقط تصویر جذبات نہاں
قوت تخیل کے ہمراہ تاثیر زباں

(عزیز لکھنوی)

صادقؔ صاحب کی دوھیال کے اکثر حضرات چونکہ قادریہ، چشتیہ، قلندریہ سلسلوں میں بیعت ہوتے رہے ہیں اور ننھیال کے اکثر افراد حضرت سید ابوالعلی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ عالیہ سے وابستہ رہے ہیں اس لئے قدرت نے انہیں ایک صاحب نظر الحاج صوفی حضرت شاہ محمد حسن قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا دیا اور شاہ صاحب نے صادقؔ صاحب کو سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ میں بیعت فرما لیا، اور صادقؔ صاحب کی محنت اور ریاضت کی غیر معمولی ترقی سے مطمئن ہو کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس ۱۳۷۸ھ کے موقعہ پر صادقؔ صاحب کو خلافت و اجازت سے سعادت مند فرمایا، یہ صادقؔ صاحب کا تعارف تھا، صادقؔ صاحب کو میں جانتا ہوں، میرے دوست ہیں، اس لئے مجھے حق تھا کہ میں ان کا تعارف کراؤں لیکن ان کے نعتیہ کلام کا تعارف کرانا میرے لئے کیسے درست ہو سکتا ہے جب کے میں نہ سخنور ہوں اور نہ سخن فہم قارئین سے پہلے میں خود حیرت میں ہوں کہ ارباب فن کی موجودگی میں مجھ سے یہ جرأت بے جا کیوں ہو رہی ہے لیکن بہر حال ہو رہی ہے، اور اس لئے ہو رہی ہے۔

جس خار کو چاہے وہ گل تر ہو جائے
دیکھے جو صدف کی سمت گوہر ہو جائے

ادنی مرے ساقی کا تصرف ہے یہ
جس جام کو منہ لگائے کوثر ہو جائے

البتہ اس کو نہ بھولئے کہ یہ فقیر صادقؔ صاحب کے نعتیہ مجموعہ کی صرف معنوی خصوصیات کے متعلق عرض کریگا، ادبی خوبیوں اور شاعرانہ محاسن کا جہاں تک تعلق ہے اس پر ارباب فن ہی اظہار خیال کر سکتے ہیں اتنی بات ضرور عرض کی جا سکتی ہے کہ صادقؔ صاحب کا کلام فنی اعتبار سے سلاست، روانی، سادگی اور اثر و سوز میں اپنے محترم استاد حضرت مخمور دہلوی کی شاعرانہ حسن کاری اور والہانہ پن کا بہترین عکس ہے، صادقؔ صاحب جو کچھ کہتے ہیں اپنے استاد کی طرح پورے شدت احساس اور خلوص جذبات کے ساتھ کہتے ہیں، خاص طور پر نعت کے میدان میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نعت سے فطری مناسبت ہے، وہ اپنے حضور کی نعت کہتے ہوئے حضور کی عظمتوں میں بالکل گم ہو جاتے ہیں، قارئین مجموعۂ حریم نور کے بعد صادقؔ صاحب کی غزلیات اور نظموں کا مجموعہ نغمۂ روح کو بھی انشاء اللہ روح کا سامان محسوس فرمائیں گے اور ان کی غزلیات بھی ان کی نعتوں اور منقبتوں کی طرح تشنگان ذوق کے لئے جام طہور کے جرعہ ہائے جاں نواز ثابت ہوں گی۔

رنگ طبیعت:- اردو شاعری فارسی شاعری کی تبع ہے اور فارسی شاعری کی جان، مذاق تصوف ہے، لیکن بہت کم اردو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اس مذاق کو اپنایا ہے، سب سے پہلے خواجہ میر درد نے اس کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کیا، اس دور کے شعراء میں خواجہ میر درد کے علاوہ تصوف کی چاشنی اگر پائی جاتی ہے تو حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے کلام میں عہد آخر میں غالبؔ نے اس رنگ کو لیا ہے۔ صادقؔ فطرۃً تصوف مزاج واقع ہوا ہے، اس لئے اس کے کلام میں جہاں سادگی، روانی، شادگی بدرجہ اتم موجود ہے وہاں مذاق تصوف کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے اور شریعت الٰہی کے ایک ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت سے میں صادقؔ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے عوامی دور کے عوامی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ''ہمہ اوست اور ہمہ از اوست'' جیسے عمیق مسائل تصوف کے مقابلہ میں عملی تصوف کو ترجیح دی۔ جس کا تعلق انسان کے کیرکٹر کی اصلاح اور اخلاقی بلندی کے ساتھ ہے۔

یہ کام نہیں آساں، انسان کو مشکل ہے
دنیا میں بھلا ہونا، دنیا کا بھلا کرنا
(غالب)

وحدت الوجود کا تصور بھی دراصل خیر و بھلائی کا عالمگیر اسلامی جذبہ پیدا کرنے کا ایک ذریعہ تھا، بنیادی بات تو یہی ہے کہ انسان صحیح معنی میں انسان بنے۔

آدمیت ہی تو بنیاد ہے ہر خوبی کی
ہو نہ یہ بھی تو دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس
(جوہرؔ)

موضوع نعت:- نعت کا موضوع بہت نازک ہے، کیونکہ جس ذات اقدس کی شاعر توصیف کرتا ہے وہ ذات اگر شاعر کی محبوب وممدوح ہے تو ایک مکمل ضابطۂ حیات کی داعی اور پیغمبر بھی ہے، جہاں اس کی مقدس ذات میں محبوبیت کی ہزاروں حسین ادائیں موجود ہیں وہاں اس کی زندگی کا ایک ایک قدم قانون الٰہی کا پابند ہے۔ کلام الٰہی کا شارح ہے۔

اے ناز فروش بزم امکاں
اے حلقہ بگوش حکم یزداں
(امیر)

اس ذات اقدس کی داعیانہ، پیغمبرانہ، اور مرسلانہ حیثیت کا تقاضا ہے کہ تعریف کرنے والا ان کے پیغام اور ان کے دستور حیات سے بال برابر نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔ سعدیؒ نے کہا ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محض نبوت سے متصف نہیں بلکہ ختم نبوت کے منصب پر فائز ہیں، آپ نے خاتم المرسلین ہونے کی حیثیت سے دنیا میں جو عملی اور فکری انقلاب برپا کیا، انسان کو عقلی اور ذہنی بلندیوں کی معراج پر پہونچایا، انسانی اخوت کا پیغام دیا، عدل وانصاف کو تقوی کہہ کر سیاسی برابری

اور معاشی ہمواری کو روحانیت کی سب سے بڑی سچائی قرار دیا محنت اور سرمایہ میں توازن قائم رکھنے کے لئے مکمل اقتصادی پروگرام عطا فرمایا، سود اور شراب کو حرام قرار دے کر انسانی سماج اور انسانی اخلاق کو تباہ کرنے والی تمام چیزوں پر پابندی عائد کی، اور پھر توحید الٰہی اور وحدت انسانی کی دو مستحکم بنیادوں پر ایک مضبوط سوسائٹی کی بنیاد رکھی، ایک اسٹیٹ کی تشکیل فرمائی اور اس نظام عدل و امن نے عرب سے نکل کر سارے عرب و عجم کو اپنے نور سے روشن کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ عظیم و بے مثال کارنامہ ہے کہ انسان اس کی تعریف و توصیف سے عاجز ہے اور بڑے سے بڑے شاعر کو آخر میں اپنے عجز و درماندگی کا اقرار کرنا پڑا ہے۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم
(سعدیؒ)

تفصیلی جائزہ:- ان چند تمہیدی گزارشات کے بعد اب آپ صادق صاحب کے نعتیہ کلام کی چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآنی اسلوب کا لحاظ:- داعیٔ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا بہترین اور مقبول ترین انداز اور اسلوب وہ ہے جسے اپنے محبوب کے لئے خود حضرت حق نے اپنے کلام میں اختیار فرمایا ہے۔ قرآن کریم خدا کے محبوب (روحی فداہ) کے جسمانی خدوخال کی تعریف نہیں کرتا، حضور کے اخلاق کریمانہ اور اوصاف پیغمبرانہ کی مدح سرائی کرتا ہے، صادق صاحب نے عموماً اس کا لحاظ رکھا ہے، وہ اپنے اشعار میں اکثر حضورؐ کے انہی اوصاف کو نمایاں کرتے ہیں جنہیں کلام حق میں نمایاں کیا گیا ہے، کہتے ہیں۔

زبان حق ہو اسرار خدا کے ترجماں تم ہو
فسانے جس سے لاکھوں بن گئے وہ داستاں تم ہو

قرآن نے کہا:- مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی' اس کا ہر نطق حق ہے۔ **یُعَلِّمُهُمُ الْحِکْمَةَ** ' وہ لوگوں کو کلام الٰہی کی حکمتیں اور گہرائیاں سکھاتا ہے۔

دوسرے مصرعے میں حضور کو ایسی داستاں کہہ کر جس سے ہزاروں افسانے (داستانیں) بن گئیں ہوں حضور کے تقدم ذاتی کو بڑے عام فہم انداز سے سمجھایا ہے، صادق کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

لاکھوں سلام اس شہہ والا صفات پر
دستور حق تمام ہوا جس کی ذات پر

یہ کتنی عظیم اور بے مثال خصوصیت ہے حضور کی کہ آپ پر دستور حق کی تکمیل ہوئی۔ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ**

عالمگیر رحمت:- حضور کی عظیم خصوصیت آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور سب کے لئے آئے تھے، جس نے مانا اس کو تو بھرپور نوازا ہی، لیکن جس نے نہ مانا اس کی اعتقادی اور سماجی زندگی بھی کچھ نہ کچھ روشن ضرور ہوئی وہ نبوت کے آفتاب (سراجاً منیراً) ہیں، کائنات ہستی کا ہر ذرہ ان سے نور حاصل کر رہا ہے۔

صادقؔ نے کس پیارے انداز سے حضور کی رحمت عامہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

یہ تیری زندگی کی مختصر تفسیر ہے ساقی
جہاں کے ذرے ذرے میں تری تنویر ہے ساقی

بھلا ''مختصر تفسیر'' کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔

نبی عربی اور رسول مدنی کے القاب سے کچھ نادان آپ کی روحانی دولت کو عرب کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف عرب کے نبی ﷺ تھے۔

صادقؔ نے مدنی نسبت کی وضاحت کرتے ہوئے بڑے حکیمانہ انداز سے ایک مناظرانہ اعتراض کا جواب دیدیا ہے اور کہا ہے ؎

یہ اور بات ہے کہ مدینے میں ہو مقیم
لیکن نوازشات ہیں کل کائنات پر

مکہ سے ولادت کا تعلق ہے، مدینہ سے اقامت کا تعلق ہے، لیکن اس سے نبوت اور روحانیت کا تعلق محدود نہیں ہوتا، نبوت اور روحانیت تو آفتاب کی روشنی ہے جو اپنی جائے طلوع تک محدود نہیں رہتی، بلکہ سارے عالم کو زندگی عطا کرتی ہے اور سبحان اللہ لفظ ''مقیم'' نے تو شعر میں جان ہی ڈالدی ہے۔ صادقؔ نے اس ''لفظ'' سے عقیدۂ حیات النبیؐ کے سمندر کو کوزہ میں بند کردیا ہے۔

اس ''لفظ'' کی داد ہم جیسے کم علم تو کیا دے سکتے ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم[۱] صاحب نانوتویؒ کی روحانیت ہی دے سکتی ہے، حضور کی ''عمومی رحمت'' کے لئے صادقؔ نے کس انداز سے عمومی اعتراف کو دلیل بنایا ہے، اور اعتراف کرنے والوں کو کس شاعرانہ لطافت سے ''ایمان'' کی دعوت دی ہے، ملاحظہ ہو۔

یوں ہونے کو تو ان کا نام دنیا کی زباں پر ہے
مبارک وہ کہ ان کا ذکر جس کے دل کے اندر ہے

پیغام رسول کی اہمیت:- آج کی دنیا دستور و قانون کی دنیا ہے، عقلی اور سائنسی دور کا انسان دستور و قانون کی عظمت کے سامنے سر جھکا دیتا ہے، چاند، سورج کے معجزے اس کو اپیل نہیں کرتے، کیونکہ چاند، سورج سے تو وہ خود باتیں کر رہا ہے اس دور میں ضرورت ہے کہ حضور کے پیغام اور آپ کے لائے ہوئے دستور کی اہمیت کو بار بار دہرایا جائے۔ صادقؔ کا ذہن اس ضرورت کے احساس سے پوری طرح متاثر ہے۔

نہیں کچھ غم اگر دنیا مقام فتنہ و شر ہے
مجھے جس کا سہارا ہے وہ پیغام پیمبرؐ ہے

---

[۱] مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں اور سلسلۂ چشتیہ، صابریہ کے مشہور شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ، آپ نے ''حیات النبی'' کے عقیدہ پر اپنی کتاب ''آب حیات'' میں بڑی انوکھی بحث کی ہے، مولانا اس عقیدہ کی تعبیر میں بالکل منفرد ہیں۔

ضرورتِ شعری کے ساتھ ساتھ یہ تصور بھی صادق کے ذہن سے ابھر رہا ہے۔ اس احساس کا اظہار صادق نے جگہ جگہ کیا ہے، یہ شعر ملاحظہ ہو۔

نہ پھر جس میں ترمیم و تنسیخ ہوگی
وہ لیکر اک ایسا پیام آ رہے ہیں

فکرِ روزِ محشر:۔ فکر آخرت اسلام کا بنیادی تصور ہے، خاصانِ خدا کا دل ہر آن اس خوف سے لرزتا رہتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کے معنی یہ ہیں کہ خاصانِ خدا کے لئے اس دن ڈرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے حقیقی محبوب کے غصہ کے ڈر سے لرزہ براندام ہوں گے اور یہ ان کی انتہائی سعادتمندی ہوگی وَهُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ ط اور وہ ڈرتے ہوں گے اپنے رب کی عظمت سے اور اگر تصوف کی زباں میں سمجھ سکتے ہو تو یوں سمجھو کہ جس طرح حالت ہجر میں عاشق تڑپتا ہے، اسی طرح حالت وصل میں بھی اس کو قرار نصیب نہیں ہوتا ''حکیم مومن خاں مومنؔ'' سے پوچھو، وہ کہتے ہیں۔

وصل کی شب بھی نہ گذری چین سے
میں خیال ہجر سے تڑپا کیا

ایک طرف تو فکر آخرت کی یہ اہمیت ہے، دوسری طرف ہمارے شاعروں نے یہ غضب کیا ہے کہ حضور کی رحمت و شفاعت کا سہارا لیکر فکر عقبیٰ کو بالکل بے حقیقت بنا دیا ہے، حضور کی رحمت کا نام لیکر یہ شاعر انسان کو خوف آخرت سے نڈر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، صادق اگر چہ عام شعراء کی اس روش سے پیچھا نہ چھڑا سکا لیکن پھر بھی اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے، ایک شعر میں تو اس نے حد کر دی ہے، ملاحظہ ہو۔

میں گم ہوں ان کے درد عشق کی لذت میں کچھ ایسا
غم دنیا ہی باقی ہے نہ فکر روز محشر ہے

''دردِ عشق'' کہہ کر وہ مذکورہ بالا اعتراض سے بال بال بچ گیا یہ ''دردِ عشق'' خود اپنے اندر ''فکر عقبیٰ'' کی ہزاروں تحریکیں پنہاں رکھتا ہے۔

سینہ بسینہ:۔ سینہ بسینہ کی اصطلاح کو کچھ نادانوں نے بڑا عجیب رنگ دے دیا ہے، یہ ''سینہ بسینہ'' شریعت سے الگ ایک چیز ہو کر رہ گیا ہے، اسی سے حضرت علیؓ کی تفضیل دوسرے صحابہ کرام پر ثابت کی جاتی ہے حالانکہ جس طرح تصوف کے اہم سلسلوں میں حضرت علیؓ کی ذات گرامی مرجع و منبع ہے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات گرامی بھی تصوف کے ایک اہم سلسلہ کی بنیاد ہے۔ لیکن صادق کے ادب و احترام کا جذبۂ عام اس سینہ بسینہ کو بڑے عمدہ طریقہ سے بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے۔

خدارا میرے دل پر بھی ہوا فشا
وہی جو راز ہے سینہ بسینہ

اس راز کا حقیقی سرچشمہ کیا ہے؟

کھلے جناب علیؓ پر رموز حق جس سے
یقین کی وہی دولت نصیب ہو ہم کو

چنانچہ صادق اس کے ساتھ حضرت صدیقؓ اکبر کے متعلق کہتا ہے۔

کبھی جو حضرتِ صدیقؓ کو ہوئی تھی عطا
پھر ایسی چشم بصیرت نصیب ہو ہم کو

صادق اپنے محبوب کے تمام جانباز عاشقوں اور محرمان نبوت کا یکساں ادب کرتا ہے اور کہتا ہے۔

جس قدر اصحابؓ ہیں، جتنے ہیں یارانِ نبیؐ
ہستیاں ان سب کی ہیں آئینہ شانِ نبیؐ

ایک شعر میں صادق نے معرفت کو فرمان نبیؐ کے تابع کر کے شریعت کی بنیادی حیثیت کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

منزلِ عرفاں نہیں دشوار کچھ میرے لئے
ہر قدم پر رہبری کرتا ہے فرمانِ نبیؐ

اس لئے وہ حلال وحرام کے حدود کا پوری طرح شناسا ہے اور اپنے سامعین کو اس شعور سے ایک لمحہ کے لئے محروم کرنا نہیں چاہتا، وہ کہتا ہے۔

زہے نصیب کہ دنیا ودیں سنوار دیئے
بتا کے فرق حلال و حرام ساقی نے

یہ بنیادی تصور ہے جو اس کے ذہن کو آخر تک سیدھا چلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صادق خدا اور رسول کے فرق کو بھی سمجھتا ہے، اور کہتا ہے۔

یہ التجا خدا سے بصد احترام ہے
چھوٹے نہ میرے ہاتھ سے دامن حضور کا

اسی طرح صادق کے ہاں حضور کے مقابلہ میں دوسرے رسولوں کی تنقیص بھی نہیں پائی جاتی، وہ کہتا ہے۔

یہ سچ ہے بزم عالم میں بہت پیغامبر آئے
مگر فرض آپ کی اب پیروی ہے یا رسول اللہ

وصلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم

فقیر اخلاق حسین قاسمی الدہلوی

۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ

دلی جذبات

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب ناظم عمومی جمعیہ علماء ہند وممبر پارلیمنٹ جمہوریہ ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مخمورؔ دہلوی مرحوم اس آخری دور میں دلی کے شعروادب کی لاج تھے، صادقؔ صاحب ان کے لائق شاگرد ہیں۔ میں جب صادقؔ صاحب کی نعت یا غزل سنتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ مخمورؔ صاحب زندہ ہیں، ان کے کلام میں مخمورؔ صاحب کا پورا رنگ جھلکتا ہے۔ یہ صادقؔ صاحب کے نعتوں کا مجموعہ ہے۔

نعت کا معاملہ ایسا ہے کہ چودہ سو سال سے شعروادب کا گل چیں اس کوشش میں ہے کہ رسول پاک روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے محاسن وفضائل اور پیغمبرانہ کمالات کے سدابہار چمن کے گلہائے رنگیں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے، مگر بھلا یہ کہاں ممکن تھا، ہر گل چیں نے تنگیٔ داماں کا گلہ کیا اور تھک کر بیٹھ گیا۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین تو از تنگیٔ داماں گلہ دارد

صادقؔ صاحب نے بھی کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں ایک حد تک کامیاب نظر آتے ہیں، ان کی نعتیں رسمی نہیں ہوتیں، دلی جذبات کی ترجمان ہوتی ہیں۔ دعاء ہے کہ ان کی نعتوں کے حسین مجموعہ کو سرداد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حسن قبول عطا ہو۔

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ

۳؍رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

پاسِ ادب

مفکر ملت حضرت الحاج مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (ناظم ندوۃ المصنفین دہلی)

حاجی محمد یسین صاحب صادقؔ دہلوی، دہلی کے مشہور ومقبول شاعر جناب مخمورؔ دہلوی مرحوم کی یادگار ہیں صادقؔ صاحب نے اپنے استاد کی بے لوث خدمت اور فطری صلاحیت کی بدولت فن شاعری کی بہت اچھی خصوصیات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ صادقؔ صاحب ''حریم نور'' کے نام سے نعتوں، سلاموں اور منقبتوں کا حسین ''مجموعہ'' اہل ذوق کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اس ''مجموعہ'' سے جہاں وہ اہل فن سے داد پائیں گے، وہاں تشنہ کامان محبت رسولؐ کی آسودگی کا سامان بھی بہم پہنچا رہے ہیں، دیار حبیبؐ کی دوبارہ والہانہ حاضری نے ان کے کلام میں جذبۂ محبت کی ایک خاص شدت پیدا کر دی ہے، ہر مصرعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مشاہدۂ جمال حبیبؐ میں مستغرق ہیں، لیکن اس استغراق کے باوجود ان کے پاسِ ادب کا یہ عالم ہے کہ وہ ''حضورؐ'' کی تعریف کے ساتھ دوسرے مرسلین کرام کے مراتب کا بھی پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ میں اس بابرکت مجموعہ کی مقبولیت کی دعا کرتا ہوں۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

۸؍رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

سعیِ جمیل

حضرت مولانا سید عبدالخالق صاحب خلیقؔ برنی ثم الدہلوی (مخموریؔ) قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہاں گیری، حسنی، عزیزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرنے والوں کی کسی زمانے میں کمی نہیں رہی، حتیٰ کہ غیر مسلموں نے بھی جذبۂ عقیدت کا اظہار کیا، بلاشبہ ایک مصرعہ اور ایک فقرہ بھی مقبول بارگاہ ہو جائے تو کونین کی دولت اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے "ذَالِکَ الْفَوْزُ الْکَبِیْر" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں ۔

اگر خواہی تماشائے جمالِ شاہدِ معنی ثنائے پادشاہِ یثرب وسلطانِ بطحا کن
اگر از حسرتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

میرے استاد بھائی جناب حاجی صوفی محمد یسین صادقؔ دہلوی تاجدار مدینہ صلعم کی ذات والا صفات سے عشق رکھتے ہیں اور بارگاہ رسالتؐ میں ثناخوانی کو فریضۂ حیات سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں ۔

میرے آب وگل میں شامل ہے محبت کا اثر ہے ازل کے روز ہی سے دل میں ارمانِ نبیؐ

اور حضرت یوسفؑ کی خریدار بڑھیا کی طرح بصد عجز و نیاز امیدوار ہیں کہ بروز حشر "زمرۂ محبین ومداحین" میں شمار ہوں ۔

نسبت خود بہ سگ کردم و بس منفعلم زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی (مولانا قدسیؒ)

جناب صادقؔ ان ہستیوں میں سے ہیں جو شہرت ونمود کے جذبہ سے بے نیاز، قانع ومتوکل بخدا اور متوجہ الی اللہ ہیں، مجموعہ "حریم نور" نعتوں، سلاموں اور منقبتوں پر مشتمل ہے، صادقؔ صاحب نے "نعت" کی دشوار گذار وادی کو نہایت احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ عبور کیا ہے، جناب صادقؔ کی خوش قسمتی ہے کہ آج وہ نعتیہ دیوان بارگاہ رسالت مآب میں پیش کرنے کی سعادت سے شرفیاب ہو رہے ہیں اور خوش ہیں کہ ۔

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را من نیز حاضر می شوم تصویرِ جاناں در بغل

خدا کے حضور دست بدعا ہوں کہ صادقؔ صاحب کی یہ "سعیِ جمیل" مشکور ہو اور انہیں سعادت دارین نصیب ہو۔

عبدالخالق خلیقؔ برنی

۵/ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

دعا

عزیز الاولیاء حضرت شاہ عبدالعزیز میاں قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہاں گیری، حسنی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسینہ، بھینسوڑی شریف ضلع رامپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کے دلوں میں عشق آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگزیں ہے۔
نثر کے مقابلے میں اس شیفتگی کا اظہار حدود ادب میں رہتے ہوئے نعت میں کر دینا ہر اک کے بس کا کام نہیں، ایک ایک لفظ پر پوری توجہ دینا نعت گو شاعر کے لئے از بس ضروری ہے، ہر لفظ کا استعمال برمحل اور موزوں ہونا ضروری ہے، معنی میں نہ افراط کی گنجائش ہو نہ تفریط کی، مختصر یہ کہ ادب بہر حال ملحوظ رہے نعت گوئی میں یہی وہ مقام ہے جو انتہائی دشوار ہے۔
یہ معلوم ہو کر بیحد مسرت ہوئی کہ برادر محترم حاجی صوفی محمد یسین صادقؔ دہلوی، اپنی منتخب نعتوں اور منقبتوں کا مجموعہ ''حریم نور'' کے نام سے طبع کر رہے ہیں، موصوف کا کلام خود ان سے اکثر سنا ہے، جو کچھ کہتے ہیں محسوس کر کے کہتے ہیں، نعت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص ان کے عشق کا آئینہ دار ہوتی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ سننے والوں پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے، عاشقان سرور کائنات ''حریم نور'' کو پڑھ کر انشاء اللہ بیحد مسرور ہوں گے، دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''حریم نور'' کو قبولیت خاص و عام بخشے۔ آمین

دعا گو

عبدالعزیز عفی عنہ

۱۰ر رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

ساقی

جبینِ عرشِ اعظم پر یہی تحریر ہے ساقی
تری ہستی دو عالم کے لئے تنویر ہے ساقی
یہ تیری زندگی کی مختصر تفسیر ہے ساقی
جہاں کے ذرّے ذرّے میں تری تنویر ہے ساقی
یہی اک غم ہے جو ہر وقت دامنگیر ہے ساقی
کہ اک مدت سے گردش میں مری تقدیر ہے ساقی
قیامت تک خدا آباد رکھے تیرا میخانہ
پلا دے خم کے خم اب کس لئے تاخیر ہے ساقی
یہ دل تو چیز کیا ہے زندگی قربان ہے تجھ پر
تری ہستی تو میرے خواب کی تعبیر ہے ساقی
مجھے جس کی بدولت کیف لافانی میسر ہے
خدا شاہد وہ تیرے نام کی تاثیر ہے ساقی
خدا رکھے مرے اس جذبۂ ذوقِ تصور کو
جدھر بھی دیکھتا ہوں میں تری تصویر ہے ساقی
مسیحا سے بھی ناممکن ہو جس بیمار کا درماں
تری چشمِ کرم اس کے لئے اکسیر ہے ساقی
یہ دنیا تو نہیں ہے ان کی اک لغزش کی قیمت بھی
جو تیرے رند ہیں ان کی بڑی توقیر ہے ساقی
ترا غم تیری حسرت تیرا ارماں دل میں رکھتے ہیں
جو تیرے رند ہیں ان کی یہی جاگیر ہے ساقی
کوئی سمجھے نہ سمجھے بات تو ایمان کی یہ ہے
ترا پیغام ہی پیغامِ عالمگیر ہے ساقی
کسی سے بھی بیاں اوصاف تیرے ہو نہیں سکتے
ثناخواں خود ہی تیرا کاتبِ تقدیر ہے ساقی
کرم ہو تو عطا ہو جائے صادقؔ دہلوی کو بھی
کلامِ حافظؔ و سعدیؔ میں جو تاثیر ہے ساقی

(مدینہ شریف)

لاکھوں سلام

اے محمدؐ مصطفےٰ لاکھوں سلام
اے امام الانبیا لاکھوں سلام
رہبروں کے رہنما لاکھوں سلام
اے امیر قافلہ لاکھوں سلام
اے حبیبِ کبریا لاکھوں سلام
دو جہاں کے دلربا لاکھوں سلام
مرکزِ لطف و عطا لاکھوں سلام
منبعِ جود و سخا لاکھوں سلام
سیدِ بدرالدجیٰ لاکھوں سلام
نورِ ذاتِ کبریا لاکھوں سلام
شانِ ابراہیمؑ، فخرِ کائنات
اے شہِ ارض و سما لاکھوں سلام
راحتِ قلب و نظر، تسکینِ جاں
بیکسوں کے ہمنوا لاکھوں سلام
رحمت للعالمیں خیرالوریٰ
شافعِ روزِ جزا لاکھوں سلام
پیش کرتا ہے حضوری میں حضورؐ
صادقؔ غم آشنا لاکھوں سلام

جلوہ گاہِ محمدؐ

ہے میری طرف اب نگاہِ محمدؐ
مرا دل ہے اب جلوہ گاہِ محمدؐ

حوادث کے طوفاں اگر ہیں تو کیا غم
مجھے مل گئی ہے پناہِ محمدؐ
تخیل میں تنویرِ روئے مبیں ہے
تصور میں ہے جلوہ گاہِ محمدؐ
دو عالم کے اسرار اس پر کھلے ہیں
پڑی جس کے دل پر نگاہِ محمدؐ
جسے آرزو ہو جسے جستجو ہو
اسے مل ہی جاتی ہے راہِ محمدؐ
زمانے نے شاید یہ سمجھا نہیں ہے
پناہِ خدا ہے پناہِ محمدؐ
غمِ عشق اس طرح مجھ کو مٹادے
کہ بن جاؤں میں گردِ راہِ محمدؐ
مدینے میں پھر مجھ کو پہنچادے یارب
کہ پھر دیکھ لوں جلوہ گاہِ محمدؐ
مجھے ناز ہے اپنی قسمت پہ صادقؔ
کہ ہوں بندۂ بارگاہِ محمدؐ

زبانِ حق

سمجھنے کو میں سمجھا ہوں بلند از آسماں تم ہو
تخیل کی رسائی ہو نہیں سکتی جہاں تم ہو
زبانِ حق ہو اسرارِ خدا کے ترجماں تم ہو
فسانے جس سے لاکھوں بن گئے وہ داستاں تم ہو
ہمارے خانۂ دل میں ازل سے میہماں تم ہو
ہمیں بخشی ہے جس نے زندگیٔ جاوداں تم ہو
تمہارے فیضِ بے پایاں سے ظاہر ہے دو عالم پر
کمی جس میں نہیں آتی وہ بحرِ بیکراں تم ہو
قدم بوسی کو جس کی منزلیں بے چین رہتی ہیں
زمانہ جانتا ہے وہ امیرِ کارواں تم ہو
سمجھنے کو تمہارا مرتبہ اتنا ہی کافی ہے
خدا بھی مہرباں اس پر ہے جس پر مہرباں تم ہو
ملائک عرش پر آئینِ قدرت تم کو کہتے ہیں
جہاں والے سمجھتے ہیں کہ دستورِ جہاں تم ہو
رہِ صبر و رضا کی منزلیں آسان ہوتی ہیں
مگر جب راہبر تم ہو امیرِ کارواں تم ہو
تمہیں کو عرشِ اعظم پر بلا کر گفتگو کی ہے
تمہیں کو یہ شرف حاصل ہے حق کے رازداں تم ہو
تمہاری رہبری پر انبیا بھی ناز کرتے ہیں
ملائک جس کے پیرو ہیں وہ میرِ کارواں تم ہو
محبت میں تمہیں پاکر تو سب کچھ پا لیا میں نے
تمہیں منزل کہوں یا میری منزل کا نشاں تم ہو
تمنا تھی یہی اس کی یہی ارماں تھا اس کا
خدا کا شکر ہے صادقؔ پر اپنے مہرباں تم ہو

پیکرِ التفات

رہنمائے حیات آگئے
شمعِ راہِ نجات آگئے
روحِ بزمِ حیات آگئے
حاصلِ کائنات آگئے
آرزوئے حیات آگئے
پیکرِ التفات آگئے
دہر کی ظلمتیں مٹ گئیں
نور کی کائنات آگئے

آئینہ بن کے اخلاق کا
شاہِ عالی صفات آگئے
کیوں نہ ہو اہلِ دنیا کو ناز
سرورِ کائنات آگئے
عقدۂ معرفت کھل گیا
محرمِ حسنِ ذات آگئے
عاصیوں کی بر آئی مراد
رحمتِ کائنات آگئے
بن گیا مونس ان کا خیال
پیش جب حادثات آگئے
ہے تصور میں کوئے حبیبؐ
یاد کچھ واقعات آگئے
پینے والے پئیں خم کے خم
ساقیِ کائنات آگئے
جن کا صادقؔ کو تھا انتظار
وہ بصد التفات آگئے

صبحِ درخشاں

مرا دین و ایماں ہیں شاہِ مدینہ
کہ تفسیرِ قرآں ہیں شاہِ مدینہ
مرے غم کا درماں ہیں شاہِ مدینہ
قرارِ دل و جاں ہیں شاہِ مدینہ
مرا خانۂ دل ہوا جس سے روشن
وہ شمعِ فروزاں ہیں شاہِ مدینہ
ذرا شانِ بندہ نوازی تو دیکھو
مرے دل میں مہماں ہیں شاہِ مدینہ
مری جستجو میں ابھی کچھ کمی ہے
کہ نظروں سے پنہاں ہیں شاہِ مدینہ
ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی شام جس کی
وہ صبحِ درخشاں ہیں شاہِ مدینہ
ہیں افضل سے افضل، ہیں اعلیٰ سے اعلیٰ
نمایاں، نمایاں ہیں شاہِ مدینہ
ازل سے بہاریں ہیں جس کا مقدر
اک ایسا گلستاں ہیں شاہِ مدینہ
زمیں تا فلک جس کے جلوے ہیں صادقؔ
وہ مہرِ درخشاں ہیں شاہِ مدینہ

دستورِ حق

لاکھوں سلام اس شہہ والا صفات پر
دستورِ حق تمام ہوا جس کی ذات پر
پرتو فگن جمال ہے تیرا حیات پر
چھائے گی تیرگی نہ مری کائنات پر
دنیا کی عشرتوں سے اسے واسطہ ہی کیا
جس کی نظر رہی ہے ترے التفات پر
پیدا ہوئی ہیں جو تری نسبت سے قلب میں
کیوں کر نہ رشک ہو مجھے ان کیفیات پر
یہ اور بات ہے کہ مدینہ میں ہو مقیم
لیکن نوازشات ہیں کل کائنات پر
معراجِ جسم و جاں ہوئی جس میں تجھے نصیب
قرباں ہزار سال ہیں اس ایک رات پر
میں خود کو کرچکا ہوں فراموش اس لئے
صادقؔ ہیں وہ محیط مری کائنات پر

مہرِ نبوت

بزمِ تصور آ کے سجا دو
ارمانوں کے دیپ جلا دو
دل سے دوئی کا نقش مٹا دو
اپنی محبت دل میں بسا دو
اپنی نظر کا جام پلا دو
پیاسا ہوں میں پیاس بجھا دو
سوئی ہوئی تقدیر جگا دو
میری اتنی بات بنا دو
جامِ شرابِ عشق پلا دو
ہستی کو پر کیف بنا دو
گردِ عصیاں سے دھندلا ہے
دل کا آئینہ چمکا دو
مہرِ نبوت ، نورِ مجسم
ذرہ ہوں خورشید بنا دو
اپنی محبت کا غم دے کر
مجھ کو سراپا درد بنا دو
ساحل تک فیضانِ کرم سے
ڈوبنے والے کو پہنچا دو
میرے دل کے ہر گوشے سے
اس دنیا کی حرص مٹا دو
اپنی ضیائے حسن سے مجھ کو
مشعلِ راہِ عشق بنا دو
ڈوب رہی ہے کشتیِ امت
اب تو بیڑا پار لگا دو
اے بزمِ کونین کے سلطاں
مجھ کو رخِ پرنور دکھا دو
میرا سلامِ شوق ستارو
شاہِ بطحا تک پہنچا دو
اپنی چشمِ کیف آگیں سے
صادقؔ کو مخمور بنا دو

منزلِ عاشقاں

نور کا آسماں مدینہ ہے
آفتابِ جہاں مدینہ ہے
حسن کا گلستاں مدینہ ہے
رشکِ باغِ جناں مدینہ ہے
سبز گنبد کی یاد ہے پیہم
حسرتوں کا جہاں مدینہ ہے
سوئے طیبہ چلے ہیں دیوانے
منزلِ عاشقاں مدینہ ہے
مرکزِ فیض ہے خدا شاہد
رحمتوں کا جہاں مدینہ ہے
ذرہ ذرہ ہوا ہے تابندہ
کس قدر ضو فشاں مدینہ ہے
لوگ پروانہ وار جاتے ہیں
شمعِ بزمِ جہاں مدینہ ہے
باغِ جنت کی آرزو کیوں ہو
جب مرا گلستاں مدینہ ہے
کیوں نہ مضطر رہوں میں اے صادقؔ
میرا دل میری جاں مدینہ ہے

نگاہِ پاک

سلام اس ذاتِ اقدس پر کہ جو محبوبؐ داور ہے
نگاہِ پاک میں جس کی ہر اک انساں برابر ہے
خدا ہی جانتا ہے جو مقامِ ذاتِ اطہر ہے
مری نظروں میں کوئی ان سے بہتر تھا نہ بہتر ہے
یوں ہونے کو تو ان کا نام دنیا کی زباں پر ہے
مبارک وہ کہ ان کا ذکر جس کے دل کے اندر ہے
نہیں کچھ غم اگر دنیا مقامِ فتنہ و شر ہے
مجھے جس کا سہارا ہے وہ پیغامِ پیمبرؐ ہے
میں گم ہوں ان کے دردِ عشق کی لذت میں کچھ ایسا
غمِ دنیا ہی باقی ہے نہ فکرِ روزِ محشر ہے
کبھی میرے تخیل سے نہ ہوگا محو نظارہ
خدا شاہد وہ دلکش گنبدِ خضرا کا منظر ہے
نہیں ممکن انہیں پہچان لے کوئی نظر صادق
کہ ان کا مرتبہ ادراکِ انسانی سے باہر ہے

دامنِ رحمت

جن کا دل ہے مسکن ان کا
مستقبل ہے روشن ان کا
فیض کا مرکز مدفن ان کا
دامنِ رحمت دامن ان کا
اس کا کچھ انجام نہ پوچھو
جس نے چھوڑا دامن ان کا
تیرہ نہیں اب راہِ ہستی
نقشِ پا ہے روشن ان کا
نور ہے ان کا شمس و قمر میں
حسن ہے گلشن گلشن ان کا
لاکھ حوادث ہوں تو کیا غم
ہاتھوں میں ہے دامن ان کا
ذکر کیا کرتی ہے ہر دم
دل کی اک اک دھڑکن ان کا
ایسے امیں ہیں ایسے صادق
دم بھرتے ہیں دشمن ان کا

فرمانِ نبیؐ

جس قدر اصحابؓ ہیں جتنے ہیں یارانِ نبیؐ
ہستیاں ان سب کی ہیں آئینہ شانِ نبیؐ
کون ہو سکتا ہے دنیا میں ثناخوانِ نبیؐ
فہم کی حد سے ہے بالا رفعتِ شانِ نبیؐ
نور کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے اس کی زندگی
جس پہ پڑ جاتا ہے عکسِ روئے تابانِ نبیؐ
آج بھی تاریخ کے اوراق ہیں اس کے گواہ
سیج پر کانٹوں کی سوئے ہیں غلامانِ نبیؐ
کس لئے ہو اب مجھے باغِ جناں کی آرزو
میری آنکھوں میں ہے تصویرِ گلستانِ نبیؐ
منزلِ عرفاں نہیں دشوار کچھ میرے لئے
ہر قدم پر رہبری کرتا ہے فرمانِ نبیؐ
غم نہیں سیلِ حوادث ہو کہ ہو موجِ بلا
سایہ افگن ہے مری دنیا پہ دامانِ نبیؐ
بادشاہی بھی کوئی بخشے تو ٹھوکر ماردیں
اس قدر خوددار ہوتے ہیں گدایانِ نبیؐ

لاکھ جھونکے اب چلیں بادِ مخالف کے مگر
صبر کا دامن نہ چھوڑیں گے فدایانِ نبیؐ

میرے آب و گِل میں شامل ہے محبت کا اثر
ہے ازل کے روز ہی سے دل میں ارمانِ نبیؐ

ہندی و مصری، حجازی، شامی و ترکی ہی کیا
میں تو سب کو دیکھتا ہوں زیرِ دامانِ نبیؐ

اہلِ دل، اہلِ نظر ہی دیکھ سکتے ہیں انہیں
کم نہیں ہیں آج بھی صادقؔ غلامانِ نبیؐ

مہ و خورشید

ہمارے دل کو فروزاں حضورؐ ہی نے کیا
کہ ہم کو صاحبِ ایماں حضورؐ ہی نے کیا

سکونِ قلب کا ساماں حضورؐ ہی نے کیا
ہمارے درد کا درماں حضورؐ ہی نے کیا

ہر ایک داغِ تمنا ہر ایک داغِ جگر
مثالِ شمع فروزاں حضورؐ ہی نے کیا

ملی ہے جس کی بدولت حیاتِ نو ہم کو
وہ پیدا عشق کا طوفاں حضورؐ ہی نے کیا

پلا سکے جام نہیں بادۂ محبت کے
خدا گواہ کہ انساں حضورؐ ہی نے کیا

سرور و کیف کبھی جس کا جا نہیں سکتا
عطا وہ بادۂ عرفاں حضورؐ ہی نے کیا

نہیں ڈرتا کے نشیب و فراز دنیا کے
علاجِ گردشِ دوراں حضورؐ ہی نے کیا

کہاں سے لائے ہیں تابندگی مہ و خورشید
انہیں تو نور بداماں حضورؐ ہی نے کیا

سکھا کے عشق کے آداب ہم کو اے صادقؔ
ہمارے حال پہ احساں حضورؐ ہی نے کیا

نگاہِ کرم

آ ترا انتظار ہے ساقی
زندگی سوگوار ہے ساقی

غم طبیعت پہ بار ہے ساقی
اب تجھے اختیار ہے ساقی

میکدے میں جو آگیا اک بار
تیرا منت گذار ہے ساقی

شمع پر تو فدا ہیں پروانے
تجھ پہ دنیا نثار ہے ساقی

وہ جو تو نے کبھی پلائی تھی
اب بھی اس کا خمار ہے ساقی

جس پہ پڑجائے اک نگاہِ کرم
اس کا بیڑا ہی پار ہے ساقی

دامنِ صبر تیری فرقت میں
دیکھ لے تار تار ہے ساقی

تیرا دستِ کرم نہیں رکتا
یہ تو تیرا شعار ہے ساقی

اتنی پی کر بھی ہوش ہے مجھ کو
ہر قدم استوار ہے ساقی

صرف تیری نظر کے صدقے میں
میکدہ پر بہار ہے ساقی

حد کو پہنچی ہے میری تشنہ لبی
روح تک بیقرار ہے ساقی

تیرے نقشِ قدم پہ صادقؔ کی
زندگانی نثار ہے ساقی

حیاتِ جاوداں

محبت جس کو صادقؔ ہو گئی اس ذاتِ اطہر سے
تو یہ سمجھو اسے سب کچھ ملا اللہ کے گھر سے
یہی تعلیم ملتی ہے ہمیں خلقِ پیمبرؐ سے
جہاں تک ہو سکے دامن بچائیں فتنہ و شر سے
ہوا بوجہل طالب معجزے کا جب پیمبرؐ سے
شہادت ذاتِ اقدسؐ کی ملی مٹھی کے کنکر سے
پسینہ جب بھی نکلا ہے تمہارے جسمِ اطہرؐ سے
تو خوشبو میں سوا پایا گیا ہے مشک و عنبر سے
ثوابت اور یہ سیارگانِ عالمِ ہستی
ہیں تابندہ تمہارے ہی تو عکسِ روئے انور سے
وفا کی منزلوں سے بے نیازانہ گذرتے ہیں
وہ رہرو جو ہیں وابستہ تمہاری ذاتِ اطہرؐ سے
وہی اک دن زیارت سے مشرف ہو بھی جاتے ہیں
جو روتے ہیں لہو ہجرِ نبیؐ میں دیدۂ تر سے
حیاتِ جاوداں اس راہ میں معلوم ہوتی ہے
تمہارے عشق کا سودا نہ جائے گا مرے سر سے
کبھی صادقؔ حجاباتِ نظر بھی اٹھ ہی جائیں گے
جلا ملتی ہے دل کے آئینے کو عشقِ سرورؐ سے

شاہِ مدینہ

تلاطم میں ہے اب میرا سفینہ
کرم فرمائیے شاہِ مدینہ
خدا شاہد فقط وہ ہے مدینہ
جہاں ہے دونوں عالم کا خزینہ
یہی ہے آرزو شاہِ مدینہ
کہ شمعِ عشق سے روشن ہو سینہ
تمہارے خلق نے دنیا کو آقا
سکھایا ہے محبت کا قرینہ
بھڑک اٹھے تمناؤں کے شعلے
میسر دید ہو شاہِ مدینہ
خدارا میرے دل پر بھی ہو افشا
وہی جو راز ہے سینہ بہ سینہ
ادا کیوں کر کروں فرضِ محبت
سلیقہ ہے نہ کچھ مجھ کو قرینہ
بلندی پر ہے قسمت کا ستارہ
تصور میں ہے تصویرِ مدینہ
وہ طیبہ ہے وہ طیبہ کی زمیں ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ ہے نگینہ
تمہارے غم کی دولت چاہتا ہوں
نہیں درکار دنیا کا خزینہ
یہاں ہر گام پر ہوتی ہے رحمت
مقدس راہ ہے راہِ مدینہ
تمہارے ہجر میں جو دل بھی ٹوٹا
ہر اک ٹکڑا ہوا اس کا نگینہ
ہر اک اس راز کو سمجھا نہیں ہے
مدینہ عرشِ اعظم کا ہے زینہ
ہے صادقؔ مبتلائے رنجِ پیہم
کرم اس پر بھی ہو شاہِ مدینہ

حجابات

اپنی آنکھوں سے پلاؤ تو کوئی بات بنے
مجھ کو مخمور بناؤ تو کوئی بات بنے
میری آنکھوں میں سماؤ تو کوئی بات بنے
خانۂ دل کو بساؤ تو کوئی بات بنے
بادۂ عشق پلاؤ تو کوئی بات بنے
تشنگی میری بجھاؤ تو کوئی بات بنے
پھر مدینے میں بلاؤ تو کوئی بات بنے
پھر مجھے جلوہ دکھاؤ تو کوئی بات بنے
پھر حجابات اٹھاؤ تو کوئی بات بنے
پھر مرے ہوش اڑاؤ تو کوئی بات بنے
میرا دل ایک زمانے سے سیہ خانہ ہے
اس کو پر نور بناؤ تو کوئی بات بنے
میرے غم خانۂ ہستی کو کرم سے اپنے
رشکِ خورشید بناؤ تو کوئی بات بنے
اپنے صادق کو غمِ عشق عطا کر کے حضور
غم سے دنیا کے چھڑاؤ تو کوئی بات بنے

چشمِ رحمت

تمہارے پرتو رخ سے ستارے جگمگاتے ہیں
جگر کے زخم، دل کے داغ سارے جگمگاتے ہیں
بہر منزل نقوشِ پا تمہارے جگمگاتے ہیں
کہ رہرو کی امیدوں کے سہارے جگمگاتے ہیں
وہ آکر یوں تخیل کو ہمارے جگمگاتے ہیں
فلک پر جس طرح شب کو ستارے جگمگاتے ہیں
تمہارے عشق میں ہم نے چھپا رکھے تھے جو دل میں
دیئے بن کر وہ آنسو اب ہمارے جگمگاتے ہیں
جبین تابندہ ہونٹوں کا تبسم عارض رنگیں
ہزاروں غم کے ماروں کے سہارے جگمگاتے ہیں
منور کیوں نہ ہو دل کا ہر اک گوشہ کہ اب اس میں
تمہارے ہی محبت کے شرارے جگمگاتے ہیں
گذر ہوتا ہے جب ان کا کبھی صحن گلستاں میں
بہاریں رقص کرتی ہیں نظارے جگمگاتے ہیں
جو دل ہیں یاس کی تاریکیوں سے غم کدے، ان کو
تمہاری چشمِ رحمت کے اشارے جگمگاتے ہیں
دل و جاں کیوں نہ ہوں پروانہ وار ان پر فدا صادق
مثالِ شمع جو دل کو ہمارے جگمگاتے ہیں

فیضِ عام

ہے جہاں شاہد ترے اکرام کا
عرش تک شہرہ ہے فیضِ عام کا
ہے کسی کو ورد تیرے نام کا
کوئی متوالا ترے پیغام کا
دور مجھ تک آرہا ہے جام کا
پھر بھی طالب ہوں ترے انعام کا
یہ بھی تیرے عشق کا احسان ہے
آدمی مجھ کو بنایا کام کا
ہر گھڑی اک قرب ہے ان کو نصیب
اللہ اللہ مرتبہ خدام کا
ہے اگر آباد تیرا میکدہ
دور بھی چلتا رہے گا جام کا

جس پہ تیرا سایۂ داماں رہے
اس کو غم ہو کس لئے آلام کا
ہو گئی آسان ہر مشکل مری
لب پہ آنا تھا تمہارے نام کا
تم سے وابستہ ہے میری زندگی
غم نہیں کچھ گردشِ ایام کا
کب نگاہِ لطف فرمائیں حضورؐ
منتظر صادقؔ ہے اس ہنگام کا

نور ہی نور

رحمتِ حق جہاں برستی ہے
وہ مدینے کی پاک بستی ہے
قابلِ رشک تیری ہستی ہے
ہر نظر دید کو ترستی ہے
تیری فرقت میں اے شہہ بطحا
دل مرا رنج و غم کی بستی ہے
ذوقِ نظارہ خام ہے شاید
تیرا جلوہ تو بستی بستی ہے
خم کے خم پی رہا ہوں نظروں سے
جوش پر میری مے پرستی ہے
ہے تصور میں ساقیِ محفل
دل میں طوفانِ کیف و مستی ہے
چشمِ پر شوق میں زہے قسمت
میرے محبوب! تیری ہستی ہے
کیوں رہے آرزوئے جام مجھے
تیری آنکھوں سے مے برستی ہے
سر بہ سجدہ جہاں ملائک ہیں
اک مدینہ ہی ایسی بستی ہے
ہے تری ذات رحمتِ عالم
نور ہی نور تیری ہستی ہے
سبز گنبد کو دیکھنے کے لئے
صادقؔ اپنی نظر ترستی ہے

جستجوئے مدینہ

مرے دل میں ہے آرزوئے مدینہ
مرے لب پہ ہے گفتگوئے مدینہ
مجھے ہر نفس جستجوئے مدینہ
مجھے ہر قدم فکرِ کوئے مدینہ
مری زیست ہے آرزوئے مدینہ
مری بندگی گفتگوئے مدینہ
وہی میرا قبلہ ہے، کعبہ وہی ہے
کئے جائیے گفتگوئے مدینہ
میں قربان سو جاں سے اے شاہِ بطحا
کہ بخشی مجھے آرزوئے مدینہ
وہ صادقؔ ہوئے کامیابِ محبت
جنہیں لے گیا عشق سوئے مدینہ

ابرِ کرم

تم ابرِ کرم ہو شہہ دوسرا ہو
سوالی ہوں دردِ محبت عطا ہو
کوئی اس کی مستی سے کیا آشنا ہو
تمہاری نگاہوں سے جو پی رہا ہو

اسے کیا غرض ہو متاعِ جہاں سے
جو روزِ ازل سے تمہیں چاہتا ہو
اسے کیا ڈبوئے گا طوفانِ عصیاں
تمہارے کرم کا جسے آسرا ہو
نہیں ہے تمہارے سوا اور کوئی
زمیں سے جو عرشِ بریں تک گیا ہو
تمہاری محبت کا طالب ہے صادق
تمہیں اس کی حسرت تمہیں مدعا ہو

مئے عشق

اس قدر مجھ کو مئے عشق پلادے ساقی
بے نیازِ غمِ کونین بنادے ساقی
جس قدر بھی ہیں حجابات اٹھا دے ساقی
تشنۂ دید ہوں میں جلوہ دکھا دے ساقی
مجھکو دنیا کے ہر اک غم سے چھڑادے ساقی
اپنے غم کو مری تقدیر بنادے ساقی
زندگی بھر نہ مجھے ہوش کا عالم ہو نصیب
کم سے کم اتنی مجھے اور پلادے ساقی
شیشۂ دل سے مرے گردِ کدورت دھو کر
زندگی کو مری آئینہ بنادے ساقی
ہر نظر ذرۂ ناچیز سمجھتی ہے مجھے
پرتوِ حسن سے خورشید بنادے ساقی
سر بلندی اسے ہوتی ہے دو عالم میں نصیب
سر جو اپنا ترے قدموں پہ جھکادے ساقی
دو جہاں میں نہیں پھر اس کا ٹھکانا کوئی
تو جسے اپنی نگاہوں سے گرادے ساقی
جس کے پینے سے ہو عرفانِ محبت حاصل
اپنے صادق کو بھی وہ جام پلادے ساقی

رموزِ حق

تمہارے عشق کی دولت نصیب ہو ہم کو
خدا کرے یہ سعادت نصیب ہو ہم کو
وہ زندگی محبت نصیب ہو ہم کو
رسولِ پاک کی نسبت نصیب ہو ہم کو
کبھی جو حضرتِ صدیقؓ کو ہوئی تھی عطا
وہی نگاہِ بصیرت نصیب ہو ہم کو
عمرؓ کو جو درِ خیرالورا پہ لے آئی
الٰہی پھر وہ سعادت نصیب ہو ہم کو
وہ جس نے حضرت عثمانؓ کو نوازا تھا
وہی نگاہِ محبت نصیب ہو ہم کو
کھلے جنابِ علیؓ پر رموزِ حق جس سے
یقین کی وہی دولت نصیب ہو ہم کو
جہاں ادب سے جھکی ہے جبینِ ہفت افلاک
اس آستاں کی زیارت نصیب ہو ہم کو
وسیلۂ شہِ خیرالبشر سے اے صادق
بروزِ حشر شفاعت نصیب ہو ہم کو

عشقِ صادق

تیری نسبت ترے رندوں کا یہ ایمان ہے ساقی
بلا تفریق ہر اک پر ترا احسان ہے ساقی
تو میرا دین و ایماں ہے تو میری جان ہے ساقی
پلادے اپنی آنکھوں سے یہی ارمان ہے ساقی

تری چشمِ کرم کے آسرے پر جی رہا ہوں میں
کہ ہستی میں گناہوں کا بڑا طوفان ہے ساقی
کبھی حسرت ہے جینے کی کبھی مرنے کا ارماں ہے
ترے بیمارِ غم کی کشمکش میں جان ہے ساقی
کبھی حق بات کہنے سے نہیں ہوتا گریز ان کو
جو دیوانے ہیں تیرے ان کی یہ پہچان ہے ساقی
ترے صادق کو تیرے عشقِ صادق کی تمنا ہے
عطا کر دے کہ اس کا اک یہی ارمان ہے ساقی

دستورِ مہر و وفا

جس کو بھی آپؐ کا نقشِ پا مل گیا
اپنی منزل کا اس کو پتا مل گیا
مجھ کو صادق درِ مصطفےٰ مل گیا
زندگی مل گئی، مدعا مل گیا
آپؐ کے خلق سے حسنِ کردار سے
ہم کو دستورِ مہر و وفا مل گیا
نام نامی نہ کیوں میرے لب پر رہے
آپؐ کی رہبری سے خدا مل گیا
عاصیوں کا کوئی آسرا ہی نہ تھا
دامنِ رحمتِ مصطفےٰؐ مل گیا
کیوں بھٹکتا مری زیست کا کارواں
رہنمائی کو جب رہنما مل گیا
آپؐ خوش قسمتی سے جسے مل گئے
میں سمجھتا ہوں اس کو خدا مل گیا
کام آیا بہت آپؐ کا واسطہ
اک طریقہ برائے دعا مل گیا
کیف صادق مرا کم نہ ہوگا کبھی
بادۂ عشقِ خیرالوریٰ مل گیا

نور بداماں

بھول گئے پیغام تمہارا
پھر بھی ہے انعام تمہارا
ہر ذرہ ہے نور بداماں
یہ ہے فیضِ عام تمہارا
وحشی قوم بنی شائستہ
یہ کیا کم ہے کام تمہارا
ایذائیں دیں جن لوگوں نے
ان پہ ہوا انعام تمہارا
میرے لئے اب راز نہیں ہے
جو کچھ ہے پیغام تمہارا
ان کے غلاموں میں اے صادق
شکر کرو ہے نام تمہارا

ارشادِ حق

محفوظ ہر بلا سے ہے گلشن حضورؐ کا
سایہ ہے رحمتوں کا کہ دامن حضورؐ کا
مجھ کو نہیں ہے راہ کی تاریکیوں کا غم
میری نظر میں ہے رخِ روشن حضورؐ کا
ارشادِ حق یہی تو ہے قرآنِ پاک میں
ہر معصیت سے پاک ہے دامن حضورؐ کا
ہر رنج و غم خوشی سے گوارا تھا آپؐ کو
دشمن نہ رہ سکا کوئی دشمن حضورؐ کا

سچ تو یہ ہے کہ دولتِ کونین مل گئی
جب سے ہوا ہے دل مرا مسکن حضورؐ کا
دیکھے جو میری آنکھ سے کوئی خدا گواہ
خلدِ بریں سے کم نہیں گلشن حضورؐ کا
جس سے عطا ہوئی ہے ضیا مہر و ماہ کو
وہ آفتاب ہے رخِ روشن حضورؐ کا
یہ التجا خدا سے بصد احترام ہے
چھوٹے نہ میرے ہاتھ سے دامن حضورؐ کا
صادقؔ طواف کرتے ہیں جس کا ملائکہ
وہ سر زمینِ پاک ہے گلشن حضورؐ کا

کیفِ زندگی

نگاہِ لطف جس پر آپؐ کی ہے یا رسول اللہ
میسر اس کو کیفِ زندگی ہے یا رسول اللہ
یہی کیا کم مری خوش قسمتی ہے یا رسول اللہ
مرے دل میں محبت آپؐ کی ہے یا رسول اللہ
متاعِ دین و ایماں ہے مرا سرمایۂ ہستی
یہ دولت آپؐ کے در سے ملی ہے یا رسول اللہ
ہیں جب سے جلوہ فرما آپؐ میرے خانۂ دل میں
ہر اک شے کی تمنا مٹ گئی ہے یا رسول اللہ
یہ سچ ہے بزمِ عالم میں بہت پیغامبر آئے
مگر فرض آپؐ کی اب پیروی ہے یا رسول اللہ
خدا شاہد ضیا ہے آپؐ ہی کے روئے روشن کی
دلِ صادقؔ میں اب جو روشنی ہے یا رسول اللہ

دلکشی مدینے کی

کیا کہوں دلکشی مدینے کی
خلد ہے ہر گلی مدینے کی
ہے تصور میں گنبدِ خضرا
دل کو حسرت ملی مدینے کی
چشم پُر شوق محوِ جلوہ ہے
دیکھ کر ہر گلی مدینے کی
بات کر ہمنشیں خدا کے لئے
اب گھڑی دو گھڑی مدینے کی
وہ بہت خوش نصیب رہرو ہے
راہ جس کو ملی مدینے کی
اشک بھر آئے اپنی آنکھوں میں
یاد جب آگئی مدینے کی
ذکر ہے ہر نفس مدینے کا
یاد ہے ہر گھڑی مدینے کی
جا رہا ہوں میں جانبِ طیبہ
پھر کشش لے چلی مدینے کی
آج پھیلی ہوئی ہے اے صادقؔ
ہر طرف روشنی مدینے کی

شانِ سلطانی

تمہارے رخ کی تابانی کے صدقے
تجلی کی فراوانی کے صدقے
جدھر دیکھو ہجومِ عاشقاں ہے
تمہارے حسنِ لاثانی کے صدقے

تمہاری شانِ یکتائی کے قرباں
تمہاری ذاتِ لاثانی کے صدقے
خدارا پھر نقابِ رخ اٹھا دو
تمہاری شکلِ نورانی کے صدقے
گدائے بے نوا پر بھی کرم ہو
تمہاری شانِ سلطانی کے صدقے
ہمیں طوفانِ عصیاں سے نکالا
تمہاری اس نگہبانی کے صدقے
نہیں اب ہم کو ساحل کی تمنا
تمہارے غم کی طغیانی کے صدقے
ہے اک اک شعر میں حسنِ عقیدت
میں صادق کی غزل خوانی کے صدقے

نگہبان

شاہِ بطحا کا جو فرمان سمجھ لیتے ہیں
سچ تو یہ ہے کہ وہ قرآن سمجھ لیتے ہیں
ان کو طوفان و تلاطم کا کوئی خوف نہیں
جو انہیں اپنا نگہبان سمجھ لیتے ہیں
جن پہ ہو جاتی ہے ادنیٰ سی توجہ ان کی
مقصدِ زیست وہ انسان سمجھ لیتے ہیں
ان کا پیغام ہے پیغامِ خدا اے صادق
جن کو حاصل ہے کچھ ایمان سمجھ لیتے ہیں

رحمتوں کے پیامی

وہ جن کا محمدؐ ہے نام آرہے ہیں
بدلنے جہاں کا نظام آرہے ہیں
وہ صادق ہے جن کا کلام آرہے ہیں
محبت ہے جن کا پیام آرہے ہیں
خدا جانتا ہے کہ بزمِ جہاں کا
ہے جن کے لئے اہتمام آرہے ہیں
ہے توریت و انجیل میں ذکر جن کا
وہ دونوں جہاں کے امام آرہے ہیں
نہ پھر جس میں ترمیم و تنسیخ ہوگی
وہ لے کر اک ایسا پیام آرہے ہیں
رسائی تخیل کی ممکن نہیں ہے
جہاں سے وہ عالی مقام آرہے ہیں
وہی ہوتے جاتے ہیں تابندہ ذرے
شہہ دیں کے جو زیر گام آرہے ہیں
قدم جن کے ہیں رحمتوں کے پیامی
جہاں میں وہ خیرالانام آرہے ہیں
نہیں ان کے نزدیک تخصیص کوئی
وہ سب کی مصیبت میں کام آرہے ہیں
یہ ان کی توجہ ہے ان کی نوازش
کہ مجھ تک مئے حق کے جام آرہے ہیں
انہیں کے تو نقشِ کفِ پا ہیں صادق
جو رہبر کی صورت میں کام آرہے ہیں

جذبۂ محبت

عجیب کچھ دلکشی کا منظر رخِ رسالت مآب میں ہے
نہ ماہ میں ہے وہ جاذبیت نہ وہ کشش آفتاب میں ہے
بتاؤں کیا حالِ زار اپنا جو اس جہانِ خراب میں ہے
نگاہِ لطف و کرم ہو آقا کہ زندگی اب عذاب میں ہے

زبور و توریت بھی ہیں شاہد گواہ انجیل کے ورق بھی
ہر اک صحیفہ میں ذکر تیرا بیاں ترا ہر کتاب میں ہے

ہے صرف تیری ہی راہ میں تو نفس نفس میری زندگی کا
یہ صدقہ تیری ہی یاد کا ہے کہ دل مرا اضطراب میں ہے

ہے زیر و بم جو نفس نفس میں ہے کیف و مستی کا ایک عالم
ہے کس کی آمد جو نغمگی سی یہ زندگی کے رباب میں ہے

جبیں پہ شوق کے لئے ہیں ہزار دنیا میں آستانے
کسی میں اتنی کشش کہاں جو درِ رسالت مآب میں ہے

خدا رکھے جذبۂ محبت رہے یہ قائم مرا تصور
کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے غلام تیری جناب میں ہے

یہ میرا ایماں ہے میرے ساقی کہ جس کا نشہ کبھی نہ اترے
سرور ایسا خمار ایسا تری نظر کی شراب میں ہے

بروزِ محشر بوقت پرسش تری شفاعت کی ہے ضرورت
یقین ہے پھر وہ بخش دیگا خطا جو میرے حساب میں ہے

کہیں یہ اہلِ خرد بھی ساقی بدل سکیں گے نظامِ عالم
یہ بات بھی ہے اگر کسی میں تو تیرے رندِ خراب میں ہے

ترے تکلم پہ ہے تصدق ہزار جاں سے یہ تیرا صادقؔ
کچھ ایسی تاثیر ہے زباں میں ادا کچھ ایسی خطاب میں ہے

نشانِ منزل

ہوا ہے جس پہ ترا التفات اے ساقی
اسے نصیب ہے لطفِ حیات اے ساقی

بنی ہے جس کے لئے کائنات اے ساقی
وہ تیری ذات ہے وہ تیری ذات اے ساقی

طلب ہے تیری محبت کی اور کیا مانگوں
ہر ایک چیز تو ہے بے ثبات اے ساقی

یقیں ہوا ہے مرا ان سے اور بھی محکم
جو تیری زیست کے ہیں واقعات اے ساقی

کسی کو چشمِ کرم سے نواز دینا بھی
نہیں ہے تیرے لئے کوئی بات اے ساقی

ہو اب تو اتنی توجہ کہ ختم ہوجائیں
ہیں جس قدر بھی مری مشکلات اے ساقی

ترا ہی نقشِ کفِ پا نشانِ منزل ہے
بتا رہی ہے یہ تیری حیات اے ساقی

اگر نہ ہوتا ترا عشق خانۂ دل میں
نہ جگمگاتی مری کائنات اے ساقی

یقیں ہے تیری نگاہِ کرم کے صدقے سے
ملے گی حشر میں مجھ کو نجات اے ساقی

تری نوازشِ پیہم کی اب ضرورت ہے
قدم قدم ہیں نئے حادثات اے ساقی

فقط وہ تیری محبت ہے جس سے صادقؔ نے
سمجھ لئے ہیں رموزِ حیات اے ساقی

شہنشاہ عالی

ہر اک منتظر ہے نگاہِ کرم کا ترے در سے جاتا نہیں کوئی خالی
خدائی کے مالک دو عالم کے آقا امیروں کے وارث غریبوں کے والی

دعائیں تجھے دے رہے ہیں بھکاری سلامت رہے تیرا دربارِ عالی
میں صدقے ترے بے طلب دینے والے نہ کاسہ ہے خالی نہ دامن ہے خالی

تمنائے دل کروٹیں لے رہی ہے مدینے میں جلووں کی جنت کو دیکھوں
نہ ہو میری نظروں سے دم بھر کو اوجھل کبھی بارگاہِ شہنشاہِ عالی
عطا ہو گیا اس کو نورِ بصیرت حجاب نظر اٹھ گئے جس قدر تھے
اسے ہو گیا حق کا دیدار حاصل تری خاکِ پا جس نے سرمہ بنالی
ڈبو کر مجھے چھوڑتا بحرِ عصیاں نہ کرتے اگر میری امداد آقا
وہ کشتی جو طوفاں سے ٹکرا رہی تھی مرے ناخدا نے کرم سے بچالی
بچالو حوادث کے طوفاں سے مولا کہ صادق بھی ہے آپ کا نام لیوا
مرے حال پر ہنس رہا ہے زمانہ مجھے رو رہی ہے مری خستہ حالی

حسنِ خلق

پلا کے بادۂ عرفاں کا جام ساقی نے
بدل دیا مرے دل کا نظام ساقی نے
بقدرِ ظرف دئے سب کو جام ساقی نے
رکھا نہ ایک کو بھی تشنہ کام ساقی نے
ہر اک گماں کو یقیں سے بدل دیا میرے
دکھادئے ہیں کچھ ایسے مقام ساقی نے
زہے نصیب کہ دنیا و دیں سنوار دئے
بتا کے فرقِ حلال و حرام ساقی نے
ہے فوقیت اسے عالم کے بادشاہوں پہ
بنا لیا جسے اپنا غلام ساقی نے
مرے لئے تو یہی عرش ہے، یہی کعبہ
کیا ہے خانۂ دل میں قیام ساقی نے
ہر اعتبار سے بندہ بنا دیا مجھ کو
سکھا دیا ادب و احترام ساقی نے
یہ حسنِ خلق یہ الطاف یہ رواداری
غلام کو بھی نہ سمجھا غلام ساقی نے
ذرا یہ ذرہ نوازی کی شان تو دیکھو
قبول کر لیا میرا سلام ساقی نے
مرے سرور کا عالم نہ پوچھ اے صادق
کہ لکھ دیا مرا رندوں میں نام ساقی نے

حبیبِ دو عالم

نبیِ مکرم سلامٌ علیک
حبیبِ دو عالم سلامٌ علیک
مسیحائے عالم سلامٌ علیک
دلِ ابنِ مریم سلامٌ علیک
بنائے دو عالم سلامٌ علیک
مؤخر مقدم سلامٌ علیک
گلِ گلشنِ آمنہ تجھ پہ رحمت
بہارِ مجسم سلامٌ علیک
خدا بھی ہے تیرا خدائی بھی تیری
شہنشاہِ عالم سلامٌ علیک
تری ذات ہے مظہرِ ذاتِ باری
مکرم معظم سلامٌ علیک
ہر اک دل کی حسرت ہر اک دل کا ارماں
متاعِ دو عالم سلامٌ علیک
تری ذاتِ اقدس سراپا محبت
رفیقِ مکرم سلامٌ علیک
ہوں پیشِ نظر سبز گنبد کے جلوے
کہیں وجد میں ہم سلامٌ علیک
تو ہی بے سہاروں کا اک آسرا ہے
شفیعِ معظم سلامٌ علیک

ترے روئے روشن پہ قربان صادقؔ
تمنائے آدم سلامٌ علیک

گلِ نبوت

نزدیک کوئے حبیب آپہنچا
مجھ کو لے کر نصیب آپہنچا
صدقے ہونے گلِ نبوت پر
صورتِ عندلیب آپہنچا

حبیبِ خدا

ہو مبارک تمھیں جہاں والو
تم میں حق کا خطیب آپہنچا
جس کی ہستی ہے قابلِ تقلید
وہ خدا کا حبیب آپہنچا

دیارِ حبیب

مرکزِ آرزوئے ہستی پر
آج میرا نصیب آپہنچا
عمر بھر کی مراد بر آئی
وہ دیارِ حبیب آپہنچا

طالبِ کرم

رفتہ رفتہ تری محبت میں
تیری در کے قریب آپہنچا
چشمِ لطف و کرم ہو صادقؔ پر
میرے آقا غریب آپہنچا

(مدینہ منورہ)

سلام و منقبت

بحضور فاتحِ خیبر شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

یا علیؓ شیرِ خدا لاکھوں سلام
ہم شبیہِ مصطفےؐ لاکھوں سلام
ہر قدم امداد فرمائی مری
اے مرے مشکل کشا لاکھوں سلام

مے حبِّ علیؓ تک آگیا ہوں
سرورِ سرمدی تک آگیا ہوں
خدا کا شکر ہے قسمت سے صادقؔ
مقامِ آگہی تک آگیا ہوں

(نجف اشرف)

شہیدِ کربلا

اے شہیدِ کربلا لاکھوں سلام
پیکرِ صدق و صفا لاکھوں سلام
راہِ حق میں کردیا سب کچھ نثار
بندۂ حق آشنا لاکھوں سلام

سخی ابن سخی

یا حسینؓ ابن علیؓ لاکھوں سلام
آرزوئے زندگی لاکھوں سلام
کوئی محرومِ کرم رہتا نہیں
اے سخی ابن سخی لاکھوں سلام

(کربلائے معلیٰ)

شاہِ دیں

پوری تمہارے دل کی ہوئی آرزو حسینؑ
حق کی نظر میں ہو کے رہے سرخرو حسینؑ
جس تشنہ لب کو دیکھ لیا تم نے لطف سے
اس کو رہی نہ حسرتِ جام و سبو حسینؑ
جدّ و پدر ہیں جس کے نگہبان و باغباں
اس گلستاں کے واسطے ہیں رنگ و بو حسینؑ
آگاہ ہیں مشیتِ حق سے جو شاہِ دیں
ہنس ہنس کے چومتے ہیں پسر کا گلو حسینؑ
حق پر ہماری جان تصدق ہے، غم نہیں
کرتے ہیں فوجِ شمر سے یہ گفتگو حسینؑ
پیوست تیر گردنِ اصغرؑ میں ہوگیا
پانی کی کر رہے تھے ابھی جستجو حسینؑ
لپٹا لیا ہے سینے سے اصغرؑ کی لاش کو
زخموں کو دل کے کرتے ہیں کیوں کر رفو حسینؑ
بے چین ہیں کہ سجدۂ آخر ادا کریں
فرما رہے ہیں خون سے اپنے وضو حسینؑ
چھلکا ہے جن سے بادۂ عرفان و معرفت
ورثے میں ہیں تمہارے وہ جام و سبو حسینؑ
راہِ خدا میں یوں تو ہزاروں نے جان دی
رنگ اور کچھ ہی لایا تمہارا لہو حسینؑ
صادقؔ کو سوزِ عشق عطا اور کیجیے
حسرت یہی ہے اس کی یہی آرزو حسینؑ

بادۂ توحید

سلامی حق پہ مٹنے کے لئے سرور نکلتے ہیں
کفن باندھے ہوئے ابنِ علی حیدرؓ نکلتے ہیں
سلامی آیۂ تطہیر کے پیکر نکلتے ہیں
مجاہد سر ہتھیلی پر لئے باہر نکلتے ہیں
زمیں بیت الحرم کی چھوڑ کر سرور نکلتے ہیں
نگاہوں میں جلالِ حیدری لے کر نکلتے ہیں
بہتّر کس کی خاطر شمر کے لشکر نکلتے ہیں
کبھی کھنچتی ہیں تلواریں کبھی خنجر نکلتے ہیں
رہِ صبر و رضا میں ان کو لغزش ہی نہیں ہوتی
جو پی کر بادۂ توحید کے ساغر نکلتے ہیں
وفا کے امتحاں پر جان کی بازی لگانے کو
علی اصغرؑ کو لے کر گود میں سرور نکلتے ہیں
پئے تعظیم دو عالم جھکے ہیں جن کے قدموں پر
الٰہی خیر ہو نیزوں پہ ان کے سر نکلتے ہیں
دیا ہے ساتھ حر کا چند جانباز اہلِ ایماں نے
بروں میں سے تو سچ ہے چند ہی بہتر نکلتے ہیں
جنہیں صادقؔ ہے حسرت راہِ حق میں جان دینے کی
وہ میدانِ عمل میں یا خدا کہہ کر نکلتے ہیں

خلقِ پیمبرؐ

لطف و عطا و بذل کے پیکر حسینؑ ہیں
خوئے علیؑ ہیں خلقِ پیمبرؐ حسینؑ ہیں
ممکن نہیں کہ عہدِ خزاں سے ہو ہمکنار
وہ گلستاں کہ جس کا مقدر حسینؑ ہیں
فخرِ علیؑ ، وقارِ حسنؑ، فاطمہؓ کی جان
نازاں صدف ہے جس پہ وہ گوہر حسینؑ ہیں
جس نے جہاں مدد کو پکارا چلے گئے
ہر بیکس و غریب کے یاور حسینؑ ہیں

یہ امتحاں یہ صبر کی منزل یہ حوصلہ
سچ ہے حدودِ فہم سے باہر حسینؓ ہیں
صادقؔ دکھائی شانِ صداقت حضور نے
منصور ہیں حسینؓ، مظفر حسینؓ ہیں

پیکرِ صداقت

عیاں ہے آیۂ تطہیر سے مقام ان کا
ہر ایک شخص پہ لازم ہے احترام ان کا
وہ خوش نصیب ہے جو ہو گیا غلام ان کا
وہ بد نصیب ہے لیتا نہیں جو نام ان کا
جو اہلِ قافلہ نکلے حرم کی وادی سے
تمہارا عشق رہا ہر قدم امام ان کا
نہ ہوگا قوتِ باطل سے درہم و برہم
مکمل اتنا ہے اپنی جگہ نظام ان کا
جبیں کو اپنی جھکاتے وہ شہہ کے قدموں پر
اگر سمجھتے کوئی رتبہ، اہلِ شام ان کا
قدم قدم پہ محبت نے امتحان لئے
مگر نہ راہ سے بھٹکا کوئی غلام ان کا
شہید ہو گئے عباسؓ و اکبرؓ و قاسمؓ
اک آہ بھی تو نہ کی دیکھئے مقام ان کا
تڑپ کے جامِ شہادت پیا ہے اصغرؓ نے
بجھا کے چل بسا یوں پیاس تشنہ کام ان کا
وفا کی راہ سے گذرے ہیں راہرو لاکھوں
بلند ہے مگر اس راہ میں مقام ان کا
یہ اور بات ہے کوئی اسے سمجھ نہ سکے
پیامِ حق سے عبارت ہے ہر پیام ان کا
ہوا ہے جس کو کچھ احساس شہہ کی عظمت کا
جنابِ حُر کی طرح ہو گیا غلام ان کا
خدا کی راہ میں قربان کر دیا سب کچھ
بلند کیوں نہ دو عالم میں ہو مقام ان کا
بھٹک سکیں گے نہ ہم معرفت کی منزل میں
ہے مشعلِ رہِ عرفاں نشانِ گام ان کا
یہ آرزو ہے یہ حسرت ہے یہ تمنا ہے
ہمارے دل میں رہے عشق اب مدام ان کا
حسینؓ ابنِ علیؓ پیکرِ صداقت ہیں
زبانِ خلق پہ صادقؔ رہے گا نام ان کا

راہِ حق

راہِ حق میں اس قدر ثابت رہے پائے حسینؓ
امتحاں پر امتحاں دے کر نہ گھبرائے حسینؓ
شمر کی تقریر پر یہ آپؓ نے فرما دیا
غیر ممکن ہے کہ راہِ حق سے پھر جائے حسینؓ
کس کی ہمت تھی یہ کس کا حوصلہ میرے حضور
سچ تو یہ ہے کام امت کے تمہیں آئے حسینؓ
ہر مصیبت خندہ پیشانی سے وہ سہتے رہے
شکوۂ جور و ستم لب پر نہیں لائے حسینؓ
امتِ جد کے سفینے کو کنارا مل گیا
جا کے طوفانِ شہادت سے جو ٹکرائے حسینؓ

اب یہی صادق تمنا ہے یہی ارمان ہے
چوم لوں آنکھوں سے میں نقشِ کفِ پائے حسینؓ

قطعہ

جنابِ محمدؐ کی آنکھوں کے تارے
جنابِ علیؓ اور زہرہؓ کے پیارے
شہادت کے طوفاں سے ٹکرا کے تم نے
لگائی ہے امت کی کشتی کنارے
(کربلائے معلیٰ)

منقبت

بحضور غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

صداقت کا نشاں ہیں غوثِ اعظمؒ
یقیں کا کارواں ہیں غوثِ اعظمؒ
سراپا گلستاں ہیں غوثِ اعظمؒ
بہارِ بے خزاں ہیں غوثِ اعظمؒ
محبت کی زباں ہیں غوثِ اعظمؒ
دلوں پر حکمراں ہیں غوثِ اعظمؒ
شفیق و مہرباں ہیں غوثِ اعظمؒ
انیسِ بیکساں ہیں غوثِ اعظمؒ
جو کام آتے ہیں مظلوموں کے اکثر
وہ اک مردِ جواں ہیں غوثِ اعظمؒ
بھٹک سکتے نہیں راہِ وفا میں
وہ جن کے پاسباں ہیں غوثِ اعظمؒ
یقین و علم کی مہر و وفا کی
مکمل داستاں ہیں غوثِ اعظمؒ
جو بیمارِ محبت ہیں وہ آئیں
مسیحائے زماں ہیں غوثِ اعظمؒ
مجھے ہے ناز اپنی محویت پر
رگ و پے میں نہاں ہیں غوثِ اعظمؒ
مشیت میں ہیں کچھ ایسی بھی باتیں
کہ جن کے رازداں ہیں غوثِ اعظمؒ
لقب محبوبِ سبحانی ہے جن کا
وہی شیریں زباں ہیں غوثِ اعظمؒ
شہہ کون و مکاں کی زندگی کے
حقیقی ترجماں ہیں غوثِ اعظمؒ
ہیں آلِ حیدرؓ و حسنینؓ و زہراؓ
متاعِ دو جہاں ہیں غوثِ اعظمؒ
جو اہلِ دل ہیں وہ یہ جانتے ہیں
قریبِ لا مکاں ہیں غوثِ اعظمؒ
بہ فیضِ عشق سمجھا ہوں میں صادق
زمیں پر آسماں ہیں غوثِ اعظمؒ
(بغداد شریف)

بحضور تاجدار خواجگان حضرت خواجہ حسنؓ بصری

السلام اے تاجدارِ خواجگان
حضرت خواجہ حسنؓ عالی مقام
ہو عطا صادق کو جامِ آگہی
ساقیٔ میخانۂ خیرالانام
(بصرہ شریف)

بحضور امام اعظم ابوحنیفہؒ

ذکرِ حق لب پہ ہو ہر گام امامِ اعظمؒ
اور کچھ ہو نہ مرا کام امامِ اعظمؒ

کیا سنا ہے ترا پیغام امامِ اعظمؒ
ہوں ترا بندۂ بیدام امامِ اعظمؒ
ہو عطا ایسا کوئی جام امامِ اعظمؒ
ہوش سے کچھ نہ رہے کام امامِ اعظمؒ
تو نے جس کو بھی نوازا ہے کرم سے اپنے
وہ ہوا واقفِ انجام امامِ اعظمؒ
صادقؔ دہلوی آیا ہے بصد عجز و نیاز
دولتِ علم ہو انعام امامِ اعظمؒ
(بغداد شریف)

بحضور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

سلام اسرارِ ذاتِ حق کے محرم
سلام اے قطبِ عالم غوثِ اعظمؒ
سنائیں ہم کسے افسانۂ غم
کہاں سے لائیں زخمِ دل کا مرہم
محی الدیں ہو تم اے شاہِ جیلاںؒ
تمہاری ذات ہے ذاتِ مکرم
خدا شاہد کہ سیراب آج بھی ہے
تمہارے فیضِ بے پایاں سے عالم
سنا یہ ہے کہ اقلیمِ جہاں کے
ادب سے اس جگہ ہوتے ہیں سر خم
یہاں ہوتا ہے ہر غم کا مداوا
حضور آئے ہیں ہم با چشمِ پُر نم
نظر جس دل پہ پڑ جائے تمہاری
ہو آئینہ مثالِ ساغرِ جم
حقیقت آشنا وہ ہو گئے ہیں
جنہیں تم نے نوازا غوثِ اعظمؒ
تمہارے خمکدے کے ہیں جو میکش
انہیں سے ہے یہ قائم نظمِ عالم
بقدرِ آرزو، دردِ محبت
عطا فرمایئے شیخِ معظم
پریشاں حال صادقؔ دہلوی بھی
کرم کا منتظر ہے غوثِ اعظمؒ
(بغداد شریف)

بحضور خواجۂ خواجگاں آفتابِ معرفت

حضرت خواجہ معین الدین چشتی، سنجری اجمیریؒ

گھر کے طوفاں میں تجھے جس نے پکارا خواجہ
مل گیا اس کے سفینے کو کنارا خواجہ
ہے مجھے تیری محبت کا سہارا خواجہ
تیرے ہی غم پہ ہے اب میرا گذارا خواجہ
تیری آنکھوں کا جو ہو جائے اشارا خواجہ
زندگی کو مری مل جائے سہارا خواجہ
احتیاجِ نگہِ لطف و کرم ہے مجھ کو
کون ہے میری طرح درد کا مارا خواجہ
شانۂ نورِ یقیں سے شہِ عالی تو نے
ہند کی زلفِ پریشاں کو سنوارا خواجہ
مشعلِ راہ بنی تیری حیاتِ اقدس
تو نے عرفان کی منزل سے گذارا خواجہ
کیا مبارک قدم آئے ترے اے قطبِ زماں
چمکا اجمیر کی قسمت کا ستارا خواجہ
نورِ وحدت سے کیا خانۂ دل کو روشن
کس قدر مجھ پہ ہے احسان تمہارا خواجہ

تو نے صادق کو نوازا ہے کرم سے اپنے
اوج پر کیوں نہ ہو پھر اس کا ستارا خواجہ
(اجمیر شریف)

بحضور قطب الاقطاب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

خواجۂ ہندوستاں کے جانشیں
عاشقِ محبوب رب العلمیں
مشکبو زلفیں ہیں تابندہ جبیں
مطلعِ انوار ہے روئے مبیں
اللہ اللہ یہ ترا حسن و جمال
ہے تری ذاتِ گرامی بے مثال
تیرے الطاف و کرم کے فیض سے
پست ہو سکتے نہیں اب حوصلے
رہروانِ راہِ عرفاں کے لئے
ہیں چراغِ راہ نقشِ پا ترے
تیری ہستی خضرِ عالم آج ہے
تیری ہستی فخرِ آدم آج ہے
تیری ذاتِ پاک بابِ چشت ہے
زندگی تیری کتابِ چشت ہے
حسن تیرا انتخابِ چشت ہے
تو مجسم آفتابِ چشت ہے
تجھ سے ہے شاداب باغِ چشتیاں
تجھ سے روشن ہے چراغِ چشتیاں
اس قدر ادراک ہے مجھ کو کہاں
کر سکوں اوصاف میں تیرے بیاں
کعبۂ العشاق تیرا آستاں
ہے مرے نزدیک اے قطبِ جہاں

دل نے تیری ذات کی تائید کی
تیرے صادق نے تری تقلید کی
(مہرولی شریف)

۱؎ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

بحضور حضرت مخدوم خواجہ

علاؤالدین علی احمد صابرؒ کلیری

پلا دو اس قدر مخدوم صابرؒ
رہوں میں باخبر مخدوم صابرؒ
جو ہو جائے نظر مخدوم صابرؒ
ہو قسمت اوج پر مخدوم صابرؒ
تصدق ہے متاعِ دین و ایماں
تمہارے حسن پر مخدوم صابرؒ
لپٹ جاؤں گا دامن سے تمہارے
ہوں خاکِ رہگذر مخدوم صابرؒ
مجھے بابا۱؎ کے صدقے میں عطا ہو
مئے گنجِ شکر مخدوم صابرؒ
ہو صادق کے بھی زخمِ دل کا درماں
کہ تم ہو چارہ گر مخدوم صابرؒ
(کلیر شریف)

۱؎ حضرت خواجہ بابا فرید شکر گنجؒ

بحضور سیدنا شاہ امیر ابوالعلیؒ

چشتی، نقشبندی، احراری (اکبر آبادی)

وہ حسنِ بے مثال ہیں شاہِ ابوالعلیؒ
آئینہ جمال ہیں شاہِ ابوالعلیؒ
جن کی نظر نے رشک کے قابل بنا دیا
وہ مردِ باکمال ہیں شاہِ ابوالعلیؒ

تصویر بن گیا ہوں میں جن کے خیال میں
وہ پیکرِ جمال ہیں شاہ ابوالعلیٰ
تمثیل جن کے فیض کی ملتی نہیں کوئی
وہ صاحبِ کمال ہیں شاہ ابوالعلیٰ
پروانہ وار ان پہ فدا اک جہان ہے
کیا حسنِ لازوال ہیں شاہِ ابوالعلیٰ
صادق کو اب کسی بھی مخالف کا ڈر نہیں
اس کے لئے تو ڈھال ہیں شاہِ ابوالعلیٰ
(آگرہ شریف)

بحضور سلطان المشائخ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

عطا ہو جام محبوبِ الٰہی
ہوں تشنہ کام محبوبِ الٰہی
نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا کبھی میں
ترا پیغام محبوبِ الٰہی
زہے قسمت کہ اب میرے لبوں پر
ہے تیرا نام محبوبِ الٰہی
وفا کی راہ میں خود کو مٹانا
ہو میرا کام محبوبِ الٰہی
تجھے پہچان لے ممکن نہیں ہے
نگاہِ عام محبوبِ الٰہی
پلا بھی دیجئے صادق کو اپنے
نظر کا جام محبوبِ الٰہی

بحضور مرشدی و مولائی سلطان الاولیاء

الحاج صوفی حضرت محمد حسن شاہ

قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری

پیرِ کامل ہے تو خدا کی قسم
میری منزل ہے تو خدا کی قسم
جانِ محفل ہے تو خدا کی قسم
حسنِ کامل ہے تو خدا کی قسم
غم کا حاصل ہے تو خدا کی قسم
درد ہے، دل ہے تو خدا کی قسم
دل میں جو اضطراب پیہم ہے
اس میں شامل ہے تو خدا کی قسم
کیوں نہ تجھ پر فدا ہوں پروانے
شمعِ محفل ہے تو خدا کی قسم
ہر قدم پر یقین ہوتا ہے
خضرِ منزل ہے تو خدا کی قسم
تجھ سے روشن ہے کائناتِ دل
ماہِ کامل ہے تو خدا کی قسم
گمرہی سے بچا لیا تو نے
رہبرِ دل ہے تو خدا کی قسم
کیوں کسی پر نظر ہو صادق کی
جب مقابل ہے تو خدا کی قسم
(بھینسوڑی شریف)

بحضور سلطان العاشقین حضرت شاہ محمد نبی رضاؒ

قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری

رہنما و پیشوا ہیں حضرتِ شاہ رضاؒ
زندگی کا آسرا ہیں حضرتِ شاہ رضاؒ

میں گذر جاتا ہوں ہر طوفاں سے بے خوف و خطر
صادقؔ اپنے ناخدا ہیں حضرت شاہ رضاؒ
(لکھنؤ شریف)

بحضور محبِّ حق آئینہ صدق وصفا
الحاج حضرت شاہ عنایت حسنؒ
قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری

مرا ارمان ہیں شاہ عنایتؒ
مرے سلطان ہیں شاہ عنایتؒ
ہے صادقؔ ناز مجھ کو زندگی پر
کہ میری جان ہیں شاہ عنایتؒ
(بھینسوڑی شریف)

بحضور مرشدی ومولائی سلطان الاولیاء
الحاج صوفی حضرت محمد حسن شاہ
قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری

کیسے کہوں میں اپنا غم یا سیدی یا مرشدی
مجھ پر بھی ہو لطف و کرم یا سیدی یا مرشدی
ہے منزل صبر و رضا، تو رہبری فرما ذرا
دشوار ہے اک اک قدم یا سیدی یا مرشدی
تیری ادائے دلبری جادو کچھ ایسا کر گئی
ہیں بے نیازِ ہوش ہم یا سیدی یا مرشدی
ہر گام پر ہیں امتحاں میں ہوں نحیف و ناتواں
رکھنا مجھے ثابت قدم یا سیدی یا مرشدی
تجھ پر خوشی سے جان و دل کیونکر نہ ہم قرباں کریں
تو شمع ہے پروانے ہم یا سیدی یا مرشدی
جس دل میں ہو جائے مکیں تو اے مرے ماہ مبیں
وہ دل بنے بیت الحرم یا سیدی یا مرشدی
تیرا ہی غم کھاتا رہوں تیرے ہی گن گاتا رہوں
جب تک ہے میرے دم میں دم یا سیدی یا مرشدی
جس دن سے ہم نے یہ سنا تو ہے مسیحائے زماں
خود ہو گئے بیمار ہم یا سیدی یا مرشدی
روئے منور ہو ترا میری نگاہِ شوق ہو
اتنا کرم ہو کم سے کم یا سیدی یا مرشدی
اپنی نگاہِ مست سے مخمور کو بیخود بنا
ساقی ہے تو میخوار ہم یا سیدی یا مرشدی
دردِ محبت ہو عطا شاہ رضاؒ[1] کا واسطہ
یہ آرزو ہو گی نہ کم یا سیدی یا مرشدی
شاداب ہیں وہ گلستاں آباد ہیں وہ بستیاں
پہنچے جہاں تیرے قدم یا سیدی یا مرشدی
تو بوالعلائی، قادری، چشتی، نظامی، صابری
ہے ذات تیری محترم یا سیدی یا مرشدی
صادقؔ مجھے کہتے ہیں سب صادق بنا بھی دیجئے
رکھ لیجئے میرا بھرم یا سیدی یا مرشدی
(بھینسوڑی شریف)

[1] حضرت شاہ محمد نبی رضاؒ

منقبت

نغمۂ رُوح

(مجموعہ کلام)

حاجی محمد یٰسین صادقؔ دہلوی مخموری
قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری، حسنی

انتساب

میں اپنے اس مجموعے کو بصد خلوص ومحبت عزیز الاولیاء حضرت صوفی شاہ عبدالعزیز میاں مدظلہ العالی قادری، چشتی ، ابوالعلائی ، جہانگیری، حسنی خواہر زادہ، خلیفہ وسجادہ نشین مرشدی ومولائی سلطان الاولیا حضرت الحاج صوفی شاہ محمد حسن قدس سترہ العزیز کے نام نامی وذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

صادقؔ

تعارف

(از جناب ڈاکٹر پریم لال صاحب شفاؔ دہلوی)

اثر ہے ان میں خلوص دل کا جو دل میں آئی وہ بات کہہ دی
کہ جس کی باتوں میں ہوں فسانے شفاؔ وہ جادو بیاں نہیں ہے

میرے خواجہ تاش بھائی حاجی صوفی محمد یٰسین خاں صادقؔ دہلوی کے کلام کے دو مجموعے ''حریم نور،، او ''نغمۂ روح،، شائع ہو رہے ہیں۔ ''حریم نور،، نعتوں، سلاموں اور منقبتوں کا مجموعہ ہے اس میں ہندوستان کے مقتدر علماء اور صوفیائے کرام کی تقریظیں اور تعارف شامل ہیں جن میں ان کو عوامی اور ادبی حلقوں سے روشناس کریا گیا ہے ''نغمۂ روح،، غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے اور اس کے لئے تعارف نگاری کا خوش گوار فرض مجھ ناچیز کے حصے میں آیا ہے۔ میری تحریر ان لوگوں کی معلومات میں، جنہوں نے صادقؔ صاحب کی اہم شخصیت کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہے اور جن کی تعداد کم نہیں ہے کچھ اضافہ نہ کر سکے گی لیکن جن حضرات نے ان کو دور سے یا سطحی طور پر دیکھا ہے وہ اس ''تحریر،، سے ضرور مستفید ہوں گے۔

صادق صاحب حاجی امیر خاں ابن عبدالغنی خاں اولیاء کے فرزند ار جمند اور نسلاً یوسف زئی پٹھان ہیں ۱۹۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ والدۂ محترمہ تیں سال کا عرصہ ہوا، رحلت فرما گئیں۔ والد ماجد ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد سے کراچی میں سکونت پزیر ہیں۔ صادقؔ صاحب کثیر العیال ہیں۔ دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

تعلیم ناسازگاری حالات کی بنا پر زیادہ نہ ہو سکی لیکن علماء کی صحبت، تعلیم یافتہ دوستوں کے قرب، ذوق مطالعہ، استاد محترم کے فیض اور مرشد عالی کی توجہ نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ طبیعت بچپن ہی سے شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ اکثر و بیشتر مشاعروں میں جاتے رہتے۔ اشعار سن کر یاد کر لیتے اور وقتاً فوقتاً گنگناتے رہتے۔ رفتہ رفتہ ذوق پروان چڑھا۔ ۱۹۵۰ء میں استاذی حضرت مخمورؔ دہلوی کو ایک مشاعرہ میں سننے کا اتفاق ہوا۔ ان کے کلام اور شخصیت نے ان کے دل پر گہرا اثر کیا۔ کچھ کوشش کے بعد نیاز حاصل ہو گیا۔ بالآخر سلسلۂ تلمذ قائم ہوا اور باقاعدہ شعر کہنے لگے۔ اس وقت ان کی مالی حالت بہتر تھی۔ بعد میں معاشی زبوں حالی کا شکار ہو گئے۔ تقسیم ہند کے بعد عزیزوں اور دوستوں کی جدائی اور دیگر حادثات نے سوز طبع کے شعلہ کو اور ہوا دی۔ شاعری کی منزلیں تیزی کے ساتھ طے ہونے لگیں۔ افسوس کہ اسی اثنا میں استاد محترم حضرت مخمورؔ کے انتقال کا سانحہ پیش آیا جس سے ان کے غم میں اور اضافہ ہوا اور یہ عالم ہو گیا۔

مری نظروں میں صادقؔ ہو گئی تاریک اب دنیا   جدھر بھی دیکھتا ہوں میں ادھر اک ہو کا عالم ہے

کچھ عرصہ کے بعد ایک صاحب نظر درویش الحاج صوفی شاہ محمد حسن قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری کے آستانہ عالیہ کی جبیں سائی کا شرف نصیب ہوا اور اپنے اس شعر کے مطابق کہ۔

مذاق عاشقی اس طرح زندہ کر لیا میں نے   نظر ملتے ہی ان سے دل کا سودا کر لیا میں نے

حضرت والا کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر طریقت و معرفت کی راہوں پر گام زن ہوئے آخر وہ وقت آیا کہ خلافت و اجازت کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ مرشد کے تصرف نے طبیعت کے رنگ میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کر دی اس سے پیشتر "سماع" سے پرہیز کرتے تھے۔ میرے مکان پر اکثر قوالی کا پروگرام ہوتا رہتا ہے۔ ایک بار صادق صاحب بھی شریکِ محفل ہوئے اور قوالوں نے گانا شروع کیا تو یہ کچھ دیر کے بعد ہی کسی بہانے سے تشریف لے گئے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد قوالی کی محفل میں غریب خانہ پر تشریف لائے اور گانا سنتے رہے۔ جب قوالوں نے میری غزل کا یہ شعر پڑھا۔

اور کیا دیکھتا آپ کو دیکھ کر		میری نظروں میں کل کائنات آگئی

تو صادق صاحب پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں میں اشکوں کے طوفان اُمنڈ آتے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اچانک تبدیلی کیسے واقع ہوگئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اُن کے پیر و مرشد کی نسبت کا اثر ہے۔

صادق صاحب بے حد ملنسار، صلح کل، ہر دل عزیز انسان اور مخلص دوست ہیں۔ غالباً اُستادِ محترم سے تیسری ملاقات کے موقع پر میں نے اُن کو دیکھا تھا اور اب سات آٹھ سال ہونے کو آئے اس عرصہ میں یہ مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ حالانکہ ان کی "بھول" کی عادت پر مجھے کئی بار غصہ آیا۔ ایک دو مرتبہ میں نے خط میں یا کسی کی زبانی غصہ کا اظہار کیا تو اُنھوں نے یہی جواب دیا۔ "یہ اُن کی محبت کی بات ہے، میں خود جا کر منالوں گا" اور منانے میں واقعی ان کو کوئی دقت نہیں ہوتی کیوں کہ ان کو دیکھتے ہی غصہ کافور ہو جاتا ہے اور میری یہ خاصیت ان کو معلوم ہے، دوستوں کی خاطر مدارات میں کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایک دور تھا جب دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر بیک وقت دس دس بیس بیس روپے خرچ کر دیتے تھے۔ اب اقتصادی حالات خراب ہونے پر بھی چائے اور پان سے تواضع کئے بغیر کسی کو جانے نہیں دیتے۔ کسی کا کوئی کام اٹک جائے تو حتی الوسع اُس کی مدد کرتے ہیں۔ شاعروں میں جو اُن کو جانتے ہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور صوفیوں کے حلقے میں تو سب اُن کے عاشق ہیں۔ پیر و مرشد بھی ان کے اوصافِ حسنہ کی وجہ سے ان کو بہت چاہتے تھے اور اب پیر و مرشد کے وصال کے بعد حضرت سجادہ میاں کی شفقت و عنایت کا بھی وہی عالم ہے۔

ان کا کلام چمنستانِ اخلاق کے سدا بہار پھولوں کا خوبصورت گلدستہ ہے اور اگر تمام کلام کو کسی ایک لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو وہ ہے لفظِ محبت، فرماتے ہیں۔

جہاں سے بھی ہم اپنی داستاں چھیڑیں گے اے صادق		محبت ہی کے عنواں پر ہماری گفتگو ہوگی

ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

مجھے تو اس بات کی خوشی ہے شعور زندہ ہے بندگی کا		وہاں بھی سجدے کیے ہیں میں نے جہاں ترا آستاں نہیں ہے

یہ شعر ان کی بے لوث اور ہمہ گیر محبت کا مرقع ہے۔ جس میں آستاں کی کوئی قید نہیں۔ صرف شعورِ بندگی کا زندہ ہونا شرط ہے اور اسی شعور

کی بیداری منزل مقصود تک رسائی کا زینہ ہے۔

ایک اور جگہ ''نادیدہ عاشق'' کے پیرائے میں گرم نوا ہیں کہ ؎

جب ان آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں تھا　　مجھے اُس وقت بھی تیرا یقین تھا

بلندیٔ تخیل اور یقین کی پختگی کی کتنی دل کش تصویر ہے۔ سلاست اور سادگیٔ بیان ملاحظہ فرمائیے ؎

زمانے سے پناہیں مل گئی ہیں　　مجھے کیا تیری باہیں مل گئی ہیں

ان کے کلام میں نہ غیر مانوس الفاظ ملتے ہیں اور نہ فارسی، ترکیبوں اور عطف و اضافت کی بھرمار ہے۔ سلاست زبان اور فصاحتِ بیان داغؔ سکول کی خصوصیت ہے۔ مخمورؔ صاحب قبلہ نے اس خصوصیت کو ہمیشہ برقرار رکھا اور زبان کو نکھارنے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ زمانہ حال کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اگر اُردو کو زندہ رکھنا ہے تو اس کو فارسی، عربی اور سنسکرت کے ثقیل الفاظ کی آمیزش سے گریز کرنا ہوگا۔ ''اُردو'' عام بول چال کی زبان بن کر ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ یہی سلیس اُردو دیوناگری رسم الخط میں آسانی کے ساتھ لکھی اور پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ صادقؔ صاحب کی سہل گوئی کا سبب ہی تو ہے کہ جب وہ کسی مشاعرے میں غزل پڑھتے ہیں تو ہندی داں حضرات بھی ان کے اشعار کو دلچسپی سے سنتے اور سمجھتے ہیں اور اکثر لوگ ہندی میں ان کے اشعار نوٹ کرتے رہتے ہیں۔

صادقؔ صاحب زندگی میں عموماً ایسے صبر آزما حالات سے دوچار رہے ہیں جن میں گھر کر انسان کا اعتقاد و اعتماد متزلزل ہو جاتا اور محبوب حقیقی کی طرف سے دل میں بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ ہیں کہ ہمہ وقت نشۂ محبت سے سرشار نظر آتے ہیں اور شکوہ و شکایت سے لبوں کو آشنا نہیں ہونے دیتے۔ فرماتے ہیں ؎

کوئی ہستی یہاں میری شریکِ غم نہیں ہوتی　　وہ اک تیری نظر ہے جو کبھی برہم نہیں ہوتی
اُمیدیں ٹوٹ جاتی ہیں سہارے چھوٹ جاتے ہیں　　مگر تیری محبت کی تمنا کم نہیں ہوتی

حقیقی خوشی جس منزل پر آتی ہے اس سے پہلے آدمی کئی بار ہراساں ہو کر تلاشِ منزل چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے برخلاف صادقؔ صاحب کو اپنے مرشد کی نسبت پر کامل بھروسہ ہے۔ یہی بھروسہ ان کو راہ کی مشکلات میں ثابت قدم رکھتا ہے ؎

گذر جاؤں گا میں ہستی کی ہر دشوار منزل سے　　کسی دُرویش کی نسبت بھی صادقؔ کم نہیں ہوتی

مختصر یہ کہ صادقؔ صاحب کا کلام، بالغ نظر، فکرِ رسا اور گہری بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

پریم لال شفاؔ
صدر بازار۔ دہلی
یکم مارچ ۱۹۶۱ء

مقدّمہ

(حضرتِ ساغرؔ صاحب نظامی)

تنقید کے دو تین نقطۂ نظر ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اُردو شاعری کے تمام ارتقائی مرحلوں کے تجزیہ کے بعد یہ دیکھا جائے کہ زیرِ نظر شاعر کلام کس مرحلہ کی نشان دہی کرتا ہے یا اُسے کس مرحلے کی نشان دہی کرنی چاہئے۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ اُردو غزل کے جتنے روائتی عناصر ہیں اُن کو صحیح مان کر اور انھیں کو روحِ شاعری تسلیم کرنے کے بعد کسی شاعر کے کلام کے حسن وقبح کو دیکھائے۔ ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ جب کسی نقاد کو اظہارِ رائے کا موقعہ ہو تو وہ محض اپنی اَنا کے اظہار میں حق وصداقت اور توازن واعتدال کے حدود سے بھی گذر جائے اور کیوں کہ اُسے بہر حال کچھ لکھنا ہے وہ شاعر کی اتنی قصیدہ خوانی کرے کہ ترقی کی ہر راہ شاعر پر بند ہو جائے۔

اس موقع پر مجھے اپنے محترم دوست فانیؔ مرحوم کی ایک بات یاد آتی ہے کہ شعر ہی ایسی شراب ہے جس کا برداشت کرنا انسان کا کام نہیں۔ ایک تو شاعر کا یہ احساس کہ وہ اچھا شاعر ہے اور دوسرے کسی نقاد کا اپنے ذوقِ نمود میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دینا، سچ مچ اس شراب دو آتشہ کو برداشت کرنا انسان کا کام نہیں نتیجہ یہی نکلتا ہے جو نکل رہا ہے۔ زیادہ تر نقاد اپنے جذبۂ نمائش میں نئی نسل کے شعراء کی شدید گمرہی کا باعث بن رہے ہیں یہ ان سے کون کہے کہ یہ ادب سے دوستی نہیں دشمنی ہے۔

تنقید کے ان نقطۂ نظر کے علاوہ ایک نقطۂ نظر اور بھی ہے جسے حقیقی سمجھتا ہوں جس میں اعتدال اور توازن بھی ہے اور جو حقیقت سے زیادہ قریب بھی ہے۔ میری رائے میں کسی شاعر کے کلام کو اس کی ذات، ذہن، ماحول اور ان امکانات کے دائرہ میں دیکھنا چاہئے جو خود اس کی ریاضتِ دماغی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس کے کلام کے ممکن محاسن کو ظاہر کر سکتے ہیں اور وہ کمیاں خود بہ خود اس سے وابستہ نہیں رہ سکتیں جو غیر ضروری اور غیر فطری تقاضوں اور مطالبوں کی موجودگی میں اس سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔

اس نقطۂ نظر کی معقولیت کی پشت پناہی یہ حقیقت بھی کرتی ہے کہ ہمارا سماج ایک عبوری سماج ہے اس سماج میں کوئی شے پختہ اور کوئی شخص مکمل ترقی یافتہ نہیں ہے۔ نہ اس سماج کی قدیم ماحولی اور تہذیبی قدریں کلیتہً فنا ہو کی ہیں اور نہ جدید قدروں میں ذہن افسانی میں مکمل طور پر اپنی جگہ کی ہے۔ آج تو قدامت اور جدّت کی ایک زبردست کشمکش جاری ہے۔ وقت کی بھٹی میں کبھی قدامت پگھلتی ہے کبھی جدّت سلگتی ہے اور کبھی دونوں الگ الگ مسکراتی نظر آتی ہیں۔ سوسائٹی پرانے خیالات کی گرفت میں بھی ہے اور نئے تقاضوں کے گرم ہاتھ بھی اسے کس رہے ہیں۔ گویا ابھی اس کا انتظار ہے کہ صداقت اور قوت کس میں زیادہ ہے۔ جس میں صداقت اور قوت زیادہ ہوگی وہ چیز باقی رہے گی اور جس میں تابِ مقابلہ نہیں ہوگی وہ خاک ہو جائے گی۔

ان حالات میں شاعری کا فریضہ بہت اہم ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ اہم تنقید ہو جاتی ہے۔ تنقید دراصل قدامت وجدّت، غلط وصحیح اور اچھائی یا برائی کو ناپنے کا اک پیمانہ ہے۔ تنقید اتنی سرسری اور غیر اہم چیز نہیں جتنا اُسے نقادوں نے بنا دیا ہے۔ بہر حال متقدمین اور متاخرین کے کلام کو دیکھنے اور اُن کے محاسن نمایاں کرنے کے لئے بھی جو نقطۂ نگاہ اختیار کیا جا سکتا ہے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔

اس نقطۂ نظر سے جب ہم صادقؔ صاحب دہلوی کے کلام کو دیکھتے ہیں تو اس کے محاسن سمٹ کر ایک مرکز پر آجاتے ہیں اور اُن کے کلام

کی خوبیاں خود بہ خود اُجاگر ہو جاتی ہیں۔

صادق صاحب کا کلام میں سات سال سے سنتا آیا ہوں۔ بہت زیادہ نہیں بلکہ غیر ضروری طور پر کم یہ خوشی کی بات ہے کہ اُن کی سنجیدگی اور دُور رسی نے بہت جلد یہ محسوس کر لیا کہ مشاعرے اچھی شاعری کے اظہار اور شہرت کا پیمانہ نہیں بلکہ مشاعرے آج چند سماجی اور اخلاقی گراوٹوں کا باعث بن گئے ہیں۔ جو لوگ شاعری کو تہذیب وثقافت، ادب وثقافت اور بطورِ خلوص روحانی سکون کا آئینہ دار سمجھتے ہیں اُن غریبوں سے مشاعرہ یہ تمام محاسن چھین لیتا ہے اور انھیں پستی کی ایسی بھول بھلیوں میں اُلجھا دیتا ہے جن سے نکل کر روحانی سکون کے منتہا تک پہنچنا پھر اُن کے بس کی بات نہیں رہتی۔

مشاعروں سے بچ کر صادق صاحب نے وہ راہ اختیار کی جو صاف بھی ہے اور سچی بھی۔ انھوں نے اپنا مجموعۂ کلام شائع فرما کر جرأت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ یہ سب کے لئے صلائے عام ہے چاہے وہ نکتہ دانی کریں یا نکتہ چینی اور جو لوگ ذہنی یا روحانی پیاس رکھتے ہیں وہ اس کے مطالع سے اپنی روح کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

یہی وہ منزل ہے جس پر پہنچ کر کسی شاعر کے کلام کا حسن وقبح ظاہر ہوتا ہے اس کے کلام کے محاسن اور نقائص، عیب اور خوبی، تخلیقی عناصر جو کچھ بھی اس کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے وہ سب ظاہر ہو جاتا ہے اور پھر خلاق کے بس کی بات بھی نہیں رہتی کہ وہ اپنی مخلوق کی کسی اچھائی، برائی سے انکار کر سکے۔

موجودہ زمانہ میں کسی شاعر کے کلام کا فنِ شاعری پر پورا اترنا ایک اتفاقی حادثہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اردو زبان وادب وقت کے اَردب میں آ کر جن روح فرسا مرحلوں سے گذر رہا ہے اس میں ناتمامیاں ہی ناتمامیاں ہیں۔ فن اور اس کے ہر تعلقے سے شعراء دور ہو چکے ہیں۔ دُور بھی اور بے نیاز بھی لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ سب سے پہلی بات یہ کہہ سکتا ہوں کہ صادق صاحب کا کلام فنی اغلاط سے پاک ہے اور مبرا ہے۔

اُن کی دوسری خصوصیت الفاظ کا انتخاب ہے اور تیسری خصوصیت لفاظی سے اجتناب ہے۔ وہ جذبہ وخیال کے نازک اور حسین دوش پر ناروا اور ناتراشیدہ الفاظ کا بار بہت کم ڈالتے ہیں بلکہ ''نغمۂ روح'' کو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ اس اُصول کا احترام کرتے ہیں کہ غزل کو مغلق الفاظ سے پاک رکھا جائے اور اس لطیف پیکر کو وہی لباس پہنایا جائے جو اس کے رنگ روپ کا ساتھ دیتا ہے۔

صادق صاحب نئے زمانے کے آدمی نہیں بلکہ نئے زمانے میں خواجہ میر درد کے حلقۂ صوفیاء کا ایک تصور معلوم ہوتے ہیں جس نے دہلی کی تہ در تہ خاک کے پردوں کو چیر کر ایک جرأتِ رندانہ کے ساتھ اُس روایت کو زندہ کیا ہے جو صدیوں پہلے اپنا ایک جہان بسائے ہوئے تھی۔

یہ روایت اور اس روایت کی نشاۃِ ثانیہ کس حد تک صحیح ہے اس سے بحث کرنا اس لئے غلط ہوگا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ ہم اور ہماری ساری کائنات ایک عبوری دور سے گذر رہی ہے جہاں پُرانی روایتیں اور نئی روایتیں مختلف ہستیوں میں ابھرتی ہیں اور اپنے جلوؤں کے ساحرانہ پَرتو ڈال رہی ہیں ہماری قسمت تو اس تماشے کی نذر ہو جانا ہے البتہ نئی نسلیں یہ جائزہ ضرور لے سکیں گی کہ کون سی روایت فاتح ہے اور کون سی مفتوح!

بہر حال صادق صاحب کے کلام میں قدیم اخلاقی اور روحانی قدریں بڑی توانائی اور حُسن کے ساتھ اجاگر ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہیں کہ اُن کی جڑیں اس مادّی عہد میں بھی مضبوط اور گہری ہیں۔ یہ بات میں آزادی سے اس لئے لکھ رہا ہوں کہ میں ایک متجسس ہوں اور خیر وشر، قدامت وجدت اور کائنات وماورائے کائنات سے متعلق ہر مسئلے کے بارے میں، میں صرف تجسس کی منزل میں ہوں ظاہر ہے متجسس کبھی تردید نہیں کرتا بلکہ تلاش اور غور وفکر اس کا مذہب ہوتا ہے۔ اس لئے جب میں نے صادق صاحب کا یہ شعر پڑھا کہ

نظر جس پر بھی پڑ جاتی ہے اُس جانِ دو عالم کی　　وہ انساں بے نیازِ کفر وایماں ہو کے رہتا ہے

تو گویا مجھے اپنے تجسس کا اک سرا ہاتھ آیا۔ سرا ہاتھ آنا کیا ہے؟ اس تلاش کی تائید، اس راستے کی تائید جو خود اپنی گمراہیوں نے تلاش کیا ہے جو ذہنِ انسانی کی صدیوں کی کاوشوں اور آوارہ خیالوں نے ڈھونڈ کر نکالا ہے۔ ایک بلند اسٹیج جس پر انسانیت کی دیوی مسکراتی ہے اُس کے ہاتھ میں بادۂ سکون کا ساغر ہوتا ہے وہ جس پر بھی نگاہ ڈلتی ہے۔

وہ انسان بے نیازِ کفر وایماں ہو کے رہتا ہے

اُس کی نور بیز شعاعوں سے تمام ہستی یہ تمام کارخانہ رنگا رنگ روشن ہے سوچئے تو اُس کے ظہور سے پہلے کتنے چراغ جلے کتنی شمعیں روشن ہوئیں لیکن یہ دُنیا اور اس کے بسنے والوں کے دل اندھیری کوٹھری بنے رہے لیکن جیسے ہی یہ دیوی مسکرائی اس بزم کی تیرگی اور دل کی اندھیری کوٹھریاں بھی چراغاں بن گئیں۔

لاکھ شمعیں جلیں تمہارے بغیر　　بزم کی تیرگی نہیں جاتی

اس مختصر اور منتشر سے نثر کے ٹکڑے میں یہ صلاحیت اور اہلیت کہاں کہ تصوف اور اُس کی منزلوں کی تشریح کا بار اٹھا سکے یوں بھی میں اس کا اہل نہیں لیکن میں ''فنا الشیخ'' کی منزل اور اس کے مرحلوں کو کچھ کچھ جانتا ہوں۔ میرے مذہب میں اس کا نام ''فنافی المحبوب'' ہے اور اس حیثیت سے مجھے کچھ یوں ہی خواب وخیال کی طرح محسوس ہوتا ہے کہ یوں بھی ہوتا ہے۔

تمہارے عشق میں یہ بے خودی کا عالم ہے　　نہ زندگی کی خوشی ہے نہ موت کا غم ہے

ایک دوسرے مرحلے پر جو ایک ہی راستے کا دوسرا موڑ ہے حصولِ مقصد کی راہ صادق صاحب اس طرح بتاتے ہیں۔

اگر اُن کی محبت کی طلب ہے　　تو اس دُنیا کو ٹھکرانا پڑے گا

اور دنیا والوں نے دوری اور راہ کی سختی سے بچنے کے جو مرکز راستے میں بنالئے ہیں صادق صاحب کی نظر میں ان کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ ان سے بے نیازانہ گذر جائیں۔

جب تمہاری راہ میں دیر وحرم پائیں گے ہم　　سر جھکا کر بے نیازانہ گذر جائیں گے ہم

آخر منزل ور منزل اپنا سفر طے کر کے وہ ایک جگہ رُک جاتے ہیں اور پورے وثوق سے کہتے ہیں۔

پہنچتی ہیں جو تیری انجمن تک　　محبت کی وہ راہیں مل گئی ہیں

اور صرف قدیم صوفیانہ قدروں ہی کا سوال نہیں ہے زندگی کی نئی توانا قدریں بھی صادق صاحب کے ذہن کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکیں یہ

اس کا ثبوت ہے کہ وہ ذہن جو فنائے مطلق کے تصور کی بنیاد پر منفی احساسات کے مغلوب ہو جاتا ہے اُس ذہن میں بھی زندگی کے اثبات کی کرن پھوٹ سکتی ہے یعنی فنائے مطلق کا تصور اور اُس کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہے کہ زندگی کی جدوجہد سے دست بردار ہو جایا جائے ۔

زندگی وہ ہے جو طوفان سے ہم آغوش رہے بحرِ ہستی میں ہے ساحل کی تمنا بے سود

یہ زندگی کا نہایت صحت مند تصور ہے اس کے ابھرنے کے معنی یہ ہیں کہ تیاگ کا مفہوم صاؔدق کے نزدیک وہ نہیں ہے جو قدیم آریوں کا تھا بلکہ یہ ہے کہ ذہن انسانی کو دُنیا اور اُس کے متعلقات کا غلام نہیں ہونا چاہیے۔

ان تمام تصورات اور خیالات کے ساتھ ساتھ صاؔدق اپنے مصر کی ہر محسوس ہونے والی بات کو شدت سے محسوس کرتے ہیں جو ایک حساس اور مفکر شاعر کی مجبوری ہے ایک شعر میں انسانیت کے خلاف تمام سماجی عناصر کو اس طرح للکارتے ہیں ۔

اک طرف دامن پہ داغِ خونِ انسانی ہے آج اک طرف تو قائدِ انسانیت بنتے ہیں ہم

اور پھر دوسرے شعر میں عرفانِ ذات اور فرائضِ انسانی سے متعلق بیداریٔ احساس کو اس طرح محسوس کرتے ہیں ۔

میں اگر چاہوں بدل سکتا ہوں دنیا کا نظام اپنی ہستی کی حقیقت میں نے پہچانی ہے آج
گذر جائیں حد ادراک سے ہم تخیل میں جو ہو پرواز پیدا
قفس کی تیلیاں خود ٹوٹ جائیں کرو وہ جراٗت پرواز پیدا

یہ بھی جدید تصورات کا جاندار پرتو ہے۔ بہر حال ’’نغمہ روح‘‘ مجموعی طور پر جدید وقدیم اقدار وتصورات، صوفیانہ جذبات اور اعلیٰ تشق کا مظہر ہے جس کا پورا ڈھانچہ محبت انسانی کی بنیاد پر قائم ہے اس بنیاد پر ماورائی بلندیوں تک اک عمارت اُبھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ظاہر ہے اس ایوانِ آسودگی کے دامن میں نفرت اور جنگ کو کیونکر دخل ہو سکتا ہے مجھے یقین ہے کہ اہلِ دل اس کو پڑھ کر روحانی کیف حاصل کریں گے۔ اب چند اشعار بھی ملاحظہ کیجیے اِن اشعار سے بہ آسانی آپ اُن کے مقام کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

سوچتا ہوں کہ وہ مسکرائے نہ ہوں پھر شگفتہ ہوئے دل کے زخمِ کہن
جہاں بھی زندگی میں گردشِ آیام آتی ہے تمہاری رہنمائی ہر قدم پر کام آتی ہے
انھیں رندوں سے قائم ہے نظامِ میکدہ صادق کہ جن سے دوسروں کی تشنگی دیکھی نہیں جاتی
نہیں آتی کسی کو موت دنیائے محبت میں چراغِ زندگی کی لو یہاں مدھم نہیں ہوتی
مآلِ کار بھی معلوم ہو جب مجھ کو ہستی کا لبی آرزوئے زندگی کیوں کم نہیں ہوتی
ایک ہی موجِ بلا اس کو ڈبو سکتی ہے تو اگر میرے سفینے کا نگہباں نہ رہے
تجھے دیدار کی حسرت ہے صادق رہے گا ہوش اُن کو دیکھ کر کیا
جب عشق میں اپنی ہستی کا احساس مٹایا جاتا ہے پھر جس کی تمنا ہوتی ہے ہر شے میں وہ پایا جاتا ہے
بڑی دشواریوں سے زندگی مربوط ہوتی ہے مری ہستی کے اوراق پریشاں دیکھنے والے
وہ اور ہوں گے جنھیں باغباں سے شکوہ ہے میں رو رہا ہوں گلستاں کی آبرو کے لیے

حیات وموت کا وقفہ ہی عرصۂ غم ہے — یہ خیریت سے گذر جائے تو نجات ملے
کسی کی بزم میں تمہید گفتگو کے لئے — چلا ہوں لے کے میں کچھ آنسوؤں کا سرمایہ

اُردو شاعروں نے آنسو کو کہیں موتی سے استعارہ کیا ہے کہیں ستارے سے کہیں عرضِ تمنا سے کہیں خاموش گفتگو سے لیکن ''تمہیدِ گفتگو'' کہنے کی خصوصیت صادق کی قسمت تھی یعنی یہ تو اک بوند ہے بات تو کیجئے طوفان بھی اپنے پاس ہے۔

ساغر نظامی 15/3/61

گذارش

از حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری، حسنی

چمنے کہ تا قیامت گلِ او بہار بادا — صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

موجودہ دور میں، اس میں شک نہیں کہ اُردو زبان میں جہاں اور قسم کے کلام کی کمی نہیں، وہاں عارفانہ مضامین اور صوفیانہ رنگ کی غزلیں تقریباً مفقود ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہورہی ہے کہ محبی ومحترمی جناب صادق دہلوی کے کلام کے دونوں مجموعے شائع ہو گئے ہیں۔ پہلے مجموعے کا نام ''حریم نور'' ہے جو نعتوں، سلاموں اور منقبتوں پر مشتمل ہے اور دوسرے کا نام ہے ''نغمۂ روح'' جو غزلوں اور نظموں کا مرقع ہے، یہ دونوں مجموعے اپنی خصوصیت کے لحاظ سے واقعی اسم بامسمّٰی ہیں اور وقت کی بڑی ضرورت کو پورا کررہے ہیں۔

جناب صادق دہلوی اپنی نیک سیرت، بلند کردار اور حسنِ استعداد کے علاوہ اپنے سینہ میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ ان کا کلام عارفانہ رنگ کا حامل، سوز وگداز میں ڈوبا ہوا اور خلوص وعقیدت کا آئینہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرشدی ومولائی سلطان الاولیا، حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ قدس سرہ کی حقیقت رس نظروں میں وہ محبوب تھے اور حضرت والا کو ان کا کلام پسند تھا۔

میں صادق صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اُنھوں نے اربابِ ذوق کی ضیافتِ طبع کے لئے ایک ایسا خوانِ کرم بچھا دیا ہے جس سے وہ ہمیشہ لذّت اندوز ہوتے رہیں گے۔ نیز جملہ وابستگانِ سلسلۂ عالیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ''نغمۂ روح'' اور ''حریم نور'' کو اپنے مطالعہ میں رکھ کر روحانی ذوق وشوق میں اضافہ فرمائیں۔

خیر اندیش، احمد حسن۔ بمبئی۔ ۲۹؍مارچ ۲۱ء

قطعہ

ہمارا کوئی تعلق ہے کائنات کے ساتھ؟ — ہمیں تو عشق فقط ہے تمہاری ذات کے ساتھ
تمہاری بندہ نوازی کا بول بالا ہو — نظر ہماری طرف بھی ہو التفات کے ساتھ

صادق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے اُس وقت بھی تیرا یقیں تھا
جب ان آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں تھا

یہ میری عقل نے سمجھا نہیں تھا
محبت ہی پیامِ اوّلیں تھا

مری ہستی حجاب درمیاں تھی
کوئی بھی راز پوشیدہ نہیں تھا

ضیا بخشی ترے جلوؤں نے ورنہ
کہاں روشن مرے دل کا نگیں تھا

بہت بے کیف میری زندگی تھی
تمہارا درد جب دل میں نہیں تھا

جہاں تم ہو وہاں کوئی نہیں ہے
جہاں تم تھے وہاں کوئی نہیں تھا

خدا رکھے یہ پروازِ تخیّل
کہیں موجود تھا لیکن کہیں تھا

محبت کا اثر کیا پوچھتے ہو
جو عالم آج ہے وہ کل نہیں تھا

محبت میں وہ سب کچھ مل گیا ہے
جو اس دنیا کے دامن میں نہیں تھا

مری نظروں کو جس کی جستجو تھی
وہ میرے خانۂ دل میں مکیں تھا

نہ تھی جب تک محبت دل میں صادقؔ
میں سب کچھ تھا مگر کچھ بھی نہیں تھا

مذاقِ عاشقی اس طرح زندا کرلیا میں نے
نظر ملتے ہی اُن سے دل کا سودا کرلیا میں نے

یہاں تک خود کو پابندِ تمنّا کرلیا میں نے
کہ اپنی زندگی کو اک تماشا کرلیا میں نے

مری چشمِ تمنّا سے مسلسل اشک بہتے ہیں
فراقِ یار میں آنکھوں کو دریا کرلیا میں نے

حوادث نو بہ نو در پیش ہیں تو غم نہیں مجھ کو
محبت ہی میں مٹنے کا ارادا کرلیا میں نے

ہزاروں زخم ہیں دل میں ہزاروں داغ سینے میں
تری الفت میں حاصل آج کیا کیا کرلیا میں نے

کسی کے آسرے پر کس لئے اب زندگی گذرے
کہ سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسا کرلیا میں نے

خدا کے واسطے اب تو سما جا میری رگ رگ میں
تری خاطر زمانے سے کِنارا کرلیا میں نے

اسے میں بندگیِ عشق کا حاصل سمجھتا ہوں
تمہارے آستانے پر جو سجدہ کرلیا میں نے

خدا رکھے نگاہِ مستِ ساقی کے اشاروں کو
کہ خود کو بے نیازِ جام و مینا کرلیا میں نے

مری آنکھیں تو تیری دید کے قابل نہ تھیں لیکن
کرم ہی سے ترے دیدار تیرا کرلیا میں نے

ہزاروں جام پینے سے بھی جو حاصل نہیں ہوتا
تمہاری یاد سے وہ کیف پیدا کرلیا میں نے

تعجب کر رہے ہیں میری قسمت دیکھنے والے
خودی کو کیا مٹایا خود کو اُونچا کرلیا میں نے

بہت تاریک تھا صادقؔ مرا غم خانۂ ہستی
جلا کر عشق میں دل کو، اُجالا کرلیا میں نے

الجھ ہوں راہِ عرفاں میں رنج و محن
غم نہیں ، رہنما ہیں محمدؐ حسن

عشق ہے بربطِ زیست پر نغمہ زن
کیوں نہ مشہور ہو میرا دیوانہ پن

زیست ہے بے نیازِ بہارِ چمن
دل کی دنیا میں ہے کوئی جلوہ فگن

کام آہی گئی میری دیوانگی
بے نقاب آگئے وہ سرِ انجمن

ہنس رہا ہے زمانہ مرے حال پر
کوئی سمجھا نہیں میرے دل کی لگن

کیفیاتِ تصور بیاں کیا کروں
دیکھتا ہوں انھیں انجمن انجمن

منہ نہ موڑوں گا راہِ وفا سے کبھی
میں نے سمجھے ہیں اسرارِ دار و رسن

جل گیا آشیاں اور خاموش ہوں
یہ مرا حسنِ ظن ہے مرا حسنِ ظن

اپنی بربادیوں کا مجھے غم نہیں
یہ دعا ہے کہ پھولے پھلے یہ چمن

ہر مصیبت پہ لبیک کہتا ہوں میں
ہیں گوارا محبت میں رنج و محن

سوچتا ہوں کہ وہ مسکرائے نہ ہوں
پھر شگفتہ ہوئے دل کے زخمِ کہن

جان و دل اور کس پر فدا کیجیے
جب وہی ہیں نظر میں بہارِ چمن

کیوں نہ پُر کیف ہو اب مری زندگی
مہرباں مجھ پہ ہے ساقیِٔ انجمن

فیضِ صادقؔ کو ہے روحِ مخمورؔ سے
یوں بھی حاصل ہے اُس کو متاعِ سخن

آپ کے غم سے جو دیوانے ہم آغوش رہے
وہ زمانے کی کشاکش سے سبکدوش رہے

بحرِ ہستی میں ہے ساحل کی تمنا بے سود
زندگی وہ ہے جو طوفاں سے ہم آغوش رہے

جس پہ ہوجائے تری خاص توجہ ساقی
کیوں نہ وہ رند ترا میکدہ بردوش رہے

جن کے ایما پہ بدلتا ہے زمانے کا نظام
وہ ہمیشہ نگہ دہر سے روپوش رہے

آپ ہی کو تو مرے ظرف کا اندازہ ہے
اس طرح سامنے آنا کہ مجھے ہوش رہے

بے وفائی کا وہ دیتے ہیں انھیں کو الزام
زندگی بھر جو محبت میں وفا کوش رہے

میں نے چھیڑا ہے محبت کا فسانہ صادقؔ
حشر تک کیوں نہ زمانہ ہمہ تن گوش رہے

محبت ہے تو غم کھانا پڑے گا
ہر اک طوفاں سے ٹکرانا پڑے گا

بھرم رکھنا ہے ضبطِ غم کا ناداں
یہ کہہ کر دل کو سمجھانا پڑے گا

ابھی تو دل میں سوزِ عشق کم ہے
یہ شعلہ اور بھڑکانا پڑے گا

اگر ان کی محبت کی طلب ہے
تو اس دنیا کو ٹھکرانا پڑے گا

فسانہ غم کا تکمیلِ جنوں تک
ہزاروں بار دہرانا پڑے گا
نہیں معلوم یہ غنچوں کو شاید
شگفتہ ہو کے مرجھانا پڑے گا
اگر ہے جذب دل اپنا سلامت
انہیں خود ایک دن آنا پڑے گا
ہوس دنیائے فانی کی عبث ہے
اسے تو چھوڑ کر جانا پڑے گا
ادائے بے نیازی بھی کہاں تک
کرم صادق پہ فرمانا پڑے گا

جب تمہاری راہ میں دیر و حرم پائیں گے ہم
سر جھکا کر بے نیازانہ گذر جائیں گے ہم
زندگی کی منزلوں سے جب گذر جائیں گے ہم
بھولنے والے ! ہزاروں بار یاد آئیں گے ہم
اب ہماری بے کسی کی لاج تیرے ہاتھ ہے
تیرے کہلاتے رہے ہیں تیرے کہلائیں گے ہم
دل میں پیدا کر گیا جوشِ جنوں کی آرزو
اُن کا یہ کہنا کہ تجھ کو اور تڑپائیں گے ہم
آج قسمت کا ہماری فیصلہ ہو جائیگا
وہ ہمارے ہوگئے یا ان کے ہو جائیں گے ہم
آنے والوں کے لئے درسِ یقیں بن جائیں گے
وہ نقوشِ زندگی جو چھوڑ کر جائیں گے ہم
ضبطِ غم راہِ محبت میں ہے شرطِ اوّلیں
عشقِ صادق ہے تو اے صادق نہ گھبرائیں گے ہم

جہاں بھی زندگی میں گردشِ ایام آتی ہے
تمہاری رہنمائی ہر قدم پر کام آتی ہے
تمہاری دید کا لے کر ہی تو پیغام آتی ہے
وہ ہچکی آخری جو نزع کے ہنگام آتی ہے
ہجومِ غم میں جب سارے سہارے چھوٹ جاتے ہیں
مری ٹوٹی ہوئی ہمت ہی میرے کام آتی ہے
خدا محفوظ رکھے ہر بشر کو تنگدستی سے
یہ اپنے ساتھ لے کر سینکڑوں الزام آتی ہے
خدا شاہد ہے مجھ کو غم نہیں کچھ اپنے مٹنے کا
کہ دنیا میں ہر اک ہستی برائے نام آتی ہے
حوادث عشق کے کچھ کم نہیں میرے مٹانے کو
مرے ہمراہ کیوں تو گردشِ ایام آتی ہے
نہیں سمجھا ابھی یہ راز تونے رہرو ہستی
محبت ہی تو لے کر زیست کا پیغام آتی ہے
نشاط و عیش میں جو فرضِ ہستی بھول جاتے ہیں
انہیں کچھ درس دینے گردشِ ایام آتی ہے
توجہ جن پہ فرماتی ہے چشمِ ساقیِ محفل
انہیں رندوں کو اے صادق حدیثِ جام آتی ہے

نوازے جا رہے ہیں جو تمہارے لطف و احساں سے
انہیں کے دل منوّر ہو رہے ہیں نورِ ایماں سے
نہ ہوتا میں اگر وابستہ صادق ان کے داماں سے
بہت دشوار ہو جاتا گزرنا راہِ عرفاں سے
شگفتہ غنچہ غنچہ ہے فضا میں کیف و مستی ہے
تمہیں گزرے ہو شاید آج پھر صحنِ گلستاں سے

اگر ناآشنا ہوتی ترے پیغام سے دنیا
محبت ہی نہ ہوتی پھر کسی انساں کو انساں سے
ہے تیرے عشق سے زندہ مذاقِ زندگی میرا
خدا آباد رکھے میرے دل کو تیرے ارماں سے
جنھیں صادق شرف ان کی قدم بوسی کا حاصل ہے
وہ ذرے کم نہیں ہیں روشنی میں مہرِ تاباں سے

لطفِ ساقی اگر مدام رہے
رقص میں زندگی کا جام رہے
وادیِ غم سے کس طرح گذرے
جذبۂ عشق جس کا خام رہے
بخش بھی دیجیے شعور اتنا
آپ کی بندگی سے کام رہے
جستجو تیری ہو خیال ترا
ذکر تیرا ہی صبح و شام رہے
مصحفِ رخ ہو اور میری نظر
شغلِ نظارگی مدام رہے
آرزو ہے حضور صادق کی
لب پہ ہر دم تمہارا نام رہے

سینکڑوں ایسے غم رہ گئے
جن سے محروم ہم رہ گئے
زلفِ ہستی سنواری بہت
پھر بھی کچھ پیچ و خم رہ گئے
جب تصور کیا آپ کا
بن کے تصویر ہم رہے گئے

اذنِ ساقی تو ہے آج بھی
پینے والے ہی کم رہ گئے
مستیِ چشمِ ساقی نہ پوچھ
لڑکھڑا کر قدم رہ گئے
راہِ الفت کی دشواریاں
دو قدم چل کے ہم رہ گئے
سوزِ غم اب ترقی پہ ہے
اشک آنکھوں میں کم رہ گئے
موت آئی ہے کب، دیکھیے
جب وہ اک دو قدم رہ گئے
جن میں صادق ہے انسانیت
ایسے انسان کم رہ گئے

تری ہر شئے میں کب جلوہ گری دیکھی نہیں جاتی
مگر ہر آنکھ سے یہ روشنی دیکھی نہیں جاتی
خدا کے واسطے مرکز بنالو اپنی نظروں کا
دلِ ایذا طلب کی بے کسی دیکھی نہیں جاتی
کرم سے عار ہے تو کچھ ستم ہی کیجیے مجھ پر
مسلسل آپ کی اب بے رخی دیکھی نہیں جاتی
وہ آنکھیں اور ہیں جو دیکھ سکتی ہیں ترا جلوہ
یہاں ذروں کی بھی تابندگی دیکھی نہیں جاتی
ہزاروں اٹھ گئے پی کر تری محفل سے اے ساقی
صلائے عام میں پھر بھی کمی دیکھی نہیں جاتی
یہی آنکھیں غمِ فرقت میں روتی تھیں لہو پہروں
یہی آنکھیں ہیں اب جن میں نمی دیکھی نہیں جاتی

کہاں سے چشمِ موسیٰ لائے گا اے طالبِ جلوہ
جب اپنی ہی نظر کی روشنی دیکھی نہیں جاتی
مجھے دیکھو جہاں کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہوں
زمانے سے مگر میری خوشی دیکھی نہیں جاتی
انہیں رندوں سے قائم ہے نظامِ میکدہ صادقؔ
کہ جن سے دوسروں کی تشنگی دیکھی نہیں جاتی

مجھے کیا تیری باہیں مل گئی ہیں
زمانے سے پناہیں مل گئی ہیں
نہ بھٹکوں گا کبھی تاریکیوں میں
مجھے تابندہ راہیں مل گئی ہیں
جنوں نے جب سے کی ہے رہنمائی
وفا کی شاہ راہیں مل گئی ہیں
ملے ہیں کیا ترے نقشِ کفِ پا
ترے ملنے کی راہیں مل گئی ہیں
ہوا ہوں بے نیازِ دیر و کعبہ
تمہاری جلوہ گاہیں مل گئی ہیں
خدا رکھے ترا میخانہ ساقی
کہ رندوں کو پناہیں مل گئی ہیں
الٰہی خیر ہو اب میرے دل کی
نگاہوں سے نگاہیں مل گئی ہیں
پہنچتی ہیں جو تیری انجمن تک
محبت کی وہ راہیں مل گئی ہیں
گری ہیں بجلیاں سی میرے دل پر
کسی سے جب نگاہیں مل گئی ہیں
تری فرقت کو دیتا ہوں دعائیں
مرے ہونٹوں کو آہیں مل گئی ہیں
وہ ہر شے میں انہیں کو دیکھتے ہیں
جنہیں صادقؔ نگاہیں مل گئی ہیں

دل اگر تیری محفل بنے
ناز کرنے کے قابل بنے
جس پہ تیری توجہ ہوئی
ذرے وہ ماہِ کامل بنے
لطف جب ہے کہ میری نظر
تیرے جلووں کے قابل بنے
مجھکو وہ غم عطا کیجئے
زندگی کا جو حاصل بنے
عشق سے ہو رہی ہے جلا
کیوں نہ اب آئینہ دل بنے
وہ کہیں ہاتھ پھیلائے کیوں
تیرے در کا جو سائل بنے
جس پہ پڑجائے تیری نظر
کیوں نہ دل اُس کا بسمل بنے
شکر کرتا رہوں گا ترا
زندگی لاکھ مشکل بنے
کھیلتا ہوں میں طوفان میں
کیوں نہ ہر موج ساحل بنے
اب تو صادقؔ ہے یہ آرزو
عشق ہی میری منزل بنے

کوئی ہستی یہاں میری شریکِ غم نہیں ہوتی
وہ اک تیری نظر ہے جو کبھی برہم نہیں ہوتی
نہیں آتی کسی کو موت دنیائے محبت میں
چراغِ زندگی کی لو یہاں مدہم نہیں ہوتی
امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں سہارے چھوٹ جاتے ہیں
مگر تیری محبت کی تمنا کم نہیں ہوتی
نہیں ہوتیں وفا کی منزلیں آساں کبھی اس پر
محبت میں جو ہستی آشنائے غم نہیں ہوتی
مرے سوزِ دروں نے آنکھ میں آنسوں نہیں چھوڑے
جہاں شعلے بھڑکتے ہوں وہاں شبنم نہیں ہوتی
ہمیں دنیا سے امید وفا ہو کس لئے آخر
یہ دنیا تو کسی کی بھی شریکِ غم نہیں ہوتی
مآلِ کار بھی معلوم ہے جب مجھ کو ہستی کا
الٰہی آرزوئے زندگی کیوں کم نہیں ہوتی
کہاں ہوتی ہے معراجِ نیازِ بندگی اس کو
ترے در پر جبینِ شوق جس کی خم نہیں ہوتی
سُرورِ بادۂ عرفاں کبھی حاصل نہیں ہوتا
نگاہِ ساقیِ محفل اگر پیہم نہیں ہوتی
گذر جاؤں گا میں ہستی کی ہر دشوار منزل سے
کسی درویش کی نسبت بھی صادق کم نہیں ہوتی

زخم کھاتا ہوں زندگی کے لئے
دل جلاتا ہوں روشنی کے لئے
غم مقدر ہے آدمی کے لئے
سو حوادث ہیں زندگی کے لئے
ہے یہی شرط بندگی کے لئے
سر جھکاؤں تری خوشی کے لئے
عشق میں جل رہے ہیں پروانے
درسِ عبرت ہے آدمی کے لئے
اک زمانے کے ظلم سہتا ہوں
میں فقط آپ کی خوشی کے لئے
مل ہی جاتا ہے وہ بہر صورت
جو مقدر ہے زندگی کے لئے
خونِ دل اشک بن کے بہتا ہے
دل تڑپتا ہے جب کسی کے لئے
اس طرح بھی بہار آتی ہے
پھول روتے ہیں تازگی کے لئے
سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی کا غم
اب سہارا ہے زندگی کے لئے
اپنے جلوؤں سے کیجئے آباد
خانۂ دل ہے آپ ہی کے لئے
ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہے
تیرا صادق تری خوشی کے لئے

آپ کے نقشِ قدم پر جن کی پیشانی ہے آج
آسمانوں تک انہیں ذروں کی تابانی ہے آج
پھر کوئی میرے تصور میں ہوا ہے جلوہ گر
میری نظروں میں یہ دنیا یوں بھی نورانی ہے آج
یہ فقط ان کی توجہ ہے فقط ان کا کرم
خانۂ دل میں جو جلوؤں کی فراوانی ہے آج

درد ملتا ہی نہیں ان کو بقدرِ آرزو
غم نصیبوں کے لئے یہ بھی پریشانی ہے آج
اک طرف تو قائدِ انسانیت بنتے ہیں ہم
اک طرف دامن پہ داغ خونِ انسانی ہے آج
حال یہ ہے ہر قدم ہوتے ہیں سرزد سو گناہ
اس پہ بھی مشہور میری پاک دامانی ہے آج
میں اگر چاہوں بدل سکتا ہوں دنیا کا نظام
اپنی ہستی کی حقیقت میں نے پہچانی ہے آج
میں سمجھتا ہوں غمِ دوراں کو قسمت کا لکھا
کیوں مرے صبر وسکوں پر سب کو حیرانی ہے آج
وہ بھی آئیں گے اجل بھی اور سب احباب بھی
داستانِ زیست کی تکمیل ہو جانی ہے آج
حشر تک تو آگیا ہوں وعدۂ فردا پہ میں
تجھ کو ذوقِ دید کی تسکین فرمانی ہے آج
تجھ پہ اے صادق ترے ساقی کی چشمِ خاص ہے
اس لئے تیری غزل میں کیفِ لافانی ہے آج

درد سے اتنا نوازو کوئی درماں نہ رہے
دل کسی اور کا شرمندۂ احساں نہ رہے
دُور جو تجھ سے رہے وہ کبھی شاداں نہ رہے
تیرے دامن میں جو آئے وہ پریشاں نہ رہے
کیا رہے گا مری دنیائے محبت کا وقار
خانۂ دل میں اگر آپ ہی مہماں نہ رہے
ایک ہی موجِ بلا اس کو ڈبو سکتی ہے
تو اگر میرے سفینے کا نگہباں نہ رہے
دل کی دل ہی میں رہی حسرتِ ایذا طلبی
میرے زخموں کے مقدر میں نمکداں نہ رہے
اُس کا دل بار گہ حُسن کے قابل ہی نہیں
جس کے دل میں غم و اندوہ کا طوفاں نہ رہے
تو نے کانٹے ہی سہی کچھ تو دیا فصلِ بہار
شکریہ تیرا کہ ہم بھی تہی داماں نہ رہے
زندگی کو نہ میسر ہو کبھی کیف و سرور
چشمِ ساقی کا اگر لطفِ فراواں نہ رہے
شوق سے کون سنے میرا فسانہ صادق
سازِ ہستی پہ اگر عشق غزل خواں نہ رہے

مجھے شوقِ دید میں پا کے گم وہ نقاب الٹ کے جو آگئے
نظر اور کچھ بھی نہ آسکا وہ مری نظر میں سما گئے
کہاں اپنی ایسی تلاش تھی کہاں اپنی ایسی تھی جستجو
یہ ترے کرم ہی کی بات ہے تری بار گاہ میں آگئے
مجھے تیرہ راہوں کا غم نہیں میں گذر ہی جاؤں گا ہمنشیں
وہ دکھا کے مجھ کو رخِ مبیں مرے دل میں شمع جلا گئے
نہیں بے خبر وہ کسی طرح اسے ہر طرح کا شعور ہے
جسے اپنی چشمِ کرم سے وہ کبھی ایک جام پلا گئے
مجھے آزما کے تو دیکھ لیں غمِ دو جہاں کا امین ہوں
یہ سمجھ لیا ہے کسی نے کیوں کہ جہاں سے اہلِ وفا گئے
ترے ہجر میں ہے وہ حال اب کہ بیاں ہے جس کا محال اب
لیا پوچھ جس نے بھی حال جب تو کچھ اشک آنکھ میں آگئے
وہی بزمِ عیش و نشاط ہے وہی نغمہ ہے وہی ساز ہے
نہیں پھر بھی دل کو سکون کچھ وہ پیام ایسا سنا گئے

یہی فکر ہے مجھے ہر گھڑی نہ لگادیں آگ چمن کو بھی
جو شرارے برق کے باغباں مرا آشیانہ جلا گئے
ترے غم کی حسرت و آرزو ہے زبانِ عشق میں زندگی
جنہیں مل گیا ہے یہ مدعا وہ مقامِ زیست بھی پا گئے
نہیں کچھ یہ مجھ ہی پہ منحصر ہے یہی جہاں کی زبان پر
وہی ذرے آج ہیں ضوفشاں تری رہ گزر میں جو آگئے
یہ جو کیفِ بادہ غزل میں ہے اسے کیوں کمالِ سخن کہوں
یہ تو صادق اس کا سرور ہے جو نگاہ سے وہ پلا گئے

محبت نے کیا وہ ساز پیدا
کہ اشکوں میں ہوئی آواز پیدا
تماشائی ہے میری ایک دنیا
جنوں نے وہ کئے انداز پیدا
بدل جائے ہمارے دل کا عالم
وہ مستی کر نگاہِ ناز پیدا
سوا تیرے مرے زخمِ جگر کا
نہ ہوگا کوئی چارہ ساز پیدا
گذر جائیں گے حدِ ادراک سے ہم
تخیل میں جو ہو پرواز پیدا
مزا جب ہے جہاں میں سر جھکاؤں
وہیں ہو جلوہ گاہِ ناز پیدا
وفا کا راز افشا ہو رہا ہے
الٰہی کر امینِ راز پیدا
خدا رکھے تجھے دردِ محبت
کیا ہے دل میں سوز و ساز پیدا
ہوا جن سے وفا کا نام روشن
کچھ ایسے بھی ہوئے جانباز پیدا
قفس کی تیلیاں خود ٹوٹ جائیں
کرو وہ جرات پرواز پیدا
محبت کے لئے قدرت نے صادق
کیا ہے زندگی کا ساز پیدا

تری آنکھوں سے پینے کی جسے بھی آرزو ہوگی
مرے ساقی اسے کیا حسرتِ جام و سبو ہوگی
تری ہستی اگر خود بزم میں اے شمع رو ہوگی
ہر اک دل کو فدا ہونے کی تجھ پر آرزو ہوگی
تصور میں وہ آئیں گے تو پوری آرزو ہوگی
وہ میرے پاس ہوں گے اور ان سے گفتگو ہوگی
مزا تو بندگیِ عشق کا اس وقت آئے گا
ترے نقشِ قدم ہوں گے جبینِ آرزو ہوگی
تمہیں کو دیکھ کر غنچے چمن میں مسکراتے ہیں
تمہارے بعد کس کو احتیاج رنگ و بو ہوگی
ہمارا قصۂ غم سنتے سنتے ڈوب جائیں گے
شبِ فرقت ستاروں سے جب اپنی گفتگو ہوگی
اجل کے ساتھ ہی وہ بھی اگر تشریف لے آئے
تو پھر اک اک نفس کی زندگی کو آرزو ہوگی
بہت نزدیک ہے وہ دن کہ جب دنیا کے ہونٹوں پر
مرا افسانہ ہوگا اور میری گفتگو ہوگی
پسِ مردن زمانہ ڈھونڈتا ہے مرنے والوں کو
ہمارے بعد دنیا کو ہماری جستجو ہوگی

جہاں سے بھی ہم اپنی داستاں چھیڑیں گے اے صاؔدق
محبت ہی کے عنواں پر ہماری گفتگو ہوگی

وہ تو کہیں مستور نہیں ہے
اپنی نظر میں نور نہیں ہے
منزل تو کچھ دور نہیں ہے
دل میں یقیں کا نور نہیں ہے
جان کی بازی کون لگائے
دار تو ہے منصور نہیں ہے
جس پہ نہیں ہے تیری توجہ
دیوانہ مشہور نہیں ہے
میرے ساقی اور عطا ہو
رند ابھی مخمور نہیں ہے
مجھ سے بیاں اوصاف ہوں تیرے
یہ میرا مقدور نہیں ہے
تجھ سا نہیں مختار جہاں میں
مجھ سا کوئی مجبور نہیں ہے
مشقِ ستم کیوں روک دی تم نے
زخم ابھی ناسور نہیں ہے
برقِ نظر سے پھونک سکو گے؟
یہ دل ہے دل طور نہیں ہے
شمعِ محبت سے ہے روشن
میرا دل بے نور نہیں ہے
شکرِ خدا بھی کر نہ سکے تو
اتنا تو مجبور نہیں ہے

تیری خوشی کا پاس ہے ورنہ
جینا بھی منظور نہیں ہے
چشمِ ساقی ہے صاؔدق پر
مستِ مئے انگور نہیں ہے

میری خاموشی میں پنہاں ہے وہ افسانہ ابھی
لب پہ آجائے تو اک عالم ہو دیوانہ ابھی
مہرباں کیوں کر ہو اس پر پیرِ میخانہ ابھی
جس کو آتے ہی نہیں آدابِ رندانہ ابھی
جس قدر شاداب غنچے تھے وہ سب مرجھا گئے
کون گذرا ہے چمن سے بے نیازانہ ابھی
بازوؤں میں پھر پر پرواز پیدا ہوگئے
کیا مری قسمت کا زیرِ دام ہے دانہ ابھی
زندگی میں یوں نہیں ہیں کیفیاتِ زندگی
بادۂ غم سے ہے خالی دل کا پیمانہ ابھی
دل پہ پڑ جائے اگر پر تو تمہارے حسن کا
نور سے معمور ہو دل کا سیہ خانہ ابھی
دیکھنے والے تو سمجھے خاک جل کر ہوگیا
زندگی کی گود میں آیا ہے پروانہ ابھی
حاملِ رازِ دو عالم ہے اسی کی زندگی
ساری دنیا کہہ رہی ہے جس کو دیوانہ ابھی
جو مری آشفتہ حالی پر ہیں صاؔدق خندہ زن
وہ سمجھتے ہی نہیں رمزِ فقیرانہ ابھی

کیا کوئی جاں نثار ہی نہ رہا؟
ذکرِ منصور و دار ہی نہ رہا

روبرو روئے یار ہی نہ رہا
میرے دل کو قرار ہی نہ رہا
بارِ الفت اٹھا لیا میں نے
اب کسی پر یہ بار ہی نہ رہا
آپ سے اک نگاہ ملتے ہی
حسرتوں کا شمار ہی نہ رہا
میری وحشت کی ہوگئی تکمیل
اب گریباں میں تار ہی نہ رہا
ہوں غمِ دو جہاں اٹھائے ہوئے
غمگساروں پہ بار ہی نہ رہا
آبلہ پا جو دشت میں پہنچا
تشنہ لب کوئی خار ہی نہ رہا
کیوں مجھے غم عطا نہیں کرتے
کیا مرا اعتبار ہی نہ رہا
مٹ گیا میں تری محبت میں
موت کا انتظار ہی نہ رہا
جو گرا آپ کی نگاہوں سے
اس کا کوئی وقار ہی نہ رہا
عشق میں وہ مزا ملا صادق
مجھ کو دنیا سے پیار ہی نہ رہا

چشمِ ساقی کا کرم تو آج بھی کچھ کم نہیں
کیسے میں کہہ دوں کہ اب وہ کیف کا عالم نہیں
بے کسی اب میری قسمت ہے، غریبی ہے نصیب
یہ کرم ہی گردشِ ایام کا کچھ کم نہیں
اپنی ہستی کو مٹایا ہے وفا کے نام پر
کیا زمانے کیلئے اک نقشِ حیرت ہم نہیں
سننے والے کیوں نہ روئیں اپنی آنکھوں سے لہو
میرے غم کی داستاں افسانہ مبہم نہیں
کیوں کھلیں کلیاں چمن میں اور کیوں مرجھا گئیں
چشمِ عبرت کیلئے یہ بات بھی کچھ کم نہیں
میرے دل کو زخم جو تیری محبت نے دیئے
شکر کرتا ہوں کہ ان کو حسرتِ مرہم نہیں
شیشۂ دل میں نظر آتی ہے رقصاں کائنات
یوں سمجھئے جام یہ بھی جامِ جم سے کم نہیں
میکدے میں یوں تو ہونے کو بہت میخوار ہیں
ہیں وہ عالی ظرف جن کو فکرِ بیش و کم نہیں
دوسروں کے غم سے رہتا ہوں میں اے صادق ملول
اپنے غم کا تو خدا شاہد ہے کوئی غم نہیں

ترے غم نے کیا ہم پر اثر کیا
یہ سمجھے گی زمانے کی نظر کیا
یہ جان و دل بھی حاضر ہیں جگر کیا
تقاضائے محبت سے مفر کیا
تمنائے دو عالم مٹ گئی ہے
مرے دل میں ہوئے وہ جلوہ گر کیا
تمہاری ذات پر ہو جس کا تکیہ
حوادث کا اسے خوف و خطر کیا
ضیائے داغہائے دل نہ پوچھو
ہیں ان کے سامنے شمس و قمر کیا

خیالِ ماسوا کیوں دل میں آئے
جہاں تم ہو کسی کا ہو گذر کیا
سراپا درد بن کر رہ گیا ہوں
کیا ہے عشق نے مجھ پر اثر کیا
جو موجِ عشق سے ٹکرا گیا ہے
وہ ابھرے گا سفینہ ڈوب کر کیا
تجھے دیدار کی حسرت ہے صادق
رہے گا ہوش ان کو دیکھ کر کیا

جب عشق میں اپنی ہستی کا احساس مٹایا جاتا ہے
پھر جس کی تمنا ہوتی ہے ہر شئے میں وہ پایا جاتا ہے
اے راہِ محبت کے رہرو افسوس نہ کر ناکامی کا
منزل بھی مل ہی جاتی ہے جب خود کو مٹایا جاتا ہے
ہم لاکھ چھپائیں غم اپنا لیکن یہ کہاں تک ممکن ہے
صورت سے نمایاں ہوتا ہے جو غم بھی چھپایا جاتا ہے
جب نقشِ دوئی مٹ جاتا ہے وہ سامنے خود آجاتے ہیں
معراجِ محبت ہوتی ہے دیدار دکھایا جاتا ہے
وہ جس پہ کرم فرماتے ہیں وہ جس پہ عنایت کرتے ہیں
دنیائے محبت کا اس کو دستور بنایا جاتا ہے
اس بادۂ غم کے ساغر کی مجھ کو بھی تمنا ہے ساقی
جو بادۂ غم دیوانوں کی تقدیر بنایا جاتا ہے
اتنا ہی سمجھ میں آیا ہے دستورِ محبت اے صادق
راضی برضا ہو جانے سے محبوب کو پایا جاتا ہے

مستیٔ چشمِ ناز کے صدقے
نظروں کے انداز کے صدقے
چاک ہوئے دامان و گریباں
وحشت کے آغاز کے صدقے
دل بھی زخمی اور جگر بھی
ایسے تیر انداز کے صدقے
نغمہ سرا ہے ایک زمانہ
الفت تیرے ساز کے صدقے
رقص میں ہے اب دل کی دنیا
میں تیری آواز کے صدقے
ایک جہاں ہے جس کا جویا
میں اس حسنِ ناز کے صدقے
صادق کو مخمور بنایا
ساقی کے اعجاز کے صدقے

صدقے میں تمہاری نظروں کے، دامانِ طلب معمور ہوا
خوش کوئی ہوا عشرت پاکر، میں غم لے کر مسرور ہوا
منظور مجھے وہ رسوائی جس میں ہو رضا تیری شامل
ہے تیرے کرم پر ناز مجھے میں دیوانہ مشہور ہوا
دنیائے وفا میں اے ساقی دیوانے ترے کم ہو نہ سکے
جب دار و رسن کی بات آئی پیدا کوئی منصور ہوا
یہ بات نہ پوچھو رہنے دو کیا میرے دل پر گزری ہے
جب میرے قریب آکر کوئی نظروں سے میری دور ہوا
اس جانِ دو عالم کے جلوے تاحدِ نظر تو دیکھ سکا
جب حدِ نظر سے میں گذرا وہ نظروں سے مستور ہوا

بیمار محبت ہوں لیکن منّت کشِ چارہ گر تو نہیں
صد شکر مرا ہر زخمِ جگر ہر زخمِ دل ناسور ہوا
اس شانِ کرم پر اے ساقی صاؔدق کی جان تصدق ہے
جو آیا ترے میخانے میں وہ تشنہ لب مخمور ہوا

کیا تو میرے پاس نہیں ہے
مجھ ہی کو احساس نہیں ہے
تیرا غم ہے تیری محبت
اور کچھ اپنے پاس نہیں ہے
وہ کیا سمجھے رازِ محبت
جس کو وفا کا پاس نہیں ہے
عشق وہاں لایا ہے جہاں اب
اپنا بھی احساس نہیں ہے
ایک نظر بیمارِ غم پر
جینے کی اب آس نہیں ہے
اشکِ غم ہے گوہرِ غلطاں
ہر آنسو الماس نہیں ہے
صاؔدق ان پر جان فدا کر
اور اگر کچھ پاس نہیں ہے

محبت کا چھپا لینا تو کچھ مشکل نہیں ہوتا
مگر آشوب غم میں اعتبارِ دل نہیں ہوتا
وہ دیوانہ سہی لیکن خرد مندوں سے بہتر ہے
جو آدابِ محبت سے کبھی غافل نہیں ہوتا
محبت وہ کڑی منزل ہے جس کی سخت راہوں میں
ہزاروں زخم کھا کر بھی کوئی کامل نہیں ہوتا
پہنچ لیتے ہیں وہ جو جذبۂ ایثار رکھتے ہیں
محبت میں ہر اک آسودۂ منزل نہیں ہوتا
نہیں ہوتی جسے اُن مست آنکھوں سے کوئی نسبت
سرور و کیف اس کو عمر بھر حاصل نہیں ہوتا
اگر کچھ عزم و ہمت راہرو کا ساتھ دے جائیں
گذرنا عشق کی راہوں سے پھر مشکل نہیں ہوتا
یہ عالم ہے کہ خود کو بھول جاتا ہے محبت میں
تمہاری یاد سے صاؔدق مگر غافل نہیں ہوتا

جب تک آنکھوں سے پی نہیں جاتی
اپنی تشنہ لبی نہیں جاتی
آپ کی بے رُخی نہیں جاتی
وجہ افسردگی نہیں جاتی
لاکھ شمعیں جلیں تمہارے بغیر
بزم کی تیرگی نہیں جاتی
جب سے سمجھا ہوں زندگی کا مآل
میرے لب سے ہنسی نہیں جاتی
لاکھ رنج و الم کا طوفاں ہے
پھر بھی زندہ دلی نہیں جاتی
داستانِ غمِ محبت ہے
یہ زباں سے کہی نہیں جاتی
جو تمہاری نظر سے پیدا ہو
کیفیت وہ کبھی نہیں جاتی
تم سے منسوب ہیں جو دیوانے
ان کی دیوانگی نہیں جاتی

زخم کھاتا ہوں مسکراتا ہوں
سچ ہے فطرت کبھی نہیں جاتی
عرضِ مطلب پہ یہ جواب ملا
تیری دیوانگی نہیں جاتی
میں وہ آوارۂ محبت ہوں
جس کی وحشت کبھی نہیں جاتی
ان کا جلوہ نظر نہیں آتا
دل سے جب تک دوئی نہیں جاتی
چشمِ ساقی سے مجھ کو اے صادق
اتنی ملتی ہے پی نہیں جاتی

تجھ کو غرض ہی کیا ہے سزا و جزا کے ساتھ
تو زندگی گذار دے مہر و وفا کے ساتھ
ہستی کا کوئی دل میں نہ باقی رہے گماں
وابستہ اس یقین سے ہو تو خدا کے ساتھ
ہر تلخیٔ حیات گوارا ہے اس لئے
ہے لطف زندگی کا تمہاری رضا کے ساتھ
دستِ اجل نے توڑ دیا رشتۂ حیات
ٹوٹے ہیں تارہائے نفس اک صدا کے ساتھ
سمجھے ہوئے تھے مونس و غم خوار جن کو ہم
وہ بھی بدل گئے ہیں جہاں کی ہوا کے ساتھ
ان کو جنونِ عشق کی منزل ہوئی نصیب
وابستہ ہوگئے جو ترے نقشِ پا کے ساتھ
صادق اگر ہے عشق تمہیں ان کی ذات سے
گذرو ہر اک مقام سے صبرو رضا کے ساتھ

ترے لب پر تبسم کی کرن ہے
شگفتہ آرزوؤں کا چمن ہے
ہمیں سے داستانِ کوہکن ہے
ہمیں سے قصۂ دار و رسن ہے
ہمیں پر برق کی یورش ہے پیہم
ہمیں پر تنگ دامانِ چمن ہے
کبھی تو آپ فرمائیں توجہ
مرا دل آپ ہی کی انجمن ہے
فقط ہے آسرا تیرے کرم کا
بہت بگڑا ہوا اپنا چلن ہے
تمہیں پر کیوں نہ اک دنیا فدا ہو
تمہاری ذات شمعِ انجمن ہے
اگر نورِ بصیرت ہو تو دیکھو
ہر اک شے میں وہی جلوہ فگن ہے
نہیں ہے ہوش ہم کو اپنا صادق
محبت کی لگن بھی کیا لگن ہے

میں زباں سے کیسے بیاں کروں دلِ سوگوار کی بات ہے
مری چشمِ تر سے سنے کوئی غمِ ہجرِ یار کی بات ہے
ہیں خطائیں کتنی بتاؤں کیا یہ کہیں شمار کی بات ہے
میں ہوں شرمسار تو بخش دے ترے اختیار کی بات ہے
کبھی میں نے تجھ سے نہیں کہا تری ذات ہے مرا مدعا
مجھے تونے اپنا سمجھ لیا ترے اعتبار کی بات ہے
مری زلفِ ہستی سنوار دے مری زندگی کو نکھار دے
مرے جذبِ دل کو ابھار دے ترے اختیار کی بات ہے

جو ہیں معترض مرے حال پر انہیں میرے راز کی کیا خبر
مرے دل کی دنیا بدل گئی یہ کسی کے پیار کی بات ہے
مری بادہ نوشی کے واسطے کوئی قید جام و سبو نہیں
مجھے کیف رہتا ہے ہر گھڑی یہ نگاہِ یار کی بات ہے
سگِ در ہے صادقِ بینوا ہے اسے تو اک ترا آسرا
کسی بے نوا کو نوازنا ترے اختیار کی بات ہے

کیا تم آئے بہار کے بدلے
دل کسی سوگوار کے بدلے
کون دہرائے رسمِ پارینہ
آج مجھ جاں نثار کے بدلے
دو جہاں بھی ملیں تو ٹھکرا دے
تیرا دیوانہ دار کے بدلے
دستِ وحشت پہنچ رگِ جاں تک
دامنِ تار تار کے بدلے
سوختہ دل ہوں اور کیا چاہوں
نگہِ شعلہ بار کے بدلے
وحشتِ دل کہاں چلی لے کر
تو مجھے کوئے یار کے بدلے
آپ ہی کہیے میں کہاں جاؤں
آپ کی رہگذار کے بدلے
حسرتِ اضطراب رکھتا ہوں
میں سکون و قرار کے بدلے
چشمِ ساقی نے ہوش بخشا ہے
مجھ کو صادقؔ خمار کے بدلے

نظر میں کیوں مآلِ زیست اے انساں نہیں رہتا
ہمیشہ تو کوئی اس دہر میں مہماں نہیں رہتا
محبت میں کچھ ایسی منزلیں بھی پیش آتی ہیں
جہاں کوئی سکونِ قلب کا امکان نہیں رہتا
بہت دشوار ہے اس کا پہنچنا اپنی منزل تک
ہجومِ یاس میں جو راہرو شاداں نہیں رہتا
جو تجھ سے منحرف ہو اور تجھ سے بد گماں ساقی
مری دانست میں وہ صاحبِ ایماں نہیں رہتا
نہ پوچھو مجھ سے کچھ دستِ جنوں کی کار فرمائی
گریباں ہاتھ آجائے تو پھر داماں نہیں رہتا
بنا دیتے ہیں ایسے کام بھی وہ اپنی قدرت سے
کہ جن کے سہل ہونے کا کوئی امکاں نہیں رہتا
انہیں کی ذات پر ہوتا ہے جس انسان کا تکیہ
کسی عالم میں وہ صادقؔ تہی داماں نہیں رہتا

غم کا زمانہ یاد نہ آئے
لب پر وہ رُوداد نہ آئے
کیوں کر اجڑی دل کی دنیا
کاش مجھے اب یاد نہ آئے
دشت میں اب کیا خار نہیں ہے
آبلہ پا دل شاد نہ آئے
عشق کی دنیا میں اب شاید
ہم جیسا برباد نہ آئے
تو ہے جب ہستی کا حاصل
پھر کیوں تیری یاد نہ آئے

ان کی چشمِ مست کے صدقے
بزم سے ہم ناشاد نہ آئے
تشنہ لبی پھر جاگ اٹھے گی
محفلِ ساقی یاد نہ آئے
نام رہے تیرا ہی لب پر
اور مجھے کچھ یاد نہ آئے
ان سے اگر ہے عشق صادقؔ
لب پہ کبھی فریاد نہ آئے

نہ راس آیا محبت میں سکونِ دل تو کیا ہوگا
سفینہ آکے ڈوبا بر لبِ ساحل تو کیا ہوگا
دلِ ناعاقبت اندیش یہ راہِ محبت ہے
جو ہوگا امتحانِ ناقص و کامل تو کیا ہوگا
نہ پھیرو اس طرح نظریں امیدیں ٹوٹ جائیں گی
بجھے گا جب چراغِ آرزوئے دل تو کیا ہوگا
یہ میرا حسنِ ظن ہے اس کی نسبت میری خوش فہمی
کسی پتھر کو احساسِ شکستِ دل تو کیا ہوگا
تمہارے ہجر کا غم موت کی ایذا سے کیا کم ہے
نہیں ہوگی اگر آسان یہ مشکل تو کیا ہوگا
سفینہ زندگی کا ہے تلاطم خیز موجوں میں
نہ ہاتھ آیا الٰہی دامنِ ساحل تو کیا ہوگا
بضاعت عشق کی ہے اک دلِ حسرت زدہ صادقؔ
یہ ہدیہ بارگاہِ حسن کے قابل تو کیا ہوگا

تیرے غم پر مرا گذارا ہے
زندگی کو بڑا سہارا ہے
کوئی دنیا میں کب ہمارا ہے
آپ ہی کا ہمیں سہارا ہے
کیا بتاؤں میں حالِ دل اپنا
میری صورت سے آشکارا ہے
کیا گذرتی ہے عشق میں دل پر
اس سے پوچھو جو غم کا مارا ہے
تونے سمجھا نہیں دلِ ناداں
ناامیدی بھی اک سہارا ہے
بات منصور کی طرح جو کہے
تو اسے دار بھی گوارا ہے
میری فطرت میں معصیت پنہاں
تیری رحمت تو آشکارا ہے
آگئے وہ مرے تصور میں
اوج پر اب مرا ستارا ہے
تیرے حسن و جمال نے اے دوست
بزمِ کونین کو سنوارا ہے
دونوں عالم ہیں جس کے شیدائی
میرے دل میں وہ جلوہ آرا ہے
پی رہا ہوں میں شوق سے صادقؔ
چشمِ مخمور کا اشارہ ہے

نہ دیکھیں مجھ کو محشر میں پشیماں، دیکھنے والے
کرم کی آس ہے اے فردِ عصیاں دیکھنے والے

انہیں کا حسن ہے ہر شے میں پنہاں ، دیکھنے والے
چمن اندر چمن پھولوں کو خنداں دیکھنے والے
تعجب کیوں ہے مجھ کو دیکھ کر آغوشِ طوفاں میں
وہ خود ہیں میری کشتی کے نگہباں ، دیکھنے والے
بڑی دشواریوں سے زندگی مربوط ہوتی ہے
مری ہستی کے اوراقِ پریشاں دیکھنے والے
امید و یاس کے عالم میں جو دل پر گذرتی ہے
بتا سکتے ہیں کیا ہم شامِ ہجراں دیکھنے والے
خدا کے واسطے کچھ کام لے چشمِ بصیرت سے
گلستاں میں گلوں کو چاک داماں دیکھنے والے
ملے چشمِ کلیم اللہ بھی تو اس سے کیا حاصل
رہیں گے ہوش میں کب حسنِ جاناں دیکھنے والے
خدا رکھے ہمیشہ تیرے ہونٹوں پر تبسم کو
مسرت سے مرا چاک گریباں دیکھنے والے
کچھ اس صورت سے پڑ جائیں تری نظریں مرے دل پر
اندھیرے گھر میں ہو جائے چراغاں ، دیکھنے والے
مجھے صادق یہاں تک ضبطِ غم پر ہو گئی قدرت
پشیماں ہو رہے ہیں مجھ کو خنداں دیکھنے والے

آپ کا جب کرم ہوگیا
کچھ عطا بیش و کم ہو گیا
مسکرانا ستم ہو گیا
دامنِ چشم نم ہو گیا
آپ سے ہے محبت مجھے
اتنا کہنا ستم ہو گیا
کیا نیا گل کھلے گا کوئی
درد کیوں دل میں کم ہوگیا
بندۂ عشق و مہر و وفا
میں خدا کی قسم ہوگیا
ان کے تشریف لانے سے دل
رشکِ باغِ ارم ہو گیا
مٹ گیا دل سے نقشِ دوئی
سر ترے در پہ خم ہو گیا
پرتوِ حسنِ جاناں نہ پوچھ
میں چراغِ حرم ہوگیا
چشمِ ساقی کا اعجاز ہے
دل مرا جامِ جم ہو گیا
اپنے صادق پہ بھی اک نظر
وہ سراپا الم ہو گیا

تمہاری چشمِ کرم جس پہ کیف بار نہیں
اسے نصیب مئے عشق کا خمار نہیں
ہزار زخم ہیں دل میں ہزار ہیں ناسور
کہیں یہی تو محبت کی یادگار نہیں
جہاں کی ٹھوکریں کھا کر میں اتنا سمجھا ہوں
کوئی تمہارے سوا میرا غمگسار نہیں
میں اپنے منہ سے کہوں بھی تو کیا کہوں آخر
تمہارے سامنے کیا میرا حالِ زار نہیں
رسائی اس کی نہ ہوگی حریمِ جاناں تک
رہِ وفا میں قدم جس کے استوار نہیں
نظر نہ آئیں جہاں ذرہ ہائے تابندہ
مرے خیال میں وہ تیری رہگذار نہیں

تمہارا نقشِ کفِ پا مجھے ملے تو سہی
جبینِ شوق جھکانے سے مجھ کو عار نہیں
ہر ایک زخمِ کفِ پا ہے سرخرو میرا
کہ تشنہ آج بیاباں میں کوئی خار نہیں
نظامِ بزمِ جہاں میں مرا تصرّف ہے
یہ کیوں کہوں کہ مجھے کچھ بھی اختیار نہیں
تلاشِ ساغر و مینا ہو کیوں مجھے صادقؔ
نگاہِ ساقیِ محفل میں کیا خمار نہیں

مستی و بے خودی عطا کر دے
لذّتِ عاشقی عطا کر دے
جذبۂ بندگی عطا کر دے
قلب کو روشنی عطا کر دے
ماسوا سے جو کر دے بیگانہ
ایسی دیوانگی عطا کر دے
اپنا غم اپنی آرزو دے کر
جاوداں زندگی عطا کر دے
ہر قدم راہ میں ہے تاریکی
تو مجھے روشنی عطا کر دے
اپنی ہستی میں تجھ کو دیکھ سکوں
اس قدر آگہی عطا کر دے
غنچۂ دل ہے میرا افسردہ
تو اسے تازگی عطا کر دے
اپنی آنکھوں سے مے پلا کے مجھے
نشۂ سرمدی عطا کر دے
بخش کر دردِ عشق صادقؔ کو
اک نئی زندگی عطا کر دے

اے محبت یہ اثر ہے ترے افسانوں میں
اک جہاں ڈوب گیا کیف کے طوفانوں میں
دردمندی کا تصوّر نہیں فرزانوں میں
کچھ محبت نظر آتی ہے تو دیوانوں میں
جذبۂ شوق کی تسکین چمن میں نہ ہوئی
لے چلی وحشتِ دل مجھ کو بیابانوں میں
مٹتے مٹتے بھی ہیں باقی مرے ماضی کے نقوش
بستیوں کے ابھی آثار ہیں ویرانوں میں
ان کے جلووں کے لئے ذوقِ نظر ہے درکار
دیر و کعبہ میں وہی ہیں وہی میخانوں میں
آپ نے کیا رخِ روشن سے الٹ دی ہے نقاب
بجلیاں کوند گئیں آج سیہ خانوں میں
شمعِ محفل کے سوا کون سمجھ سکتا ہے
کس قدر جذبۂ ایثار ہے پروانوں میں
تیری آنکھوں پہ تصدق ہیں دل و جاں ساقی
رقص کرتے ہیں دو عالم انہیں پیمانوں میں
لاکھ پردوں میں ہے پوشیدہ جو صورت صادقؔ
ہے مرے دل کے مچلتے ہوئے ارمانوں میں

شکستہ اگر شیشۂ دل نہیں ہے
انہیں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے
مئے غم سے لبریز جو دل نہیں ہے
اسے کیفِ ہستی بھی حاصل نہیں ہے
وہاں ہے سفینہ مری زندگی کا
جہاں غم کا طوفاں ہے ساحل نہیں ہے

سہارا اگر دیں مجھے تیری نظریں
تو پھر زندگی کوئی مشکل نہیں ہے
یہ ہے تجرباتِ مسلسل کا حاصل
یہاں غم سے خالی کوئی دل نہیں ہے
خدا سوزِ الفت کو رکھے سلامت
کہ اب درد ہی درد ہے دل نہیں ہے
محبت ہی اک ایسا دریا ہے جس میں
تلاطم ہے موجیں ہیں ، ساحل نہیں ہے
یہاں دم نہ لے رہروِ راہ ہستی
یہ جادہ ہے نادان منزل نہیں ہے
وہ صادق نظر کس طرح آسکیں گے
اگر صورتِ آئینہ دل نہیں ہے

پیامِ مرگ جب آتا ہے آدمی کے لئے
نفس نفس کو وہ روتا ہے زندگی کے لئے
ترے فراق میں رویا ہوں اس قدر اے دوست
ترس گئیں مری آنکھیں بھی اب نمی کے لئے
گذر ہی جاؤں گا پُر پیچ راہ ہستی سے
تمہارے نقشِ کفِ پا ہیں رہبری کے لئے
کبھی تھے سامنے دار و رسن کبھی زنداں
ہر امتحان سے گذرے تری خوشی کیلئے
سرِ نیاز جھکانے کو سب جھکا تے ہیں
خلوصِ دل بھی ہے درکار بندگی کے لئے
سنا ہے جب سے وہ تشریف لانے والے ہیں
دعائیں مانگ رہا ہوں میں زندگی کے لئے
ہزار جام تصدق ہیں ان پہ اے صادق
میں مضطرب ہوں جن آنکھوں سے میکشی کے لئے

آپ ہی جب دوگام نہ آئے
موت کا کیوں پیغام نہ آئے
جس میں نہ ہو تو جلوہ فرما
ایسی کوئی شام نہ آئے
جن سے کچھ تسکیں ہو جاتی
مجھ تک وہ پیغام نہ آئے
لطف تو جب ہے مے نوشی کا
ساقی پر الزام نہ آئے
میرے دم سے رونق گلشن
پھر بھی میرا نام نہ آئے
رازِ اسیری کیا سمجھیں گے
وہ جو زیرِ دام نہ آئے
غیروں کی بیجا ہے شکایت
اپنے ہی جب کام نہ آئے
اہل محبت ہوش میں رہنا
حسن پہ کچھ الزام نہ آئے
یہ ناممکن ہے ناممکن
عشق صادق کام نہ آئے

جب مرا حسنِ تخیل مائلِ پرواز تھا
میں بیک لمحہ قریب جلوہ گاہِ ناز تھا
یوں تو کہنے کو ہر اک ہمدرد تھا ہمراز تھا
فرطِ غم میں بھی کوئی دل کے سوا دمساز تھا

شمع سے پروانہ ٹکرایا تو یہ آیا خیال
کیا بساط اس کی تھی لیکن کس قدر جانباز تھا
کس قدر دلچسپ تھا افسانہ ہستی مرا
اللہ اللہ اک زمانہ گوش بر آواز تھا
میں فقط اتنا کہوں گا پرسشِ اعمال پر
آپ کی بندہ نوازی پر مجھے تو ناز تھا
سر بلندی سر جھکانے سے ہوئی صادقؔ نصیب
میں نے اب سمجھا نہاں کیا عاجزی میں راز تھا

یہ تفصیل ہے میرے بارِ گراں کی
مرے ساتھ ہیں حسرتیں دو جہاں کی
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
اسی سے ہے تزئین بزمِ جہاں کی
رہا ہوش دیوانگی میں بھی اتنا
ملی خاک منہ پر ترے آستاں کی
ہر اک نقشِ موہوم مٹ کر رہے گا
عبث فکر ہے مجھ کو نام و نشاں کی
ہم آزاد ہیں اور سہمے ہوئے ہیں
قفس بن گئی زندگی آشیاں کی
بڑا آسرا ہے نگاہِ کرم کا
طلب مٹ گئی دل سے دونوں جہاں کی
اسی کی گلی تو نہیں ہے یہ صادقؔ
جہاں تھم گئیں گردشیں آسماں کی

مئے غم کا یہ دنیا لے کے جب پیمانہ آتی ہے
تو میرے کام میری جرأت رندانہ آتی ہے
میں ناکامی پہ اپنی کس لئے مایوس ہو جاؤں
مکمل کرنے ہستی کا یہی افسانہ آتی ہے
محبت میں جنہیں قدرت ہے کچھ ایثار کرنے کی
انہیں تک آتشِ سوزِ دلِ پروانہ آتی ہے
سنبھل اے دار سر اب ہوگی منزل سرفروشی کی
ہمیں لے کر ہماری ہمتِ مردانہ آتی ہے
ہزاروں حسرتوں کا خون ہوتا ہے محبت میں
پھر اس کے بعد ہی تو منزلِ جانانہ آتی ہے
جسے بھی جام ملتے ہیں مرے ساقی کی آنکھوں سے
قدم بوسی کو اس کی لغزشِ مستانہ آتی ہے
خدا رکھے ہمارے ذوقِ مے نوشی کو اے صادقؔ
تصوّر میں بھی اب تو صورتِ میخانہ آتی ہے

ہزاروں خاک ہوئے جس کی آرزو کے لئے
میں مضطرب ہوں اسی ایک شمع رو کے لئے
چلا ہوں لیکے میں کچھ آنسوؤں کا سرمایہ
کسی کی بزم میں تمہیدِ گفتگو کے لئے
وہ پوچھتے ہی رہے تیرا مدعا کیا ہے
مری زباں نہ کھلی عرضِ آرزو کے لئے
کہیں کلیم کے جذبے کا یہ اثر تو نہیں
وہ آگئے ہیں سرِ طور گفتگو کے لئے
مری نگاہ کسی پھول پر نہیں جمتی
اک اجنبی ہوں میں دنیائے رنگ و بو کے لئے
وہ اور ہوں گے جنہیں باغباں سے شکوہ ہے
میں رو رہا ہوں گلستاں کی آبرو کے لئے

یہ التفات بھی صادقؔ نہیں ہے کم ان کا
چنا ہے دل کو مرے اپنی آرزو کے لئے

جو تیرے عشق میں رسوا نہیں ہے
وہ منزل تک ابھی پہنچا نہیں ہے
وہ کیا سمجھے گا دیوانوں کی منزل
جو راہِ عشق سے گذرا نہیں ہے
الگ ہے سب سے پروانوں کی دنیا
ہر اک اس آگ میں جلتا نہیں ہے
یہی ہے فیصلہ میری نظر کا
حسیں لاکھوں، مگر تم سا نہیں ہے
بقدرِ ظرف ہے سب کچھ میسر
کرم سے کیا ترے ملتا نہیں ہے
وہ کیا سمجھے فنا کیا ہے بقا کیا
مثالِ شمع جو جلتا نہیں ہے
تجھی کو ہو مبارک طالبِ زر
مرا مقصود یہ دنیا نہیں ہے
اسی کا نام ہے شہرِ خموشاں
جہاں ہنگامہ دنیا نہیں ہے
مجھے ہے احتیاجِ چشمِ میگوں
تلاشِ ساغر و مینا نہیں ہے
نہ پوچھو ان کے چھپنے کی ادائیں
کہیں پردا کہیں پردا نہیں ہے
مآلِ کار کیا ہوگا جنوں کا
کبھی صادقؔ نے یہ سوچا نہیں ہے

خدا جانے محبت رہبرِ کامل کہاں تک ہے
مرا پائے طلب آسودۂ منزل کہاں تک ہے
حجابِ راہ جلووں میں ترے حائل کہاں تک ہے
نہ جانے ذوقِ نظارہ مرا کامل کہاں تک ہے
بصارت ہو تو دیکھو بھی بصیرت ہو تو سمجھو بھی
زمانے کی روش تقلید کے قابل کہاں تک ہے
محبت میں دیئے ہوں امتحاں پر امتحاں جس نے
اسی سے پوچھئے دشوار، یہ منزل کہاں تک ہے
مسلسل حادثے گذرے چلے جاتے ہیں اب دل پر
خدا جانے ہمارے واسطے مشکل کہاں تک ہے
بجا ہے آپ کا اپنے ستم پر ناز فرمانا
ہمارا دل بھی دیکھو ضبط کے قابل کہاں تک ہے
یہی اکثر سنا ہے دل سے دل کو راہ ہوتی ہے
ہمارے حال سے واقف تمہارا دل کہاں تک ہے
مرا افسانۂ غم سننے والے تو نے سمجھا بھی
کہ اس میں خونِ حسرت خونِ دل شامل کہاں تک ہے
تمہیں صادقؔ تمنا ہے جو چشمِ مستِ ساقی کی
خود اپنا ظرف بھی دیکھو کہ اس قابل کہاں تک ہے

رازِ الفت کے جو حامل نہیں ہونے پاتے
ان کے روشن ہی کبھی دل نہیں ہونے پاتے
منزلِ صبر و رضا سے جو بھٹک جاتے ہیں
وہ کبھی عشق میں کامل نہیں ہونے پاتے
اپنی ہستی کی حقیقت سے ہوئے جو آگاہ
اک نفس تجھ سے وہ غافل نہیں ہونے پاتے

آپ جو چاہیں کہیں ، آپ کے الفاظ کبھی
وجہ افسردگیِ دل نہیں ہونے پاتے
وہ فقط اہل محبت کی زباں ہوتی ہے
جس سے مجروح کبھی دل نہیں ہونے پاتے
چار تنکے بھی گلستاں میں نشیمن کے لئے
وائے قسمت مجھے حاصل نہیں ہونے پاتے
مرحلے راہِ محبت کے کبھی اے صادقؔ
عزمِ محکم ہو تو مشکل نہیں ہونے پاتے

تمہارا حسن کب پردوں میں پنہاں ہو کے رہتا ہے
جہاں کے ذرّہ ذرّہ سے نمایاں ہو کے رہتا ہے
جو اس دنیا میں دنیا سے گریزاں ہو کے رہتا ہے
دلوں پر حکمراں صادقؔ وہ انساں ہو کے رہتا ہے
سمجھ سکتے ہیں اربابِ خرد کیا اس کی منزل کو
محبت میں جو خاکِ کوئے جاناں ہو کے رہتا ہے
نظر جس پر بھی پڑ جاتی ہے اس جانِ دو عالم کی
وہ انساں بے نیازِ کفر و ایماں ہو کے رہتا ہے
اگر تشریف لے آتے ہیں وہ میرے تصوّر میں
مری تاریک دنیا میں چراغاں ہو کے رہتا ہے
تری خاکِ کفِ پا سے شفا پاتی ہے اک دنیا
تری نظروں سے زخمِ دل کا درماں ہو کے رہتا ہے
تری مخمور آنکھوں کا ہے یہ اعجاز اے ساقی
جو میخانے میں آجاتا ہے انساں ہو کے رہتا ہے
خیال آتا ہے جب تیرے جمالِ روئے زیبا کا
تو پیدا دل میں ارمانوں کا طوفاں ہو کے رہتا ہے
مٹالیتا ہے راہِ عشق میں جو اپنی ہستی کو
میسر اس کو صادقؔ قربِ جاناں ہو کے رہتا ہے

تمہارے عشق میں یہ بیخودی کا عالم ہے
نہ زندگی کی خوشی ہے نہ موت کا غم ہے
ہر ایک سانس یہاں زندگی کا ماتم ہے
ہزار شکر تری یاد پھر بھی پیہم ہے
کسی کے گھر میں خوشی ہے کسی کے ماتم ہے
اسی کا نام تو صادقؔ نظامِ عالم ہے
یہ خیریت سے گذر جائے تو نجات ملے
حیات و موت کا وقفہ ہی عرصۂ غم ہے
قدم قدم پہ ہیں ظلم و ستم زمانے کے
مرے لئے تو یہی انقلابِ عالم ہے
شبِ فراق کی تاریکیوں کو کیا کہئے
سمجھ رہا ہوں ستاروں میں روشنی کم ہے
خوشی سے سارے مصائب قبول ہیں مجھ کو
تمہاری چشمِ عنایت رہے تو کیا غم ہے
تمہارے عشق نے ڈالی ہے جان مردوں میں
تمہاری ذات تمنائے ابنِ مریم ہے
عبث ہے فکر تجھے زندگی کی اے صادقؔ
کہ اس حیات کا عالم مثالِ شبنم ہے

ساقی وہی نظامِ عالم بدل رہے ہیں
جو تیرے میکدے سے پی کر نکل رہے ہیں
تشنہ لبوں پہ ان کا انعام ہو رہا ہے
دریائے معرفت کے چشمے ابل رہے ہیں

اب حالِ دل چھپانا دشوار ہوگیا ہے
میں ہنس رہا ہوں لیکن آنسو نکل رہے ہیں
یہ وقت ہی برا ہے اس وقت کا برا ہو
غیروں کی کیا شکایت اپنے بدل رہے ہیں
جن کو یہ آرزو تھی پھولے پھلے گلستاں
اب ان کے آشیانے گلشن میں جل رہے ہیں
محسوس ہو رہی ہے میری کمی جہاں میں
مجھ کو مٹانے والے اب ہاتھ مل رہے ہیں
درسِ یقیں انہیں کے نقشِ قدم ہیں صادقؔ
جو ان کی جستجو میں کانٹوں پہ چل رہے ہیں

ان کا کوئی مقام تو ہو گا نگاہ میں
اے شمع رو جو خاک ہوئے تیری چاہ میں
محوِ سفر ہوں جب سے محبت کی راہ میں
یہ کائنات کچھ بھی نہیں ہے نگاہ میں
سمجھا رہا ہوں دل کو یہ حالِ تباہ میں
ہوتے ہیں حادثے بھی محبت کی راہ میں
اس بارگاہِ ناز میں پہنچے بصد نیاز
اتنا بھی تو نہیں ہے اثر میری آہ میں
اک بندۂ وفا ہوں مرا جرم ہے یہی
کچھ اور تو نہیں مری فردِ گناہ میں
ثروت نصیب تھی تو زمانہ بھی ساتھ تھا
ہمدرد ایک بھی نہیں حالِ تباہ میں
اب لاج میری روزِ جزا تیرے ہاتھ ہے
بخشش کی کوئی راہ نہیں ہے نگاہ میں
تم ہی چمن ہو ، تم ہی چمن کی بہار ہو
تم ہی کو دیکھتی ہے نظر مہر و ماہ میں
کیا تم نے اپنے رخ سے الٹ دی ہے پھر نقاب
اک حشر سا بپا ہے جہانِ تباہ میں
شاید اسی سبب ہوں میں دنیا میں سربلند
سر میرا جھک گیا ہے تری بارگاہ میں
اس چشمِ التفات کے قربان جایئے
صادقؔ بنا دیا ہے مجھے اک نگاہ میں

زباں پر بارہا یوں تو خدا کا نام آتا ہے
بھروسہ شرط ہے اے دل بھروسہ کام آتا ہے
نہ تڑپوں کس طرح اب ضبط کی طاقت نہیں دل میں
تڑپتا ہوں تو میرے عشق پر الزام آتا ہے
بہت دیکھے ہیں ہم نے دعویدارانِ محبت بھی
وہ اپنا ہے مصیبت میں جو اپنے کام آتا ہے
دمِ آخر مسلسل ہچکیاں آئیں تو میں سمجھا
بلاوا اس طرح آتا ہے یوں پیغام آتا ہے
مری تقدیر کی گردش بدل دیتی ہے رخ اس کا
تمہاری بزم میں مجھ تک جو کوئی جام آتا ہے
مسلسل تجرباتِ زندگی سے میں یہ سمجھا ہوں
اگر کچھ کام آتا ہے تو تیرا نام آتا ہے
سکونِ دل کی تجھ کو آرزو ہے کس لئے صادقؔ
کوئی دنیا میں اے ناداں پئے آرام آتا ہے

کشتیِ دل ہے طوفان ہے
اب خدا ہی نگہبان ہے
میں ہوں عصیاں کا طوفان ہے
پھر بھی بخشش کا سامان ہے
چاک میرا گریبان ہے
اور کوئی پشیمان ہے
ان کے آنے کا امکان ہے
یوں بھی جینے کا ارمان ہے
آپ کا جو بھی فرمان ہے
وہ مرا دین و ایمان ہے
راہِ ہستی ہے مشکل مگر
حوصلہ ہو تو آسان ہے
زندگی زندگی بن گئی
یہ محبت کا احسان ہے
ہے اسیرِ فریبِ ہوس
آدمی کتنا نادان ہے
میں تو بندہ ہوں محتاج ہوں
بے نیازی تری شان ہے
آ بھی جاؤ کہ بیمارِ غم
چند لمحوں کا مہمان ہے
شکر کرنا ہر اک حال میں
بندۂ عشق کی شان ہے
ہر قدم ہیں نئے حادثے
زندگی ہے کہ طوفان ہے
کیفِ بادہ ہے صادقؔ نصیب
چشمِ ساقی کا فیضان ہے

آپ سے منسوب کچھ ایسے بھی دیوانے ہوئے
جن کی لغزش سے مرتب لاکھ افسانے ہوئے
چشمِ ساقی کے میسر جن کو پیمانے ہوئے
واقفِ اسرارِ دو عالم وہ مستانے ہوئے
ایک ہم ہیں جو ترستے ہی رہے اک جام کو
ایک وہ جن کو عطا لبریز پیمانے ہوئے
وہ تمھارا آسرا چھوڑیں تو پھر جائیں کہاں
جو تمھارے عشق میں دنیا سے بیگانے ہوئے
ہم نہ تھے آگاہ سوزِ عشق کے انجام سے
کچھ سمجھ میں آگیا جب خاک پروانے ہوئے
ہر طرح برباد جب اس دل کی دنیا ہوگئی
پھر کہیں آباد اس بستی میں ویرانے ہوئے
مل رہے ہیں مجھ کو صادقؔ جام ہائے تلخ و تیز
ساقیِ محفل ہے میرا ظرف پہچانے ہوئے

جس پہ تمھارا لطفِ فراواں نہیں رہا
شاداب اس کے دل کا گلستاں نہیں رہا
بندہ نوازیوں پہ تری مجھ کو ناز ہے
وہ غم دیئے کہ میں تہی داماں نہیں رہا
برباد کر دیا ہے حوادث نے میرا دل
یہ گھر بھی اب تو قابلِ مہماں نہیں رہا
اب کیا تری نگاہ ستم آزما نہیں
افسردہ زخم ہیں کہ نمکداں نہیں رہا
اے چارہ ساز کیوں ترا چہرہ اُداس ہے
کیا میرے درد کا کوئی درماں نہیں رہا

رویا ہوں اس قدر میں کسی کے فراق میں
اک اشک بھی تو اب سرِ مژگاں نہیں رہا
وہ زخم دل پہ ان کی محبت میں کھائے ہیں
صادقؔ ملالِ گردشِ دوراں نہیں رہا

تمھارے ہجر کے غم میں ہماری آنکھ پُرنم ہے
بیاں اب ہو نہیں سکتا جو اپنے دل کا عالم ہے
اُداسی موت کی چھائی ہوئی ہے نبض مدھم ہے
چلے آؤ کہ اب بیمارِ غم کا آخری دم ہے
محبت حاصلِ دیں ہے محبت حاصلِ دنیا
محبت ہی کی مجھ کو جستجو ہے اور پیہم ہے
ہزاروں حادثے گذریں ہزاروں انقلاب آئیں
محبت جب مری دنیا میں تو ہے مجھ کو کیا غم ہے
جو غم مجھ کو میسر ہے تمھارے عشقِ صادقؔ میں
وہ میری آرزوئے زندگی سے تو بہت کم ہے

سر جھکا لیتے ہیں جو تیری خوشی کے سامنے
وہ پشیماں ہو نہیں سکتے کسی کے سامنے
فرطِ غم میں بھی ہمیں پاسِ وفا اتنا تو ہے
پی لئے ہیں اشک جب آئے کسی کے سامنے
جو عطا ہوگی محبت میں مجھے مٹنے کے بعد
ہیچ ہے یہ زندگی اُس زندگی کے سامنے
کیسے کیسے مرحلے ہیں کیسے کیسے حادثے
بندۂ مہر و وفا کی زندگی کے سامنے
جس کی نظروں نے نوازا اضطراب و درد سے
جذبۂ دل پھر مجھے لے چل اُسی کے سامنے
مجھ تہی دست و تہی دامن کی ہے کیا حیثیت
بندہ پرور آپ کی دریا دلی کے سامنے
ضبطِ پیہم پر بھی اے صادقؔ چھلک جاتے ہیں اشک
غم چھپائے بھی نہیں چھپتا کسی کے سامنے

محبت کس کو کہتے ہیں یہ پروانوں سے پوچھوں گا
جنونِ عشق کی باتیں ہیں دیوانوں سے پوچھوں گا
بجھائی پیاس جس نے پاؤں کے چھالوں سے کانٹوں کی
ہے ایسا کون دریا دل بیابانوں سے پوچھوں گا
اگر یہ داغِ دل بن کر فروزاں ہو نہیں سکتے
تو پیدا کس لئے ہوتے ہیں ارمانوں سے پوچھوں گا
سوا خونِ جگر، خونِ تمنا، خونِ حسرت کے
کیا کس نے تمھیں رنگین، افسانوں سے پوچھوں گا
محبت کی حقیقت سے خرد مندوں کو کیا نسبت
رموزِ عشق کیا ہیں تیرے دیوانوں سے پوچھوں گا
مجھے معلوم ہیں آدابِ میخانہ مرے ساقی
نہیں میں ایسا دیوانہ جو فرزانوں سے پوچھوں گا
ہزاروں بیکسوں کی زندگی پر موت ہنستی ہے
ہوا کیا جذبۂ ایثار انسانوں سے پوچھوں گا
غریبوں کا لہو ہے کس قدر تعمیر میں اُن کی
مری ہمت سلامت ہے تو ایوانوں سے پوچھوں گا
وہ جن کی لغزشِ مستانہ سے دنیا بدلتی ہے
کہاں وہ رند ہیں صادقؔ یہ میخانوں سے پوچھوں گا

جس قدر راہِ محبت میں الم آتے ہیں
میری حسرت مرے ارمان سے کم آتے ہیں
قابلِ نذر ہمیں اور تو ہدیہ نہ ملا
نقدِ دل لے کے تری بزم میں ہم آتے ہیں
یوں چھپا رکھے ہیں سینے میں ترے عشق کے داغ
کام الفت میں یہی دام و درم آتے ہیں
ہیں ضیا بار فقط تیرے نشانِ کفِ پا
راہ میں یوں تو بہت نقشِ قدم آتے ہیں
اپنی ناکامیِ پیہم سے تو مایوس نہ ہو
اک مسرت کے لئے سینکڑوں غم آتے ہیں
لاج یارب مری کوتاہیِ دامن کی رہے
وہ مری سمت باندازِ کرم آتے ہیں
خونِ دل، خونِ جگر جن میں نہ ہو اے صادق
ایسے آنسو تو مری آنکھ میں کم آتے ہیں

جو عشق کرتے ہیں تم سے جو پیار کرتے ہیں
وہ اپنی جان بھی تم پر نثار کرتے ہیں
مزا تو جب ہے کہ ہو بندگی بقیدِ وفا
کہ یوں تو کرنے کو سجدے ہزار کرتے ہیں
جو تیرے عشق کو سمجھے ہیں مدعائے حیات
جنوں میں طے وہ ہر اک رہگذار کرتے ہیں
کبھی ہم اشک بہاتے ہیں اپنے عصیاں پر
کبھی تمھارے کرم کا شمار کرتے ہیں
مجھے بھی دردِ محبت عطا ہو بندہ نواز
اگر کچھ آپ مرا اعتبار کرتے ہیں
نصیب ہوتا نہیں جو کسی شراب سے بھی
مجھے نظر سے عطا وہ خمار کرتے ہیں
سنبھل سکوں نہ میں صادقؔ تو یہ مری قسمت
وہ ہر قدم پہ مجھے ہوشیار کرتے ہیں

وہ مرے دل میں ہوئے کیا میہماں
ہو گیا روشن چراغِ آشیاں
آرزوئے سجدہ ریزی کے نثار
مل گیا مجھ کو تمھارا آستاں
پاسِ آدابِ محبت دیکھیے
سامنے ان کے نہیں کھلتی زباں
دل ہے کہنے کے لئے چھوٹی سی چیز
اور وسعت میں ہے مثلِ آسماں
چار تنکوں کا مقدر دیکھیے
برق کرتی ہے طوافِ آشیاں
جانتے ہیں وہ مرا حالِ زبوں
اُن سے کیا کہنی ہے غم کی داستاں
اے محبت یہ ترا احسان ہے
مٹ گیا اندیشۂ سود و زیاں
جب کسی کی یاد آتی ہے مجھے
اشک ہو جاتے ہیں آنکھوں سے رواں
ہر نفس ہے آزمائش ظرف کی
ہر قدم ہوتا ہے میرا امتحاں
عاشقِ صادقؔ کی یہ پہچان ہے
وہ کبھی کرتا نہیں آہ و فغاں

نسبتِ پیرِ طریقت کے طفیل
کھل گئے صادقؔ پہ اسرارِ نہاں

ازل ہی سے جسے کچھ جذبۂ رندانہ ملتا ہے
اسی کو چشمِ ساقی سے کوئی پیمانہ ملتا ہے
خدا جانے حرم تک کب ہمارا قافلہ پہنچے
ابھی تو ہر قدم پر ہم کو اک بتخانہ ملتا ہے
کچھ اس صورت سے مٹ کر رہ گئیں میری تمنائیں
ہر اک گوشہ دلِ ناکام کا ویرانہ ملتا ہے
خرد مندانِ عالم اپنا دامن کھینچ لیتے ہیں
قریبِ دار اگر ملتا ہے تو دیوانہ ملتا ہے
انھیں میں سے سمجھ لیں آپ اک منصور کا قصہ
جہاں والوں میں جن سے کچھ مرا افسانہ ملتا ہے
یہ نعمت ہر کس و ناکس کی قسمت میں نہیں صادقؔ
مبارک ہیں وہی جن کو غمِ جانانہ ملتا ہے

دروغ گوئی سے مجھ کو نفرت جو سچ کہوں تو اماں نہیں ہے
وہ اپنے دل میں سمجھ رہے ہیں کہ میرے منہ میں زباں نہیں ہے
خدا رکھے ضبطِ سوزِ غم کو مجالِ آہ و فغاں نہیں ہے
لیا ہے اُس آگ کا سہارا کہ جل رہا ہوں دھواں نہیں ہے
مجھی سے گل چیں کو ہے عداوت مجھی سے برہم ہے باغباں بھی
چمن کی ہر چیز ہے چمن میں مگر مرا آشیاں نہیں ہے
نہ گائے کیوں بلبلوں نے نغمے نہ کیوں چمن پر نکھار آیا
ابھی تو ہے فصلِ گل کا سایہ ابھی تو دورِ خزاں نہیں ہے
وہ مجھ کو الزام دے رہے ہیں وفا کا انعام دے رہے ہیں
مرے مٹانے کی سعیِ پیہم ہے یہ مرا امتحاں نہیں ہے
جنونِ الفت کی خیر یارب یہ جذبۂ دل رہے سلامت
میں ایسی راہوں میں کھو گیا ہوں نشانِ منزل جہاں نہیں ہے
مجھے تو اس بات کی خوشی ہے شعور زندہ ہے بندگی کا
وہاں بھی سجدے کئے ہیں میں نے جہاں ترا آستاں نہیں ہے
چمن کی رعنائیوں سے گذرے گلوں کی رنگینیاں بھی دیکھیں
یقیں ہے صادقؔ تو غور کر لے وہ جلوہ فرما کہاں نہیں ہے

ان کی نظر کے دل تک پیکان آرہے ہیں
صد شکر اپنے گھر میں مہمان آرہے ہیں
ہر امتحاں پہ میری فطرت یہ کہہ رہی ہے
جتنے بھی مرحلے ہیں آسان آرہے ہیں
اے حسنِ ناز اب تو رخ سے نقاب الٹ دے
دیوانے تجھ پہ ہونے قربان آرہے ہیں
کیا میرا شیشۂ دل اب چور ہو گیا ہے
آنکھوں میں کیوں لہو کے طوفان آرہے ہیں
جلوے کی آرزو میں جو طور تک گئے تھے
وہ آئینے کی صورت حیران آرہے تھے
احسان اے اجل کر کچھ دیر تو ٹھہر جا
جن کا نہیں تھا کوئی امکان، آرہے ہیں
جن کو نظر سے صادقؔ ساقی نے ہے پلادی
بن کر وہ میکدے سے انسان آرہے ہیں

تیرے دیوانے سے بڑھ کر کون ہوگا ہوش میں
ہیں ہزاروں راز اس کے اک لبِ خاموش میں
کیا خبر کیا کہہ گیا ہے وہ جنوں کے جوش میں
تذکرہ ہے تیرے دیوانے کا اہلِ ہوش میں

درد و غم، ارمان و حسرت، یاس و حرماں، اضطراب
مجھ کو سب کچھ مل گیا ہے عشق کی آغوش میں
مٹ گئی دل کے ہر اک گوشہ سے دنیا کی ہوس
اب محبت ہی محبت ہے مری آغوش میں
جن کو صادق چشمِ ساقی سے ملا ہے کوئی جام
وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے جہانِ ہوش میں

آ گیا راس عشقِ جانانہ
اک جہاں کہہ رہا ہے دیوانہ
آشنا سب سے پھر بھی بیگانہ
زندگی ہے عجیب افسانہ
اب گماں تک نہیں ہے ہستی کا
ہے تصور میں روئے جانانہ
تم ہی تم ہو مری نگاہوں میں
کوئی اپنا ہے اب نہ بیگانہ
پھر وہی اک نگاہ ہوش ربا
ہوش میں آ رہا ہے دیوانہ
بڑھتی جاتی ہے اور تشنہ لبی
جتنی پیتا ہے تیرا مستانہ
جلوۂ حسن کے تمنائی
پہلے طے کر مقامِ پروانہ
تشنہ لب ہوں میں ایک مدت سے
رخ ادھر بھی ہو پیرِ میخانہ
اب نمازِ وفا ادا ہوگی
مل گیا نقشِ پائے جانانہ

کس مسرت سے جان دیتا ہے
تم نے دیکھا بھی عزمِ پروانہ
ہو عطا دردِ عشق صادق کو
آپ کی شان ہے کریمانہ

نگہِ لطف سے حالات بدل سکتے ہیں
بندۂ عشق کے دن رات بدل سکتے ہیں
چشمِ گریاں سے رواں ہے غمِ فرقت میں لہو
آپ یہ موسمِ برسات بدل سکتے ہیں
میری جانب سے نظر پھیر کے جانے والے
اس طرح کیا مرے جذبات بدل سکتے ہیں
آپ فرمائیں اگر مجھ پہ عنایت کی نظر
میری تقدیر کے دن رات بدل سکتے ہیں
چشمِ ساقی کا جو ادنیٰ سا اشارہ ہوجائے
بادہ کش اپنی روایات بدل سکتے ہیں
سازِ ہستی کو ذرا عشق کی مضراب سے چھیڑ
دل کی دنیا یہی نغمات بدل سکتے ہیں
جن کے دل ان کی محبت سے ہیں روشن صادقؔ
وہ زمانے کے خیالات بدل سکتے ہیں

مانگوں میں کچھ کسی سے ضرورت ہے کیا مجھے
دیتا ہے دستِ غیب سے میرا خدا مجھے
اپنوں نے بھی فریب دیئے بارہا مجھے
تیرے سوا کسی کا نہیں آسرا مجھے
دنیا بھلا چکی ہے مجھے یہ درست ہے

یہ تو نہیں کہ بھول گیا ہے خدا مجھے
مجھ سے خفا وہ عرضِ تمنا پہ ہوگئے
مل تو رہی ہے اپنے کئے کی سزا مجھے
دیوانگیٔ عشق کے قربان جایئے
ساری خدائی کہنے لگی آپ کا مجھے
کعبے میں بتکدے میں کروں جا کے کیا تلاش
دل ہی میں مل گیا ہے تمہارا پتا مجھے
صادق یہ کہہ رہا ہوں میں اس حسنِ ناز سے
اپنی نگاہ مست سے بیخود بنا مجھے

جنوں میرے لئے اک دن قرارِ دل نہ بن جائے
یہ طوفاں بڑھتے بڑھتے دامنِ ساحل نہ بن جائے
وہ دانستہ گذر جاتے ہیں نظریں پھیر کر یوں بھی
ہماری چشمِ حسرت کاسۂ سائل نہ بن جائے
ابھی تک میں حقیقت عشق کی اتنی ہی سمجھا ہوں
محبت کچھ نہیں ہے درد جب تک دل نہ بن جائے
کہیں ایسا نہ ہو اپنے کئے پر ہو پشیمانی
تری مشقِ ستم سے میرا مستقبل نہ بن جائے
تمہاری بے نیازی سے کہیں یہ انجمن دل کی
غم و اندوہ و درد و یاس کی محفل نہ بن جائے
گذرتا ہوں میں یوں دامن کشاں ہر بزمِ عشرت سے
تن آسانی کہیں میرے لئے مشکل نہ بن جائے
اگر پڑ جائے دل پر پرتوِ حسنِ ازل صادق
زمانے کے لئے کیا آئینہ یہ دل نہ بن جائے

برباد کرکے دل کو آباد کر رہے ہیں
سب کچھ بھلا چکے ہیں اب یاد کر رہے ہیں
آنسو بہا بہا کر دل شاد کر رہے ہیں
محکم تمہارے غم کی بنیاد کر رہے ہیں
اب امتحاں کی منزل آسان ہوگئی ہے
وہ ہر قدم پہ میری امداد کر رہے ہیں
جب اپنے دل کو غم کا خوگر بنا چکا ہوں
اب قیدِ غم سے مجھ کو آزاد کر رہے ہیں
نیرنگیٔ جہاں کو حیرت سے تک رہا ہوں
لطف و کرم کے عادی بیداد کر رہے ہیں
میں نے انہیں کو اپنا رہبر بنا لیا ہے
نقشِ قدم تمہارے امداد کررہے ہیں
اس شمع رو سے ہر دم اب لو لگی ہوئی ہے
ہر سانس اس کو صادق ہم یاد کر رہے ہیں

رہِ وفا میں وہ ہنگام آہی جائے گا
کہ ان کے لب پہ مرا نام آہی جائے گا
بقدرِ ظرف کوئی جام آہی جائے گا
کسی کے بعد مرا نام آہی جائے گا
اسی امید پہ اب زندگی گذرتی ہے
کبھی تو آپ کا پیغام آہی جائے گا
چھپا لیا ہے جسے دل میں وہ ترا غم ہے
یہ زندگی میں کبھی کام آہی جائے گا
قفس کا رزق مقدر میں جس کے لکھا ہے
وہ بد نصیب تہِ دام آہی جائے گا

الجھ رہے ہیں گھڑی بھر کو تار ہائے نفس
پھر اس کے بعد تو آرام آہی جائے گا
جہاں نہ کام کوئی آسکے گا اے صادقؔ
مرا یقین مرے کام آہی جائے گا

حاصل کمالِ غم سے ہوئی ہے خوشی مجھے
بے اختیار آتی ہے اب تو ہنسی مجھے
لے آئی اس مقام پہ دیوانگی مجھے
ہر شخص ہو گیا ہے جہاں اجنبی مجھے
تم بھول کر بھی یاد نہ آتے کبھی مجھے
اچھا کیا کسی کی محبت نہ دی مجھے
جس کی مجھے تلاش بھی تھی آرزو بھی تھی
راہِ وفا میں مل گئی وہ زندگی مجھے
جتنی قریب ہوتی گئی جلوہ گاہِ دوست
دیتی گئی پیامِ جنوں عاشقی مجھے
ہنگامِ نزع ہے وہ عیادت کو آئے ہیں
وہ وقت ہے کہ پیار کرے زندگی مجھے
صادقؔ جنونِ عشق کی تکمیل ہوگئی
دیوانہ کہہ رہا ہے ہر اک آدمی مجھے

حسن پردے میں سہی پھر بھی ہے شہرت کیسی
ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے حقیقت کیسی
اس طرح روٹھ گئے وہ کہ منائے نہ منے
مجھ سے برگشتہ ہوئی ہے مری قسمت کیسی
اب تو ہر راہ سے بے خوف گذر جاتا ہوں
کام آئی مری ٹوٹی ہوئی ہمت کیسی

زندگی بھر غمِ دنیا سے فراغت نہ ملی
جس کو تم یاد نہ آؤ اسے فرصت کیسی
مجھ سا آیا نہ مرے بعد کوئی اہلِ وفا
رو رہی ہے مجھے دنیائے محبت کیسی
ان کے کوچے کی گدائی ہے مقدر جس کا
اس تونگر کے لئے دولت و حشمت کیسی
دل پہ صادقؔ جو گذرتی ہے گذر جانے دے
شکر کر شکر محبت میں شکایت کیسی

ہوش مندوں میں جسے دیوانہ سمجھا جائے ہے
بات اتنی ہے وہ اپنے آپ کو پا جائے ہے
کیا خبر دل کو مرے کیا حادثہ پیش آگیا
ساری دنیا سے اسے بیگانہ دیکھا جائے ہے
کیا بتائیں کیا گذرتی ہے دلِ رنجور پر
مسکرا کر جب ہمارا حال پوچھا جائے ہے
ہاں اگر چشمِ بصیرت ہو تو کچھ اندازہ کر
حال و ماضی ہی سے مستقبل کو دیکھا جائے ہے
دیکھیے ہوتا ہے اس آغاز کا انجام کیا
اس کی ہستی سے بشر انکار کرتا جائے ہے
عشق کی دنیا میں شاید انقلاب آنے لگا
تیرا صادقؔ اب تری تصویر بنتا جائے ہے

مرا ذوقِ سجدہ ریزی مجھے لے گیا کہاں تک
کبھی ان کے نقشِ پا تک کبھی ان کے آستاں تک
یہ خیال تھا کہوں گا غمِ دل کا ماجرا میں
ترے رو برو جو آیا نہ کھلی مری زباں تک

مرا قصۂ محبت تری ذاتِ پاک سے ہے
کوئی کس طرح نہ پہنچے مرے غم کی داستاں تک
مری حسرتیں ہی کیا تھیں مری کوششیں ہی کیا تھیں
میں ترے کرم سے پہنچا ترے سنگِ آستاں تک
ہیں قدم قدم پہ صدمے ہیں نفس نفس حوادث
ہے وفا کا پاس صادقؔ نہیں لب پہ جو فغاں تک

ہر ادا ڈوبی ہوئی ہے حسن کی تنویر میں
تو نہیں ہے اور سب کچھ ہے تری تصویر میں
اپنی مرضی سے کوئی اک سانس لے سکتا نہیں
ہر نفس ہے اختیارِ کاتبِ تقدیر میں
درد کی دولت سے مالا مال کر دیتے مجھے
یہ سعادت اور لکھ دیتے مری تقدیر میں
قبر پر میری کوئی دامن کشاں آیا تو ہے
آج بھی کتنی کشش ہے خاکِ دامنگیر میں
مجھ کو دنیا کے ہر اک غم سے کیا ہے بے نیاز
اے محبت باندھ کر تو نے مجھے زنجیر میں
اس نے اے صادقؔ محبت آزمانے کے لئے
گردشیں لکھ دیں دو عالم کی مری تقدیر میں

جنہیں پینے مئے عرفاں کے پیمانے نہیں آتے
مرے ساقی کی محفل میں وہ دیوانے نہیں آتے
اسی باعث تو اب گردش میں پیمانے نہیں آتے
وہ جن کے دم سے میخانہ ہے میخانے نہیں آتے
بدل دیتی ہے جن کی لغزشِ پا قسمتِ عالم
مرے ساقی نظر وہ تیرے مستانے نہیں آتے
چراغِ زندگی ہو جس کا روشن تیرے پرتو سے
مثالِ شمع کیا پھر اس پہ پروانے نہیں آتے
زمانے سے زمانہ کہہ رہا ہے داستاں میری
مگر میری زباں پر میرے افسانے نہیں آتے
جو لکھے ہی نہ ہوں روزِ ازل قدرت نے قسمت میں
کسی تدبیر سے بھی ہاتھ وہ دانے نہیں آتے
اگر طوفِ حرم کی آرزو دل میں نہ ہو صادقؔ
نظر منزل بہ منزل پھر صنم خانے نہیں آتے

ترے میکدے میں ساقی مئے ناب کون سی ہے
جسے پی کے ہوش آئے وہ شراب کون سی ہے
تمہیں اپنے دل میں پایا تمہیں دہر میں بھی دیکھا
جو رہی تمہارے رخ پر وہ نقاب کون سی ہے
جہاں ہفت آسماں بھی ہیں ادب سے سر جھکائے
یہ سمجھ لیا ہے میں نے وہ جناب کون سی ہے
جسے پی کے زندگی پر کھلیں رازِ ہر دو عالم
ہو عطا مجھے بھی ساقی وہ شراب کون سی ہے
کبھی آئینہ بھی لے کر یہ مشاہدہ کیا ہے
نظر آتی ہے جو صورت وہ جناب کون سی ہے
مجھے دو جہاں سے جس نے کیا بے نیاز صادقؔ
نہیں وہ شرابِ عرفاں تو شراب کون سی ہے

اگر دل آپ کا مسکن نہ ہوتا
چراغِ آرزو روشن نہ ہوتا
نہ آتے تم جو میری زندگی میں
شگفتہ زیست کا گلشن نہ ہوتا

گذرتا سخت راہوں سے میں کیونکر
جو ہاتھوں میں ترا دامن نہ ہوتا
تمہارے در پہ جو سجدے نہ ہوتے
کبھی داغِ جبیں روشن نہ ہوتا
توجہ ان کی جو پیہم نہ ہوتی
کبھی صادقؔ کا دل روشن نہ ہوتا

ہم ان کے خیالات کو بہتر نہیں کہتے
انساں کو جو انساں کے برابر نہیں کہتے
کیوں کر میں انہیں رند کہوں اپنی زباں سے
ساقی تری آنکھوں کو جو ساغر نہیں کہتے
یہ بات سمجھتے ہیں فقط اہلِ محبت
وہ دل ہی نہیں جس کو ترا گھر نہیں کہتے
اللہ نے بخشا ہے یہ اعزاز بشر کو
رتبہ میں کسی اور کو برتر نہیں کہتے
جو موجِ حوادث سے نہ ٹکرائے اسے ہم
دریائے محبت کا شناور نہیں کہتے
جس کو نہ ملے سوزِ غمِ عشق کی دولت
صادقؔ اسے تقدیر کا یاور نہیں کہتے

محبت میں دلِ ناداں سکوں پایا نہیں کرتے
محبت جن کی صادق ہے وہ گھبرایا نہیں کرتے
پلا دیتا ہے جن کو آپ اپنے ہاتھ سے ساقی
سنا ہے یہ کبھی وہ ہوش میں آیا نہیں کرتے
دل و جاں ، دین و ایماں نذر کر راہِ محبت میں
جو سب کچھ کھو نہیں سکتے وہ کچھ پایا نہیں کرتے
شکستہ حوصلوں سے کشتیِ دل ڈوب جاتی ہے
کنارے تک اسے طوفانِ غم لایا نہیں کرتے
زہے تقدیر صادقؔ ان کا غم میرا مقدر ہے
یہ دولت طالبِ دنیا کبھی پایا نہیں کرتے

حقیقت میں کرم ہے آپ ہی کا
نہیں احساں مرے سر پر کسی کا
زمانے بھر کو تو دشمن بنالے
تقاضا ہے یہ ان کی دوستی کا
تمہاری یاد میں ہر سانس گذرے
یہی مقصد ہے میری زندگی کا
ہجومِ رنج و غم ہے اور میں ہوں
کوئی لمحہ نہیں آتا خوشی کا
زمانے کی فضا بدلی ہے لیکن
وہی عالم ہے ان کی بے رخی کا
محبت میں جو مٹ جائے گا صادقؔ
رہے گا نام بھی زندہ اسی کا

اربابِ وفا شکوۂ قسمت نہ کریں گے
بے مہریِ دنیا کی شکایت نہ کریں گے
یہ ہم کو یقیں ہے انہیں معلوم ہے سب کچھ
ہم ان سے بیاں اپنی حکایت نہ کریں گے
تاریک رہے گا مرا غم خانۂ ہستی
روشن وہ اگر شمعِ محبت نہ کریں گے
بے کیف رہے گی مری دنیائے محبت
اس دل پہ اگر آپ حکومت نہ کریں گے

مجھ کو بھی تو کچھ آپ سے امیدِ کرم ہے
کیا آپ عطا دردِ محبت نہ کریں گے
کھائے ہیں فریب اتنے ہر اک گام پہ صادقؔ
دنیا پہ بھروسہ کسی صورت نہ کریں گے

دلِ برباد یوں آباد بھی ہے
کہ اب اس میں تمہاری یاد بھی ہے
مری ایذا پسندی کچھ نہ پوچھو
قفس میں ہوں تو کچھ دل شاد بھی ہے
مجھے خاموش رہنے دو نہ چھیڑو
مرا نغمہ مری فریاد بھی ہے
مجھی پر ملتفت ہے آسماں بھی
مجھی پر مہرباں صیاد بھی ہے
بہاروں کے لئے جو مضطرب تھا
اسی کا آشیاں برباد بھی ہے
زہے قسمت کہ میرا خانۂ دل
تمہارے درد سے آباد بھی ہے
اگر سمجھے کوئی افسانۂ دل
تو صادقؔ عشق کی روداد بھی ہے

صلے نصیب ہوئے یہ مری وفا کے مجھے
وہ دیکھتے بھی نہیں اب نظر اٹھا کے مجھے
نہ ڈگمگائے کبھی میرے پائے استقلال
بدل سکا نہ کوئی انقلاب آ کے مجھے
وہ میرے عزم کو پائیں گے اور مستحکم
ہزار بار بھی دیکھیں جو آزما کے مجھے

اس التفات پہ جتنا بھی شکر ہو کم ہے
شرف عطا جو کیا ہے بشر بنا کے مجھے
تمام عمر اسی آرزو میں رولوں گا
زہے نصیب جو دیکھیں وہ مسکرا کے مجھے
کبھی وہ درد سے صادقؔ نواز بھی دیں گے
یہ اور بات کہ دیکھیں گے آزما کے مجھے

محبت ہی کو پھر وہ رہبرِ منزل بھی دیکھیں گے
خوشی کے ساتھ جو اس راہ کی مشکل بھی دیکھیں گے
جنہوں نے حال و ماضی کی حقیقت کو نہیں سمجھا
تو یہ سمجھو کہ وہ تاریک مستقبل بھی دیکھیں گے
اسی امید پر اب زندگی کے دن گذرتے ہیں
کبھی تو جذبۂ ایثار کا حاصل بھی دیکھیں گے
گذر تو جائیں پہلے عشق کی راہوں سے دیوانے
ترے جلووں سے پھر آباد اپنا دل بھی دیکھیں گے
ابھی تک تو انہیں کچھ مہرباں پایا نہیں ہم نے
کہاں تک کام آتا ہے خلوصِ دل بھی دیکھیں گے
محبت میں نہ گھبرا غم کے طوفانوں سے اے صادقؔ
جو ان کے آسرے پر ہیں وہی ساحل بھی دیکھیں گے

عشق میں ایسا گم ہو جاؤں
دنیا ڈھونڈے ہاتھ نہ آؤں
ان کی محبت کا یہ تقاضا
مرنے سے پہلے مر جاؤں
غم کا فسانہ غم کی کہانی
کون سنے گا کس کو سناؤں

کیا گذری ہے عشق میں دل پر
اہلِ خرد کو کیا سمجھاؤں
میں نے پی ہے ان کی نظر سے
صادقؔ کیسے ہوش میں آؤں

مجھ کو احساس ہے برا ہوں میں
پھر بھی بندہ تو آپ کا ہوں میں
سوزِ الفت میں سازِ ہستی پر
نغمۂ غم سنا رہا ہوں میں
عشق میں ان کی خاکِ پا ہو کر
کچھ نہ پوچھو کہ کیا بنا ہوں میں
جذبۂ شوق ہوگیا کامل
ہر طرف تجھ کو دیکھتا ہوں میں
پوچھتے کیا ہو مدعا میرا
آپ ہی کو تو چاہتا ہوں میں
ان کے نقشِ قدم پہ رکھ کے جبیں
اپنی قسمت بنا رہا ہوں میں
مجھ پہ صادقؔ کرم ہے ساقی کا
چشمِ میگوں سے پی رہا ہوں میں

صبحِ ہستی کی شام ہوتی ہے
اپنی منزل تمام ہوتی ہے
اس میں ہوتے ہیں نالہ و فریاد
وہ محبت جو خام ہوتی ہے
وقت کی طرح یہ جوانی بھی
کس قدر تیزگام ہوتی ہے
بار ہوتا ہے لطفِ آزادی
ذہنیت جب غلام ہوتی ہے
دور آتا ہے جب مصیبت کا
زندگی تلخ کام ہوتی ہے
آج آتی ہے جو خوشی صادقؔ
کل کے غم کا پیام ہوتی ہے

جو دیوانہ تمہارے نام سے مشہور ہوتا ہے
حقیقت میں وہ اپنے وقت کا منصور ہوتا ہے
شرابِ معرفت سے جس کا دل معمور ہوتا ہے
وہی مسرور ہوتا ہے وہی مخمور ہوتا ہے
نقابِ رخ اٹھا کر وہ چلے آتے ہیں محفل میں
ہمارے ظرف کا جب امتحاں منظور ہوتا ہے
تری چشمِ توجہ سے بصیرت جس کو ملتی ہے
اسی کا دل منوّر مثلِ شمعِ طور ہوتا ہے
نہیں معلوم کیا ایسی کشش ہے حسنِ فطرت میں
محبت کے لئے ہر آدمی مجبور ہوتا ہے
ہر اک شے مجھ کو دنیا کی حسیں معلوم ہوتی ہے
تصور میں تمہارا جب رخ پر نور ہوتا ہے
مری نا کامیاں ہیں آج بھی اس بات کی شاہد
وہی ہوتا ہے جو صادقؔ انہیں منظور ہوتا ہے

اگر تو رہبرِ کامل نہ ہوتا
تو میں آسودۂ منزل نہ ہوتا
اگر تیرا کرم شامل نہ ہوتا
مقامِ زندگی حاصل نہ ہوتا

جو تیری ذات پر رکھتے بھروسہ
تو کوئی کام بھی مشکل نہ ہوتا
اگر تم ناخدا بن کر نہ آتے
سفینہ بھی لبِ ساحل نہ ہوتا
مجھے صادقؔ ہے ان سے عشقِ صادق
مجھے کیوں کیفِ غم حاصل نہ ہوتا

دل ہی جب خود لے کے زیرِ دام آتا ہے مجھے
کیوں خیالِ گردشِ ایام آتا ہے مجھے
عشق پر الزام آجانے کا رہتا ہے خیال
ورنہ خوں رونا دلِ ناکام آتا ہے مجھے
وہ مری دنیا ہے میرا دیں مرا ایمان ہے
ہر نفس جو آپ کا پیغام آتا ہے مجھے
ورد رکھتا ہوں ہمیشہ آپ ہی کے نام کا
زندگی میں اک یہی تو کام آتا ہے مجھے
کرب بڑھ جاتا ہے صادقؔ اور دل کا اضطراب
جب خیالِ حسرتِ ناکام آتا ہے مجھے

دل میں تمہارا دردِ محبت ہے کم ابھی
کچھ اور بھی عطا ہو مجھے سوزِ غم ابھی
اے آفتابِ صبح ذرا لے تو دم ابھی
افسانہ کہہ رہے ہیں ستاروں سے ہم ابھی
ساقی تری نظر سے اگر جام ہو عطا
پائیں نجات گردشِ دوراں سے ہم ابھی
کچھ اور دیر ٹھہر تصور میں حسنِ ناز
تصویر بن سکے نہ محبت میں ہم ابھی

خاموش ہو نہ جائے مرے بعد دیکھنا
روشن ہے میرے دم سے، چراغِ حرم ابھی
دو ایک ہچکیوں کی ہے محتاج زندگی
آجاؤ تم کہ ہے مری آنکھوں میں دم ابھی
کیوں کر وہ سر بلند ہو دونوں جہان میں
جس کی جبیں نہیں ہے ترے در پہ خم ابھی
صادقؔ ہمارا دل ہے اسی غم سے پائمال
دنیا بدل گئی نہیں بدلے تو ہم ابھی

محبت سے ہر اک تاریک دل کو جگمگانا ہے
مجھے اس دور کے انسان کو انساں بنانا ہے
محبت میں خیالِ غیر سے دامن بچانا ہے
مجھے اس طرح اپنے دل کو آئینہ بنانا ہے
بقیدِ نقشِ پائے دوست اپنا سر جھکانا ہے
مجھے اپنی جبینِ شوق کو یوں جگمگانا ہے
مٹاتا ہوں ہر اک نقشِ ہوس کو اس لئے دل سے
کہ تیری آرزو کو زیست کا حاصل بنانا ہے
ترے دم سے تو پیدا زندگی میں کیفیت ہوگی
تجھے اے دردِ الفت میری رگ رگ میں سمانا ہے
جہاں کی ٹھوکریں کھا کر تمہارے در پہ آیا ہوں
تمہیں کو اب تو میرا بختِ خوابیدہ جگانا ہے
محبت میں غرض سود و زیاں سے کچھ نہیں صادقؔ
مجھے راہِ وفا میں اپنی ہستی کو مٹانا ہے

مسکراتے ہوئے دنیا سے گذر جانے دو
حق ادا کچھ تو غمِ عشق کا کر جانے دو

غنچے روئیں گے گلستاں میں مثالِ شبنم
ان کی انجامِ تبسم پہ نظر جانے دو

غیر ممکن ہے مجھے منزلِ عرفاں نہ ملے
عشق میں حدِ تعیّن سے گذر جانے دو

ان سے تعمیر نشیمن کی بھلا کیا ہوگی
جو یہ کہتے ہیں فضاؤں کو نکھر جانے دو

بے نیازانہ گذر جاؤ رہِ ہستی سے
حادثے جو بھی گذرتے ہیں گذر جانے دو

وقت کی بات ہے وہ بھی ہیں اجل بھی موجود
چارہ سازو مجھے اس حال میں مر جانے دو

نبضِ کونین مرے ہاتھ میں ہوگی صادقؔ
شرط یہ ہے مری تقدیر سنور جانے دو

کیا جو میرے گناہوں نے شرمسار مجھے
ترے کرم کا بنایا امیدوار مجھے

عطا کیا تری آنکھوں نے وہ خمار مجھے
زمانہ کہنے لگا آج بادہ خوار مجھے

ترے فراق میں دل کا چمن اداس رہا
سکون دے نہ سکا موسمِ بہار مجھے

وہ رنگ لائی ہے اب میری آبلہ پائی
پکارتا ہے بیاباں کا خار خار مجھے

رہِ وفا میں مٹایا ہے اپنی ہستی کو
زبانِ عشق میں کہتے ہیں جاں نثار مجھے

تمہارے وعدۂ فردا کو جانتا ہوں میں
یہ اور بات کہ پھر بھی ہے اعتبار مجھے

اسے میں سرمہ سمجھ کر لگاؤں آنکھوں میں
نصیب ہو جو تری خاکِ رہگذار مجھے

جنونِ عشق کی تکمیل ہوگئی شاید
ملا نہ اپنے گریباں کا کوئی تار مجھے

نشاط و عیش کی اب مجھ کو آرزو نہ رہی
دیئے ہیں غم تری الفت نے بے شمار مجھے

تمہارے دم سے ہے شاداب زندگی کا چمن
اسی لئے تو نہیں حسرتِ بہار مجھے

خدا کے واسطے اتنا تو اور تڑپا دو
نصیب ہو نہ سکے عمر بھر قرار مجھے

یہ میرے ذوقِ تصور کا معجزہ کہیے
نظر ہر ایک میں آیا جمالِ یار مجھے

گذر جدھر سے ہو اس آفتابِ عالم کا
بنادے عشق تو اس راہ کا غبار مجھے

ہزار سجدے کئے میں نے اس جگہ صادقؔ
جہاں کہیں بھی ملا نقشِ پائے یار مجھے

تمہاری چشمِ کرم کے صدقے نصیب میں اپنے کیا نہیں ہے
وہ جس کی حسرت ہے زندگی کو وہ غم ابھی تک ملا نہیں ہے

اگر محبت میں داغِ دل کا چراغ بن کر جلا نہیں ہے
تو یہ سمجھ لو کہ اس پہ حسنِ ازل کا پرتو پڑا نہیں ہے

حریمِ جاناں ہے دور ہی کیا حریمِ جاناں قریب تر ہے
قصور ہے اپنی جستجو کا جو قرب حاصل ہوا نہیں ہے

نہ جانے یہ کیسا وقت آیا کہ مجھ سے میرے ہی دوستوں نے
نگاہیں اس طرح پھیر لی ہیں کہ جیسے میرا خدا نہیں ہے

رہ طلب میں ہر اک نشاں پر یہ سوچ کر ہم نے سر جھکایا
جہاں بنے گی ہماری قسمت یہی تو وہ نقشِ پا نہیں ہے
ہزار غم ہیں ہزار صدمے ہزار ہیں دل میں زخم صادقؔ
ہمارا ذوقِ وفا بھی دیکھو زباں پہ شکوہ ذرا نہیں ہے

ذرا سے دل میں پیدا وسعتِ کون و مکاں ہونا
تعجب خیز ہے قطرے کا بحرِ بیکراں ہونا
سمجھ میں آگیا نا مہرباں کا مہرباں ہونا
ابھی کچھ اور باقی ہے ہمارا امتحاں ہونا
مٹانا ہی پڑے گا اپنی ہستی کو مجھے آخر
برا معلوم ہوتا ہے حجابِ درمیاں ہونا
خوشی سے میں نے دیکھا اپنی بربادی کا نظارہ
بہت اچھا ہوا میرا قریبِ آشیاں ہونا
انہیں اک دن تڑپنے کے لئے مجبور کر دے گا
مزا دے گا مری تمہیدِ غم کا داستاں ہونا
نہ ہو تم جس سے خوش اس سے خدا راضی نہیں ہوتا
تمہاری مہربانی ہے خدا کا مہرباں ہونا
بہت بہتر ہے صادقؔ زندگی بھر کی ریاضت سے
خلوصِ دل سے اک سجدہ قریبِ آستاں ہونا

وہ اور ہوں گے جن کو شکایت ہے آپ سے
بندہ نواز مجھ کو محبت ہے آپ سے
میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں ہوں گناہگار
پھر بھی امیدِ لطف و عنایت ہے آپ سے
میری طرف سے آپ نگاہیں نہ پھیرئے
افسانۂ حیات میں ندرت ہے آپ سے
لغزش ہو کس لئے مرے پائے ثبات کو
وہ خوش نصیب ہوں جسے نسبت ہے آپ سے
یہ مہر و ماہ اور یہ دنیائے رنگ و بو
ہر چیز اس جہاں کی عبارت ہے آپ سے
خود کو ابھی مٹا نہ سکا راہِ عشق میں
کچھ اس لئے بھی مجھ کو ندامت ہے آپ سے
کیا بات تھی کہ جس سے وہ برہم سے ہوگئے
اتنا کہا تھا میں نے محبت ہے آپ سے
ہے مجھ کو التفاتِ فراواں کی احتیاج
دنیائے زندگی میں لطافت ہے آپ سے
صادقؔ کا جو بھی حال ہے روشن ہے آپ پر
پوشیدہ اس کی کوئی حقیقت ہے آپ سے؟

یہ کون آیا مرے دل میں میہماں کی طرح
بہار پر ہیں مرے زخم گلستاں کی طرح
یہی سبب ہے ہر اک رازِ عشق راز رہا
دل و زباں پہ رہے ہیں وہ حکمراں کی طرح
اگر یہ ان کا تصرف نہیں تو پھر کیا ہے
کہ چھا گیا ہوں میں دنیا پہ آسماں کی طرح
تمہاری راہگذر میں جو آگئے ذرّے
وہ جگمگا اٹھے خورشیدِ ضو فشاں کی طرح
ہر امتحانِ محبت پہ مسکراتا ہوں
چھپا لیا ہے ترے غم کو رازداں کی طرح
ہے برق و باد کی سرگرمیوں سے خوف مجھے
مٹا نہ دیں کہیں گلشن کو آشیاں کی طرح

نشانِ منزلِ مقصود مل گیا صادقؔ
جنوں نے کام کیا میرِ کارواں کی طرح

غلط ہم بھی نہیں سمجھے اگر تم کو خدا سمجھے
سمجھ میں جب نہ آؤ تم تو دنیا تم کو کیا سمجھے
نہ اپنی ابتدا سمجھے نہ اپنی انتہا سمجھے
حقیقت زندگی کی کون سمجھے اور کیا سمجھے
یہ دل آئینہ ہے اس کو کدورت سے بچانا ہے
وہ خود اچھا نہیں ہوتا جو اوروں کو برا سمجھے
وہ جس کی جستجو میں کارواں کے کارواں گم ہیں
نہ اس کو راہرو سمجھے نہ اس کو رہنما سمجھے
وفا کے امتحاں پر بارہا سہنے پڑے مجھ کو
ستم ایسے کہ جن کو ساری دنیا ناروا سمجھے
انہیں کا نام روشن آج بھی ہے بزمِ عالم میں
تمہارے عشق کو جو زندگی کا مدعا سمجھے
محبت ہے فقط قربانیوں کا نام اے صادقؔ
جو سر رکھے ہتھیلی پر وہ مفہومِ وفا سمجھے

کیا ان سے دل کا حال کہیں گے زباں سے ہم
یہ داستاں سنائیں گے اشکِ رواں سے ہم
دل کی مراد لے کے اٹھیں گے یہاں سے ہم
خالی نہ جائیں گے درِ پیرِ مغاں سے ہم
ہم کو بھی کوئی جام ملے پیرِ میکدہ
محروم رہ نہ جائیں نئے ارغواں سے ہم
ہر کام ہر نفس ہے حوادث کا سامنا
پائیں گے کیا نجات غمِ دو جہاں سے ہم

پاسِ ادب ہے اور وفا کا خیال ہے
لیتے ہیں کام عشق میں ضبطِ فغاں سے ہم
عشرت کی آرزو ہے نہ ارماں نشاط کا
تسکین پا رہے ہیں غمِ دو جہاں سے ہم
روشن کریں گے زیست کی تاریک راہ کو
دل کو جلا کے گرمئ سوزِ نہاں سے ہم
پیغام دے رہا ہے سفر کا ہر اک نفس
پھر بھی ہیں بے خبر جرسِ کارواں سے ہم
ہم بھی ہیں تیری چشمِ کرم کے امیدوار
اتنا کہیں گے مالکِ کون و مکاں سے ہم
اس جانِ گلستاں کے تصور کا فیض ہے
صادقؔ ہیں بے نیاز بہار و خزاں سے ہم

ایسا کوئی ساز نہیں ہے
جس میں تری آواز نہیں ہے
تجھ پہ یقیں ہے تجھ پہ بھروسہ
اور کسی پر ناز نہیں ہے
تیرے سوا بیمارِ غم کا
کوئی چارہ ساز نہیں ہے
تجھ تک جو آواز نہ پہنچے
وہ دل کی آواز نہیں ہے
پھر بھی ہے تیرا ہی تجسّس
لاکھ پَر پرواز نہیں ہے
تیرے سوا اب میرا جہاں میں
کوئی بھی دمساز نہیں ہے

سعدیؔ، حافظؔ، جامیؔ، صادقؔ
کون شہید ناز نہیں ہے

تو کرم سے اپنے نباہ لے مجھے کیا سلیقہ نباہ کا
میں ہوں اک زمانہ سے منتظر ترے التفاتِ نگاہ کا
ترے رند ساقیِ میکدہ کہاں جائیں تو ہی مجھے بتا
ترے میکدے کے سوا نہیں کوئی اور گوشہ پناہ کا
یہ ہے فیض تیرے ہی عشق کا کہ رہی نظر میں تری رضا
وہیں رک گئے ہیں قدم مرے ہوا جب ارادہ گناہ کا
ترا حسن لالہ وگل میں ہے ترا نور شمس وقمر میں ہے
اگر امتیاز نہ کر سکے تو قصور میری نگاہ کا
ملی ہر نفس مجھے زندگی ملی ہر قدم مجھے روشنی
یہ مرے نصیب کی بات ہے کہ میں ذرہ ہوں تری راہ کا
تم الٹ کے رخ سے نقاب اگر چلے آؤ بزمِ حیات میں
میں خوشی سے تم پہ فدا کروں ابھی نور اپنی نگاہ کا
جھکے جس کے قدموں پہ دو جہاں جو ہے دل کی دنیا پہ حکمراں
میں نثار صادقؔ اسی پہ ہوں میں غلام ہوں اسی شاہ کا

شہیدانِ وطن

اسی صورت شہیدانِ وطن کی یاد باقی ہے
کہ جیسے قصۂ دار و رسن کی یاد باقی ہے
ہر اک دل میں ان اربابِ وطن کی یاد باقی ہے
بالفاظ دگر رنگیں چمن کی یاد باقی ہے
تصدق جان کر دیتے تھے وہ رہبر کے ایما پر
تعجب کیا جو ان کے بانکپن کی یاد باقی ہے
حقیقت میں وہ خدمت قوم کی بے لوث کرتے تھے
وہ عالی ظرف تھے ان کے چلن کی یاد باقی ہے
وطن کے عشق میں گذرے ہر اک پرخار وادی سے
ابھی تک ان کے اس دیوانہ پن کی یاد باقی ہے
لباسِ جسم اب تک چاک کر دیتے ہیں دیوانے
ہر اک زخمی کے زخمی پیرہن کی یاد باقی ہے
فرائض اپنے سر انجام دینے کی ضرورت ہے
اگر ان جاں نثارانِ وطن کی یاد باقی ہے
ہمیں لازم ہے صادقؔ کام لیں چشمِ بصیرت سے
اگر دل میں روایاتِ کہن کی یاد باقی ہے

مصر پر جارحانہ حملہ

ماہرینِ بین الاقوامی سیاست ہیں کدھر
فوجِ اسرائیل نے حملے کئے کیوں مصر پر
سامراجی طاقتوں کی پیش قدمی دیکھ کر
کہہ رہے ہیں حالتِ تشویش میں اہلِ نظر
کیوں نہیں میداں میں آتے امن کے پیغامبر
پوچھنا یہ ہے کہ آخر ہے انہیں اب کس کا ڈر
بم گرائے جا رہے ہیں مصر پر شام و سحر
آج یو۔این۔او کو آخر کیا نہیں اس کی خبر
ان کی جانب سے زمینِ مصر پر اٹھا ہے شر
جو بنے بیٹھے ہوئے ہیں امن کے پیغامبر
ہر ستم کو خندہ پیشانی سے سہنا چاہئے
ان سے دنیا کو بہت ہشیار رہنا چاہئے
بے نیازانہ گذر ہر رہ سے بے خوف و خطر
ختم کر دے جس طرح ہو حاسدوں کا شور و شر
تیرے ہاتھوں میں ہے استقلال کا دامن اگر

مسکرائے گی تری منزل بھی تجھ کو دیکھ کر
کچھ نہیں دشوار ہمت ہو تو پھر آساں بھی ہے
شام کی آغوش میں نورِ سحر پنہاں بھی ہے
ظالموں نے آڑ لے کر قضیہ سوئیز کی
ڈال دی ہے اب ہلاکت میں عرب کی زندگی
دعوے دارانِ محبت بن گئے ہیں اجنبی
جو سیاست جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہی
اور کچھ دن کی ہوا کھاتا ہے امریکن بلاک
دیکھ لینا اڑنے والی ہے بہت جلد اس کی خاک
تو ہے وہ مظلوم و بے کس تو ہے وہ بے بال و پر
خون روتا ہے زمانہ تیری جانب دیکھ کر
کر رہی ہے کام دشمن کی حریصانہ نظر
ہو گیا پیدا بالآخر امنِ عالم کو خطر
میں بتاؤں کس طرح ان سے نبٹنا ہے تجھے
مغربی تہذیب کا تختہ الٹنا ہے تجھے
فوجِ اسرائیل بمباری میں اب مصروف ہے
سامراجی پیکٹ مکاری میں اب مصروف ہے
چالبازی اور عیاری میں اب مصروف ہے
ہوکے طاقتور بھی تیاری میں اب مصروف ہے
خوئے مردانہ سے ہر دم کام لینا چاہئے
عزمِ مردانہ سے پیہم کام لینا چاہئے
لڑکھڑا جائیں نہ تیرے پاؤں اس رہ میں سنبھل
تجھ میں ہمت ہے تو دشمن کے نکل جائیں گے بل
دوست دشمن ہوگئے ہیں تو بھی اب تیور بدل
تیری قربانی کا اک دن تجھ کو مل جائے گا پھل
کوششِ صالح کبھی ناکام ہو سکتی نہیں
نیک نامی موردِ الزام ہو سکتی نہیں
ایک ایسا حملہ ہیبت ناک کرنا ہے تجھے
ان کے منصوبوں کو جس سے خاک کرنا ہے تجھے
سینۂ سفاک کو صد چاک کرنا ہے تجھے
سر زمینِ مصر کو اب پاک کرنا ہے تجھے
ثبت کرلے اپنے دل پر تو روایاتِ کہن
ہر گھڑی تو یاد رکھ اسلاف کے اپنے چلن
میری باتوں کو سمجھ لے مصر کا ہر خاص و عام
آرہا ہے وقت پھر ہو جائے گا عالی مقام
یاد رکھ ہر گام پر ناصرؔ کا یہ صادقؔ پیام
ہوشیاری و دلیری سے تجھے کرنا ہے کام
بھول جائے گا مصائب بھول جائے گا الم
فتح و نصرت چومنے آئے گی خود تیرے قدم

اہنسا

اہنسا تیرے دم سے ہیں بہاریں صحنِ گلشن میں
اہنسا تو نہ ہو تو کیا ہے پھر ہستی کے دامن میں
اہنسا ہی محبت ہے محبت ہی اہنسا ہے
محبت ہی نہ ہو تو فرق کیا ہے دوست دشمن میں
وہی تو اصل میں انسان کہلانے کے لائق ہیں
محبت کا جو سرمایہ لئے بیٹھے ہیں دامن میں
وہی انساں امینِ پردہ ہائے راز ہوتے ہیں
جنہیں خود باندھ لیتی ہے محبت اپنے بندھن میں
محبت کی حقیقت جب سمجھ میں آگئی صادقؔ
تو میں نے گوہرِ نایاب پائے اپنے دامن میں

مصر پر جارحانہ اقدام

تو نے کیا تاریخ کے اوراق کو دیکھا نہیں
انقلابات زمانہ کا سبب سمجھا نہیں
ہیں بہم اک دوسرے کے دشمنانِ حق کفیل
ننگ آدم کر رہے ہیں آدمیت کو ذلیل
ان کی عادت حاسدانہ ہے یہ پوشیدہ نہیں
ان کی فطرت غاصبانہ ہے یہ پوشیدہ نہیں
آئینہ لے کر ذرا وہ اپنی صورت دیکھ لیں
ان کے چہرے پر ہیں کتنے داغ ذلت دیکھ لیں
خواب غفلت سے اگر بیدار ہوجاتی ہے قوم
پھر ہر اک طوفان سے بے خوف ٹکراتی ہے قوم
عزم و استقلال ابراہیم یاد آئے نہ کیوں
آتش نمرود پھر گلزار بن جائے نہ کیوں
اب کسی قیمت پہ بھی خاموش ہو سکتے نہیں
ہوش میں آئے ہوئے بے ہوش ہو سکتے نہیں
وہ سمجھتے ہی نہیں یہ کس بلا کی جنگ ہے
مصر ہی کی کیا یہ سارے ایشیا کی جنگ ہے

بروفات حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سونی ہوگئی بزم عالم
دل ہیں غمگیں آنکھیں پرنم
اب صدیوں تک مل نہ سکے گا
قوم کو ایسا رہبر اعظم
آج ہے چاروں سمت اندھیرا
آج ہے دنیا بھر میں ماتم
لاکھوں دل تھے جس سے روشن
ڈوب گیا وہ نیر اعظم
غم میں مولانا مدنیؒ کے
ہر دل ہے مصروف ماتم
صادقؔ اس میں شک بھی کیا ہے
مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

وفات حسرت آیات

حضرت حاجی سید وحید الدین بیخودؔ دہلوی

جانشین حضرت داغ دہلوی

کیوں نہ ہر لب پہ آئے نام ترا
مشعل راہ ہے کلام ترا
سچ تو یہ ہے کہ جانشین داغ
ختم ہوگا نہ فیض عام ترا

جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفیؔ

کے انتقال پر

بیخودؔ و کیفیؔ عدم کو کیا گئے
اک جہاں پر غم کے بادل چھا گئے
چل گئی گلشن میں کیا باد سموم
پھول جو شاداب تھے مرجھا گئے
پوچھتے کیا ہو سبب اے دوستو
کس لئے آنکھوں میں آنسو آگئے
سونا سونا ہو گیا صحن چمن
کیسے گلہائے سخن مرجھا گئے

بروفات حسرت آیات

استاد محترم حضرت مخمور دہلوی نوراللہ مرقدہٗ

بہاؤں اشکِ غم آنکھوں سے اپنی جس قدر کم ہے
یہ ہے وہ حادثہ ہرسمت جس کا آج ماتم ہے
کوئی پوچھے تو میں کیونکر کہوں کیا میرا عالم ہے
زباں ساکت ہے، آنکھیں نم ہیں، دل مصروف ماتم ہے
نہیں ہے جیتے جی امکان کوئی ان سے ملنے کا
الٰہی اس سے بڑھ کر بھی زمانے میں کوئی غم ہے
لہو بن کر مرا دل بہہ رہا ہے میری آنکھوں سے
مزاجِ آسماں کو کیا ہوا کیوں مجھ سے برہم ہے
بتاؤں میں تمہیں کیا حضرتِ مخمور کی نسبت
نہیں ہے ہوش تک اپنا مجھے میرا یہ عالم ہے
انہیں سے مجھ کو نسبت ہے انہیں سے ہوں میں وابستہ
انہیں کے غم میں میری زندگی اب صرفِ ماتم ہے
مری نظروں میں صادق ہوگئی تاریک اب دنیا
جدھر بھی دیکھتا ہوں میں اُدھر اک ہُو کا عالم ہے

قطعہ

اے اجل چھینا ہے کیوں مخمور کو
کیا ہمارے دل میں کوئی غم نہ تھا
داغ و حالی، ساحر و سائل کے بعد
بیخود و کیفی کا صدمہ کم نہ تھا

بروفات حضرت علامہ مبین احمد کیفی عباسی چڑیا کوٹی

جائزہ لے ہستیِ موہوم کا
پردۂ غفلت اٹھا آ ہوش میں
حضرتِ کیفی سے صادق نکتہ رس
سو رہے ہیں قبر کی آغوش میں

بروفات خیام الہند حضرت حیدر دہلوی

دل ہیں افسردہ آنکھیں ہیں نم
سب ہیں رنجور اہلِ قلم
جس پہ تھا اہلِ دہلی کو ناز
چل دیا سوئے ملکِ عدم
مرگِ حیدر کی سن کر خبر
رہ گئے آہ کر کے میں ہم
اشک آنکھوں میں آنے لگے
کھل گیا ضبطِ غم کا بھرم
موت نے آکے سلجھا دیئے
زلفِ ہستی کے سب پیچ و خم
اب وہ آغوشِ تربت میں ہے
سوگ جس کا مناتے ہیں ہم
غم کے بادل ہیں چھائے ہوئے
دل ہے اب وقفِ رنج و الم
ایسی صورت میں صادق بھلا
کس طرح مرثیہ ہو رقم

رحلتِ مفتیِ اعظم محمد کفایت اللہ نوراللہ مرقدہٗ

بہا کر اشکِ غم صادق میں اپنے دل کو سمجھالوں
تسلی کے لئے یہ بات کافی ہو نہیں سکتی
اجل نے ہم سے ایسا گوہرِ نایاب چھینا ہے
یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی ہو نہیں سکتی

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا سانحہ ارتحال

غم و اندوہ کا طوفان آیا
بچشمِ نم ہر اک انسان آیا
اداسی چھاگئی بزمِ جہاں پر
یہ کس کی موت کا فرمان آیا

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

کی پہلی برسی پر

وہ رہبر تھا جو اپنے فرض کو انجام دیتا تھا
حیاتِ سرمدی کا قوم کو پیغام دیتا تھا
اسی کے پائے استقلال نے اک زندگی بخشی
اسی کی رہبری میں قسمتِ قوم و وطن بدلی
اسی کی سعیِ پیہم سے یہاں وہ انقلاب آیا
کہ جس کے بعد اپنے گلستاں پر پھر شباب آیا
وہی افرنگیوں کے واسطے کوہِ گراں نکلا
وہی تو عظمتِ ہندوستاں کا پاسباں نکلا
حریفوں سے بھی وہ اپنے مروت ہی سے پیش آیا
محبت کا وہ خوگر تھا محبت ہی سے پیش آیا
کسی میں آج یہ کردار ملنا غیر ممکن ہے
کہ ایسا قوم کو معمار ملنا غیر ممکن ہے
نہ جانیں کس قدر ہیں غم اٹھانے اپنی قسمت میں
امام الہند بھی صادقؔ ہیں آج آغوشِ تربت میں

بتقریب جشن یوم ولادت

جناب ڈاکٹر پریم لال شفا مخموری دہلوی

یوم پیدائش ہے تیرا آج کیا اے پریم لال
آج کا دن ہے تری ہستی میں گویا بے مثال
ساعتیں بھی ہیں مبارک اور دن بھی ہے سعید
یہ مہینہ بھی مبارک ہے مبارک ہے یہ سال
لاکھ چلنے کو چلا کرتا ہے گردوں اپنی چال
حوصلہ تیرا حوادث کے لئے بنتا ہے ڈھال
انتہائے یاس میں لب پر تبسم کی کرن
سچ تو یہ ہے ضبطِ غم میں ہے تجھے حاصل کمال
جب بیاں کرتا ہے کوئی اپنے زخمِ دل کا حال
اس کا فرماتا ہے تو دستِ شفاؔ سے اندمال
یہ سنا ہے نام کی تاثیر ہوتی ہے ضرور
اس لئے تو ہے پریمی بھی کہ تو ہے پریم لال
میں ہوں صادقؔ مجھ کو یہ کہنے میں کیوں ہو احتمال
تو نے بخشی ہے ادب کو اک حیاتِ لازوال
مہرِ تاباں ہے ادب کے آسماں پر آج تو
'بوستانِ روس' ہے اس کی درخشندہ مثال
تیرا اندازِ بیاں اس بات کا شاہد ہے آج
تیری ہستی ہے ادیبوں شاعروں میں بے مثال
تیرا صادقؔ تیرے حق میں یہ دعا کرتا ہے آج
اے شفاؔ تجھ کو مبارک ہو یہ دن یہ ماہ و سال

بتقریبِ شادی خانہ آبادی سنتوشؔ کمار

(صاحبزادہ جناب ڈاکٹر پریم لال شفاؔ دہلوی)

بج رہی ہیں وہ شہنائیاں
روح لیتی ہے انگڑائیاں
ہیں فضاؤں میں رعنائیاں
ہوگئیں ختم تنہائیاں
جام عشرت کے چلنے لگے
دل کے ارماں نکلنے لگے
پریمؔ کے گھر چراغاں ہے آج
سرتی دیوی شاداں ہے آج
قلبِ سنتوش نازاں ہے آج
ہرنظر گل بداماں ہے آج
جس کو دیکھو، وہ مسرور ہے
ہر طرف نور ہی نور ہے
دادا، دادی کا ارماں لیے
عیش و عشرت کے ساماں لیے
پیار کے عہد و پیماں لیے
ہستیِ نو کا عنواں لیے
آگئی ہے نسیمِ سحر
باغِ سنتوش میں جھوم کر
زندگی رقص کرنے لگی
کیف و مستی بکھرنے لگی
نبضِ الفت ابھرنے لگی
زلفِ قسمت سنورنے لگی
مسکرا اٹھی روحِ حیات
جگمگانے لگی کائنات
حسن گلپوش سہرے میں ہے
عشق خاموش سہرے میں ہے
اک وفاکوش سہرے میں ہے
یعنی سنتوشؔ سہرے میں ہے
آرزو جس کی مدت سے تھی
وہ خوشی کی گھڑی آگئی
سہرا، الفت کا آغاز ہے
سہرا ہستی کا ہمراز ہے
"نغمۂ عیش" کا ساز ہے
دو دلوں کی، اک آواز ہے
روئے نوشہ کی چلمن یہی
آرزوؤں کا گلشن یہی
سہرا، اک ایسا عنوان ہے
زندگی جس پہ قربان ہے
دوستوں کا بھی ارمان ہے
اور ماں، باپ کی جان ہے
کاش سمجھے زمانہ یہ بات
اس میں پنہاں ہے رازِ حیات
سہرا، دلہن کی تقدیر ہے
روئے نوشہ کی تنویر ہے
ان کے خوابوں کی تعبیر ہے
اب یہی ان کی جاگیر ہے
یہ ہے صادقؔ کی صادق دعا
ان کو آباد رکھے خدا

زیارتِ حرمین

ادائے فرض سے فارغ ہوئے وسیع الدین
طواف خانۂ کعبہ کیا مبارک ہو
گذر کے آئے ہو "لبیک" کے مقام سے تم
حرم میں گونجے والی صدا مبارک ہو
نظر کے سامنے تھا روضۂ نبیؐ کریم
زیارتِ شہ خیرالوریٰ مبارک ہو
نصیب آنکھ کو نورِ یقیں مدام رہے
خدا کا قرب میسر ہوا مبارک ہو
سنانے آیا ہے صادق یہ آپ کو مژدہ
قبول ہوگئی ہر اک دعا مبارک ہو

قطعات

تم کو گلہائے تر میں دیکھا ہے
تم کو شمس و قمر میں دیکھا ہے
تم ملے ہو مجھے شبِ غم میں
تم کو نورِ سحر میں دیکھا ہے

نام تیرا ہے میرے ہونٹوں پر
تیری صورت مری نگاہ میں ہے
ایک مدت کے بعد سمجھا ہوں
زندگی ہے تو تیری چاہ میں ہے

مجھے عبث لئے جاتے ہیں اب طبیب کے پاس
نہیں ہے کوئی دوا میری اس غریب کے پاس
مجھے ڈسا ہے محبت کے ناگ نے صادق
مرا علاج فقط ہے مرے حبیب کے پاس

پلا دیا تری نظروں نے ایسا جام مجھے
گراں گذرتی نہیں دل پہ اب کوئی کلفت
ترا خیال مرا مونس و معاون ہے
ہے تیرے عشق کی آغوش میں مری راحت

تلاشِ دوست میں پہنچے گماں سے آگے ہم
کبھی زمیں سے کبھی آسماں سے آگے ہم
ہم اپنی جرأتِ پرواز کیا کہیں صادق
گئے ہیں وسعتِ کون ومکاں سے آگے ہم

مضطرب ہے دل نگاہیں بے قرار
ہر نفس رہتا ہے تیرا انتظار
آبھی جا اے آرزوئے زندگی
تیری فرقت میں ہے صادق اشکبار

دل کے ارمان پورے کئے جا
تو شرابِ محبت پیئے جا
لاکھ دنیا مخالف ہو صادق
بندۂ عشق بن کر جیئے جا

دامنِ دل میں ہر غم لئے جا
زندگی تلخ مے ہے پیئے جا

تو ہے بندہ بس اتنا سمجھ لے
جس طرح وہ جلائیں جئے جا

ہجومِ یاس کے عالم میں کیا نظر آیا
نہ راہرو نہ کوئی رہنما نظر آیا
وہ حادثات محبت کی راہ میں آئے
ہر ایک گام پہ صادق خدا نظر آیا

غم ملے جاوداں حیات ملے
آرزوؤں کی کائنات ملے
جس کی صادق تلاش ہے پیہم
لطف جب ہے مجھے وہ ذات ملے

آرزو ہے نہ کوئی حسرت ہے
میری دنیا فقط محبت ہے
جلوۂ حسنِ یار کے صدقے
میں ہوں اور اک مقامِ حیرت ہے

دل میں الفت کار فرما ہو گئی
درپئے آزار دنیا ہو گئی
یہ ہے صادق عشقِ صادق کا اثر
میری ہستی اک تماشا ہو گئی

سوزِ غم دل میں چھپا کر دیکھو
عشق میں دل کو جلا کر دیکھو
وہ تو خود سامنے آجائیں گے
غیر کا نقش مٹا کر دیکھو

اپنی ہستی کو مٹاؤ تو سہی
دل کو آئینہ بناؤ تو سہی
آپ تقلید کرے گی دنیا
تم عمل کرکے دکھاؤ تو سہی

کیسے گذروں گا راہِ ہستی سے
فکر مجھ کو یہ کم سے کم کیوں ہو
آپ جب ہر قدم ہیں میرے ساتھ
پھر کسی حادثے کا غم کیوں ہو

راہِ صادقؔ

مجموعۂ نعت وسلام ومنقبت

مژدہ ہے یہ ہر رہبر وراہی کے لئے
ہیں رحمتِ کونینؐ ہی شاہی کے لئے
قرآن ہے ہر دور میں کافی صادقؔ
سرکارِ دوعالمؐ کی گواہی کے لئے

مصنّف

الحاج صوفی محمد یٰسین خان صادقؔ دہلوی
قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

مرتبہ

نیلوفر صادقؔ ڈبل۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ (علیگ)

سراپا نور و رحمت

جناب ڈاکٹر محمود قادری اسعد گورکھپوری ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی

الحاج صوفی محمد یسین خاں صادق دہلوی قادری ابو العلائی چشتی جہانگیری حسنی اسم مسمیٰ ہیں اور محتاجِ تعارف نہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ نعت اور منقبت پر ان دنوں زیادہ زور دے رہے ہیں اور کیوں نہ دیں جب کہ ان پر غلبہ ہی معرفت کا ہے۔ میں نعت گو شعرا کو بڑا سخی اور مالدار شاعر سمجھتا ہوں کیوں کہ ذکرِ حبیبؐ میں جس کی زبان تر ہو اس کا کیا کہنا اس پر رحمت ہی رحمت برستی ہے۔ حضور اکرمؐ کے نامِ نامی کو سننے کے بعد اگر کوئی آپ پر درود و سلام نہ بھیجے تو وہ بڑا ممسک ہے اور تذکرۂ رسول کرے ظاہر ہے کہ بڑا سخی ہے اور سخی وہی ہوتا ہے جو مالدار ہوتا ہے یہ مال دونوں جہاں کی دولتوں سے زیادہ ہے۔ آپ اللہ کے نور سے ہیں اور ساری دنیا آپ کے نور سے۔

جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ

کہاں تک آپ کی تعریف کی جائے اور آپ پر درود و سلام بھیجا جائے اس کی کوئی حد نہیں ہے اور لطف یہ ہے کہ جو آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے اپنے اوپر رحمت کے دروازے کھلواتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے آپ محبوب ہیں اور اللہ خود آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے۔ یہی حال منقبت کا ہے۔ بزرگانِ دین کی مدحت سرائی بھی ایسی ہی ہے کیوں کہ وہ وارثینِ رسول میں سے ہیں

مجھے رشک آتا ہے کہ حاجی محمد یسین صادق دہلوی کتنے دولت مند ہوتے جا رہے ہیں اس سے پہلے بھی ان کا ایک نعتیہ مجموعہ اور ایک مجموعۂ غزلیات اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ اور اب یہ "راہِ صادق" کے نام سے تیسرا مجموعہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ نام بھی بڑا پیارا ہے۔ صحیح "راہِ صادق" یہی ہے۔ حاجی صاحب نے تخلص سے یہاں خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ تعلّی بھی انہیں زیب دیتی ہے۔ اس سے قبل کے نعتیہ مجموعہ "حریمِ نور" پر مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن حضرت مولانا محمد عثمان فارقلیط چیف ایڈیٹر الجمعیۃ دہلی حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب الدہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز میاں سجادہ نشین آستانۂ عالیہ حسنیہ نے اپنے رشحاتِ قلبی سپردِ قلم کیے ہیں۔

غزلیات کے مجموعہ "نغمۂ روح" پر ڈاکٹر پریم لال شفا دہلوی ساغر نظامی جگن ناتھ آزاد اور دیگر حضرات نے اظہارِ خیال کیا ہے۔

حضرت مخمورؔ دہلوی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے صادقؔ صاحب کے کلام میں رنگِ تغزل نمایاں ہے جو شاعری کی جان ہے اور پھر دلی کی پاکیزہ زبان سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ بڑا کیف کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ پڑھیے اور سر دھنیے نعت شریف کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

سراپا نور و رحمت آپکی ذاتِ گرامی ہے ہمارے زخمِ عصیاں کیلئے درماں محمدؐ ہیں
دولتِ کونین لے کر کیا کروں میری پونجی میرا دھن ہیں آپؐ ہی
شرف بخشا ہے جو تو نے مجھے اپنی غلامی کا یہی سرمایہ ہے مجھ بندۂ بیدام کا ساقی
مدینہ ہے حسنِ دو عالم کا منبع بہارِ دو عالم بہارِ مدینہ

عشقِ الٰہی کی آگ ہے جو سینہ بریاں ہو چھپ نہیں سکتا آگ لگتی ہے تو دھواں بھی اٹھتا ہے۔ صادق دہلوی کے کلام میں جو سوز وگداز ہے اسی شعلۂ دروں کا ہے۔ کہتے ہیں۔

حیات اپنی تمہارے عشق کے سانچے میں ڈھالی ہے
تصوّر سے تمہارے اپنی دنیا جگمگالی ہے
تجھ سے روشن ہے مری شمع یقیں اے ساقی　اپنی ہستی میں تجھے جلوہ فگن دیکھا ہے
تری اس نگاہ کا شکریہ مجھے جس نے تیرا پتہ دیا
مری عشرتِ دل و جاں ہے وہ جو مرے لبوں کو تو آہ دے

کمال یہ ہے کہ یہ سب کچھ عام راہوں سے ہٹ کر کہا گیا ہے۔

تم نے بنا رکھا ہے مسکن　شکر ہے میرے غم خانے کو
خدا کی اک بڑی پہچان ہو تم　تمہاری دید ہی دید خدا ہے

اردو زبان میں شیریں کلامی خود موجود ہے لیکن محبوبؐ کی تعریف میں صادق صاحب کو تسکین نہ ہوئی چنانچہ انہوں نے شیراز کے شہر کی بھی تو اضع شروع کردی۔ کہتے ہیں۔

رخِ پُر نور تو صبحِ درخشاں　سلام اے نیّرِ تابانِ عالم
دلِ صادق فدائے روئے زیبا　سلام اے حاصلِ ایمانِ عالم

امیر الامراسید الشہدا حضرت امام حسینؓ عالی مقام کی شان میں کہتے ہیں۔

آپ کی ہستی ہے پیغامِ عمل　اے پیامِ زندگی لاکھوں سلام

اس ایک شعر میں نہ صرف یہ کہ سید الشہداؓ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے بلکہ حق وصداقت کے آفتاب کا طلوع اور شامِ ابد کو اس کے غروب ہونے کا منظر دکھایا گیا ہے اور ان دونوں مناظر کے درمیان اظہارِ حق کی شان اور شہید کی حیاتِ ابدی واضح کی گئی ہے اور مقصدِ کائنات یعنی راہِ صادق کی تلقین۔ چوں کہ یہ اول عشرۂ محرم ہے اس لئے منقبتِ حسینؓ سے متعلق صادق صاحب کے اس شعر پر اپنے تبصرہ وتعارف کو ختم کرتا ہوں درآں حالے کہ اس ایک شعر کی تشریح میں جی چاہتا ہے کہ پوری ایک ضخیم کتاب لکھ دوں۔ پڑھئے اور غور کیجئے۔ حسن ونکاتِ شاعری کے اعتبار سے بھی یہ شعر اپنی جگہ بڑا مستحکم ہے اور مختلف صنعاتِ شاعری کا مجموعہ ہے۔

(ڈاکٹر) محمود قادری اسعد

۲۳ فروری ۱۹۷۲ء

نغمۂ جاں

(جناب کنہیالال صاحب آزردہ دہلوی)

محترم الحاج صوفی محمد یلیین خاص صادقؔ دہلوی میرے عزیز ترین صادق دوست اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے شیدائی۔ ان کا نعتیہ کلام میرے خیال میں بجائے خود ان کے جذبات کا آئنہ دار اور مغفرت کا وسیلہ ہے۔ جس سے متاثر ہو کر یہ رباعی کہی ہے۔ جو پیش خدمت ہے

دل کو جو پسند آئے ادا پیاری ہے
جو نغمۂ جاں ہو وہ صدا پیاری ہے
بخشش کی ضمانت ہے یہ ''راہِ صادقؔ''
داور کو محمدؐ کی ثنا پیاری ہے

کنہیالال آزردہ دہلوی ۲۰ر فروری ۱۹۷۲ء

راہِ صادقؔ

(جناب فیاض احمد صاحب افگن نجیب آبادی)

جن کے پیراہن کی خوشبو سے مہکتا ہے چمن
جن کی زلفوں سے ہے وابستہ نظامِ انجمن
جن کے قدموں کے نشاں روشن ہیں مثلِ مہر و ماہ
''راہِ صادقؔ'' پر ہیں ان کی رحمتیں جلوہ فگن

افگن نجیب آبادی۔ ۲۰ر فروری ۱۹۷۲ء

پیغامِ محبت

(جناب ڈاکٹر پریم لال صاحب شفاؔ دہلوی)

زیرِ خامہ کلامِ مشفق ہے　　یعنی تقریظِ ''راہِ صادقؔ'' ہے
ایک صوفی کا یہ کلامِ صفا　　منقبت نعت اور حمد و ثنا
میں پڑھوں بھی اسے تو کیا سمجھوں　　اور سمجھوں نہیں تو کیا لکھوں
یہ ہے اک مجموعہ صداقت کا　　آئینہ اس کی پاک طینت کا

اس میں پیغام ہے محبت کا　　اس میں مذکور ہے عقیدت کا
ذکر ہے اس میں ان کی عظمت کا　　ہے بیاں ان سے اپنی نسبت کا
اس میں لکھی ہے اس نے حمد و ثنا　　ذکر ہے ان کے خاص بندوں کا
جو پڑھے اس کو فیض حاصل ہو　　جو سمجھ لے وہ پیر کامل ہو
سلسلہ جو بنا اشاعت کا　　یہ بھی اک راز ہے مشیت کا

کاش مقبول ہو شفاؔ یہ کلام
اور صادقؔ کا ہو بلند مقام

دعا گو
شفاؔ دہلوی صدر بازار دہلی ۔۲۱ر فروری ۱۹۷۲ء

تاثرات

مفسر القرآن حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی الدہلوی

صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صادقؔ صاحب کا یہ تیسرا مجموعہ نعت ومنقبت ''راہِ صادقؔ'' ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔

سخن پرور حضرات صادقؔ صاحب کے کلام میں ولی کی ٹکسالی اردو کی سادگی روانی اور برجستگی کا وہ پختہ رنگ پائیں گے جو ان کے محترم استاد جناب مخمورؔ دہلوی کے کلام میں موجود تھا۔ اصحاب معرفت صادقؔ صاحب کے سوز واثر اور خلوص جذبات سے محظوظ ہوں گے اور انہیں ''راہِ صادقؔ'' میں حضرات خواجہ میر دردؔ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مذاق تصوف کا کیف وسرور محسوس ہوگا۔ اصحاب شریعت و سیرت یہ دیکھیں گے کہ صادقؔ دہلوی پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح تاریخی مقام واضح رہا ہے اور حضور اکرمؐ کا پیشوایانِ عالم میں جو ممتاز و منفرد درجہ ہے وہ صادقؔ کی نظر سے اوجھل نہیں ہے اور نثر میں ہو یا شعر میں آپؐ کی تعریف وتوصیف کا حق کسی نہ کسی درجہ میں اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب لکھنے اور بولنے والے کے سامنے یہ حقیقت موجود ہو کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کمالاتِ ظاہری اور محاسن باطنی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ حسنِ ظاہری میں آپ چودھویں رات کے چاند ہیں اور فکری اخلاق اور عملی برتری میں آپؐ امام الانبیاء اور سرورِ مرسلین ہیں۔ آپؐ ایسے ہادی اور رہنما نہیں جسے تاریخ نے کل کی چیز قرار دے دیا ہو۔ بلکہ ایسے ہادی انسانیت ہیں جن کی قیادت آج کی چیز ہے اور عالمِ انسانیت اپنی ترقی اور بقاء کے لئے آج بھی آپ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ صادقؔ صاحب کہتے ہیں۔

انساں وہ باکمال بنایا ہے آپؐ کو جن کی کوئی مثال نہیں کائنات میں

یہ محض عقیدت کی مبالغہ آرائی نہیں بلکہ صادق کے سچے مطالعے کا نتیجہ ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ قیادت اور ابدی رہنمائی کے اظہار کے لئے صادق نے کتنے اچھے انداز سے بات کہی ہے۔

سینکڑوں غنچے ہیں خنداں تم سے تم یونہی محوِ تبسم رہنا
ذرہ ذرہ ہے درخشاں تم سے کچھ مہہ و مہر پہ موقوف نہیں

آج دنیا کی مختلف قوموں نے رسولِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سماجی اقتصادی اور اخلاقی قدریں حاصل کرکے اپنے آپ کو سنبھالنا شروع کر دیا ہے۔ یورپ نے علمی اور سائنسی ترقی کی معراج اور سیاسی جمہوریت اور مساوات و آزادی کا جو نظام اپنایا ہے وہ سب اسلام ہی کا فیض ہے۔ صادق نے اپنے کلام میں جگہ جگہ اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا ہے کہ رسولِ برحق نہ کوئی قومی رسول تھے نہ خاندانی آپؐ کی تعلیم نہ صرف عربوں کے لئے تھی نہ شام و ایران کے لئے بلکہ آپؐ تمام انسانیت کے لئے تھے آپؐ پوری انسانی دنیا کا بیش بہا تحفہ ہیں۔ تمام جہاں کے پالنے والے کی طرف سے تمام انسانوں کی عزت اور تمام قوموں کی آبرو ہیں۔ صادق نے کہا ہے۔

لیکن نوازشات ہیں کل کائنات پر یہ اور بات ہے کہ مدینے میں ہو مقیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

اخلاق حسین قاسمی دہلوی

۲۳ر فروری ۱۹۷۲ء

اظہارِ تشکر

ان حضرات کی خدمت میں جنہوں نے ''راہ صادق'' کے سلسلے میں اپنی آرائے بیش قیمت سے نوازا۔

نیلوفر صادقؔ

نذرانۂ عقیدت

مرشدی و مولائی سلطان الاولیاء حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحبؒ کی بارگاہ میں

صادقؔ

سرورِ کائناتؐ

رباعی

اے رحمتِ کونین رسولِ اکرمؐ
امت کے نگہبان معینِ اعظم
صادقؔ مجھے کہتے ہیں زمانے والے
رکھ لینا مرے نام کا محشر میں بھرم

حمد

دل سے جب نام پکارا تیرا
مل گیا مجھ کو سہارا تیرا

جاں کو آرام ہے دل کو تسکیں
کس قدر نام ہے پیارا تیرا

تیرے جلوؤں کی ضیا پاشی نے
نقش ہر دل میں ابھارا تیرا

قدسیوں کی ہے سمجھ سے باہر
ہے تعلق جو ہمارا تیرا

سوز تیرا ہے پتنگے میں اگر
شمع کی لو میں شرارا تیرا

موت ہے نام تری مرضی کا
زندگانی ہے اشارا تیرا

دل میں صادق کے برنگِ کوثر
ہے رواں عشق کا دھارا تیرا

شہ پیغمبراں ہیں نائبِ یزداں محمدؐ ہیں
بنائے دو جہاں ہیں حاملِ قرآں محمدؐ ہیں

مجسم نورِ حق ہیں صورتِ یزداں محمدؐ ہیں
جو اہلِ دل ہیں ان کی منزلِ عرفاں محمدؐ ہیں

ہمارے قبلۂ دل کعبۂ ایماں محمدؐ ہیں
کہ محبوبِ خدا کونین کے سلطاں محمدؐ ہیں

متاعِ دین و دنیا رحمتِ یزداں محمدؐ ہیں
جمالِ دو جہاں ہیں خسروِ خوباں محمدؐ ہیں

ازل کے حسن کا آئینہ ہے بس آپؐ کی ہستی
نہیں ہے جن کا سایہ وہ بلند انساں محمدؐ ہیں

دو عالم میں بہر سو جلوہ سامانی انہیں کی ہے
جہانِ قلب و جاں کے نیرِ تاباں محمدؐ ہیں

سراپا نور و رحمت آپؐ کی ذاتِ گرامی ہے
ہمارے زخمِ عصیاں کے لئے درماں محمدؐ ہیں

تمنائے دو عالم سے ہمارا دل ہے مستغنی
ہمارے حسرت و ارماں شہ خوباں محمدؐ ہیں

نہ بھٹکیں تشنہ کامِ بادۂ وحدت ادھر آئیں
مئے عرفانِ حق کے ساقیٔ دوراں محمدؐ ہیں

بہارِ بے خزاں ہے جن کے دم سے میری ہستی میں
مرا ایمان ہے وہ گلشنِ ایماں محمدؐ ہیں

بصیرت رکھنے والے جان لیں گے یہ بہر صورت
ہماری داستانِ زیست کا عنواں محمدؐ ہیں

سکوں کیسے نہ ان کے نام سے صادق میسر ہو
زمانے کے لئے شمعِ نشاطِ جاں محمدؐ ہو

آفتابِ انجمن ہیں آپؐ ہی
ہر طرف جلوہ فگن ہیں آپؐ ہی

آرزوؤں کا چمن ہیں آپؐ ہی
میرے ہردے کی لگن ہیں آپؐ ہی

کون ہے روحِ روانِ زندگی
سچ تو یہ ہے جان و تن ہیں آپؐ ہی

اور بھی محفل میں شمعیں ہیں مگر
میری شمعِ انجمن ہیں آپؐ ہی

جس کی جانب ہے زمانے کی نظر
حسن کی وہ انجمن ہیں آپؐ ہی
جم کے رہ جاتی ہے ہر شے پر نظر
جانِ عالم جانِ من ہیں آپؐ ہی
آپؐ سے ہے میری ہستی میں بہار
میری دنیا کا چمن ہیں آپؐ ہی
دولتِ کونین لے کر کیا کروں
میری پونجی میرا دھن ہیں آپؐ ہی
اب تو صادقؔ کی حیات و کائنات
اے شہنشاہِ زمن ہیں آپؐ ہی

خدا سلسلہ ٹوٹے نہ دورِ جام کا ساقی
ابھی بدلا نہیں رخ گردشِ ایام کا ساقی
عطا فرمائے جا صہبائے حسن و عشق کے ساغر
مجھے ارماں نہیں ہے بادۂ گلفام کا ساقی
شرف بخشا ہے جو تو نے مجھے اپنی غلامی کا
یہی سرمایہ ہے مجھ بندۂ بے دام کا ساقی
یکا یک جب بھی تیری یاد میرے دل میں ابھری ہے
وہی تو وقت گذرا ہے ذرا آرام کا ساقی
نگہباں کون ہو تیرے سوا میرے سفینے کا
مری ہستی ہے اب طوفانِ غم و آلام کا ساقی
مجھے تو رہنا ہے بس ہو کے تیرا بندۂ الفت
ترے ہوتے ہوئے کیوں خوف ہو انجام کا ساقی
مٹا دے ماسوا کا نقش میری لوحِ ہستی سے
بنا دے میرے دل پر نقش اپنے نام کا ساقی
ترا اک اک نفس اہلِ جہاں کو درسِ عبرت ہے
محبت ہی تقاضا ہے ترے پیغام کا ساقی
شعورِ بادہ نوشی بخش دے تو اپنے صادقؔ کو
میں تجھ کو واسطہ دیتا ہوں تیرے نام کا ساقی

مجھ کو ہے تیری جستجو صلِّ علیٰ محمدٍ
ڈھونڈ رہا ہوں کو بہ کو صلِّ علیٰ محمدٍ
تخلیقِ کائنات تو صلِّ علیٰ محمدٍ
دینِ خدا کی آبرو صلِّ علیٰ محمدٍ
جلوے ہیں تیرے چار سو صلِّ علیٰ محمدٍ
پھر بھی ہے تیری آرزو صلِّ علیٰ محمدٍ
پیشِ نظر ہے تو ہی تو صلِّ علیٰ محمدٍ
صورتِ حق ہے ہو بہ ہو صلِّ علیٰ محمدٍ
روزِ ازل سے آج تک لاکھوں اسیر کر گئی
تیری ہی زلفِ مشک بو صلِّ علیٰ محمدٍ
تو ہے حبیبِ انس و جاں تو ہے امامِ مرسلاں
تجھ سا نہیں ہے خوبرو صلِّ علیٰ محمدٍ
میرے دل و جگر کو بھی سوز و گداز بخش دے
تجھ کو قسم ہے شمع رو صلِّ علیٰ محمدٍ
بزمِ تصورات سے حسنِ تجلیات تک
جلوہ نما ہے تو ہی تو صلِّ علیٰ محمدٍ
پرتو سے تیرے ضوفشاں شمس و قمر نجوم ہیں
غنچوں میں تیرا رنگ و بو صلِّ علیٰ محمدٍ
تیرے کرم کے فیض سے پیتا رہوں میں عمر بھر
تیرے جمال کا سبو صلِّ علیٰ محمدٍ

حسن و جمال سے ترے کون و مکاں حسین ہیں
فرش سے عرش تک ہے تو صلِ علیٰ محمدا
میرا علاج درد و غم تیری ہی اک نظر میں ہے
دل کے بھی زخم ہوں رفو صلِ علیٰ محمدا
میں ہوں مریضِ غم ترا جب ہو لبوں پہ دم مرا
صورت ہو تیری رو برو صلِ علیٰ محمدا
سیرتِ پاک نے تری افشا یہ راز کر دیا
حق کی کتاب ہے تو تو صلِ علیٰ محمدا
فردِ عمل ہو پیش جب ذاتِ خدا کے سامنے
رکھنا مجھے بھی سرخرو صلِ علیٰ محمدا
تیری بلند ذات ہے تیرا مقام ہے بلند
تیری خدا سے گفتگو صلِ علیٰ محمدا
شیریں کلام ہی ترا کیفِ دوامِ عشق ہے
کون ہے ایسا خوش گلو صلِ علیٰ محمدا
صادقؔ بے نوا پہ بھی رحمت کی اک نگاہ کر
لطف و کرم ہے تیری خو صلِ علیٰ محمدا

مری نظر نے عقیدت سے تم کو دیکھ لیا
وفورِ عشق و محبت سے تم کو دیکھ لیا
مری طلب سے سوا بخششیں ہوئیں مجھ پر
تمہاری شانِ سخاوت سے تم کو دیکھ لیا
مری مجال کہاں تھی کہ دیکھتا تم کو
تمہارے لطف و عنایت سے تم کو دیکھ لیا
تمہارے جلووں کا ادراک ارے معاذ اللہ
اٹھا کے آئینہ حیرت سے تم کو دیکھ لیا
ہر ایک غنچہ و گل میں تمہیں تھے جلوہ فگن
تمہاری شکل و شباہت سے تم کو دیکھ لیا
نہ کوئی اور تمنا نہ کوئی اور طلب
نظر اٹھائی تو حسرت سے تم کو دیکھ لیا
تمہاری ذات ہے پیغام زندگانی کا
تمہاری صورت و سیرت سے تم کو دیکھ لیا
خود اپنے ذوقِ نظر پر نثار ہے صادقؔ
بہت قریب کی نسبت سے تم کو دیکھ لیا

میں سمجھا ہوں بہ فیضانِ محمدؐ
خدا کی شان ہے شانِ محمدؐ
مرے دل میں ہے ارمانِ محمدؐ
نظر میں ہے گلستانِ محمدؐ
زمانہ لاکھ ہو میرا مخالف
نہ چھوڑوں گا میں دامانِ محمدؐ
ہے میرا دل فدائے روئے زیبا
ہے میری جان قربانِ محمدؐ
ہیں ساری جنتیں قربان اس پر
خدا رکھے گلستانِ محمدؐ
جہنم کیا جلا سکتی ہے مجھ کو
مرا دل ہے شبستانِ محمدؐ
سرورِ کیف میں ڈوبا ہوا ہوں
یہ ہے لطفِ فراوانِ محمدؐ
ملائک ان کی چوکھٹ چومتے ہیں
جو بندے ہیں غلامانِ محمدؐ

ازل سے ہے دل دیوانہ صادقؔ
اسیرِ زلفِ پیچانِ محمدؐ

السلام اے سرورِ دنیا و دیںؐ
السلام اے رحمت اللعالمینؐ
السلام اے رہنمائے اولیں
السلام اے پیشوائے آخریں
السلام اے رازِ خالق کے امیں
السلام اے بانئ دینِ متیں
السلام اے خندہ لب روشن جبیں
السلام اے مژدۂ جاں آفریں
السلام اے غم زدوں کے غم گسار
السلام اے دستِ رب العالمیں
السلام اے ماہتابِ زندگی
السلام اے مہرِ ایمان و یقیں
السلام اے بادشاہِ انس و جاں
السلام اے حاصلِ دنیا و دیں
السلام اے درسِ عرفان و عمل
السلام اے شرحِ قرآنِ مبیں
السلام اے ہر دو عالم کی بہار
السلام اے رونقِ دنیا و دیں
السلام اے رشکِ خوبانِ جہاں
السلام اے حسنِ رب العالمیں
السلام اے شافعِ روزِ جزا
السلام اے مالکِ خلدِ بریں
السلام اے صدرِ بزمِ کائنات
السلام اے عرش کے مسند نشیں
السلام اے ارضِ طیبہ السلام
السلام اے رشکِ فردوسِ بریں
السلام اے صادقِ بیکس نواز
السلام اے رحمتِ حق شاہِ دیں

تصور میں ہے پردہ دارِ مدینہ
کہ آنکھیں ہیں اب جلوہ زارِ مدینہ
نظر میں ہے صبحِ بہارِ مدینہ
مرے جان و دل ہیں نثارِ مدینہ
ہیں صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
ان ہی سے ہے شان و وقارِ مدینہ
نظر کھو گئی جن کی رنگینیوں میں
کچھ ایسے ہیں نقش و نگارِ مدینہ
ہماری نظر میں حدودِ نظر تک
ہیں جلوے ترے پردہ دارِ مدینہ
مدینہ ہے حسنِ دو عالم کا منبع
بہارِ دو عالم بہارِ مدینہ
مرے حال پر بھی کرم شاہِ خوباں
کہ میں بھی ہوں اک دلفگارِ مدینہ
شب و روز پیتا ہوں جامِ حقیقت
سراپا ہوں میں بادہ خوارِ مدینہ

بہ فیضِ محمد حسنؒ مجھ کو صادق
ملا دامنِ تاجدارِ مدینہ

حبیبِ پاکؐ باہوں کا خدارا آسرا دے دو
محبت کی نگاہوں کا خدارا آسرا دے دو
پرستارِ وفا کی وحشتِ دل نامکمل ہے
جنوں پرور نگاہوں کا خدارا آسرا دے دو
تعلق جن کا فرشِ خاک سے ہے عرشِ اعظم تک
مجھے ان شاہراہوں کا خدارا آسرا دے دو
سوائے معصیت کچھ بھی نہیں ہے میرے دامن میں
میں بندہ ہوں گناہوں کا خدارا آسرا دے دو
بلا کے رنج و غم بخشے ہیں مجھ کو دنیا والوں نے
تم اب اپنی پناہوں کا خدارا آسرا دے دو
ہر جادہ حوادث کے تلاطم ہی تلاطم ہیں
مجھے منزل کی راہوں کا خدارا آسرا دے دو
زمانہ ہو گیا ہے پیاس آنکھوں کی نہیں بجھتی
نظر کو جلوہ گاہوں کا خدارا آسرا دے دو
جو میرے کام آجائیں بہ پیشِ داورِ محشر
مجھے ان سرد آہوں کا خدارا آسرا دے دو
زمانے سے شکستہ دل ہے صادقؔ آپؐ کے غم میں
حضور اپنی نگاہوں کا خدارا آسرا دے دو

وہ بادۂ توحید پلا اے ساقی
ہر سمت نظر آئے خدا اے ساقی
میخانۂ ہستی کا ہے تو ہی مالک
پُر کیف مری زیست بنا اے ساقی
سر چشمۂ رحمت ہے تری ذات عظیم
تو دستِ خدا ہے بخدا اے ساقی
مل جائے اگر کوثر و تسنیم کا جام
ہو جائے مرے دل کی جلا اے ساقی
میں تیرے سوا کس کو پکاروں آخر
ہے تیرے سوا کون مرا اے ساقی
تو بخش بھی دے اپنے کرم سے اس کو
جو کچھ بھی ہوئی مجھ سے خطا اے ساقی
حاصل ہے اسے کیفِ محبت ہر دم
سمجھا ہے جو پیغام ترا اے ساقی
بس اپنے کرم ہی سے سکھا دے مجھ کو
میخانے کے آداب ہیں کیا اے ساقی
اب اتنی نوازش ہو مری ہستی پر
بن جاؤں میں آئینِ وفا اے ساقی
نغماتِ محبت ہوں لبوں پر رقصاں
وہ رندی و مستی ہو عطا اے ساقی
ہے مجھ کو تری ذات سے امیدِ کرم
ہر نقشِ الم دل سے مٹا اے ساقی
پرتو جو ترے روئے مبیں کا پڑ جائے
مل جائے مرے دل کو ضیا اے ساقی
ہیں تجھ سے مہ و مہر کے ساغر رقصاں
تو نورِ خدا ہے بخدا اے ساقی
گلشن میں ہیں شاداب جو یہ غنچہ و گل
ہے تو ہی یہاں جلوہ نما اے ساقی

بیتابئ عالم کی درخشانی میں
ہے تیرے ہی جلووں کی ضیا اے ساقی
دنیا کے جو ہر غم سے چھڑا دے مجھ کو
وہ جام ہو اب مجھ کو عطا اے ساقی
تو افضل و اعلیٰ ہے امین و صادق
تو شانِ خدا ہے بخدا اے ساقی
صادق پہ بھی الطاف بھری ایک نظر
یہ بھی ہے ترے در کا گدا اے ساقی

مجھے چاہئے اب تبسم تمہارا
مری زندگی ہے تکلم تمہارا
کسے تاب ہوگی تمہیں دیکھنے کی
ہے جلووں کا ایسا تلاطم تمہارا
کوئی دل ہے مضطر کوئی دل ہے بسمل
حیات آفریں ہے تبسم تمہارا
تمہیں سے مہ و مہر و انجم درخشاں
تجلیِ عالم تبسم تمہارا
وہی سر فراز جہاں ہو رہے ہیں
ملا ہے جنہیں کچھ ترحم تمہارا
اب اپنے کرم سے مجھے بھی نوازو
زمانہ ہے آسودہ خم تمہارا
وسیلہ ہے بخشش کا ذاتِ گرامی
ہے پیغامِ رحمت تکلم تمہارا
یہ صادق سگِ در یہ بیدام بندہ
ہے محتاجِ لطف و ترحم تمہارا

چشمِ الطاف و کرم اے رحمۃ اللعالمینؐ
حادثے ہیں دم بہ دم اے رحمۃ اللعالمینؐ
آپؐ کے ہیں آپؐ ہی کے نام سے مشہور ہیں
آپؐ ہی رکھیں بھرم اے رحمۃ اللعالمینؐ
سر بہ سجدہ ہیں دو عالم جس کی عظمت کے لئے
آپؐ ہیں وہ محترم اے رحمۃ اللعالمینؐ
حق تو یہ ہے آپؐ کے فیض و تصرف کے طفیل
بن گئے انسان ہم اے رحمۃ اللعالمینؐ
خضر منزل بن گیا ہے ساری دنیا کے لئے
آپؐ کا نقشِ قدم اے رحمۃ اللعالمینؐ
ہم کو بھی روئے منور کی زیارت ہو نصیب
اے تجلئ حرم اے رحمۃ اللعالمینؐ
ہر نفس ہے بندۂ غم کو سہارا آپؐ کا
اے حبیبِ محترم اے رحمۃ اللعالمینؐ
میں سراپا معصیت ہوں رحم فرما دیجئے
اے شہنشاہِ امم اے رحمۃ اللعالمینؐ
اب تو صادق دہلوی پر بھی ہو رحمت کی نظر
مرکزِ لطف و کرم اے رحمۃ اللعالمینؐ

مہرِ نبوت جلوۂ یزداں صلی اللہ علیہ وسلم
ماہِ رسالت تاجِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم
خلقِ مجسم انس بداماں صلی اللہ علیہ وسلم
قبلۂ عالم کعبۂ ایماں صلی اللہ علیہ وسلم
حسنِ سراپا خسروِ خوباں صلی اللہ علیہ وسلم
غم کا مداوا عیسئ دوراں صلی اللہ علیہ وسلم

ذاتِ مکرم رحمتِ یزداں صلی اللہ علیہ وسلم
محسنِ اعظم کاملِ انساں صلی اللہ علیہ وسلم
آقا و مولا ہادیٔ دوراں صلی اللہ علیہ وسلم
ماوا وملجا منزلِ عرفاں صلی اللہ علیہ وسلم
رنگِ رخ گل رشکِ گلستاں صلی اللہ علیہ وسلم
روحِ تغزل جانِ غزلخواں صلی اللہ علیہ وسلم
ذاتِ گرامی ماہ تمامی حسنِ کلامی کیفِ دوامی
حق کے پیامی نائبِ یزداں صلی اللہ علیہ وسلم
مظہرِ وحدت شاہدِ قدرت حسنِ شریعت رازِ مشیت
شمعِ ہدایت پرتوِ قرآں صلی اللہ علیہ وسلم
لب پہ تبسم موج تلاطم شانِ تکلم لطف و ترحم
کیفِ مئے خم ساقیٔ دوراں صلی اللہ علیہ وسلم
جانِ محبت منبعِ شفقت نازشِ ملت حامیٔ امت
چشمۂ رحمت فیض کا طوفاں صلی اللہ علیہ وسلم
روئے منور اللہ اکبر قامتِ موزوں پیکرِ تاباں
اقدس و اطہر پاک و درخشاں صلی اللہ علیہ وسلم
جلوۂ محفل خوبیٔ خلوت عشقِ فراواں حسنِ مکمل
حسرت و ارماں جوہرِ جاناں صلی اللہ علیہ وسلم
بقعۂ انور گنبدِ خضرا شہرِ مدینہ جنتِ ارفع
ایک اک منظر حاصلِ ایماں صلی اللہ علیہ وسلم
مرشدِ عالی شاہ حسنؒ کی نسبتِ صادقؔ سے اے صادقؔ
میں ہوں سگِ سلطانِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم

ہجومِ غم کا عالم ہے سہارا بن کے آجاؤ
تلاطم ہی تلاطم ہیں کنارا بن کے آجاؤ
بھٹک جائے نہ میرا کارواں اے رہبرِ اعظم
مری راہوں میں منزل کا اشارا بن کے آجاؤ
غریبوں بیکسوں کا کون ہوتا ہے زمانے میں
خدارا بے سہاروں کا سہارا بن کے آجاؤ
تمہارے سوزِ غم کی آرزو ہے یا رسول اللہ
مرے دل میں محبت کا شرارا بن کے آجاؤ
زمانے کے حوادث نے کہیں کا بھی نہیں چھوڑا
تمہارا آسرا ہے تم سہارا بن کے آجاؤ
اندھیرے چھا رہے ہیں مطلعِ امکانِ ہستی پر
جبینِ وقت کا روشن ستارا بن کے آجاؤ
کہیں اب دامنِ صبر و تحمل ہی نہ چھوٹ جائے
ہماری بادہ نوشی کا سہارا بن کے آجاؤ
خدا شاہد کہ صادقؔ تشنہ لب ہے اک زمانہ سے
مئے عرفانِ حق کا تیز دھارا بن کے آجاؤ

سوئے طیبہ اب سفینہ ہے مرا
منزلِ ہستی مدینہ ہے مرا
نام نامی ہے نفس کے ساتھ ساتھ
یہ عبادت کا قرینہ ہے مرا
شافعِ محشرؐ مدد فرمایئے
بحرِ عصیاں میں سفینہ ہے مرا
اے حبیبِؐ کبریا مجھ پہ کرم
رنج و غم ہیں اور سینہ ہے مرا
ہجرِ طیبہ میں شکستہ کیوں نہ ہو
دل بھی تو اک آبگینہ ہے مرا

صدقہ عشق رسول اللہ میں
پاک ہر کینے سے سینہ ہے مرا
دل پہ صادق نقش ہے نام حضورؐ
اب گراں قیمت نگینہ ہے مرا

غریبوں بیکسوں کے دن بدلتے ہیں مدینے میں
ہزاروں خانماں برباد پلتے ہیں مدینے میں
ہے طیبہ کی زمیں خلد بریں سے افضل و اعلیٰ
مئے انوار کے چشمے ابلتے ہیں مدینے میں
جو اپنے قلب میں سوز دل پروانہ رکھتے ہیں
وہ مہر و انجم ہوتے ہیں جو جلتے ہیں مدینے میں
جنہیں پی کر دلوں پر بیخودی کے راز کھلتے ہیں
مئے عرفاں کے ایسے جام چلتے ہیں مدینے میں
جہاں بھر کے خرد مندوں سے وہ دیوانے بہتر ہیں
جو گردِ راہ اپنے رخ پہ ملتے ہیں مدینے میں
کسی سے کب اس ارضِ پاک کی توصیف ممکن ہے
ملائک بھی ادب کے ساتھ چلتے ہیں مدینے میں
کوئی میری طرح عشقِ نبیؐ میں ڈوب کر دیکھے
یہاں جو ڈوب جاتے ہیں نکلتے ہیں مدینے میں
گنہگاروں کی جن کے فیض سے قسمت چمکتی ہے
وہ جلوے رحمت و عرفاں کے پلتے ہیں مدینے میں
مری آنکھوں میں ہے ایک ایک جلوہ ارضِ طیبہ کا
خدا کی دید کے ارماں نکلتے ہیں مدینے میں
ہماری لغزشیں ہی کام آئیں گی ہمیں اک دن
سنا ہے گرنے والے ہی سنبھلتے ہیں مدینے میں
خدا رکھے مرے خواجہ حسنؒ کا میکدہ صادق
یہاں وہ جام ملتے ہیں جو ڈھلتے ہیں مدینے میں

کرم اتنا شہہ خوباں کرو تم
دل بیمار کا درماں کرو تم
تمہیں مختارِ کل حق نے کیا ہے
کرم بھی شان کے شایاں کرو تم
خدائی کیا خدا بھی ہے تمہارا
جسے چاہو اسے سلطاں کرو تم
مجھے بھی بخش دو اپنی محبت
مرے بھی حال پر احساں کرو تم
تمہیں تو دستگیر دو جہاں ہو
مری مشکل کو بھی آساں کرو تم
کبھی مجھ پر بھی ہو چشمِ توجہ
مکمل میرا بھی ایماں کرو تم
تمہاری دید کا ارماں ہے دل میں
ادھر بھی تو رخ تاباں کرو تم
کہے کیا اپنے دل کا حال صادق
تمہیں معلوم ہے درماں کرو تم

شہنشاہِ عالی سلام علیک
زمانے کے والی سلام علیک
تری ذاتِ اقدس کا ثانی نہیں ہے
عدیم المثالی سلام علیک
ہے میرے لئے صبحِ خورشید ایماں
تری ذاتِ عالی سلام علیک

ہیں شاہ و گدا تیرے ممنونِ احساں
ید ذوالجلالی سلام علیک
ہو مجھ پر بھی سرکار چشمِ عنایت
ہوں میں بھی سوالی سلام علیک
حبیبِ دو عالم امام رسولاں
نبوت کے والی سلام علیک
خطا کار ہم ہیں خطا پوش تم ہو
اے شانِ جمالی سلام علیک
درخشاں ہیں کونین جلووں سے تیرے
رخِ ذوالجلالی سلام علیک
وہ بخشیں گے صادق دو عالم کی نعمت
کہے جو سوالی سلام علیک

تمہارے در کی گدائی نصیب ہے تو سہی
زہے نصیب رسائی نصیب ہے تو سہی
مری بھی بگڑی بنا دو تو کوئی بات بنے
کہ تم کو شانِ خدائی نصیب ہے تو سہی
مجھے بھی مل تو گیا ہے تمہارا نقشِ قدم
مری جبیں کو رسائی نصیب ہے تو سہی
سکونِ دل ہے میسر تمہاری الفت میں
غمِ جہاں سے رہائی نصیب ہے تو سہی
بہ فیضِ جذبۂ الفت مری نگاہوں کو
تمہاری جلوہ نمائی نصیب ہے تو سہی
تمہارے عشق میں گذرا ہوں خارزاروں سے
مذاقِ آبلہ پائی نصیب ہے تو سہی
تمہارے حسن کے جلوے ہیں اور صادق ہے
دل و نظر کو صفائی نصیب ہے تو سہی

ملا مجھ کو وہ ذوقِ دید تیری آشنائی میں
ترے جلوے نظر آنے لگے ساری خدائی میں
نشاطِ زندگی بخشا مجھے تیری محبت نے
دل و جاں کا سکوں ہے تیری شانِ دلربائی میں
خدا رکھے قیامت تک ترے جلووں کی تابانی
کوئی تجھ سا نظر آتا نہیں ساری خدائی میں
میں اپنی زندگی کا ان کو سرمایہ سمجھتا ہوں
جو لمحے میرے گذرے تیرے در کی جبہہ سائی میں
سفینے کو جو تیرے آسرے پر چھوڑ دیتے ہیں
گذر جاتے ہیں ہر طوفاں سے تیری ناخدائی میں
ترے جلووں سے دنیا کی نگاہیں کیوں نہ ہوں خیرہ
قیامت کی کشش ہے جب تری جلوہ نمائی میں
طبیعت بے نیازِ عیش و عشرت ہو گئی آخر
وہ نعمت مل گئی ہے تیرے کوچے کی گدائی میں
جہاں بھر کی ترے نقشِ قدم نے رہنمائی کی
ہزاروں قافلے گذرے ہیں تیری رہنمائی میں
مرا سینہ بھی ہو معمورِ انوارِ محبت سے
یہی صادق دعا ہے بارگاہِ کبریائی میں

حسن کے پیکر کملی والے
زلفوں کو چہرے سے ہٹالے
سامنے آجا چھپنے والے

دید کا طالب پیاس بجھالے
بھولی بھالی صورت والے
ہم بھی ہیں تیرے متوالے
ابرو ہیں کونین کا قبلہ
آنکھیں ہیں توحید کے پیالے
تیرا جلوہ جلوۂ رنگیں
دیوانے ہیں دیکھنے والے
عشق و وفا کی زنجیریں ہیں
تیکھے ابرو گیسو کالے
والشمس و واللیل کا جلوہ
رخ پر گویا چاند کے ہالے
تیرے سوا اے ماہِ مدینہ
ظلمت سے اب کون نکالے
دین ہے اس کا دنیا اسکی
تیرے لئے جو خود کو مٹالے
ہر منزل ہر گام ہے لغزش
تیرے سوا اب کون سنبھالے
اس کو ملے کونین کی دولت
جس کو بھی تو اپنا بنالے
عصیاں پر میں شرمندہ ہوں
چشمِ کرم اے رحمت والے
مجھ سے نظر سرکار نہ بدلیں
دنیا چاہے آنکھ چرا لے
لاکھ برا ہوں تیرا گدا ہوں
دنیا کی ذلت سے بچالے
صادقؔ تیرا بندۂ غم ہے
اس کو بھی کملی میں چھپالے

عرض ہے حال پریشاں تم سے
مشکلیں ہوتی ہیں آساں تم سے
دل کے ہر گوشے میں آباد ہو تم
شمعِ ہستی ہے فروزاں تم سے
جان و دل کیوں نہ ہوں تم پر قرباں
مل گئی دولتِ ایماں تم سے
تم یونہی محوِ تبسّم رہنا
سینکڑوں غنچے ہیں خنداں تم سے
کچھ مہ و مہر پہ موقوف نہیں
ذرہ ذرہ ہے درخشاں تم سے
ربط دل تم سے ہے تم سے الفت
زندہ رہنے کا ہے ساماں تم سے
ابنِ مریم سے ہمیں کیا مطلب
ہم تو ہیں طالبِ درماں تم سے
معصیت پر ہے ندامت ہم کو
ہر نفس دل ہے پشیماں تم سے
تم ہو دیوانے اگر اے صادقؔ
نہ چھٹے کوچۂ جاناں تم سے

مجھے بھی رحمتِ عالمؐ پناہ میں لے لو
گناہ گار ہوں اپنی نگاہ میں لے لو
مری حیات کو ہے آرزو مدینے کی
خدارا مجھ کو بھی اس جلوہ گاہ میں لے لو

میں حادثاتِ زمانہ سے دل شکستہ ہوں
مرے حضورؐ مجھے بھی پناہ میں لے لو
میں گرتا پڑتا درِ پاک تک تو آپہنچا
بڑھا کے دستِ کرم بارگاہ میں لے لو
تمہارے چاہنے والوں میں ایک میں بھی ہوں
مجھے بھی حلقۂ زلفِ سیاہ میں لے لو
امیدوار عنایت ہوں اک زمانہ سے
کرم کے ساتھ مجھے بھی نگاہ میں لے لو
تمہارے عشق میں سب کچھ جو بھول جاتے ہیں
مجھے ان اہلِ وفا کی سپاہ میں لے لو
متاعِ ہوش تو قربان کرچکا صادقؔ
یہ جان و دل بھی تم اب اپنی راہ میں لے لو

تری رحمت ترا دستورِ میخانہ ہے اے ساقی
کہ دورِ جام الطافِ کریمانہ ہے اے ساقی
بقدرِ ظرف تیرا لطفِ شاہانہ ہے اے ساقی
نگاہوں میں تری کب کوئی بیگانہ ہے اے ساقی
رخِ کونین تیرے پرتوِ رخ سے منور ہے
جسے بھی دیکھیے وہ تیرا دیوانہ ہے اے ساقی
خدا رکھے تجھے قائم سلامت تیرا میخانہ
کہ تیرے دم سے زندہ ذوقِ رندانہ ہے اے ساقی
تری باتیں سمجھنے کو کرم درکار ہے تیرا
تری جو بات بھی ہے رازدارانہ ہے اے ساقی
گدائے بے نوا پر بھی نگاہِ لطف ہو جائے
ترے پیشِ نظر حالِ فقیرانہ ہے اے ساقی
بہر جانب مرے ظلمت کدے میں ضوفشانی ہے
تری ذاتِ گرامی شمعِ کاشانہ ہے اے ساقی
کوئی جچتا نہیں تیرے سوا میری نگاہوں میں
مرا ذوقِ نظر سب سے جداگانہ ہے اے ساقی
مجھے اس واسطے دنیا کی ہر شے سے محبت ہے
کہ دنیا تیرے جلووں کا صنم خانہ ہے اے ساقی
ازل سے میں ترے عشق و محبت کا ہوں سودائی
مرے غم کی کہانی تیرا افسانہ ہے اے ساقی
ترے قابل کوئی پونجی نہیں ہے میرے دامن میں
شکستہ دل تری خدمت میں نذرانہ ہے اے ساقی
سگِ شاہ حسنؒ کہتے ہیں جس کو اور صادقؔ بھی
ترے در پر بہ اندازِ گدایانہ ہے اے ساقی

آئینہ جمال بنایا ہے آپؐ کو
قدرت نے بے مثال بنایا ہے آپؐ کو
تخلیقِ کائنات کے موجب ہیں آپؐ ہی
بنیادِ حال و قال بنایا ہے آپؐ کو
لاکھوں چمن ہیں آپؐ کے جلووں سے لالہ زار
وہ صاحبِ جمال بنایا ہے آپؐ کو
خالق نے اپنی ذات کی پہچان کے لئے
دنیا میں اک مثال بنایا ہے آپؐ کو
ممکن نہیں رسائی کسی شام کی جہاں
وہ صبحِ لازوال بنایا ہے آپؐ کو
ہم عاشقوں کے دل کو نہ تسکیں ہو کس لئے
دلدار و مہ جمال بنایا ہے آپؐ کو

جن کی کوئی مثال نہیں کائنات میں
انساں وہ باکمال بنایا ہے آپؐ کو
گرویدہ کیوں جہاں نہ ہو صادق حضورؐ کا
خالق نے خوش خصال بنایا ہے آپؐ کو

حیات اپنی تمہارے عشق کے سانچے میں ڈھالی ہے
تصور سے تمہارے اپنی دنیا جگمگالی ہے
حبیبؐ دوسرا تم ہو حسین و دلربا تم ہو
تمہاری شان و شوکت سارے عالم سے نرالی ہے
متاعِ عیش سے ہے بے نیازی میری ہستی کو
تمہاری حسرتوں سے اپنی بزمِ دل سجالی ہے
مرے دامن میں کچھ ہے یا نہیں یہ فکر ہی کیوں ہو
اگر میں ہوں گدائے بے نوا تو شاہِ عالی ہے
تمہارا جان کر ٹھکرا دیا ہے جس کو دنیا نے
تمہیں کہہ دو زمانے بھر میں اس کا کون والی ہے
تمہیں پر کیوں نہ میں قربان کردوں زندگی اپنی
بلا جو آئی ہے سر پر وہ میرے سر سے ٹالی ہے
اسے میں معجزہ سمجھا ہوں فیضِ عشق و الفت کا
مرا دل مطمئن ہے چاہے مجھ کو پائمالی ہے
کسے جاکر سناؤں میں حدیثِ غم ذرا کہیے
سوا اب آپ کے دنیا میں میرا کون والی ہے
تمہارا ہے سگِ شاہِ حسنؒ صادق دل و جاں ہے
کرم اس پر بھی تو فرمایئے یہ بھی سوالی ہے

جو خالق کا ہیں انتخاب آرہے ہیں
نہیں کوئی جن کا جواب آرہے ہیں
تصدق نہ ہوں کیوں دل و جاں ہمارے
جنابِ رسالت مآبؐ آرہے ہیں
بہر سو ہے انوارِ رحمت کی بارش
وہ رشکِ مہہ و آفتاب آرہے ہیں
سمجھ لیں گے ہم ان سے رازِ مشیت
وہ لے کر خدا کی کتاب آرہے ہیں
مہہ و نجم ہیں ان کے جلووں کا مرکز
بہاریں ہیں جن کا شباب آرہے ہیں
جو ہیں بخشش و مغفرت کا وسیلہ
وہی رحمتوں کے سحاب آرہے ہیں
ہر اک ذرہ روشن ہے دامانِ شب کا
وہ صد غیرتِ ماہتاب آرہے ہیں
جو صادقؔ کو دیکھا تو قدسی پکارے
غلامِ رسالت مآبؐ آرہے ہیں

ملی ہے راہرو کو راہ بے ساں و گماں روشن
تمہارا نقشِ پا ہے اے امیرِ کارواں روشن
تمہارے حسن ہی کی روشنی ہے عرشِ اعظم پر
تمہارے پرتوِ رخ سے ہیں نجم و کہکشاں روشن
تمہاری ذاتِ اقدس آئینہ ہے حسنِ فطرت کا
تمہارے دم قدم سے ہیں زمین و آسماں روشن
تمہارے دشمنوں نے بھی کیا ہے اعتراف اس کا
نہیں تم جیسا کوئی بھی امین و رازداں روشن
یہ دنیا ہے یہاں کوئی نہ مونس ہے نہ ہمدم ہے
تمہاری ذات ہی ہے صرف بہر بیکساں روشن

مرا دل کیوں نہ ہو ممنون اس لطفِ فراواں کا
کہ ہے راہِ خدا میرے تمہارے درمیاں روشن
ہزاروں قافلے طیبہ روانہ تا ابد ہوں گے
کہ ہو جاتے ہیں لاکھوں قلب اک پل میں وہاں روشن
کرم صادقؔ پہ بھی فرمایئے اے رحمتِ عالمؐ
سب اس کا حال تو ہے اے شفیعِ عاصیاں روشن

نورِ ذاتِ خدا محمدؐ ہیں
سرورِ انبیا محمدؐ ہیں
درد سے آشنا محمدؐ ہیں
میرے غم کی دوا محمدؐ ہیں
والئی ملتِ براہیمی
حسرتِ آمنہؓ محمدؐ ہیں
شمعِ بزمِ ازل رخِ تاباں
دو جہاں کی ضیا محمدؐ ہیں
کارواں کو ملے گی اب منزل
ہر قدم رہنما محمدؐ ہیں
وہ مقدم بھی ہیں موخر بھی
ابتدا انتہا محمدؐ ہیں
مرضئ ذاتِ حق کے سب طالب
اور حق کی رضا محمدؐ ہیں
روئے انور ہے پیکرِ قرآں
حسن کا آئینہ محمدؐ ہیں
کوئی ایسا نہیں رسولوں میں
اس قدر خوش ادا محمدؐ ہیں
ہر نفس یاد ان کی تازہ ہے
میرے دل کی صدا محمدؐ ہیں
جس میں دورِ خزاں نہیں آتا
وہ چمن باخدا محمدؐ ہیں
ذاتِ اقدس ہے رحمتِ عالم
سچ ہے خیرالوریٰ محمدؐ ہیں
کیوں نہ آساں ہوں مشکلیں میری
میرے مشکل کشا محمدؐ ہیں
بخشش و مغفرت یقینی ہے
شافعِ دوسرا محمدؐ ہیں
فکرِ روزِ جزا ہے کیوں صادقؔ
جب ترا آسرا محمدؐ ہیں

آپؐ حق کا عرفاں ہیں
کعبہ دل و جاں ہیں
آپؐ رحمتِ عالمؐ
سرورِ رسولاں ہیں
آپؐ ہی کے جلووں سے
دو جہاں درخشاں ہیں
آپؐ کے رخ و گیسو
کیفیت کا ساماں ہیں
آپؐ کی محبت سے
زیست میں چراغاں ہیں
آپؐ ہی کے صدقے میں
پرسکوں دل و جاں ہیں
آپؐ کشتئی دل کے

والی و نگہباں ہیں
آپؐ ساقیٔ دوراں
جانِ بزمِ رنداں ہیں
آپؐ اپنے صادقؔ کے
دردِ دل کا درماں ہیں

اپنا جلوہ دکھا دیجئے
میری قسمت بنا دیجئے
دل کی دنیا بسا دیجئے
زندگی جگمگا دیجئے
آپؐ ہیں رہبر دو جہاں
مجھ کو میرا پتا دیجئے
اپنی چشمِ توجہ سے آپؐ
دین و دنیا بنا دیجئے
ہر طرف غم کے طوفان ہیں
پار بیڑا لگا دیجئے
مجھ کو قدموں سے رکھیئے نہ دور
اور کوئی سزا دیجئے
کیف آ گئیں نظر سے مجھے
جامِ وحدت پلا دیجئے
آپؐ دنیا کا ہیں آسرا
مجھ کو بھی آسرا دیجئے
لوگ کہتے ہیں صادقؔ مجھے
آپؐ صادقؔ بنا دیجئے

یہ اعجازِ تصور ہے محبت کی کرامت ہے
جدھر بھی دیکھتا ہوں روبرو تیری ہی صورت ہے
انہیں دولت عطا کر دے جنہیں دولت کی حسرت ہے
ترے دیوانگانِ عشق کو تیری ضرورت ہے
منور ہے ترے جلووں سے گوشہ گوشہ عالم کا
ترا پیغام ہر دل کے لئے شمعِ ہدایت ہے
بھٹک سکتا نہیں وہ راہرو راہِ حقیقت میں
ترا نقشِ قدم جس کے لئے خضرِ طریقت ہے
میں سمجھا ہوں فقط تیرے کرم سے اس حقیقت کو
ترے قدموں پہ اپنا سر جھکا دینا عبادت ہے
نگاہِ لطف سے اے جانِ عالم سرفرازی دے
ترے صادقؔ کو تیرے آستاں سے خاص نسبت ہے

زمانے سے اسیرِ رنج و غم ہوں یا رسول اللہ
کرم ہو میں بھی محتاجِ کرم ہوں یا رسول اللہ
شرفِ نظارگی کا بخش دو میری نگاہوں کو
تمہارے ہجر میں تصویرِ غم ہوں یا رسول اللہ
تمہیں کو لاج رکھنی ہے اب اپنے بندۂ در کی
تمہارے آستاں پر سر بہ خم ہوں یا رسول اللہ
خدارا کچھ سہارا دیجئے میرے سفینے کو
کہ میں بھی غرقِ طوفانِ الم ہوں یا رسول اللہ
مرے دل کو تم اپنے عشق کی نعمت عطا کر دو
بس اتنا طالبِ لطف و کرم ہوں یا رسول اللہ
تمہارے عشقِ صادق نے مجھے صادقؔ بنایا ہے
تمہاری ہی تو میں خاکِ قدم ہوں یارسول اللہ

کون سی شے میں تو موجود نہیں اے ساقی
تیرے جلووں سے ہیں کونین حسیں اے ساقی
اپنی ہستی میں تجھے جلوہ فگن دیکھا ہے
تجھ سے روشن ہے مری شمعِ یقیں اے ساقی
بندگی کے مجھے اسرار بتائے تو نے
کیوں نہ جھکتی ترے قدموں پہ جبیں اے ساقی
مجھ گنہگار و خطاکار پہ بھی ایک نظر
رحمتِ حق ہے تری ذاتِ مبیں اے ساقی
میرے بھی دل کو عطا کردے محبت کا سرور
تجھ پہ قربان مری جانِ حزیں اے ساقی
دعوے داران صداقت تو بہت دیکھے ہیں
کوئی بھی ہو نہ سکا تجھ سا امیں اے ساقی
جامیؒ و سعدیؒ و رومیؒ کا ہو انداز بیاں
مثلِ حافظؒ ہو مری طبع حسیں اے ساقی
یہ سگِ در جسے کہتا ہے زمانہ صادقؔ
تیرے کوچے کا ہے اک خاک نشیں اے ساقی

ترے حسنِ نظر کا تیری صورت کا پجاری ہوں
مجھے تجھ سے محبت ہے محبت کا پجاری ہوں
ترے آئینہ رخ میں حقیقت ہی حقیقت ہے
میں تیرے واسطے سے شانِ وحدت کا پجاری ہوں
مرے دل کو بسا کر مجھ کو عزت بخش دی تو نے
میں تیری اس گراں مایہ عنایت کا پجاری ہوں
سراپا معصیت ہوں دل پشیماں آنکھ میں آنسو
امید مغفرت ہے تیری رحمت کا پجاری ہوں
ترے پرتو سے میرے دل کی دنیا جگمگاتی ہے
ازل ہی سے میں تیری شان و شوکت کا پجاری ہوں
تری ذاتِ مبیں آئینہ ہے قرآنِ ناطق کا
ترے حسنِ عمل کا تیری سیرت کا پجاری ہوں
ریاضِ خلد سے کیا مجھ کو نسبت میں ہوں دیوانہ
خدا شاہد ترے کوچے کی جنت کا پجاری ہوں
سرورِ بادۂ عرفاں میسر ہے مجھے صادقؔ
میں ان مخمور آنکھوں کی عنایت کا پجاری ہوں

اے نوریزداں اے نائبِ حق رسولِ اکرم سلام علیک
اے حسنِ کامل اے شاہِ خوباں حبیبِ عالم سلام علیک
مہِ رسالت شہہ رسولاں نبی اکرم سلام علیک
خدا رکھے یہ جمال تیرا حبیبِ عالم سلام علیک
تو ہی ہے اوّل تو ہی ہے آخر تو ہی ہے ظاہر تو ہی ہے باطن
اے وجہ تخلیقِ ہر دو عالم اے فخرِ آدم سلام علیک
بیاں کروں کیا صفات تیری امین و صادق ہے ذات تیری
تو سب سے افضل ہے سب سے اعلیٰ حبیبِ عالم سلام علیک
تجھی سے غنچوں میں تازگی ہے تجھی سے پھولوں میں دل کشی ہے
تجھی سے گلشن کی زندگی ہے بہارِ عالم سلام علیک
میں تیرے جود و سخا کے صدقے تو میرے دامن میں عشق بھر دے
غریب پرور ہے ذات تیری شہہ معظم سلام علیک
اے ساقیٔ کائنات ہستی عطا ہو مجھ کو بھی کیف و مستی
پلا دے اپنی نظر کا ساغر حبیبِ عالم سلام علیک
سکھا دے آدابِ عشق مجھکو بنا دے مہر و وفا کا پیکر
کرم ہو بہرِ خدا بس اتنا معینِ اعظم سلام علیک

ہیں دین و ایماں نثار تجھ پر متاعِ ہوش و خرد تصدق
تری محبت ہی زندگی ہے حبیبِ عالم سلام علیک
تو واقفِ ہر بلند و پستی سراپا اسرار تیری ہستی
نہاں نہیں کوئی راز تجھ سے اے حق کے محرم سلام علیک
کسی کو کیا حالِ غم سناؤں یہاں کوئی ہم نوا نہیں ہے
تری عنایت کا منتظر ہوں شفیقِ اعظم سلام علیک
سیاہ فردِ عمل ہے میری کرم کی ہو اک نگاہ مجھ پر
اے رحمتِ حق شفیعِ امت رسولِ اکرم سلام علیک
جہاں میں مجھ سا برا نہیں ہے ترے سوا آسرا نہیں ہے
ہے تجھ کو اب لاج شرم میری نبی اکرم سلام علیک
رخِ مبیں سے اٹھا دے پردہ دکھا دے جلوہ بنا دے بیخود
یہی ہے اک آرزوئے صادقؔ حبیبِ عالم سلام علیک

زیست ہے تیز گام اے ساقی
تیز کر رقصِ جام اے ساقی
میں بھی ہوں تشنہ کام اے ساقی
مجھ کو بھی کوئی جام اے ساقی
دل ہو آگاہِ رازِ میخانہ
بخش دے وہ مقام اے ساقی
جس کی رفتار اک پیامِ بہار
تو ہے وہ خوش خرام اے ساقی
تجھ سے پر نور ہیں یہ ارض و سما
تیرے جلوے ہیں عام اے ساقی
تیری آنکھیں حدیثِ میخانہ
لب ہیں تفسیرِ جام اے ساقی
تیرا حسن و جمال کیا کہنا
تو ہے ماہِ تمام اے ساقی
تجھ پہ لاکھوں درود رحمتِ حق
تجھ پہ لاکھوں سلام اے ساقی
دل میں صادقؔ کے ذکر ہے تیرا
لب پہ ہے تیرا نام اے ساقی

مقدس ہے تری ذاتِ گرامی
ترے قربان اے حق کے پیامی
شفیع المذنبینؐ ذاتِ گرامی
پناہِ عاصیاں لطفِ تمامی
سلیقہ دے مجھے عشق و وفا کا
سکھا دے مجھ کو آدابِ غلامی
فقط اتنی عنایت چاہتا ہوں
رہے ہر وقت لب پر نامِ نامی
بڑی مدت سے ہے دل میں تمنا
کبھی حاصل ہو نازِ ہم کلامی
کرم ہو اے شہنشاہِ دو عالم
مرا کوئی معاون ہے نہ حامی
تری مخمور آنکھوں کے تصدق
عنایت ہو مجھے کیفِ دوامی
کوئی سمجھے گا کیا تیرے مراتب
ملائک ہیں ترے در کے سلامی
نگاہِ لطف صادقؔ پر بھی فرما
مثالِ حافظؒ و سعدیؒ و جامیؒ

وہ اور ہوں گے جنہیں آرزو ہے جینے کی
میں خاک بن کے رہوں راہ میں مدینے کی
ہمیں نہیں ہے تمنا کسی خزینے کی
الٰہی دل میں محبت رہے مدینے کی
سرِ نیاز جھکاتا ہوں ذکرِ طیبہ پر
مری نگاہ میں توقیر ہے مدینے کی
نجات پھر تو ہے ممکن غمِ زمانہ سے
خطائیں بخش دیں سرکار مجھ کمینے کی
الم کے سینکڑوں طوفاں ہیں بحرِ ہستی میں
حضور خیر مری زیست کے سفینے کی
تمہاری یاد میں اکثر چھلک ہی جاتے ہیں
یہ بات ہے مری آنکھوں کے آبگینے کی
عمل تو کوئی نہیں التفات کے قابل
اگر کرم ہو تو قیمت بھی ہے نگینے کی
گلوں میں رنگ ہے تیرے جمالِ رعنا کا
ہر ایک پھول میں خوشبو ترے پسینے کی
کسی شراب سے صادقؔ کا واسطہ کیوں ہو
طلب ہے ساقیِ کوثر نظر سے پینے کی

میں گدائے حسن و جمال ہوں مجھے بھیک اے مرے شاہ دے
تو ہی تو ہو میری نگاہ میں مجھے ایسا ذوقِ نگاہ دے
جو ہو مشعلِ دمِ تیرگی جو بہر قدم کرے رہبری
تو مری جبینِ نیاز کو وہی نقشِ پا سرِ راہ دے
اٹھے جس طرف بھی مری نظر ترے جلوے لائے سمیٹ کر
رہے تیری آرزو رات دن مرے دل کو ایسی تو چاہ دے
تری اس نگاہ کا شکریہ مجھے جس نے تیرا پتہ دیا
مری عشرتِ دل و جاں ہے وہ جو مرے لبوں کو تو آہ دے
ترا بندہ صادقِ بے نوا جسے صرف تیرا ہے آسرا
یہ درست ہے کہ وہ ہے برا تو خدارا اس کو پناہ دے

جب سے ہوئے تم جلوہ افگن
وادیِ دل ہے وادیِ ایمن
روئے منور صبحِ گلشن
سایۂ گیسو راحتِ تن من
لاکھ جہاں ہوجائے بد ظن
تم نہ چھڑانا مجھ سے دامن
سب پہ تمہارا لطف و کرم ہے
خالی نہیں ہے کوئی دامن
تم سے ہیں گلشن کی بہاریں
تم سے مہہ و انجم ہیں روشن
ایسی بھی اک خاص نظر ہو
دل ہو جائے رشکِ گلشن
دنیا کو ہے دید کی حسرت
رخ سے اور ہٹاؤ چلمن
شکر ہے میرے غم خانے کو
تم نے بنا رکھا ہے مسکن
پرتو ہے صادقؔ پہ تمہارا
یہ ذرہ ہے تم سے روشن

جہانِ حسن کے سلطان ہو تم
دلِ پر شوق کا ارمان ہو تم

وہ رتبے میں بلند انسان ہو تم
حقیقت میں خدا کی شان ہو تم
زمیں سے آسماں تک تم ہی تم ہو
بہر عالم علی الاعلان ہو تم
خدا رکھے تمہارا حسنِ یکتا
جہاں کا دل جہاں کی جان ہو تم
خدا خود جس کی صورت پہ ہے شیدا
وہ انسانوں میں اک انسان ہو تم
کیا ظاہر یہ سیرت نے تمہاری
سراپا نور ہو قرآن ہو تم
تمہارے جلوے ہر شے سے نمایاں
ہمارے دل میں بھی مہمان ہو تم
تمہاری دید ہی دیدِ خدا ہے
خدا کی اک بڑی پہچان ہو تم
یہی صادقؔ کا اب تو ہے عقیدہ
کہ اس کا دین ہو ایمان ہو تم

رحمتِ حق شاہِ عالی جھولیاں بھر دیجئے
آپؐ ہیں ہم سب کے والی جھولیاں بھر دیجئے
آپؐ کے دامن میں ہیں کون و مکاں کی نعمتیں
التجا ہے شاہِ عالی جھولیاں بھر دیجئے
آپؐ جیسا تو سخی کونین میں کوئی نہیں
کس جگہ جائیں سوالی جھولیاں بھر دیجئے
آپؐ کے در کی غلامی پر ہمیں تو ناز ہے
آپ ہیں سرکارِ عالی جھولیاں بھر دیجئے
دو جہاں کی بادشاہی آپؐ کے قدموں میں ہے
شان ہے سب سے نرالی جھولیاں بھر دیجئے
بندہ پرور ہر صفت بخشی ہے حق نے آپؐ کو
دستِ ذاتِ ذوالجلالی جھولیاں بھر دیجئے
بخشیے پژمردہ حالوں کے دلوں کو تازگی
گلشنِ وحدت کے والی جھولیاں بھر دیجئے
اب متاعِ نورِ ایماں کی ضرورت ہے ہمیں
دے کے جذباتِ بلالیؓ جھولیاں بھر دیجئے
ایک صادقؔ کیا ہے سب ہیں آپؐ کے در کے گدا
جھولیاں لائے ہیں خالی جھولیاں بھر دیجئے

شفیع المذنبینؐ عالم پناہے
منم کم ظرف محتاجِ نگاہے
بہر ساعت نمازِ عشق دارم
درِ محبوب دل را سجدہ گاہے
ریاضِ خلد کوئے جانِ عالم
جوابِ عرشِ اعظم جلوہ گاہے
ز نورِ حسن تو اے خضرِ منزل
درخشاں رہگذر تابندہ راہے
شہِ خوبانِ عالم مالکِ من
بہ حالِ بندۂ الفت نگاہے
کرم اے رحمتِ عالم خدارا
منم سر تا قدم غرقِ گناہے
حبیبِ حق شہنشاہِ رسولاں
نگاہے جانبِ صادقؔ نگاہے

سلام اے خسرو خوبانِ عالم
سلام اے قبلۂ من جانِ عالم
سلام اے مظہرِ یزدانِ عالم
سلام اے مرکزِ ایمانِ عالم
منم بیمارِ عشقت یک نظر کن
مسیحِ زندگی درمانِ عالم
بہر جانب ہجومِ دلفگاراں
سلام اے دلبرِ یزدانِ عالم
بہ زیرِ پائے تو اقلیمِ دنیا
تو ئی سلطانِ من سلطانِ عالم
تمنائے دلم دیدِ جمالت
سلام اے حسرت و ارمانِ عالم
رخ پر نور تو صبح درخشاں
سلام اے نیرِ تابانِ عالم
انیسِ بیکساں مہرِ شفاعت
سلام اے رحمتِ یزدانِ عالم
دلِ صادقؔ فدائے روئے زیبا
سلام اے حاصلِ ایمانِ عالم

گدائے در

میں گدائے در ہوں تیرا مری شرم لاج رکھ لے
تو ہے دو جہاں کا مولا مری شرم لاج رکھ لے
تیرا کہہ رہی ہے دنیا مری شرم لاج رکھ لے
مجھے تو بنالے اپنا مری شرم لاج رکھ لے
تو نقاب رخ اٹھا دے مری تشنگی بجھا دے
نہیں اور کچھ تمنا مری شرم لاج رکھ لے
مجھے اپنا عشق دے دے مری زندگی بنا دے
یہی مدعا ہے میرا مری شرم لاج رکھ لے
ہوں گناہ گار ایسا کوئی عیب ہی نہ چھوڑا
ترے ہاتھ میرا پردا مری شرم لاج رکھ لے
میں کسی سے بھی جہاں میں کروں اپنا غم بیاں کیوں
مجھے آسرا ہے تیرا مری شرم لاج رکھ لے
مری زندگی کا گلشن ترے انتظار میں ہے
تو بہار بن کے آجا مری شرم لاج رکھ لے
مرا نام تو ہے صادقؔ مجھے تو بنادے صادقؔ
سگ آستاں ہوں تیرا مری شرم لاج رکھ لے

حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمتہ اللہ علیہ

کی عربی مناجات کا ترجمہ

ہے تیرا آسرا اے میرے یزداں
کہ تو ہے واقفِ حالِ پریشاں
ندامت ہے پشیمانی ہے مجھ کو
مرے مالک بہت ہیں میرے عصیاں
دکھائی راہ جب دنیا میں تو نے
قیامت میں بھی ہو مجھ پر یہ احساں
نہ رسوائی ہو میری آخرت میں
وہاں بھی ہو کرم اے میرے یزداں
میں اک مدت سے اس کا منتظر ہوں
الٰہی اب تو وا ہو بابِ عرفاں
یہی حاصل ہے اپنی زندگی کا
خدا رکھے سلامت میرا ایماں

یارسول اللہ

نظر شرمندہ ہے دل ہے پشیماں یا رسول اللہ
مرے دامن میں ہیں عصیاں ہی عصیاں یا رسول اللہ
نہیں ہے مغفرت کا کوئی ساماں یا رسول اللہ
تمہاری ذات ہے محبوبِ یزداں یا رسول اللہ
خطائیں بخش دو سلطانِ خوباں یا رسول اللہ
کسی سے کیا کہوں حالِ پریشاں یا رسول اللہ
نہیں سمجھے گا کوئی دردِ پنہاں یا رسول اللہ
الم کی یورشیں ہیں حشر ساماں یا رسول اللہ
اگر ہو آپؐ کا لطف فراواں یا رسول اللہ
تو ہر مشکل مری ہو جائے آساں یارسول اللہ
مرا دل ہے اسیرِ زلفِ پیچاں یا رسول اللہ
گراں ہے مجھ پہ ہر اک شام ہجراں یا رسول اللہ
امید و یاس کے بادل ہیں رقصاں یا رسول اللہ
تمہاری دید ہے ہر غم کا درماں یا رسول اللہ
دکھا بھی دو جمالِ روئے تاباں یا رسول اللہ
تمہاری زلف کو واللیل کی تفسیر سمجھا ہوں
رخ پر نور کو والشمس کی تنویر سمجھا ہوں
تمہارے عشق کو میں حاصل تقدیر سمجھا ہوں
تمہیں سر تا قدم اللہ کی تصویر سمجھا ہوں
تمہیں ہو میری حسرت میرا ارماں یا رسول اللہ
ہر اک موج بلا اٹھ کر چلی آئی مرے دل تک
ہے رہرو کے لئے مشکل پہنچنا اپنی منزل تک
کوئی ملاح کیا لے جائے گا دامان ساحل تک
کہ اک طوفان ہی طوفان ہے اب حدِ فاصل تک
تمہیں ہو میری کشتی کے نگہباں یا رسول اللہ
زمانہ در پئے آزار ہے اے سرورِ عالم
ہمارے نام سے بیزار ہے اے سرورِ عالم
اب اپنی زندگی دشوار ہے اے سرورِ عالم
کہ رسوائی سرِ بازار ہے اے سرورِ عالم
نگاہ لطف ہو سوئے غریباں یا رسول اللہ
غم و اندوہ نے ایسی دکھائی ہے مجھے پستی
جو دم بھرتے تھے کل میرا انہیں سے اب نہیں بنتی
رہے گی اور کب تک میرے مولا یہ سیہ بختی
خدارا کیجئے روشن مرا غم خانہ ہستی
تمہیں ہو آفتاب دین و ایماں یا رسول اللہ
تمہاری اک نظر جو احمدِ مختار ہو جائے
یہ دل مخمور و بیخود ہو یہ جاں سرشار ہو جائے
مری ہستی جہاں میں مطلع انوار ہوجائے
تمہارے روئے انور کا اگر دیدار ہو جائے
تو حاصل ہو مجھے معراج ایماں یا رسول اللہ
تمہاری ذات والا نورِ حق ہے رحمتِ عالم
تمہارا حسن ہی جانِ چمن ہے ندرتِ عالم
تمہارے ہی پسینے سے ہے نکھری نکہتِ عالم
تمہارے ہی تو قدموں سے ہے چمکی قسمتِ عالم
جہاں میں ہر طرف تم ہو درخشاں یا رسول اللہ
مجھے معلوم ہے جو کچھ بھی وجہہ پائمالی ہے
مرے اعمال کا خمیازہ میری خستہ حالی ہے
مرے مولا تمہاری شان تو سب سے نرالی ہے
تمہاری دین یکتا ہے تمہاری ذات عالی ہے

عطا ہو مجھ کو تسکینِ دل و جاں یا رسول اللہ
عطا ہو حضرتِ صدیقؓ کے دل کی لگن مجھ کو
عطا ہو حضرتِ فاروقؓ کا جوشِ سخن مجھ کو
عطا ہو حضرتِ عثمانؓ جیسا حسنِ ظن مجھ کو
عطا ہو حضرتِ مولا علیؓ کا بانکپن مجھ کو
حبیبِ دو جہاں سلطانِ خوباں یا رسولؐ اللہ
ہر اک اقلیم سے اعلیٰ تری سرکار عالی ہے
ہر اک مجبور و بیکس کا جہاں میں تو ہی والی ہے
گدائے بے نوا کا دامنِ امید خالی ہے
یہ صادقؔ دہلوی بھی اک ترے در کا سوالی ہے
کرم اے رحمتِ حق دستِ یزداں یارسول اللہ

آرزوئے دل

مضطرب رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
مجھ کو اپنے حسن کا صدقہ عطا کر دیجئے
دامنِ امید خالی ہے مرا بھر دیجئے
ساری دنیا کہہ رہی ہے آپ کا سائلؔ مجھے
مضطرب رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
بندہ پرور مجھ پر اب اتنا کرم فرمایئے
میرے دل کو بھی عنایت اپنا غم فرمایئے
درد مل جائے تو لطفِ زیست ہو حاصل مجھے
مضطر رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
ہے تمسخر کا اثر طاری رخِ اغیار پر
رحم فرمادیجئے اب میرے حالِ زار پر
سانس لینا بھی ہوا ہے آج کل مشکل مجھے
مضطر رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
دل شکستہ ہو گیا آلامِ دنیا سے مرا
ہر قدم ہر سانس ہے اب مجھ کو تیرا آسرا
تو اگر چاہے تو مل جائے سکونِ دل مجھے
مضطر رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
اک زمانہ کہہ رہا ہے مجھ کو دیوانہ ترا
کس قدر احسان ہے اے پیرِ میخانہ ترا
اپنے دیوانوں میں تو نے کر لیا شامل مجھے
مضطر رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے
قادریؒ وبوالعلائیؒ و جہانگیریؒ ہوں میں
نقشبندیؒ و نظامیؒ صابریؒ چشتیؒ ہوں میں
نسبتِ مرشد کا صادقؔ فیض ہے حاصل مجھے
مضطر رکھتی ہے پیہم آرزوئے دل مجھے
اب تو آنکھیں دیجئے دیدار کے قابل مجھے

شاہ اممؐ

جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ وحشم دے دو
خدارا مجھ کو اپنا عشق اے شاہ اممؐ دے دو
مری دنیا بھی رنگ و نور سے معمور ہو جائے
مرا دل بھی تمہارے عشق سے پر نور ہو جائے
مجھے بھی حسن کا صدقہ بہ الطاف و کرم دے دو

جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ و حشم دے دو
خدار مجھ کو اپنا عشق اے شاہِ امم دے دو
تمنا ہے کہ ہو دیدار مجھ کو روئے انور کا
کبھی مجھ تک بھی دور آجائے ان آنکھوں کے ساغر کا
سرورِ سرمدی مجھ کو بھی اے ماہِ عجم دے دو
جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ وحشم دے دو
خدارا مجھ کو اپنا عشق اے شاہِ امم دے دو
کرم فرمایئے اک عمر گذری ہے گناہوں میں
بڑی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں میری راہوں میں
نگاہ و قلب کو میرے تجلیِ حرم دے دو
جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ وحشم دے دو
خدارا مجھ کو اپنا عشق اے شاہِ امم دے دو
مجھے دیکھے تو بحرِ رحمتِ حق جوش میں آئے
قیامت میں نشانی کے لے اک داغ بن جائے
جبینِ شوق کو ایسا کوئی نقشِ قدم دے دو
جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ وحشم دے دو
خدارا مجھ کو اپنا عشق اے شاہِ امم دے دو
شرف حاصل ہوا ہے ذاتِ والا ہی کی نسبت سے
مجھے صادق کہا کرتی ہے دنیا ایک مدت سے
مرے آقا مجھے اپنی غلامی کا بھرم دے دو
جسے چاہو اسے تم دولتِ جاہ وحشم دے دو
خدارا مجھ کو اپنا عشق اے شاہِ امم دے دو

منقبتیں

رُباعی

سینوں میں انھیں کے ہے متاعِ وحدت
ہے جن کو شہِ کون و مکاںؐ سے نسبت
جتنے بھی بزرگانِ سلف ہیں صادق
ہر ایک ہے آئینۂ حق و رحمت

بحضور فاتحِ خیبر شیرِ خدا حضرت مولا علیؓ

اے شہنشاہِ نجفؓ شیرِ خدا
فاتحِ خیبر علی مرتضیٰؓ
حسنِ تو حسنِ حبیبِ کبریا
دیدِ تو دیدِ محمدؐ مصطفٰے
آفتابِ دین و ایماں بایقیں
پیکرِ صدق و صفا نورِ خدا
نورِ چشمِ رحمۃ اللعالمیں
جان و ارمانِ محمدؐ مصطفٰے
مرشد و مولائے بزمِ کائنات
اے کہ تو مسند نشینِ مصطفٰے
بادشاہِ ملکِ عرفان است تو
تاجدار و سر گروہِ اولیا
حسرت و ارمانِ قلبِ من توئی
بر جمالِ روئے تو جانم فدا
من گرفتارِ غمِ ہر دو جہاں
المدد مولا علیؓ مشکل کشا
صادقؔ تو است دامان تہی
چشمِ الطاف و کرم بر من گدا

بحضور حضرت امام حسین علیہ السلام

اے حسینؓ ابن علیؑ لاکھوں سلام
راحتِ قلبِ نبی لاکھوں سلام
گلشنِ مولا علی لاکھوں سلام
جان و دل کی تازگی لاکھوں سلام
نائبِ سرکارِ دو عالم ہیں آپؓ
وارثِ دینِ نبی لاکھوں سلام
شاہدِ حق سرورِ دنیا و دیں
تاجدارِ ہر ولی لاکھوں سلام
اے وقار و شانِ دینِ مصطفےٰ
رونقِ بزمِ نبی لاکھوں سلام
آپؓ کی ہستی ہے پیغامِ عمل
اے پیامِ زندگی لاکھوں سلام
صبر میں ایوبؑ و اسمعیلؑ آپؓ
ذاتِ حق کی روشنی لاکھوں سلام
آشنائے حق شہید کربلا
اے وقارِ آدمی لاکھوں سلام
ہو عطا صادقؔ کو صدقہ حسن کا
دستِ حق دستِ نبی لاکھوں سلا

شہید کربلاؓ

آفتابِ عزم وہمت ہیں شہیدِ کربلا
مطلعِ صبحِ شہادت ہیں شہیدِ کربلا
مرکزِ انوارِ وحدت ہیں شہیدِ کربلا
جلوۂ ماہِ رسالت ہیں شہیدِ کربلا
اللہ اللہ راہِ حق میں کس خوشی سے جان دی
بندۂ حق و صداقت ہیں شہیدِ کربلا
ہر قدم ملتی ہے ان کے حوصلوں سے تقویت
خضرِ اربابِ طریقت ہیں شہیدِ کربلا
صبر کی منزل میں ممکن ہی نہیں ان کی مثال
ایک عنوانِ شجاعت ہیں شہیدِ کربلا
ہر نفس ایثار و قربانی کا ملتا ہے پیام
عشق میں تصویرِ الفت ہیں شہیدِ کربلا
خون سے سینچا ہے اپنے گلشنِ توحید کو
والیٔ باغِ شریعت ہیں شہیدِ کربلا
ہم گنہگاروں کی بخشش کا سہارا بن گیا
مژدۂ انوارِ رحمت ہیں شہیدِ کربلا
عزت و توقیر کی صادقؔ نہیں مجھ کو ہوس
میری عظمت میری حرمت ہیں شہیدِ کربلا

حضرت شبیرؓ

تصدق دیں پہ ہونے حضرتِ شبیرؓ آئے ہیں
ذبیح اللہ اسمعیلؑ کی تصویر آئے ہیں
سہارا ہیں حسین ابن علی امت کی بخشش کا
شہنشاہِ امم کے خواب کی تعبیر آئے ہیں
ان ہی کی زندگی مہرِ درخشاں ماہِ تاباں ہے
بڑھانے آدمیت کی یہی توقیر آئے ہیں
ان ہی کی اک نگاہ پاک سے سب پاک ہوتے ہیں
ہے نازل جن کے حق میں آیہ تطہیر آئے ہیں
ہے جن کی ذات والا آئینہ خلقِ محمدؐ کا
ہے جن کے قول میں قرآن کی تفسیر آئے ہیں
اکھڑ سکتے نہیں جن کے قدم وہ مردِ مومن ہیں

یہ اپنے ساتھ لے کر عزمِ عالم گیر آئے ہیں
پئے تعظیم صادق سر جھکا دے شہ کے قدموں پر
تری بگڑی بنانے مالکِ تقدیر آئے ہیں

شہیدِ اعظمؓ

آئینِ حقیقت ہیں شہیدِ اعظمؓ
ایمائے مشیت ہیں شہیدِ اعظمؓ
تصویرِ رسالت ہیں شہیدِ اعظمؓ
اخلاق کی دولت ہیں شہیدِ اعظمؓ
امت کی کفالت ہیں شہیدِ اعظمؓ
بخشش کی بشارت ہیں شہیدِ اعظمؓ
جو طالبِ حق ہیں وہ یہاں آجائیں
توحید کی نعمت ہیں شہیدِ اعظمؓ
حاصل ہے ہمیں جن کی عنایت سے وقار
وہ دولت و حشمت ہیں شہیدِ اعظمؓ
ہیں دینِ الٰہی کے محافظ مولا
دستورِ شریعت ہیں شہیدِ اعظمؓ
سر دے کے کیا فرض محبت کا ادا
انسان کی حرمت ہیں شہیدِ اعظمؓ
خالی نہ رہے گا کوئی دامانِ مراد
صادق یدِ قدرت ہیں شہیدِ اعظمؓ

بحضور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ازل سے ہے محبت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
مری نسبت ہے نسبت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
مجھے حاصل ہے عظمت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
ہے میری شان و شوکت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
ہے کوئی ان کا شیدائی تو کوئی ان کا متوالا
نہیں کس کو محبت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
مرے دل میں تمنا ہی نہیں ہے عیش و عشرت کی
مرے دل کو ہے راحت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
زہے قسمت مجھے وہ نعمتیں حضرت نے بخشی ہیں
مری دنیا ہے جنت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
ان ہی کے فیض سے شاداب ہر نخلِ تمنا ہے
ہے اس گلشن کی نکہت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
رضا کی منزلوں میں کوئی لغزش ہو نہیں سکتی
ملی ہے استقامت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
ان ہی کی ذاتِ والا مشعلِ راہِ ہدایت ہے
طریقت ہے عبارت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
میں روز و شب شرابِ معرفت کے جام پیتا ہوں
ہے ذوقِ دل سلامت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
زمانہ آج مجھ کو کہہ رہا ہے ان کا دیوانہ
بنی ہے میری قسمت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
وہ ذرے مثلِ خورشید و قمر تابندہ رہتے ہیں
ہے جن ذروں کو نسبت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
سرور و کیف کا عالم مرے دل سے کوئی پوچھے
ملا ہے جامِ وحدت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے
مری نظروں میں دنیا کے خزانے ہیچ ہیں صادق
ملی ہے ایسی دولت غوث الاعظم شاہِ جیلاں سے

شاہ جیلانیؒ

آپ کی جب اک نظر اے شاہِ جیلانی ہوئی
پھر تو ہر مشکل مری آساں بآسانی ہوئی

آپ کے فیضِ نظر سے دل میں تابانی ہوئی
آپ کے الطاف سے معراجِ ایمانی ہوئی
آپ ہیں حضرت محمد مصطفٰے کا آئینہ
آپ کے جلووں سے اک دنیا کو حیرانی ہوئی
آپ کی ذاتِ گرامی بیکسوں کا آسرا
آپ کی ہستی مثالِ شیرِ یزدانی ہوئی
اس نوازش کی حقیقت میں نہیں کوئی مثال
حادثاتِ زیست میں میری نگہبانی ہوئی
آپ ہیں حسنینؓ و زہراؓ و علیؓ کے لاڈلے
آپ سے دینِ محمدؐ کی فراوانی ہوئی
آپ کے فیضان سے بنتے ہیں سب قطب و ولی
ذاتِ والا بادشاہِ ملکِ عرفانی ہوئی
آپ کی ذاتِ مبیں ہے دستگیرِ دو جہاں
آپ ہیں دستِ خدا یہ بات ہے مانی ہوئی
آسمانِ معرفت کے آفتاب و ماہتاب
آپ کی ہستی جہاں میں غوثِ صمدانی ہوئی
بندہ پرور آپ کے فیضِ محبت کے طفیل
میری ہستی واقفِ اسرارِ پنہانی ہوئی
کوئی شیدا کوئی متوالا کوئی مست و خراب
ایک دنیا آپ کے جلووں کی دیوانی ہوئی
آپ کے قدموں سے جن کو ہوگئی نسبت نصیب
شہرۂ آفاق ان ذروں کی تابانی ہوئی
ناز کیوں صادقؔ نہ ہو اپنے مقدر پر ہمیں
غوث الاعظم کی ہمارے دل پہ سلطانی ہوئی

بحضور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

تمہارا ایک اشارا مرے غریب نوازؒ
ہے زندگی کا سہارا مرے غریب نوازؒ
جمالِ حق رخِ روشن سے آشکارا ہے
زہے جمال تمہارا مرے غریب نوازؒ
تمہارا در ہی تو ہے پنجتنِ پاک کا در
مجھے بھی دینا سہارا مرے غریب نوازؒ
مجھے بھی صدقہ پیرانِ پیر مل جائے
گداہوں میں بھی تمہارا مرے غریب نوازؒ
تمہارے ہجر کے لمحات روح فرسا ہیں
دکھاؤ جلوہ خدارا مرے غریب نوازؒ
بحق خواجہ عثمان مری بھی لاج رہے
غلام ہوں میں تمہارا مرے غریب نوازؒ
دیارِ ہند ہوا جس سے مطلعِ انوار
وہ ہے جمال تمہارا مرے غریب نوازؒ
پڑا ہے جب بھی کوئی وقت غم زدہ دل پر
تمہیں کو میں نے پکارا مرے غریب نوازؒ
عطا ہو صدقہ حسن و جمال صادقؔ کو
ہے بول بالا تمہارا مرے غریب نوازؒ

خواجہ سنجرؒ

تمہیں حاصل ہے ذاتِ حق کا عرفاں خواجۂ سنجرؒ
مرا ظلمت کدہ بھی ہو درخشاں خواجۂ سنجرؒ
تمہارے حسن کے جلوے سمٹ آئے نگاہوں میں
نظر آتا ہے اک عالم درخشاں خواجۂ سنجرؒ

غم و اندوہ کے طوفاں ہیں میری زندگانی میں
کرم کی اک نظر اے جانِ عثماں خواجۂ سنجرؒ
سنا یہ ہے تمہارے چاہنے والوں کی ہر مشکل
تمہارے نام سے ہوتی ہے آساں خواجۂ سنجرؒ
سخاوت میں مروت میں عنایت میں محبت میں
تمہارا نام نامی ہے درخشاں خواجۂ سنجرؒ
خدا رکھے ہمیشہ "چشت" کا یہ میکدہ قائم
اسی سے رنگ پر ہے بزمِ رنداں خواجۂ سنجرؒ
تمہارا ہی مریضِ عشق ہوں میں اک زمانے سے
تمہیں ہو میرے دردِ دل کا درماں خواجۂ سنجرؒ
یہ صادقؔ بھی کرم کا منتظر ہے ایک مدت سے
ہو اس پر بھی تو الطافِ فراواں خواجۂ سنجرؒ

خواجہ اجمیرؒ

تمہیں تو ہو مقیمِ دل معین الدین اجمیریؒ
ہے تم سے رونقِ محفل معین الدین اجمیریؒ
بحقِ خواجہ عثماں کرم فرمایئے اتنا
اب آساں ہو مری مشکل معین الدین اجمیریؒ
میری بھی کشتیٔ امید کو ساحل عطا کر دو
تمہیں ہو ناخدائے دل معین الدین اجمیریؒ
نظر والے رخِ روشن کے جلوے دیکھ لیتے ہیں
بہر ذرہ بہر محفل معین الدین اجمیریؒ
تمہارے عشق سے رنگیں ہے میرے غم کا افسانہ
تصدق تم پہ جان و دل معین الدین اجمیریؒ
وفا و عشق کی راہیں نہ کیوں آسان ہوں مجھ پر
زباں پر ہے بہر منزل معین الدین اجمیریؒ
خدارا اک نظر فرمایئے طوفان ہیں میں ہوں
نظر سے دور ہے ساحل معین الدین اجمیریؒ
عطا صادقؔ کو بھی فرمایئے حسنین کا صدقہ
یہی ہے آرزوئے دل معین الدین اجمیریؒ

سلطان الہندؒ

عطا ہو بادۂ عرفاں مرے غریب نوازؒ
تمہیں ہو ساقیٔ دوراں مرے غریب نوازؒ
بہارِ گلشنِ ایماں مرے غریب نوازؒ
چراغِ منزلِ عرفاں مرے غریب نوازؒ
معین الدین حسن نائبِ رسول اللہ
ادھر بھی لطفِ فراواں مرے غریب نوازؒ
اس آستاں سے تو خالی نہیں گیا کوئی
ذرا ہو مجھ پہ بھی احساں مرے غریب نوازؒ
ہجومِ رنج والم سے خراب و خستہ ہوں
مرے بھی درد کا درماں مرے غریب نوازؒ
مری طرف بھی تو ہو جائے اک نگاہِ کرم
ہے میرا حال پریشاں مرے غریب نوازؒ
متاعِ عشق سے بھر دیجئے مرا دامن
یہی ہے اب مجھے ارماں مرے غریب نوازؒ
بحقِ خواجۂ عثماں کرم ہو صادقؔ پر
دیارِ ہند کے سلطاں مرے غریب نوازؒ

بحضور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

ہوں میں بھی داس قطب الدین کاکیؒ
لگی ہے آس قطب الدین کاکیؒ

حقیقت میں ہیں محتاجِ توجہ
امید و یاس قطب الدین کاکیؒ
فقیرِ بے نوا حاضر ہے در پر
بندھی ہے آس قطب الدین کاکیؒ
امیدوں کے کنول دامن میں بھر دو
مٹا دو یاس قطب الدین کاکیؒ
کہاں جائے تمہارے آستاں سے
تمہارا داس قطب الدین کاکیؒ
مئے توحید آنکھوں سے پلا دو
ہے دل کی پیاس قطب الدین کاکیؒ
ہمیشہ مجھ کو اپنی ہر کمی کا
رہے احساس قطب الدین کاکیؒ
رہیں ہر وقت یادِ حق میں غلطاں
مرے انفاس قطب الدین کاکیؒ
نظر صادقؔ کے بھی حالِ زبوں پر
بڑی ہے آس قطب الدین کاکیؒ

بختیار کاکیؒ

زہے یہ مرتبہ ذیشان قطب الدین کاکیؒ کا
کہ ہے فرمانِ حق فرمان قطب الدین کاکیؒ کا
حقیقت کا پتہ ملتا نہیں ہے چشمِ ظاہر سے
نہیں ملنا کوئی آسان قطب الدین کاکیؒ کا
اسے حاصل ہوئی ہے سر بلندی دونوں عالم کی
ہوا حاصل جسے فیضان قطب الدین کاکیؒ کا
فریدی ہے کوئی کوئی نظامی صابری کوئی
مگر ہر اک پہ ہے فیضان قطب الدین کاکیؒ کا
کبھی تو جلوۂ روئے مبیں مجھ کو دکھائیں گے
ہے میرے دل میں بھی ارمان قطب الدین کاکیؒ کا
وہ مجھ کو بھی بلا لیتے ہیں اپنے آستانے پر
نہیں کم مجھ پہ یہ احسان قطب الدین کاکیؒ کا
مجھے بخشیں اگر خواجہ معین الدینؒ کا صدقہ
تو صادقؔ ہو بڑا احسان قطب الدین کاکیؒ کا

بحضور حضرت سید نور الدین مبارک غزنویؒ

ہو کرم بہرِ خدا شاہِ مبارک غزنویؒ
آپ کا ہے آسرا شاہِ مبارک غزنویؒ
زندگی کی مشکلیں آسان فرما دیجئے
آپ ہیں مشکل کشا شاہِ مبارک غزنویؒ
میری دنیا میں ابھی تاریکیوں کا ہے ہجوم
بخش دو مجھ کو ضیا شاہِ مبارک غزنویؒ
آپ کی بندہ نوازی سے بڑی امید ہے
بن کے آیا ہوں گدا شاہِ مبارک غزنویؒ
آپ ہیں ساقی نگاہِ لطف فرما دیجئے
جام ہے خالی مرا شاہِ مبارک غزنویؒ
بندہ پرور صدقۂ حسنینؓ و حیدرؓ ہو عطا
آپ ہیں بحرِ سخا شاہِ مبارک غزنویؒ
آپ ہی کا بول بالا ہے دو عالم میں حضور
ہے زمانہ آپ کا شاہِ مبارک غزنویؒ
گوہرِ مقصود بھر دیں آپ دامن میں مرے
آپ ہیں دستِ خدا شاہِ مبارک غزنویؒ
ہے یہ صادقؔ دہلوی بھی آپ کے در کا غلام
لاج رکھ لینا ذرا شاہِ مبارک غزنویؒ

بحضور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندیؒ

پرِ توِ حسنِ شاہِ رسالت خواجہ محمد باقی باللہؒ
بادشہِ اقلیمِ ولایت خواجہ محمد باقی باللہؒ
خواجہ بہا الدین کا ارماں خواجہ محمد باقی باللہؒ
آرزوئے اربابِ طریقت خواجہ محمد باقی باللہؒ
دل سے خدا کا شیدائی ہو متوالا ہو دیوانہ ہو
جس کو پلادیں بادۂ وحدت خواجہ محمد باقی باللہؒ
آپ کا منصب زہد و ریاضت آپ کا مسلک طاعت وتقوی
آپ کا مشرب خلق کی خدمت خواجہ محمد باقی باللہؒ
میرا یقیں ہے آپ کی ہستی دولت دنیا دولت دیں ہے
دونوں جہاں کی آپ ہیں نعمت خواجہ محمد باقی باللہؒ
دستِ مبارک آپ کا حضرت دستِ نبی ہے دستِ خدا ہے
مونس و ہمدم منبعِ شفقت خواجہ محمد باقی باللہؒ
حال کہے کیا اپنا صادقؔ آپ کو تو معلوم ہے سب کچھ
کیجئے اس پر چشمِ عنایت خواجہ محمد باقی باللہؒ

بحضور حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ

مطلعِ صبحِ بہاراں حضرتِ بابا فریدؒ
نور و رحمت کا گلستاں حضرتِ بابا فریدؒ
خواجہ اجمیریؒ کا عرفاں حضرتِ بابا فریدؒ
خواجہ قطب الدینؒ کی جاں حضرتِ بابا فریدؒ
ایک تصویرِ محبت ایک تنویرِ وفا
عاشق و شیدائے یزداں حضرتِ بابا فریدؒ
جلوۂ محبوبِ حق ہے آپ کی ذاتِ جمیل
آپ ہیں سلطانِ خوباں حضرتِ بابا فریدؒ
آپ کی ذاتِ گرامی ہے سخی ابن سخی
ہو عطا کچھ نورِ عرفاں حضرتِ بابا فریدؒ
اک نظر مجھ پہ بھی ہو جائے سوالی میں بھی ہوں
ہے تہی میرا بھی داماں حضرتِ بابا فریدؒ
نا خدا بن کر چلے آؤ خدا کے واسطے
ہر طرف ہیں غم کے طوفاں حضرتِ بابا فریدؒ
عمر بھر میں آپ ہی کی پیروی کرتا رہوں
بس یہی ہے دل میں ارماں حضرتِ بابا فریدؒ
آپ سے حاصل ہوئی ہے زندگی کو روشنی
آپ ہیں صادقؔ کا ایماں حضرتِ بابا فریدؒ

بحضور مخدوم حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ

رہبرِ دنیا و دیں مخدوم صابر کلیریؒ
نائبِ حق بالیقیں مخدوم صابر کلیریؒ
حضرتِ بابا فریدالدینؒ کے چشم و چراغ
"چشت" کے ماہِ مبیں مخدوم صابر کلیریؒ
صبر و استقلال نے تیرے مکمل کر دیا
میرا ایمان و یقیں مخدوم صابر کلیریؒ
تیرے عاشق کعبۂ مقصود کہتے ہیں تجھے
اے حسینوں کے حسیں مخدوم صابر کلیریؒ
خواجہ قطب الدینؒ معین الدینؒ کے دل کی آرزو
ہے تری ذاتِ مبیں مخدوم صابر کلیریؒ
فیض بے پایاں سے تیرے اک جہاں سیراب ہے
آفریں صد آفریں مخدوم صابر کلیریؒ
ہر طرف پھیلا رہی ہے آج بھی بوئے وفا
تیری زلفِ عنبریں مخدوم صابر کلیریؒ

سینکڑوں دل ہو گئے تابندہ جس کے نور سے
تو ہے وہ روشن جبیں مخدوم صابر کلیریؒ
تیرا کوچہ جنت الفردوس کی تصویر ہے
یہ ہے صادقؔ کا یقیں مخدوم صابر کلیریؒ

بحضور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

چراغِ طور محبوبِ الٰہیؒ
سراپا نور محبوبِ الٰہیؒ
معین الدین اجمیریؒ کا جلوہ
دلوں کا نور محبوبِ الٰہیؒ
طفیلِ حضرت باباؒ ہو دل سے
ہر اک غم دور محبوبِ الٰہیؒ
ہو قطب الدین کاکیؒ کی تمنا
نظر کا نور محبوبِ الٰہیؒ
عطا ہو وہ شرابِ عشق مجھ کو
رہوں مخمور محبوبِ الٰہیؒ
نگاہِ لطف ہو میری طرف بھی
کہ ہوں مجبور محبوبِ الٰہیؒ
عطا ہو صدقہ روئے منوّر
ہو تم مشہور محبوبِ الٰہیؒ
ضرورت ہر قدم ہے رہبری کی
ہے منزل دور محبوبِ الٰہیؒ
دلِ صادقؔ سے بھی اب تو خدارا
ہو ظلمت دور محبوبِ الٰہیؒ

بحضور حضرت خواجہ امیر خسروؒ

سوز ہیں خسرو ساز ہیں خسروؒ
فطرت کی آواز ہیں خسروؒ
میخانہ کا راز ہیں خسروؒ
ساقی کا اعجاز ہیں خسروؒ
حسن ہیں خسرو ناز ہیں خسروؒ
شوخی کا انداز ہیں خسروؒ
مجھ کو بھی نسبت ہے ان سے
میرے بھی دمساز ہیں خسروؒ
میں کہلاؤں ان کا ہو کر
میرے لئے اعزاز ہیں خسروؒ
جان و دل ہیں جن کے شکستہ
ان کے چارہ ساز ہیں خسروؒ
کیفِ سخن ہے ان کا شاہد
مستِ مئے شیراز ہیں خسروؒ
قدموں میں محبوب کے اپنے
جاں دی ہے جانباز ہیں خسروؒ
وجد میں صادقؔ ہے اک عالم
اک ایسی آواز ہیں خسروؒ

بحضور حضرت خواجہ سیدنا شاہ امیر ابوالعلیؒ

(اکبر آبادی)

رہنمائے انس و جاں شاہ امیر بوالعلیؒ
اے امیرِ کارواں شاہ امیر بوالعلیؒ
حضرتِ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی شان
خواجہ عبداللہ کی جاں شاہ امیر بوالعلیؒ
نسبتِ ''احرار'' کے صدقے میں ہو جائے کرم
اے شہنشاہِ جہاں شاہ امیر بوالعلیؒ
بندہ پرور مجھ پہ بھی بارش ہو رنگ و نور کی
اے انیسِ بیکساں شاہ امیر بوالعلیؒ

تیری ذاتِ پاک اسرارِ الٰہی کی امیں
رازِ دارِ کن فکاں شاہ امیر بوالعلیؒ
میرے دل پر بھی کھلیں کچھ راز ہائے معرفت
محرمِ رازِ نہاں شاہ امیر بوالعلیؒ
ہو عطا جامِ مئے توحید آنکھوں سے مجھے
اے مرے پیرِ مغاں شاہ امیر بوالعلیؒ
ایک مدت سے کرم کا منتظر صادقؔ بھی ہے
اک نظر اے مہرباں شاہ امیر بوالعلیؒ

بحضور حضرت مرزا محمد فرہاد شاہؒ

قطبِ دوراں رہبرِ کامل شہہ فرہاد ہیں
سالکانِ عشق کی منزل شہہ فرہاد ہیں
ان کے عرفانِ محبت سے ہے دنیا فیضیاب
رازِ ہائے عشق کے حامل شہہ فرہاد ہیں
ان کے دامن میں اماں ملتی ہے ہر مظلوم کو
بیکسوں کو رحمتِ کامل شہہ فرہاد ہیں
ان کی نظریں تو ہیں ہر شاہ و گدا پر ملتفت
کس قدر الطاف پہ مائل شہہ فرہاد ہیں
تشنہ کاموں کو عطا کرتے ہیں وہ کیفِ دوام
جام و مینا ساقیِ محفل شہہ فرہاد ہیں
راہرو پر ہوگئی آسان راہِ زندگی
سچ تو یہ ہے رہنمائے دل شہہ فرہاد ہیں
کیوں نہ ہو پھر کائناتِ زندگی میں روشنی
جلوۂ مہرو مہہ کامل شہہ فرہاد ہیں
لاکھ طوفان و تلاطم ہیں مگر کچھ غم نہیں
میری کشتی کے لئے ساحل شہہ فرہاد ہیں
خاندانِ بوالعلائی کے ہیں صادقؔ آفتاب
خضرِ منزل، مرشدِ کامل شہہ فرہاد ہیں

بحضور قطب الاولیا حضرت شیخ کلیم اللہؒ

(جہان آبادی)

مہرِ عالم ہے رخِ روشن کلیم اللہؒ کا
ہر طرف ہے جلوہ ضو افگن کلیم اللہؒ کا
کیوں نہ ہر پیغام ہو روشن کلیم اللہؒ کا
نطقِ ناطق ہے پئے گفتن کلیم اللہؒ کا
ہے محبت مذہبِ احسن کلیم اللہؒ کا
دامنِ الطاف ہے دامن کلیم اللہؒ کا
دورِ طفلی میں بھی یادِ حق میں گذرا ہر نفس
صدق کا آئینہ ہے بچپن کلیم اللہؒ کا
یکیٔ قطب المدینہ کا خزانہ آپ ہیں
نور سے معمور ہے دامن کلیم اللہؒ کا
آپ قطب الاولیا ہیں آپ امام العارفیں
پھر نہ کیسے نام ہو روشن کلیم اللہؒ کا
جس نے بھی فرطِ عقیدت سے کیا یاد آپ کو
اس کے دل میں بن گیا مسکن کلیم اللہؒ کا
ہے محبت ہی محبت آپ کی ذاتِ جمیل
دو جہاں میں نام ہے روشن کلیم اللہؒ کا
آپ کا اخلاق اخلاقِ حبیبِ دو جہاں
دامنِ محبوب ہے دامن کلیم اللہؒ کا
آپ سے کیسے نہ حاصل ہو دلوں کو روشنی
ہے جمالِ حق رخِ روشن کلیم اللہؒ کا
اک تجلی سی نظر آتی ہے مرقد کے قریب
آستاں ہے وادیٔ ایمن کلیم اللہؒ کا

ہے بہارِ جلوۂ رنگیں جدھر بھی دیکھئے
کس قدر شاداب ہے گلشن کلیمؒ اللہ کا
فیض بے پایاں کی شہرت ہے جہاں میں دور دور
مرجعِ عالم ہے اب مدفن کلیمؒ اللہ کا
اس کی ہستی بے نیازِ حال و ماضی ہوگئی
جس کو اے صادقؔ ملا دامن کلیمؒ اللہ کا

بحضور حضرت مولانا وارث علی شاہؒ

بے بہا نعمت ہے فیضِ حضرتِ وارث علیؒ
دولتِ دنیا و دیں ہے نسبتِ وارث علیؒ
ہر گل و غنچہ تبسم ریز ان کے فیض سے
گلستاں در گلستاں ہے نکہتِ وارث علیؒ
عاشقِ ذاتِ خدا ہیں عاشقِ ذاتِ رسولؐ
کیوں نہ ہو پھر دوجہاں میں عظمتِ وارث علیؒ
ان کی ذاتِ پاک ہے آئینۂ حسن و جمال
کیوں نہ ہو ہر دل میں پیدا الفتِ وارث علیؒ
اپنی اپنی بات ہے اور اپنا اپنا ہے مقام
وسعتِ آفاق میں ہے شہرتِ وارث علیؒ
میری ہستی کو بھی حاصل ہے سرورِ سرمدی
میرے دل میں بھی ہے دردِ الفتِ وارث علیؒ
خاندانِ "چشت" کے ہیں وہ بھی اک چشم و چراغ
اس لئے ہے عام فیضِ نسبتِ وارث علیؒ
لطفِ پوشیدہ سے ظاہر ہو گیا مجھ پہ یہ راز
میرے حصے میں بھی ہے کچھ نعمتِ وارث علیؒ
میں سمجھتا ہوں۔ اے صادقؔ توسّل پیر کا
ہے مری نسبت میں شامل نسبتِ وارث علیؒ

بحضور مولانا سید مخلص الرحمٰن صاحب جہانگیر شاہ

حق راہ دکھاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
انسان بناتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
سرکارِ دو عالمؐ کی ہر دل میں محبت کے
جذبات جگاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
ہر رہروِ عرفاں کی راہوں میں بہر منزل
سو شمعیں جلاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
اس حسن مجسم کے جلووں سے ہر اک دل کو
پرُنور بناتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
پیرانِ طریقت کے ہر رہروِ ہستی کو
آداب سکھاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
جو طالب مولا ہے مقصود کو پہنچے گا
اللہ سے ملاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
سب سلسلے مدغم ہیں اس نسبتِ عالی میں
قسمت کو بناتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
میخانہ ہے میخانہ یہ مخلصِ رحمٰں کا
مخمور بناتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ
صادقؔ کی نگاہوں میں ہیں لاکھ حسیں عالم
وہ جلوے دکھاتا ہے فیضانِ جہانگیریؒ

بحضور مولانا سید شاہ محمد عبدالحیؒ صاحب

مصحفِ قرآں ہیں فخر العارفینؒ
مطلعِ ایماں ہیں فخر العارفینؒ
رہروانِ حق کے رہبر ہیں حضورؒ
منزلِ عرفاں ہیں فخر العارفینؒ
عاشق و شیدا زمانہ کیوں نہ ہو
جلوۂ یزداں ہیں فخر العارفینؒ

چاندنی پھیلی ہے جس کی ہر طرف
وہ مہہ تاباں ہیں فخر العارفینؒ
عاصیوں پر ہے نگاہِ التفات
رحمتِ یزداں ہیں فخر العارفینؒ
روح میں کیسے نہ ہو بالیدگی
میرے قلب و جاں ہیں فخر العارفینؒ
آپ ہیں عاشق رسول اللہ کے
نائب یزداں ہیں فخر العارفینؒ
آپ ہیں صدق و صفا کا آئینہ
شوکتِ انساں ہیں فخر العارفینؒ
مجھ کو اے صادقؔ ملالِ غم نہیں
درد کے درماں ہیں فخر العارفینؒ

بحضور حضرت محمد نبی رضا شاہؒ

قادریؒ، ابو العلائیؒ، چشتیؒ، جہانگیریؒ

نورِ سرکارِ دو عالم حضرتِ شاہِ رضاؒ
پیکرِ خلقِ مجسم حضرتِ شاہِ رضاؒ
یادگارِ شہہ شہاب الدینؒ مبارک غزنویؒ
جانشینِ غوث الاعظم حضرتِ شاہِ رضاؒ
آپ ہیں جانِ معین الدینؒ و قطب الدین حضورؒ
خلق کے ہمدرد و ہمدم حضرتِ شاہِ رضاؒ
حسنِ محبوب الٰہیؒ شانِ صابر کلیریؒ
آپ ہیں جانِ دو عالم حضرتِ شاہِ رضاؒ
آرزوئے شاہ عبد الحیؒ و شاہ بوالعلیؒ
مخلصِ رحمِ مجسم حضرتِ شاہِ رضاؒ
آپ ہی کی دستگیری شہرہ آفاق ہے
شمعِ بزمِ غوث الاعظمؒ حضرتِ شاہِ رضاؒ
اک جہاں کو آپ نے اسرارِ حق سمجھا دیے
رازِ دارِ حق کے محرم حضرتِ شاہِ رضاؒ
چشمِ الطاف و کرم صادقؔ پہ بھی بندہ نواز
یہ بھی ہے اک بندۂ غم حضرتِ شاہِ رضاؒ

بحضور مولانا شاہ عبد القدیر صاحب دہلویؒ

قادریؒ، ابو العلائیؒ، چشتیؒ، جہانگیریؒ

آپ کا در ہے درِ پیرانِ پیرؒ
قطبِ دوراں حضرتِ عبد القدیرؒ
آپ ہیں تنویرِ ایمان و یقیں
آپ کا حسنِ عمل ہے بے نظیر
آپ کی ہستی ہے تصویرِ وفا
آپ ہیں اکسیرِ سوزِ عشقِ پیرؒ
آپ جس پر ہوگئے ہیں مہرباں
مہرباں اس پر ہوا ربِّ قدیر
جلوۂ حسنِ "جہانگیریؒ" ہیں آپ
آپ از سر تا قدم ہیں بے نظیر
حالِ دل کہنا عبث ہے آپ سے
جانتا ہوں آپ ہیں روشن ضمیر
سب برابر ہیں نگاہِ پاک میں
شاہ کوئی ہو کہ ہو کوئی فقیر
آپ صادقؔ کے ہیں صادقؔ آپ کا
آپ کا ہے یہ کرم بابا قدیرؒ

بحضور آئینۂ صدق وصفا حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہؒ

قادریؒ، ابو العلائیؒ، چشتیؒ، جہانگیریؒ

خدا رکھے یہ الطاف و کرم شاہِ عنایتؒ کا
کہ ہے کعبہ مرا بیت الحرم شاہِ عنایتؒ کا

مرا مقسوم معراجِ محبت ہونے والی ہے
جبیں کو مل گیا نقشِ قدم شاہِ عنایتؒ کا
انہیں کا یہ زمانہ ہے یہ مالک ہیں زمانے کے
خدا رکھے قیامت تک بھرم شاہِ عنایتؒ کا
بھٹک سکتے نہیں اب رہروانِ منزلِ عرفاں
ہے خضرِ راہ ہر نقشِ قدم شاہِ عنایتؒ کا
ولیٔ حق ہیں یہ قطبِ زماں ہیں غوثِ دوراں ہیں
اب اتنا مرتبہ سمجھے ہیں ہم شاہِ عنایتؒ کا
مرے مرشد شہنشاہِ حسن کا بول بالا ہو
مجھے صدقہ دیا ہے محترم شاہِ عنایتؒ کا
خدا کا شکر ہے صادقؔ محبت رنگ لائی ہے
نظر شاہِ حسن کی ہے کرم شاہِ عنایتؒ کا

بحضور حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحبؒ

قادریؒ، ابوالعلائیؒ، چشتیؒ، جہانگیریؒ

تری ہستی کے آئینے میں تنویرِ رسالتؐ ہے
تری آنکھوں کے ساغر میں شرابِ عشقِ وحدت ہے
ترے کردار و اطوارِ مقدس کا بڑا عنصر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی شرافت ہے
جنابِ غوث الاعظمؒ سے ہے تیرا خاص ربطِ دل
تری سیرت معین الدین اجمیریؒ کی سیرت ہے
تری تفہیم ہے تفہیم قطب الدین کاکیؒ کی
فریدالدینؒ کا ورثہ تجھے تیری بصیرت ہے
ترے اوصاف ہیں خواجہ علاؤالدین صابرؒ کے
ترے سینے میں محبوبِ الٰہیؒ کی محبت ہے
تری ذاتِ گرامی خواجۂ احرارؒ کی ہستی
تجھے شاہِ امیرِ بوالعلیؒ کا دل ودیعت ہے
یہ میخانہ جہانگیری ہے اس میں قادریؒ صہبا
یہ دربارِ رضاؒ ہے اور سرکارِ عنایتؒ ہے
گدائے بے نوا صادقؔ ہے تیرے آستانے کا
کرم ہو جائے اس پر بھی کہ تو شاہِ ولایت ہے

مرشدِ منؒ

ترے کرم پہ ہے میری نگاہ مرشدِ منؒ
مری نظر میں ہے تو بادشاہ مرشدِ منؒ
گناہ گار پہ بھی اک نگاہ مرشدِ منؒ
کہ تیری ذات ہے عالم پناہ مرشدِ منؒ
نہ ہوتی تجھ سے اگر رسم و راہ مرشدِ منؒ
نہ ملتی مجھ کو کہیں بھی پناہ مرشدِ منؒ
نہیں میں دولتِ کونین کا تمنائی
عطا ہو عشق مجھے بے پناہ مرشدِ منؒ
نگاہِ لطف کا امیدوار ہوں تجھ سے
مجھے بھی جیسے ہو ممکن نباہ مرشدِ منؒ
مری نجات نہ ہوگی ترے کرم کے بغیر
کہ میری فردِ عمل ہے سیاہ مرشدِ منؒ
جہاں سے ایک جہاں کو مراد ملتی ہے
وہ تیرا در ہے تری بارگاہ مرشدِ منؒ
زمانہ لاکھ مخالف ہو غم نہیں مجھ کو
پھرے نہ تیرے کرم کی نگاہ مرشدِ منؒ
عطا ہو گوہرِ مقصود اپنے صادقؔ کو
تری طرف ہے اب اس کی نگاہ مرشدِ منؒ

شہنشاہ حسنؒ

تو ہے دستِ لم یزالی اے شہنشاہِ حسنؒ

کیوں نہ ہو دنیا سوالی اے شہنشاہِ حسنؒ
میرے غم خانے کو بھی کچھ روشنی کر دے عطا
شمعِ بزمِ لم یزالی اے شہنشاہِ حسنؒ
بندۂ در کی نظر ہے بندہ پرور کی طرف
ہے مرا دامن بھی خالی اے شہنشاہِ حسنؒ
کشتیِ دل ہے شکستہ سینکڑوں طوفان ہیں
اک نظر ہو میرے والی اے شہنشاہِ حسنؒ
شاہ پر بھی لطف ہے تیرا گدا پر بھی کرم
تیری بخشش ہے نرالی اے شہنشاہِ حسنؒ
میری نظروں میں ہے نظارہ رخِ پر نور کا
آفتابِ لازوالی اے شہنشاہِ حسنؒ
تو نے بخشا ہے اسے کیفِ دوامِ زندگی
اک نظر جس پر بھی ڈالی اے شہنشاہِ حسنؒ
صدقہ شاہِ رضاؒ شاہِ عنایتؒ بخش دے
اے متاعِ لازوالی اے شہنشاہِ حسنؒ
مجھ تہی دست و تہی داماں پہ بھی ہو التفات
ایک میں بھی ہوں سوالی اے شہنشاہِ حسنؒ
ساقیِ میخانۂ عرفاں ادھر بھی اک نظر
میرا بھی ساغر ہے خالی اے شہنشاہِ حسنؒ
قادریؒ و بوالعلائیؒ ہے درِ اقدس ترا
ہے تری سرکارِ عالی اے شہنشاہِ حسنؒ
تیرے دم سے زندگانی کے چمن میں ہے بہار
گلشنِ ہستی کے والی اے شہنشاہِ حسنؒ
تیرے قدموں سے لپٹ کر مجھ کو ملتا ہے سکوں
اے مری دنیا کے والی اے شہنشاہِ حسنؒ
میرے مولا حسنِ سیرت بھی عطا کر دے مجھے
تیری صورت تو بنالی اے شہنشاہِ حسنؒ
بندہ پرور مدعائے دل مجھے بھی ہو نصیب
ہے ترا دربار عالی اے شہنشاہِ حسنؒ
کیا بتائے کیا طلب کرتا ہے صادقؔ دہلوی
تجھ سے ہے تیرا سوالی اے شہنشاہِ حسنؒ

محبوبِ منؒ

مرشد و مولائے من محبوبِ من سلطانِ من
یا شہنشاہ حسنؒ یا دینِ من ایمانِ من
دیدِ تو دیدِ محمدؐ دیدِ تو دیدِ خدا
جلوۂ روئے مبینت جلوۂ یزدانِ من
اے کہ تو صبحِ بہارِ گلستانِ رنگ و بو
اے تمنائے دلم اے حسرت و ارمانِ من
شرحِ والشمس الضحیٰ تفسیرِ واللیل شریف
اے کہ تو یسین و طٰہٰ اے کہ تو قرآنِ من
زخمِ دل زخمِ جگر محتاجِ لطفِ یک نظر
اے مسیحائے زمن اے دردِ من درمانِ من
آفتاب و ماہتاب صبح و شامِ زندگی
راحتِ قلب و نظر اے رونقِ بستانِ من
جانشینِ غوثؒ الاعظم نورِ چشمِ خواجگاں
بر گدائے در بکن چشمِ کرم سلطانِ من
صادقِؔ خستہ مریدِ آستانِ پاکِ تو
رحم کن اے جانِ عالم جانِ من جانانِ من

پیرِ طریقتؒ

السلام اے مرشد و مولائے من
السلام اے حضرتِ شاہِ حسنؒ

اے کہ تو وصافِ یارانِؓ نبیؐ
السلام اے یادِ اسلاف کہن
اے کہ تو انوارِ رحمت بالیقیں
السلام اے پیکرِ شاہِ زمنؒ
اے کہ تو مسند نشینِ خواجگانؒ
السلام اے زینتِ صد انجمن
اے کہ تو ارمانِ قلبِ عاشقاں
السلام اے جانِ عالم جانِ من
اے کہ تو پیرِ طریقت بے مثال
السلام اے رہبرِ دل خضرِ من
بر لبِ صادقؔ سخن آید ز شوق
السلام اے بوئے گل روحِ چمن

بحضور عزیزالاولیا حضرت صوفی شاہ عبدالعزیز صاحب شہیدؒ
قادریؒ ابوالعلائیؒ چشتیؒ جہانگیریؒ حسنیؒ

روز و شب افزوں ہے فیضانِ عزیزالاولیاؒ
دامنِ رحمت ہے دامانِ عزیزالاولیاؒ
آپ ہیں حسنِ عنایت آپ ہیں جانِ حسن
کیوں نہ دو بالا ہو پھر شانِ عزیزالاولیاؒ
آپ کی ذاتِ گرامی ہے سکونِ قلب و جاں
زندگی ہے زیرِ دامانِ عزیزالاولیاؒ
کوئی محرومِ نگاہ لطف رہتا ہی نہیں
اس قدر ہے عام فیضانِ عزیزالاولیاؒ
بندۂ مہر و وفا بھی ہیں شہیدِ عشق بھی
اللہ اللہ یہ ہے عرفانِ عزیزالاولیاؒ
رقص میں ہیں ماہ و انجم وجد میں بادِ صبا
ہے بہاروں پر گلستانِ عزیزالاولیاؒ
بارگاہِ حق میں صادقؔ کی ہے یہ صادقؔ دعا
تا ابد قائم رہے شانِ عزیزالاولیاؒ

قطعات

یہ مہر و ماہ یہ انجم یہ کہکشاں یہ گگن
یہ سبزہ زار یہ گلشن یہ موجِ گنگ و جمن
اسی کی ذات کا پرتو ہے سب پہ اے صادقؔ
ہر ایک شے سے نمایاں ہے جلوۂ ایمن

جلوۂ مہر و ماہ طیبہ ہے
منزلِ دل کی راہ طیبہ ہے
کوئی میری نگاہ سے دیکھے
حسن کی جلوہ گاہ طیبہ ہے

اب ہے دشوار جینا مرا
زخم خوردہ ہے سینہ مرا
میری امداد فرمایئے
ہے بھنور میں سفینہ میرا

تیرے دربار میں کیا چیز نہیں
تیری سرکار میں کیا چیز نہیں
مجھ کو بھی گوہرِ مقصود ملے
دستِ مختار میں کیا چیز نہیں

جستجو آپ ہی کی رہتی ہے

آرزو آپ ہی کی رہتی ہے
اب تو ہر دم زبانِ صادقؔ پر
گفتگو آپ ہی کی رہتی ہے

جام و مینا صراحی و ساغر
ہیچ ہیں سب ہماری نظر میں
روح پر کیف رہتا ہے طاری
جانے کیا ہے تمہاری نظر میں

رنج و آلام مقدر میں ابھی اور بھی ہیں
تلخ کچھ جام مقدر میں ابھی اور بھی ہیں
جن میں ہر گام پہ آئیں گے حوادث صادقؔ
ایسے ہنگام مقدر میں ابھی اور بھی ہیں

حالِ دل کیوں کسی سے کہتا ہے
بندۂ عشق ہے تو لب ہی لے
راز افشانہ ہو کوئی صادقؔ
مسکرا کر شراب غم پی لے

ضبطِ غم سے کام لینا آگیا
اپنے سر الزام لینا آگیا
اس لئے صادقؔ زمانہ ہے خلاف
مجھ کو ان کا نام لینا آگیا

نگارِ صادق

الحاج صوفی محمد یسین خاں صادق دہلوی
قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

صاحب دل اور صاحب نسبت شاعر کا تعارف

شعرا کی طویل و عریض فہرست پر نظر ڈال جایئے انگلیوں پر گنے چنے صاحب نسبت اور صاحب دل شاعر ملیں گے، حسّانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرفہرست رکھیے پھر ایران تشریف لایئے ''ہست قران ور زبا ۵۱۰ن پہلوی'' فرمانے والی عظیم شخصیت ذہن و دماغ کے پردوں پر خود بخود ابھر آئیگی، حضرت شمس تبریزؒ، حضرت حافظؒ، حضرت سعدیؒ، تک گنتی پوری کر کے مملکت ہند کے پائیہ تخت بائیس خواجگان کے آستانۂ پاک دلی پر جبہ سا ہو کر تاریخ کے اوراق الٹیے تو حضرت امیر خسرو کا مقدس و نورانی چہرہ اپنی اولیت کا پرچم لہراتا نظر آئے گا اس لطیف و نظیف علم کے نیچے حضرت خواجہ میر دردؒ، حضرت مظہر جان جاناںؒ، حضرت مخمورؒ، حضرت صادقؔ صاحب دل اور صاحب نسبت شاعر لباس فقر اور روحانی عظمت و جلال کے ساتھ صاف نظر آئیں گے الحاج محمد یٰسین خان صادقؔ صاحب دہلوی علماء فقرا صلحا صوفیا کے علاوہ وزراء روسا، ادبا، شعرا اور عوام کے جانے پہچانے اور مانے شاعر ہیں ان کا تعارف کوئی کیا کرائے گا وہ خود ہی ایسی متعارف شخصیت کے مالک ہیں کہ ان کی نسبت سے خلق خدا کو طرح طرح کے فوائد ایک عرصۂ دراز سے پہنچتے چلے آرہے ہیں جب وہ کارخانہ دار تھے تو اعزاء و اقرباء و مساکین، یتیم و یسیر، اپنے بیگانے، دوست دشمن غرض یہ کہ بلاتفریق مذہب و ملت سب کی استعانت و مدد فرمایا کرتے، جب شعر و سخن کی دنیا میں آئے تو باوجود کم علمی کے استاد کامل حضرت مخمور دہلوی نے علمی شغف، ادبی ذوق اور شعری صلاحیتوں کو ابھارا اس منزل سے جب آگے بڑھے تو شہنشاہ روحانیت الحاج صوفی شاہ محمد حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز نے روحانی عظمت و جلال فقرائی جاہ و کمال سے متصف فرما کر خلق اللہ کی خدمت کے لئے متعین و مقرر فرمایا۔ اتنی بھٹیوں میں جل تپ کر محمد یسین خاں صاحب جو بچپن ہی کے صادقؔ تھے دنیاوی کاروبار سے لے کر شعر و ادب تک، شعر و ادب سے لے کر مسند فقراء تک، مسند فقراء سے لے کر پیران طریقت کی اس منزل تک نہایت ثابت قدمی، پامردی مستقل مزاجی کے ساتھ صدق و صفا کا جھنڈا لہراتے ہوئے آستانہ صداقت پر صادقؔ بن کر متمکن ہو گئے جہاں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، صادقؔ صاحب کو خلوت و جلوت میں دیکھنے والے حضرات گواہ ہیں۔

کہ وہ جب جس وقت جس زمانے میں دیکھے گئے منفرد زمانہ رہے، عوام و خواص کے ہمدرد رہے، اپنے بیگانوں کی خدمت کرتے رہے، دوست دشمن سب کو دعائیں دیتے رہے ان پاکیزہ حالات میں علمی ذوق بڑھتا رہا، ادبی شوق پروان چڑھتا رہا، شعری صلاحیت اجاگر ہوتی رہی، مذہب کی گھٹی خلد آشیانی والدہ محترمہ محمود النساء صاحبہ اور والد محترم حاجی امیر خاں مرحوم نے ایسی پلائی کہ اولیاء دادا حضرت عبدالغنی کی ولائت محمد یسین خاص صادقؔ دہلوی میں منتقل ہو کر رہی جسے حضرت خواجہ میر درد ثانی فضل الٰہی مخمور دہلوی نے ابھارا اور حضرت خواجہ پیر طریقت الحاج صوفی شاہ محمد حسن صاحبؒ نے منتہائے مقصود تک پہنچا کر خواجگان پاک کے زمرہ میں داخل کر کے مسند رشد و ہدایت پر بٹھا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ صادقؔ صاحب فنافی اللہ، فنا الرسولؐ، فنافی المرشد اور فنافی الاستاد ہو کر شاعر خدا اور رسول سیدنا حضرت حسّانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت امام جعفر صادقؔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مولائے رومؒ، حضرت شمس تبریزؒ، حضرت حافظؒ، حضرت سعدیؒ، حضرت جامیؒ، خواجہ غریب نوازؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت خواجہ میر دردؒ، حضرت مظہر جان جاناںؒ، حضرت خواجہ قطبؒ،

حضرت محبوب الٰہیؒ اور حضرت خضر علیہ السلام سے کسب نور اور فیض باطنی کا منزہ و مقدس سلسلہ رب العالمین نے ایسا جاری و ساری فرما دیا ہے کہ اس میں وہ کھو کر رہ گئے ہیں۔ صادق صاحب کے کلام میں صاحبان علم و فن اور شاعران شعر و سخن مذکورہ بالا حضرات کے کلام اقوال فرمودات اور تاثرات کو نمایاں پائیں گے اپنی بے بضاعت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ میرے عقل و شعور، فہم و ادارک اور تاثرات نے ایسا ہی محسوس کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صادق صاحب کے اقوال و کردار، لطف و کرم، مذہبی لگاؤ، خدائی، خوف رسولؐ سے محبت اور اولیائے کرم سے عقیدت ۲۶ سال سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں انہیں بڑے بڑے طوفان سے ٹکرا کر ثابت قدم پایا ہے، صبر و شکر، ضبط و تحمل کا کوہ گراں دیکھا ہے، دل، دماغ، ذہن جسم اور روح کی تمام تر اذیتوں میں ہنستے مسکراتے پایا ہے اور آج بھی پا رہا ہوں انشاء اللہ آئندہ بھی پاؤں گا۔

مجھے یقین ہے کہ "نگار صادق" کو نگاہ مرد مومن سے دیکھنے والے حضرات میرے قول کی تصدیق میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

حاصل عباسی اعظمی

اظہار تشکر

ان حضرات کی خدمت میں جنہوں نے "نگار صادق" کے سلسلے میں اپنی آرائے بیش قیمت سے نوازا۔ بالخصوص جناب محمد اشتیاق خاں اور جناب انیس الرحمٰن خیری جنہوں نے طباعت و تدوین کے سلسلے میں اپنی بھرپور توجہ سے نگار صادق کو منظر عالم پر لانے کی سعی فرمائی۔

صادق دہلوی

انتساب

میں اپنی غزلوں کے اس مجموعہ "نگار صادق" کو اپنے استاد محترم تاجدار سخن ڈاکٹر فضل الٰہی مخمورؔ دہلوی کے نام نامی اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں، جن کی نگاہ کرم اور توجہ خصوصی کی بدولت میرا یہ چوتھا مجموعہ کلام منظر عام پر آ رہا ہے۔

صادق دہلوی

الٹ کر دیکھئے اوراق ہستی
ہزاروں آرزوؤں کا لہو ہے

صادق دہلوی

باسمہٖ تعالیٰ

پیشِ آئینہ بھی تو ہے، آئینہ خانہ بھی تو
دیدۂ حیراں بھی تو ہے روئے جانانہ بھی تو
عشق بھی تو ہے فروغِ حسنِ جانانہ بھی تو
تو ہی شمعِ بزم بھی ہے ذوقِ پروانہ بھی تو
بادۂ عرفاں بھی تو ہے جام و پیمانہ بھی تو
جذبۂ رنداں بھی تو ہے پیرِ میخانہ بھی تو
خانۂ دل میں جو دیکھا تجھ کو اے پردہ نشیں!
تو ہی خود مہمان بھی ہے صاحب خانہ بھی تو
میرا سوزِ دل بھی تو ہے تو ہی میرا دل بھی ہے
میرا کاشانہ بھی تو ہے حسنِ کاشانہ بھی تو
مونس و غم خوار ہو کر ہے بظاہر بے نیاز
تو یگانہ بھی ہے سب کا سب سے بیگانہ بھی تو
میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تو پہچانے تجھے
کاسۂ سائل بھی تو ہے شانِ بتخانہ بھی تو
تو ہی فصلِ گل بھی ہے تو ہی خزاں کا دور بھی
گلشنِ رنگیں بھی تو ہے دشت و ویرانہ بھی تو
طور و موسیٰؑ کی حکایت بھی ہے تیری داستاں
اور حسنِ یوسفِ کنعاں کا افسانہ بھی تو
چشمِ صادقؔ نے تجھے دیکھا ہے اپنے آپ میں
لاکھ پردوں میں بھی تو ہے بے حجابانہ بھی تو

ازل ہی سے ہے مستحکم نظامِ ساقیٔ کوثر
قیامت تک رہے گا دورِ جامِ ساقیٔ کوثر
دو عالم کے لئے رحمت ہے نامِ ساقیٔ کوثر
متاعِ دین و دنیا ہے پیامِ ساقیٔ کوثر
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ان کا حقیقت میں
ملائک بھی نہیں سمجھے مقامِ ساقیٔ کوثر
یہ شوکت اور یہ رفعت کسی کو بھی نہیں حاصل
کہ ہے نامِ خدا کے ساتھ نامِ ساقیٔ کوثر
دو عالم کی بنا ہی ساقیٔ کوثر کی ہستی ہے
زمانے پر ہے واجب احترامِ ساقیٔ کوثر
یقیناً ان کو حاصل ہو گئی معراجِ ایمانی
عمل میں آگیا جن کے پیامِ ساقیٔ کوثر
حقیقت میں اگر پوچھو تو بخشش کی ضمانت ہے
درودِ ساقیٔ کوثر سلامِ ساقیٔ کوثر
گنہگارانِ امّت کے دلوں کو کیوں نہ تسکیں ہو
پیامِ رحمتِ حق ہے پیامِ ساقیٔ کوثر
ہے تنویرِ حدیثِ معرفت جو بات ہے ان کی
صداقت کا ہے آئینہ کلامِ ساقیٔ کوثر
ابد تک روشنی ملتی رہے گی ذرّے ذرّے کو
ازل سے اس قدر روشن ہے نامِ ساقیٔ کوثر
گدائے بے نوا کی منزلت سے کون واقف ہے
شہنشاہوں سے برتر ہے غلامِ ساقیٔ کوثر
خداوندِ دو عالم تجھ سے میری التجا یہ ہے
دمِ آخر مرے لب پر ہو نامِ ساقیٔ کوثر
مرے دل پر ہوا کرتی ہے صادقؔ بارشِ رحمت
میں جب اشعار کہتا ہوں بنامِ ساقیٔ کوثر

الفت کی حکایات کا آئینہ غزل ہے
احساس و خیالات کا آئینہ غزل ہے

ساقی کی عنایات کا آئینہ غزل ہے
پُر کیف خیالات کا آئینہ غزل ہے
ہے تذکرۂ جام و سبو ، ساغر و صہبا
رندانِ خرابات کا آئینہ غزل ہے
ماضی کے زمانے کی ہے تصویر نمایاں
گزرے ہوئے حالات کا آئینہ غزل ہے
جس نور نے بخشی ہے ضیا وادیٔ دل کو
اس نور کی برسات کا آئینہ غزل ہے
ہے عشق کے انوار سے معمور تخیل
تابندہ خیالات کا آئینہ غزل ہے
اشعار کے دامن میں ہے تنویر رخِ یار
ارمان و ملاقات کا آئینہ غزل ہے
ذکرِ مہ و انجم ہے کہیں ذکرِ گلستاں
ہر دور کے حالات کا آئینہ غزل ہے
اشعار ہیں اسلاف کے کردار کا مظہر
دیرینہ روایات کا آئینہ غزل ہے
میخانہ مرا دل ہے مئے شعر و سخن کا
دنیائے خرابات کا آئینہ غزل ہے
جو بات کہی ہے وہ سلیقے سے کہی ہے
صادقؔ مرے جذبات کا آئینہ غزل ہے

وہ شمعِ حسن بن کر دل کے کاشانے میں آئے ہیں
مری قسمت بنانے میرے غم خانے میں آئے ہیں
سرور و کیف اب ہوگا میسر میری ہستی کو
وہ اپنے غم سمونے میرے پیمانے میں آئے ہیں
حدودِ دیر و کعبہ سے نکل کر تیرے دیوانے
کوئی تو بات ہے ساقی جو میخانے میں آئے ہیں
نہ جانے اب تمہاری جستجو کیا رنگ لائے گی
حرم کے راستے سے ہم صنم خانے میں آئے ہیں
تری صورت زمانے میں کسی سے بھی نہیں ملتی
تری تصویر لے کر آئینہ خانے میں آئے ہیں
میں اپنی داستانِ عشق کا عنوان کیا رکھوں
زمانے بھر کے غم اک مرے افسانے میں آئے ہیں
ہماری آبلہ پائی انہیں سیراب کردے گی
بجھانے پیاس ہم کانٹوں کی ویرانے میں آئے ہیں
جہاں بھر میں ترے فیضان کی شہرت ہے اے ساقی
شرابِ عشق پینے ہم بھی میخانے میں آئے ہیں
خرد کا زعم لے ڈوبا خرد مندانِ عالم کو
ترے آدابِ محفل تیرے دیوانے میں آئے ہیں
ہمارا عشق صادقؔ ہے ہمارا نام بھی صادقؔ
ہم اپنی جان دینے تجھ کو نذرانے میں آئے ہیں

تو نے میخانہ نگاہوں میں چھپا رکھا ہے
ہوش والوں کو بھی دیوانہ بنا رکھا ہے
ہر تمنا کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
دل میں تیری ہی محبت کو بسا رکھا ہے
خود کو اس ذات نے پردوں میں چھپا رکھا ہے
بزمِ کونین کو جلووں سے سجا رکھا ہے
ناز کیسے نہ کروں بندہ نوازی پہ تری
مجھ سے ناچیز کو جب اپنا بنا رکھا ہے

یہ تیری بندہ نوازی ہے کرم ہے تیرا
مجھ گنہگار کے عیبوں کو چھپا رکھا ہے

اب یقیناً مجھے معراجِ محبت ہوگی
اپنا سر آپ کے قدموں پہ جھکا رکھا ہے

ہر قدم سجدے بصد شوق کیا کرتے ہیں
ہم نے کعبہ ترے کوچے کو بنا رکھا ہے

اے مرے پردہ نشیں! تیری توجہ کے نثار
میں نے دنیا سے ترا عشق چھپا رکھا ہے

جو بھی غم ملتا ہے سینے سے لگا لیتا ہوں
میں نے ہر درد کو تقدیر بنا رکھا ہے

کیا مرے ظرف کا اندازہ کرے گا کوئی
مسکرا کر غمِ کونین چھپا رکھا ہے

بخش کر آپ نے احساس کی دولت مجھ کو
یہ بھی کیا کم ہے کہ انسان بنا رکھا ہے

تیرا پیغام زمانے کو سنا کر ہم نے
عالمِ خواب سے دنیا کو جگا رکھا ہے

ہر طرف نور کی بارش ہے بہاروں کا ہجوم
کس نے پردہ رخِ روشن سے اٹھا رکھا ہے

جب بھی دیکھا اسے مخمور ہی دیکھا ہم نے
جانے کیا آپ نے صادقؔ کو پلا رکھا ہے

تیرا ہم سر نہ کوئی خسروِ خوباں نکلا
بزمِ کونین میں اک تو ہی درخشاں نکلا

تیرا الطافِ نظر درد کا درماں نکلا
تیرا پیغام ہی تسکینِ دل و جاں نکلا

غم سے خالی نہ یہاں ایک بھی انساں نکلا
غور سے جس کو بھی دیکھا وہ پریشاں نکلا

غور میں نے جو کیا جود و سخا پر تیرے
سارا عالم ترا منت کشِ احساں نکلا

دیکھنا دیکھنا گلزارِ تمنا کی بہار
ہاتھ میں جام لئے ساقیٔ دوراں نکلا

میں کہاں اور کہاں نغمۂ کیف و مستی
عشق ہی ساز کے پردوں میں غزل خواں نکلا

ایک خوشبو سے معطر ہے فضائے عالم
گلشنِ عشق کا ہر پھول گلستاں نکلا

وہ تو ہر لحظہ حجابات اٹھاتے ہی رہے
میرے دل سے نہ مگر دید کا ارماں نکلا

حسرتیں ڈوب گئیں سیلِ غمِ ہجراں میں
اشک نکلے مری آنکھوں سے کہ طوفاں نکلا

اہلِ دنیا نے بہر طور اڑایا ہے مذاق
تیرا دیوانہ جہاں چاک گریباں نکلا

تیری تنویر مری شب کی سحر بن کے رہی
تیرا کوچہ مرے خوابوں کا گلستاں نکلا

تو نے نشتر جو مرے دل پہ لگایا تھا کبھی
داستانِ غمِ ہستی کا وہ عنواں نکلا

تیری مخمور نگاہوں کا اثر ہے ساقی!
جس کو دیکھا وہی مستِ مئے عرفاں نکلا

ظلمتیں ختم ہوئیں سارے جہاں کی صادقؔ
جگمگاتا ہوا جب وہ مہِ تاباں نکلا

میں کیا بتاؤں تمنائے زندگی کیا ہے
حضور آپ سلامت رہیں کمی کیا ہے

اگر نہ دل میں تڑپ ہو تو عاشقی کیا ہے
ملے نہ درد کی دولت تو زندگی کیا ہے

ہیں اس کے واسطے کونین تیرے دامن میں
ترے گدا کے لئے تاجِ خسروی کیا ہے

ترے کرم کا سہارا ہے زندگی میری
ترا کرم نہ ہو شامل تو زندگی کیا ہے

بقدرِ ظرف ہر اک پر ہے چشمِ لطف و کرم
تمہاری بندہ نوازی کی بات ہی کیا ہے

جبینِ شوق کے سجدے ہیں تیرے قدموں پر
میں جانتا ہوں کہ معراجِ بندگی کیا ہے

تمہارے ہی رخِ روشن کے سارے جلوے ہیں
یہ چاند اور ستاروں کی روشنی کیا ہے

تمہاری دید کے قابل تو ہم نہیں لیکن
نقاب رخ سے اٹھا دو تو بات ہی کیا ہے

ہے تیرا عشق مری زندگی کا سرمایہ
میری نظر میں متاعِ سکندری کیا ہے

وفا کی راہ میں ایثار چاہئے رہرو!
اگر نہ جان ہو قرباں تو عاشقی کیا ہے

ہے مجھ پہ ایک زمانہ جو معترض صادقؔ
کوئی سمجھ نہ سکا شرطِ عاشقی کیا ہے

اک حسنِ بے مثال ہماری نظر میں ہے
کونین کا جمال ہماری نظر میں ہے

یہ کس طرح کا حال ہماری نظر میں ہے
اپنی ہی اک مثال ہماری نظر میں ہے

ہر بات ہر خیال ہماری نظر میں ہے
دنیا کی چال ڈھال ہماری نظر میں ہے

کس کو وفا کا پاس ہے ننگِ وفا ہے کون
ہر آدمی کا حال ہماری نظر میں ہے

گزرے ہیں ہم جہاں کے نشیب و فراز سے
ہر اوج ہر زوال ہماری نظر میں ہے

دل پر ہمارے ظلمتِ غم کا اثر نہیں
وہ پیکرِ جمال ہماری نظر میں ہے

دنیا کے انقلاب کا اک آئینہ ہیں ہم
ہر دور ماہ و سال ہماری نظر میں ہے

لب پر تمام عمر تبسم نہ آسکا
غنچے ترا مآل ہماری نظر میں ہے

یہ کہکشاں یہ شمس و قمر گردِ راہ تھے
انساں کا وہ کمال ہماری نظر میں ہے

فردِ عمل کا فیصلہ ہے جس کے ہاتھ میں
وہ ذاتِ ذوالجلال ہماری نظر میں ہے

ساقی نے اک نگاہ میں سمجھا دیا ہمیں
رندوں کا حال قال ہماری نظر میں ہے

فرما رہے ہیں وہ مجھے خاموش دیکھ کر
صادقؔ ترا سوال ہماری نظر میں ہے

بت خانہ چاہیے نہ حرم چاہیے مجھے
اے دوست تیرا نقشِ قدم چاہیے مجھے

مے چاہیے نے نہ ساغرِ جم چاہیئے مجھے
ساقی تری نگاہ کرم چاہیئے مجھے
عیش و نشاط آپ زمانے کو بخش دیں
بندہ نواز آپ کا غم کا چاہیئے مجھے
دنیا سے کیا غرض مجھے دنیا سے کام کیا
بس آپ ہی کا لطف و کرم چاہیئے مجھے
نظروں کو آرزو ہے تمہارے جمال کی
یہ منزلت یہ جاہ و چشم چاہیئے مجھے
اس زندگی کا ذکر ہی کیا جو گزر گئی
اب زیست تیرے زیرِ قدم چاہیئے مجھے
کوئی سمجھ سکا نہ مرے دل کی آرزو
تیری گلی کا باغِ ارم چاہیئے مجھے
اے مستِ ناز تیری نوازش کا شکریہ
کچھ اپنی عاشقی کا بھرم چاہیئے مجھے
کوئے حبیبؑ کعبۂ مقصود ہے مرا
ہر گام احتیاطِ قدم چاہیئے مجھے
ہو گا نصیب نورِ بصیرت اسی کے بعد
تھوڑی سی تیری خاکِ قدم چاہیئے مجھے
مجھ پر بھی التفاتِ نظر اے گدا نواز
صادقؔ ہے نام اس کا بھرم چاہیئے مجھے

شکل وہ ماہتاب کی سی ہے
آسمانی کتاب کی سی ہے
مسکراہٹ ہے روئے جاناں پر
تازگی کیا گلاب کی سی ہے
کیف و مستی میں غرق رہتا ہوں
لذّتِ غم شراب کی سی ہے
کون آیا ہے غم کدے میں آج
روشنی ماہتاب کی سی ہے
غنچہ و گل میں ہے جو رنگینی
ان کے حسن و شباب کی سی ہے
جب بصیرت ملی تو ہم سمجھے
اپنی ہستی بھی خواب کی سی ہے
بے رخی اور برہمی ان کی
رنگ میں انقلاب کی سی ہے
عشق میں زندگی کی ہر الجھن
زلف کے پیچ و تاب کی سی ہے
اتنا تڑپا رہی ہیں وہ آنکھیں
زندگی اضطراب کی سی ہے
دل کی حالت نہ پوچھ اے صادقؔ
اک شکستہ رباب کی سی ہے

ہوگا کسی کا کوئی تعلق کسی کے ساتھ
میری تو زندگی ہے فقط آپ ہی کے ساتھ
اتنا کرم ہو اور مری زندگی کے ساتھ
زندہ اگر رہوں تو تمہاری خوشی کے ساتھ
دل کو مرے نہ ربط کبھی ہو کسی کے ساتھ
گزرے ہر ایک سانس تری یاد ہی کے ساتھ
بہکے ہوئے قدم ہیں سنبھالو مجھے ذرا
آنکھوں سے مے پلا تو رہے ہو خوشی کے ساتھ

تیرا خیال تیرا تصوّر ہے بندگی
نسبت ہے مجھ کو صرف تری ذات ہی کے ساتھ
مجھ کو کسی سے واسطہ ہوتا بھی کس لئے
تیرے لئے ہے دوستی ہر آدمی کے ساتھ
تیرے سوا ہے کون مددگار و غم گسار
پیش آ رہا ہے ایک جہاں بے رخی کے ساتھ
آگاہ اب نظر ہے مآلِ نشاط سے
آنسو نکل پڑے ہیں کلی کی ہنسی کے ساتھ
تابندہ راہِ عشق ہوئی تیرے نور سے
منزل پہ کارواں ہے تری روشنی کے ساتھ
ورنہ کبھی کی موت سے ہو جاتی دوستی
اک یاد ہے تمہاری غمِ زندگی کے ساتھ
لطف و کرم سے مجھ کو نوازا حضور نے
دیکھا جو میں نے ان کی طرف بیکسی کے ساتھ
تم تو گدا نواز ہو مجھ پر بھی ہو کرم
ہے اتنی عرض تم سے مری عاجزی کے ساتھ
ان کی ادائے ناز کے قربان جایئے
دیوانہ کہہ رہے ہیں مجھے سادگی کے ساتھ
وارفتگیِ شوق کوئی بے سبب نہیں
صادقؔ ہزار حسن ہیں دیوانگی کے ساتھ

بہت غم دیئے ہیں خوشی کب ملے گی
فسردہ لبوں کو ہنسی کب ملے گی
کب آؤ گے بزمِ تمنا سجانے
اندھیرے میں ہوں روشنی کب ملے گی
جو آنکھوں میں آتے ہی کجلا گئے ہیں
ان اشکوں کو تابندگی کب ملے گی
بہاریں کب آئیں گی دل کے چمن میں
مجھے ہر نفس تازگی کب ملے گی
عطا کب متاعِ محبت کرو گے
مجھے عشق کی روشنی کب ملے گی
جوانی پہ کب آئے گی وحشتِ دل
جنوں خیز وارفتگی کب ملے گی
قدم تیری راہوں میں بہکے ہوئے ہیں
مرے عزم کو پختگی کب ملے گی
خدا رکھے ساقی ترے میکدے کو
نظر سے مجھے بے خودی کب ملے گی
بناؤ گے کب محرمِ راز مجھکو
مرے عشق کو آگہی کب ملے گی
خدا جانے صادقؔ مجھے اس نظر سے
محبت بھری زندگی کب ملے گی

پیامِ عاشقی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
ادائے دلبری لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
بہارِ زندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
جہانِ دلکشی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
ثبوتِ زندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
کہ شانِ خسروی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
شرابِ آگہی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
سرورِ سرمدی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

ادھر بھی اک نظر اے ساقیِ میخانۂ ہستی
بلا کی تشنگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

حریمِ ناز سے باہر ذرا تشریف لے آؤ
تمنّا دید کی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

جبیں کے ساتھ ہی دل بھی جھکا جاتا ہے سجدے میں
کہ حلمِ بندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

نگاہِ شوق کی فرحت کا ساماں ہو گیا پیدا
زمانے کی خوشی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

تجھے تو رحم کی خو ہے خدارا رحم فرما دے
کہ دردِ بیکسی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

مرے دل کے گلستاں میں بہاریں رقص کرتی ہیں
صبا کی تازگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

ترقی پہ نہ ہو پھر کس لئے جوشِ جنوں میرا
غضب کی سادگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

خدا شاہد اگر زاہد بھی ہو ایمان کھو بیٹھے
وہ حسنِ کافری لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

نظر ملنے سے پہلے ہی ہم اپنے ہوش کھو بیٹھے
کچھ ایسی بیخودی لے کے کوئی آنکھوں میں آیا ہے

مری دنیائے ہستی میں اجالا ہو گیا صادق
ازل کی روشنی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

ان سے شعورِ شرحِ خیالات چاہئے
آغازِ گفتگو کے لئے بات چاہئے

عرضِ نیاز مند یہی ہے بصد نیاز
اب تو علاجِ گردشِ حالات چاہئے

نیرنگیٔ جہاں نے یہ اظہار کر دیا
ہر صبحِ زندگی کے لئے رات چاہئے

نظمِ جہاں کو لغزشیں جس کی سنوار دیں
ایسا بھی کوئی رندِ خرابات چاہئے

جو زندگی کو بخشدے کیفِ دوامِ عشق
ایسی بھی اک حسین ملاقات چاہئے

ناراض ہوگئے مرے عرضِ سوال پہ
تم کو تو روٹھنے کے لئے بات چاہئے

تیری نگاہِ لطف و کرم چاہتا ہوں میں
منصب نہ کوئی منزل درجات چاہئے

ہے تیرا ذکر وجہِ سکونِ دل و نظر
تیرا ہی تذکرہ مجھے دن رات چاہئے

دنیا جو چاہے بخشدے دنیا کو تو مگر
صادق کو صرف ایک تری ذات چاہئے

تمہاری ہر قدم پہ رہبری محسوس کرتا ہوں
کہ راہِ زندگی میں روشنی محسوس کرتا ہوں

محبت میں اب اتنی دلکشی محسوس کرتا ہوں
تمہاری ہر جگہ موجودگی محسوس کرتا ہوں

مرے ذوقِ نظر کو عشق کی معراج حاصل ہے
میں ہر صورت میں صورت آپ کی محسوس کرتا ہوں

ترے حسنِ کرم نے میرا ایماں کر دیا محکم
کہ ہر ذرّے میں تیری روشنی محسوس کرتا ہوں

سرِ محفل تمہیں جب دیکھتا ہوں زینتِ محفل
خرد والوں میں بھی دیوانگی محسوس کرتا ہوں

حقیقت میں یہ ساقی کہ نگاہوں کا تصرف ہے
میں خود اپنی جگہ وارفتگی محسوس کرتا ہوں
یقیناً یہ تمہارے عشق کا زندہ کرشمہ ہے
اب اپنی زندگی کو زندگی محسوس کرتا ہوں
خدا جانے چمن سے مسکرا کر کون گزرا ہے
کہ افسردہ گلوں میں تازگی محسوس کرتا ہوں
الٰہی آج کیسا انقلاب آیا ہے دنیا میں
متاعِ آدمیت کی کمی محسوس کرتا ہوں
یہی دنیا مجھے کل ہموا معلوم ہوتی تھی
اسی دنیا کو اب میں اجنبی محسوس کرتا ہوں
نگاہ التفاتِ دوست کا ممنون ہوں صادق
میں اپنے قلب میں پاکیزگی محسوس کرتا ہوں

کتنا حسیں ہے عشق کا آغاز دیکھنا
دل بن گیا ہے جلوہ گہہ ناز دیکھنا
ماضی کا رنگ حال کا انداز دیکھنا
جو کچھ دکھائے عشق جنوں ساز دیکھنا
دہرا رہا ہوں قصۂ دارو رسن کو میں
مستقبلِ حیات کا آغاز دیکھنا
آگے نکل گیا ہوں میں عرشِ عظیم سے
اک مشتِ خاک اور یہ پرواز دیکھنا
میری خطائیں بخش دیں میرے کریم نے
بندہ نوازیوں کا یہ انداز دیکھنا
ممتاز ہو گیا ہوں میں ان کی نگاہ میں
بخشا ہے کیسا عشق نے اعزاز دیکھنا
ایسا میری حیات میں ہے سوز و سازِ عشق
ساغر میں جیسے بادۂ شیراز دیکھنا
مخمور کر دیا مجھے بے خود بنا دیا
ساقی کی چشمِ مست کا اعجاز دیکھنا
کچھ دیر اور گرمئ بزمِ حیات ہے
سازِ نفس کی آتی ہے آواز دیکھنا
اف کش مکش مریضِ محبت کی ہجر میں
حسرت کے ساتھ سوئے درِ باز دیکھنا
صادق زمانہ لاکھ گرا دے نگاہ سے
محفل میں ان کی میں ہوں سر افراز دیکھنا

چاہیے ہنس کے گرفتارِ بلا ہو جانا
عشق میں بندۂ تسلیم و رضا ہو جانا
زیب دیتا ہے تمہیں نورِ خدا ہو جانا
ظلمتِ دل کے لئے جلوہ نما ہو جانا
مجھ سے قسمت بھی خفا مجھ سے زمانہ بھی خلاف
ایسے عالم میں کہیں تم نہ خفا ہو جانا
ایک مدّت سے ہے ویران مرا خانۂ دل
یہ بھی گھر آپ کا ہے اس میں ذرا ہو جانا
غنچۂ دل کا گریباں ہے ابھی سر بستہ
میرے گلشن میں بھی اے بادِ صبا ہوجانا
کچھ قیامت سے نہیں کم ترے دیوانے کو
ایک بھی فرضِ محبت کا قضا ہو جانا
دشت و صحرا کو بنا دے گا مثالِ گلشن
جوشِ وحشت میں مرا آبلہ پا ہو جانا

غم میں ڈوبا ہے چمن اور فضائیں ہیں اداس
مسکراتے ہوئے گلشن میں ذرا ہو جانا

جان و دل دے کے ہی ممکن ہے بقا کی منزل
کوئی آساں تو نہیں نقشِ وفا ہو جانا

بخش دے گا مجھے صہبائے محبت کا خمار
چشمِ ساقی پہ دل و جاں سے فدا ہو جانا

تیری رفتار پہ موقوف ہے اے حشر خرام
حشر سے پہلے یہاں حشر بپا ہو جانا

بخش دیتا ہے نظر دید کے قابل صادقؔ
عشق سے آئینۂ دل پہ جلا ہو جانا

قربِ جاناں کی تمنا رہ گئی
زندگی تنہا کی تنہا رہ گئی

یہ کرشمہ ہے نگاہِ ناز کا
زندگی بن کر تماشا رہ گئی

کون چلتا تیرے دیوانے کے ساتھ
دو قدم چل کر یہ دنیا رہ گئی

ہم کو گلشن میں نشیمن کے لئے
چار تنکوں کی تمنا رہ گئی

آبلہ پا دشت میں کوئی نہیں
تشنہ لب کانٹوں کی دنیا رہ گئی

میں تہی دست و تہی داماں رہا
عرضِ مطلب میں کمی کیا رہ گئی

تم نہ آئے چل بسا بیمارِ غم
دل کی دل ہی میں تمنا رہ گئی

ہائے میری بے کسی و بے بسی
مسکرا کر مجھ پہ دنیا رہ گئی

دیکھئے کب تک ہو صادقؔ وصلِ دوست
سانس بن کر وجہ ایذا رہ گئی

جسے چاہے شیشہ دے دے جسے چاہے جام دیدے
مرا دل جو چاہتا ہے مجھے وہ پیام دے دے

میں جہاں بھی سر جھکادوں ترا آستاں بنادوں
مری زندگی کے مالک مجھے وہ مقام دے دے

رہے میرے ہر نفس کو تری یاد سے تعلق
مجھے ایسی صبح دے دے مجھے ایسی شام دے دے

مرا دل نثارِ گیسو مری جاں فدائے ابرو
تو پیامِ دل نوازی کوئی میرے نام دے دے

تو ہے ساقئ زمانہ تری ذات ہے یگانہ
مجھے ہوش ہی نہ آئے کوئی ایسا جام دے دے

ہے ازل سے مجھ کو نسبت ترے سنگِ آستاں سے
دل و جاں نثار تجھ پر مجھے اپنا نام دے دے

میں ہو تشنہ کام ساقی رہے تیرا نام باقی
ابھی اور مے پلا دے ابھی اور جام دے دے

مری جستجوئے پیہم ترے در پہ لے تو آئی
مرے ذوقِ آرزو کو شرفِ کلام دے دے

تو متاعِ دو جہاں ہے تو سکونِ قلب و جاں ہے
کوئی مژدۂ مسرت اے مہہ تمام دے دے

یہ فقیرِ در جو صادقؔ ترا بندۂ وفا ہے
اسے اپنا عشق دے دے اسے اپنا کام دے دے

دیکھ رہی ہیں میری نگاہیں
حسنِ دوست کی جلوہ گاہیں
ساقی تیری مست نگاہیں
رندوں کی ہیں عشرت گاہیں
تو ہی بتا اے جانِ محبت
تیرے سوا ہم کس کو چاہیں
دنیا سے کیا میرا تعلق
تم سے ملی ہیں میری نگاہیں
تیری محبت کے دیوانے
اہلِ جہاں سے کیسے نباہیں
بحرِ حوادث کی موجوں نے
ڈالی ہیں باہوں میں باہیں
الفت کا انعام نہ پوچھو
رہتی ہیں ہونٹوں پر آہیں
ان کو کیوں ہو فکرِ زمانہ
جن کو ملی ہیں تیری پناہیں
ہم بدلیں تو دنیا بدلے
دنیا کی ہم پر ہیں نگاہیں
مل جاتی ہیں دیوانوں کو
منزل منزل جلوہ گاہیں
پا لیتے ہیں تیرے کرم سے
بھٹکے ہوئے راہی بھی راہیں
کس کا دل ٹوٹا ہے صادقؔ
عرشِ بریں تک پہنچیں آہیں

دل و نگاہ میں تصویرِ یار رہتی ہے
مرے چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے
جبینِ شوق وہی با وقار رہتی ہے
تمہارے در پہ جو سجدہ گزار رہتی ہے
وہ زندگی جو تری جستجو میں مٹ جائے
جہاں میں بن کے وہی یادگار رہتی ہے
ہے میری منزلِ مقصود کوچۂ جاناں
کہ دل میں حسرتِ دیدارِ یار رہتی ہے
زمانہ رنج ہی دیتا ہے ہر نفس مجھکو
وہ تیری ذات ہے جو غمگسار رہتی ہے
ترے بغیر یہ عالم ہے میری ہستی کا
مری حیات بھی اب مجھ پہ بار رہتی ہے
ہر ایک شے سے نمایاں ہے جب ترا جلوہ
نظر میں کیوں خلشِ انتظار رہتی ہے
مری نظر میں ہے وہ بندگی کا سرچشمہ
جو آنکھ تیرے لئے اشکبار رہتی ہے
اسی حیات کو حاصل ہے کیفِ لافانی
تمہاری یاد سے جو ہم کنار رہتی ہے
ادا ہوا نہ کبھی بندگی کا حق صادقؔ
اسی لئے تو نظر شرمسار رہتی ہے

یہ دل ہے تجھ پہ دیوانہ ہمارا
یہ جاں ہے تجھ کو نذرانہ ہمارا
سلامت پیرِ میخانہ ہمارا
جواں ہے ذوقِ رندانہ ہمارا

الٹ دے خُم کے خُم اے چشمِ ساقی
ابھی خالی ہے پیمانہ ہمارا
شراب و جام سے کیا ہم کو نسبت
تری آنکھیں ہیں میخانہ ہمارا
سجالی ہے تری تصویر دل میں
ہوا ہے دل صنم خانہ ہمارا
ہمیں عیشِ جہاں سے کیا تعلق
ترے غم سے ہے یارانہ ہمارا
کسی شے کی تمنا کیا کریں گے
مزاجِ دل ہے شاہانہ ہمارا
اسی کا نام شانِ خسروی ہے
زہے حالِ فقیرانہ ہمارا
تمہاری جلوہ سامانی کے قربان
کہ روشن ہے یہ خانہ ہمارا
طوافِ کوچہ جاناں کریں گے
ہے کعبہ کوئے جانانہ ہمارا
یہ سن کر فیصلہ دنیا کرے گی
تمہارا ہے کہ افسانہ ہمارا
خدا کا شکر وہ اب کہہ رہے ہیں
کہ صادق بھی ہے دیوانہ ہمارا

تمہیں کو بندہ نوازی سے کام لینا ہے
سوا تمہارے کسی پر مری نگاہ نہیں
جبینِ شوق جھکی ہے تمہاری چوکھٹ پر
کہ ہر مقام مرے دل کی سجدہ گاہ نہیں
نیازمند یہاں سے اٹھے تو جائے کہاں
تمہارے در کے سوا اب کہیں پناہ نہیں
تمہارے حسنِ کرم کا ہے آسرا مجھ کو
گناہگار ہوں اندازۂ گناہ نہیں
اگر نہ تم سے کہوں حالِ دل تو کس سے کہوں
بجز تمہارے کوئی میرا خیر خواہ نہیں
تمہیں کو تم سے طلب کر رہا ہوں بندہ نواز
مجھے کچھ اور تمنا خدا گواہ نہیں
تمہاری ذاتِ گرامی ہے مدعا میرا
تمہارا عشق ہے دل میں کسی کی چاہ نہیں
ہماری منزلِ مقصد ہو تم خدا شاہد!
ہماری منزلِ مقصد یہ مہر و ماہ نہیں
تمہیں ہو رہبرِ دنیا و دیں خدا کی قسم
کہ اس سفر میں کوئی اور خضرِ راہ نہیں
ہمارے دل میں ہیں صادق حبیبِ کون و مکاں
مقامِ عرش سے کم دل کی خانقاہ نہیں

تمہارے جیسا زمانے میں کوئی شاہ نہیں
گدا نواز کوئی ایسی بارگاہ نہیں
تمہارے دست نگر کیا فقیر و شاہ نہیں
تمہارے کوچے میں کس کے لئے پناہ نہیں

ان مست نگاہوں کے مجھ تک پیغام بھی آہی جاتے ہیں
جب تشنہ لبی بڑھ جاتی ہے تو جام بھی آہی جاتے ہیں
وہ حسن بنے میں عشق بنا وہ برق بنے میں طور بنا
بیکار نہیں جذباتِ جنوں یہ کام بھی آہی جاتے ہیں

تو جن کی تمنا کرتا ہے پہلے انہیں دل سے یاد تو کر
وہ صبح بھی آہی جاتے ہیں وہ شام بھی آہی جاتے ہیں
جو ان کے لئے دیوانہ بنے جو ان کے لئے دنیا چھوڑے
پھر ان کی طرف سے اس کے لئے انعام بھی آہی جاتے ہیں
جو ان پہ بھروسہ کرتا ہے جو ان کا سہارا لیتا ہے
وہ رہبر منزل بن کر خود ہر گام بھی آہی جاتے ہیں
جو اپنی خطا پر نادم ہوں احساسِ ندامت ہو جن کو
اللہ کی رحمت کے ان تک پیغام بھی آہی جاتے ہیں
جب وقت برا آجاتا ہے ہر بات بگڑتی جاتی ہے
کچھ اپنے مقدر کے ہاتھوں الزام بھی آہی جاتے ہیں
اپنے بھی مخالف ہوتے ہیں آکاش بھی دشمن ہوتا ہے
دنیائے محبت میں ایسے ہنگام بھی آہی جاتے ہیں
اے راہِ محبت کے رہرو یہ راز سمجھ لے صادق سے
جب عشق کسی سے ہوتا ہے الزام بھی آہی جاتے ہیں

قل ھو اللہ احد ہے تیری ذات
اور اللہ الصمد تیری صفات
جس پہ ہو جاتا ہے تیرا التفات
اس کو مل جاتی ہے ہر غم سے نجات
منبعِ لطف و عطا ہے تیری ذات
بندۂ غم پر بھی چشمِ التفات
جب سے دیکھا ہے تجھے اے حسنِ ناز
سر بہ سر رنگیں ہے میری کائنات
کوئی فرزانہ سمجھ سکتا نہیں
کس طرح کٹتی ہے دیوانے کی رات
میں تبسم میں چھپا لیتا ہوں غم
کوئی کیا سمجھے گا میرے دل کی بات
دل کو حسرت ہے تمہارے درد کی
درد مل جائے تو مل جائے حیات
اب تمہارے ہاتھ میری لاج ہے
تم بناؤ گے تو بن جائے گی بات
لائقِ بخشش نہیں کوئی عمل
تم اگر چاہو گے تو ہوگی نجات
اب تو صادق انتظارِ یار میں!
آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ جاتی ہے رات

وابستگیِ دل کا انجام سوچتا ہوں
ملتے ہیں عشق میں کیا انعام سوچتا ہوں
گردش میں مے کدہ ہے یا جام سوچتا ہوں
ساقیِ حیاتِ نو کا پیغام سوچتا ہوں
میں بندۂ وفا ہوں میں کیا مری رضا کیا؟
پھر کیوں ہے مجھ کو فکرِ آلام سوچتا ہوں
مجھ پر زمانہ کیا کیا تہمت لگا رہا ہے
آئیں گے اور کتنے الزام سوچتا ہوں
دل جیسے دوست نے بھی چھوڑا ہے ساتھ میرا
یہ کیسا آگیا ہے ہنگام سوچتا ہوں
ہر صبح کہہ رہی ہے ہر شام کی کہانی
نیرنگیِ جہاں کا انجام سوچتا ہوں
یہ بے کسی کا عالم یہ گردشِ زمانہ
کب تک رہے گا یہ بھی ہنگام سوچتا ہوں

وہ غم زدہ ہوں جس پہ ہنستا ہے اک زمانہ
اب اور کیا ملے گا انعام سوچتا ہوں
اشکوں سے دھو رہا رہوں میں رات کی سیاہی
روشن کبھی تو ہوگی یہ شام سوچتا ہوں
پیشِ نظر ہے صادق جب سے مآلِ غنچہ
گلزارِ زندگی کا انجام سوچتا ہوں

کنارے پر تمہیں لائے ہو کشتی ناخدا ہو کر
تمہیں آئے ہو طوفانوں میں میرا آسرا ہو کر
یہ مانا چشمِ نظارہ طلب میں یوں تو سب کچھ ہے
مری نظروں سے تم کیوں دور ہو میرے خدا ہو کر
کسی صورت بھی دنیا چین سے رہنے نہیں دیتی
ذرا فرمایئے! جاؤں کہاں میں آپ کا ہوکر
خدا شاہد ابھی تو میرا غم محدود ہے مجھ تک
لہو روئے گی دنیا میرے غم سے آشنا ہو کر
بلندی اس کی ہے رفعت ہے اس کی قسمت اس کی ہے
محبت میں جو رہتا ہے تمہارا نقشِ پا ہوکر
بھٹکنے کا کوئی امکاں نہیں اب راہِ ہستی میں
محبت آپ کی کام آرہی ہے رہنما ہو کر
تمہیں پوجا ہے میں نے تا ابد تم ہی کو پوجوں گا
ازل سے تم رہے ہو میری دنیا کے خدا ہوکر
جہاں والے بجز رنج و محن کچھ بھی نہیں دیتے
مرا دل مطمئن ہے تیرے غم سے آشنا ہو کر
حقیقت پھر حقیقت ہے بناوٹ پھر بناوٹ ہے
خدا کو میں نے پہچانا ہے خود سے آشنا ہو کر
مری آنکھیں نہیں معلوم کیوں پیاسی کی پیاسی ہیں
گلستاں در گلستاں تم رہے جلوہ نما ہو کر
ہم اپنی بیکسی پر خونِ دل روتے تو کیوں روتے
رہے ہو تم ہماری زندگی کا آسرا ہو کر
یقیناً اک نہ اک دن مجھ کو معراجِ جنوں ہوگی
جہانِ عشق میں زندہ ہوں پابندِ وفا ہو کر
زمانے کے حوادث ہوں کہ ہوں صدمے محبت کے
وہ ہر منزل میں آئے ہیں مرے مشکل کشا ہو کر
نہیں کچھ غم ترے صادق کو طوفان و تلاطم کا
حیاتِ نو ملے گی بحرِ الفت میں فنا ہو کر

وہ نظر نور برسا گئی
قلب میں روشنی آگئی
زلف جب ان کی لہرا گئی
سارے عالم کو مہکا گئی
جل اٹھے ظلمتوں میں دیئے
ان کی ذاتِ جمیل آگئی
ان کے رخ سے نقاب اٹھ گیا
زندگی میں بہار آگئی
اس طرح ان کی نظریں اٹھیں
وجد میں کائنات آگئی
زندگی موت کا فلسفہ!
وہ نظر آج سمجھا گئی
وہ خرابِ غمِ عشق ہوں
موت بھی جس سے کترا گئی

وہ عیادت کو آہی گئے
دل کی آواز کام آگئی
وہ نظر بخش کر دردِ دل
میری تقدیر چمکا گئی
عمر بھر اب تڑپتے رہو
لب پہ کیوں دل کی بات آگئی
یہ ملائک نہ پہنچے جہاں
ان کی خاکِ کفِ پا گئی
مجھ پہ صادق ہیں وہ مہرباں
عاشقی آج کام آگئی

تمام عمر محبت کے داغ جلتے رہے
تمہاری یاد کے دل میں چراغ جلتے رہے
وفا کا شکوہ نہ آیا ہمارے ہونٹوں پر
ہزار حسرت و ارماں کے باغ جلتے رہے
شبِ فراق وہ لمحے بھی ہم پہ گذرے ہیں
ستارے بجھ گئے لیکن چراغ جلتے رہے
تمہاری مست نظر سے ہے میکدہ روشن
رخِ جمیل کی ضو سے ایاغ جلتے رہے
ہزار چلتی رہیں آندھیاں زمانے کی
رہِ وفا میں یقیں کے چراغ جلتے رہے
انہیں سے ایک جہاں کو ملی ہے آرائش
وہ جن کے فکرِ سخن سے دماغ جلتے رہے
ازل سے بزمِ جہاں آج تک ہے تابندہ
یہاں چراغ سے صادق چراغ جلتے رہے

میری نظروں میں جمالِ یار ہے
دل کی دنیا مطلعِ انوار ہے
جوش پر اب جذبۂ ایثار ہے
تیرا دیوانہ قریبِ دار ہے
عشق کی منزل بہت دشوار ہے
آپ ہی کی رہبری درکاری ہے
اے مرے مالک ! مری امداد کر
کون دنیا میں مرا غم خوار ہے
جس نے بھی تجھ پر بھروسہ کر لیا
اس کا ہر طوفاں سے بیڑا پار ہے
جان و دل ہیں تابعِ فرماں ترے
تو ہی میرا مالک و مختار ہے
عشق کے آداب سے غافل نہیں
تیرا دیوانہ بہت ہشیار ہے
وحشتِ دل رنگ لا کر ہی رہی
اپنی رسوائی سرِ بازار ہے
اہلِ دل اہلِ نظر سے پوچھئے
ساری دنیا جلوہ گاہِ یار ہے
مجھ کو نشہ ہے شرابِ عشق کا
ہوش میں آنا مرا دشوار ہے
سازِ دل ہے اور مضرابِ الم
اب مرا ہر سانس نغمہ بار ہے
کاروانِ دل بھٹک سکتا نہیں
راہبر صادق خیالِ یار ہے

محبت میں محبت کے چلن کی آزمائش ہے
بہر صورت ہمارے جان و تن کی آزمائش ہے

نقابِ رخ الٹ کر آگئے ہیں وہ سرِ محفل
دلِ وحشی ترے دیوانہ پن کی آزمائش ہے

کوئی اہلِ خرد ہو یا کوئی دیوانہ الفت
یہ دنیا ہے یہاں سب کے چلن کی آزمائش ہے

ہمارے بعد تیرے امتحاں سے کون گزرے گا
ہمیں پر ختم اب دار و رسن کی آزمائش ہے

جنونِ عشق کی راہیں کوئی آساں نہیں ہوتیں
یہاں ہر قیس کی ہر کوہکن کی آزمائش ہے

گل و غنچہ ہی کیا ہیں خار بھی ہیں رہگذاروں میں
جنوں کی منزلوں میں پیرہن کی آزمائش ہے

مرا فکرِ سخن ہے حال و مستقبل کا آئینہ
مگر پھر بھی مرے فکرِ سخن کی آزمائش ہے

بہ ہر جادہ سنبھل کر چل ذرا اے رہروِ الفت
وفا کے امتحاں میں بانکپن کی آزمائش ہے

یہی آواز آتی ہے حریمِ حسن سے صادق
یہاں ہوش و خرد کی جان و تن کی آزمائش ہے

جمالِ شانِ خدا ہو مری نگاہ میں تم
سراپا نور ہو دنیا کی جلوہ گاہ میں تم

حبیبِ خاص ہو خالق کی بارگاہ میں تم
مجھے بھی رکھنا خدارا ذرا نگاہ میں تم

ابھی تو ہو مری الفت کی جلوہ گاہ میں تم
بوقتِ موت بھی رہنا مری نگاہ میں تم

بصد خلوصِ دل و جاں بھی پیشِ خدمت ہیں
قبول کر لو مجھے اپنی بارگاہ میں تم

تمہاری شانِ سخاوت کا بول بالا ہے
کہ فرق رکھتے نہیں ہو فقیر و شاہ میں تم

تمہاری ذات کو معراجِ ذات حاصل ہے
تمام خلق سے بڑھ کر ہو عز و جاہ میں تم

بہارِ غنچہ و گل میں تمہارا حسن و جمال
ہو ماہتاب ستاروں کی جلوہ گاہ میں تم

اندھیرے جس کی تجلی سے نور بن جائیں
اک ایسی شمع جلا دو ہماری راہ میں تم

یہی سبب ہے کہ ہر غم سے بے نیاز ہوں میں
لئے ہوئے ہو ازل سے مجھے پناہ میں تم

بس اتنی عرض ہے تم سے تمہارے صادق کی
ہمیشہ رہنا مرے دل کی خانقاہ میں تم

وہ نگاہیں غم زدوں کے غم کا درماں ہو گئیں
بجھ رہی تھیں جس قدر شمعیں فروزاں ہو گئیں

تیری یادیں میرے افسانے کا عنواں ہو گئیں
تیرے جلوے کی تمنائیں درخشاں ہو گئیں

عشق میں رہبر بنا ہے جذبۂ جوشِ جنوں
منزلیں راہِ وفا کی مجھ پر آساں ہو گئیں

آج کل کچھ برہمی سی ہے نظامِ زیست میں
اور کیا ہوگا وہ زلفیں بھی پریشاں ہو گئیں

عشق کے دم سے ملا وہ سوز و سازِ زندگی
آرزوئیں بربطِ دل پر غزل خواں ہو گئیں

بحرِ ہستی میں تلاطم ہے کہ سیلابِ بلا
بستیوں کی بستیاں ہی غرقِ طوفاں ہو گئیں
عشق میں وہ ہستیاں ہی قابلِ تعظیم ہیں
خاک ہو کر جو غبارِ کوئے جاناں ہو گئیں
اس کا جلوہ دیکھنا کچھ اس قدر آساں نہیں
میری آنکھوں نے اسے دیکھا تو حیراں ہو گئیں
کچھ نہ پوچھو انقلاباتِ محبت کا اثر
غم کی موجیں یوں اٹھیں دل میں کہ طوفاں ہو گئیں
آپ کے جلووں نے ہر دل میں اجالا کر دیا
آپ سے روشن ہزاروں شمعیں عرفاں ہو گئیں
میرے ذوقِ جستجو کو تو نے بخشا وہ کمال
میری نظریں واقفِ اسرار پنہاں ہو گئیں
آپ کا کوچہ ہمیں خلدِ بریں سے کم نہیں
آپ کی گلیاں ہمیں راحت کا ساماں ہو گئیں
اب تو صادقؔ رحمتِ حق پر ہے بخشش کا مدار
زندگی کی ساعتیں تو نذرِ عصیاں ہو گئیں

بزمِ جہاں ہے مطلعِ انوار کی طرح
تم ہو نظر میں مالک و مختار کی طرح
کوچہ ہے ان کا مصر کے بازار کی طرح
بکنا پڑیگا یوسفِ دل دار کی طرح
کیسے پہنچ سکوں گا میں بزمِ جمال تک
دنیا کھڑی ہے راہ میں دیوار کی طرح
ذوقِ نظر کے فیض سے اپنے ہی عکس کو
دیکھا ہے آئینے میں رخِ یار کی طرح
مجھ پر یہ ان کی یاد کا احسان دیکھئے
اک اک قدم پہ ساتھ ہے غم خوار کی طرح
آغوشِ موت میں بھی ترا انتظار ہے
آنکھیں کھلی ہیں طالبِ دیدار کی طرح
ہر درد، دردِ عشق نہیں اس کے باوجود
ہر غم کو رکھ لیا ہے غمِ یار کی طرح
کب دیکھئے وہ چشمِ کرم سے نوازدیں
منہ تک رہا ہوں میں بھی گنہگار کی طرح
ہر رہگذر کے موڑ پہ ہوتا ہے یہ گماں
دنیا ہے تیرے گیسوئے خم دار کی طرح
صادقؔ نصیب منزلِ دل یوں بھی ہو گئی
ہمراہ تھے وہ قافلہ سالار کی طرح

مرے ظرفِ نظر کو آزمانے کون آئے گا
جمالِ برق اب دل پر گرانے کون آئے گا
مجھے محفل میں دیوانہ بنانے کون آئے گا
نگاہِ مست کا ساغر پلانے کون آئے گا
تمہاری یاد تو اک دن مجھے خود سے بھلادیگی
تمہارا غم مرے دل سے بھلانے کون آئے گی
مرا دل تیرے انوارِ تجلی سے درخشاں ہے
اس آئینے کو آئینہ بنانے کون آئے گا
یقیناً تا ابد زندہ رہیں گے تیرے دیوانے
جو تجھ پر مٹ گئے ان کو مٹانے کون آئے گا
زمانے کی نگاہیں منتظر ہیں اک زمانے سے
اب اپنے حسن کا جلوہ دکھانے کون آئے گا

ہم اپنی آتشِ غم سے خود اپنا گھر جلا لیں گے
ہمارے چار تنکوں کو جلانے کون آئے گا
زمانہ ہے تمہارا جس قدر چاہو ہنسو مجھ پر
تمہارے بعد ایسے ظلم ڈھانے کون آئے گا
ہماری زندگی کا ہر نفس پیغام ہے صادقؔ
ہمارے بعد دنیا کو جگانے کون آئے گا

رخِ روشن کے پروانے بنے ہیں
ترے جلووں سے دیوانے بنے ہیں
محبت میں جو دیوانے بنے ہیں
غمِ دنیا سے بیگانے بنے ہیں
نگاہِ ناز کی مستی نہ پوچھو
خرد والے بھی دیوانے بنے ہیں
ہمیں پر کیوں ہے الزامِ محبت
بنایا ہے تو دیوانے بنے ہیں
ہمارا دل ہے یا وادی جنوں کی
کہ ہر گوشے میں دیوانے بنے ہیں
ہمیں راس آگیا ہے موسمِ گل
بہار آتے ہی دیوانے بنے ہیں
کبھی جیسے تعلق ہی نہیں تھا
وہ ہم سے ایسے بیگانے بنے ہیں
نہ جل جائیں کہیں برقِ الم سے
امیدوں کے جو کاشانے بنے ہیں
حرم کے راہرو دھوکا نہ کھانا
سرِ منزل صنم خانے بنے ہیں
حدیثِ عشق صادقؔ ہم سے پوچھو
ہمارے غم سے افسانے بنے ہیں

مانا کہ ہمیں عشق میں برباد کرو گے
مٹ جائیں گے جب ہم تو ہمیں یاد کرو گے
تم ہم کو بھلا کر بھی بہت یاد کرو گے
ایک ایک سے ذکرِ دلِ برباد کرو گے
تم سے تو یہ امید نہیں تھی مرے دل کو
دنیا ہی کے انداز سے بیداد کرو گے
جتنے بھی ستم تم نے کئے سہہ لئے میں نے
اب کون سا تازہ ستم ایجاد کرو گے
ناکام محبت ہے اس امید پہ زندہ
ناشاد کیا ہے تو کبھی شاد کرو گے
میخانے کی عظمت کا سوال آئے گا جب بھی
مجھ رندِ خرابات کو بھی یاد کرو گے
بندے کا تو ہر حال میں تکیہ ہے تمہیں پر
تم ہی مری ہر حال میں امداد کرو گے
سمجھوں گا اسے بندگیٔ عشق کا حاصل
جو کچھ بھی مرے حق میں تم ارشاد کرو گے
ہستی کے حسیں خواب کی تعبیر ملے گی
جب قیدِ جہاں سے مجھے آزاد کرو گے
ہو جاؤ گے بدنامِ وفا سارے جہاں میں
صادقؔ تم اگر نالہ و فریاد کرو گے

پلا دے پیرِ میخانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
بنا لے اپنا دیوانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

یہ بزمِ ناز ہے جرأت ہے کس میں لب کشائی کی
یہاں کہنا ہے افسانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
میں اس اعزاز کے قابل نہ تھا تو نے جو بخشا ہے
یہ الطافِ کریمانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
سکھا دے مجھ کو بھی آدابِ رندانہ مرے ساقی
بتا دے رازِ مے خانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
یہ مہر و ماہ کیا جام و سبو کیا غنچہ و گل کیا
کیا خود سے بھی بیگانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
تصدق دین و ایماں جان و دل اے شمع رو تجھ پر
عطا کر سوزِ پروانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
نگاہِ مستِ ساقی سے بڑی امید ہے صادقؔ
ملے گا کوئی پیمانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

دل میں اب کچھ بھی نہیں ایک تمنا کے سوا
کچھ نہ دیکھوں میں تمہارے رخِ زیبا کے سوا
بزمِ عالم ترے جلووں سے مزین ہے مگر
کس نے دیکھا ہے تجھے دیدۂ بینا کے سوا
کوئی حسرت نہ رہی کوئی تمنا نہ رہی
تیری آنکھوں میں مچلتی ہوئی صہبا کے سوا
کیسے ممکن ہے کسی اور سے دل کا درماں
کس نے سمجھا ہے مجھے میرے مسیحا کے سوا
اور کیا نذر کروں میں تہی داماں ان کو
خونِ دل خونِ جگر خونِ تمنا کے سوا
جب مرے خانۂ دل میں ہو تمہیں جلوہ فگن
اور کیا دل کو کہوں عرشِ معلی کے سوا
تیرے صادقؔ کو ہیں آدابِ محبت معلوم
سر جھکے گا نہ ترے نقشِ کفِ پا کے سوا

مجھے دنیا گدائے کوچۂ جانانہ کہتی ہے
زہے قسمت کہ اس کے حسن کا دیوانہ کہتی ہے
حدیثِ جام و مینا لغزشِ مستانہ کہتی ہے
سرور و کیف و مستی کا حسیں افسانہ کہتی ہے
ابد تک اپنی نظروں سے پلائے جام اے ساقی!
بصد حسرت یہ میری جرأتِ رندانہ کہتی ہے
نہیں معلوم یہ جوشِ جنوں کیا رنگ لائے گا
ابھی تو خیر سے دنیا مجھے دیوانہ کہتی ہے
فدائے دوست ہو کر ہی مقامِ عشق ملتا ہے
وفا کی داستاں خاکِ پرِ پروانہ کہتی ہے
میں دستورِ وفا ہوں اور آئینِ محبت بھی
ازل سے آج تک دنیا مرا افسانہ کہتی ہے
نظر سے پینے والے ہی سمجھ سکتے ہیں اے صادقؔ
ہزاروں راز چشمِ ساقئ مے خانہ کہتی ہے

مرے دل کو ہے نسبت آپ ہی سے
محبت کیوں مجھے ہوتی کسی سے
لرز جاتا ہوں پھولوں کی ہنسی سے
میں واقف ہوں مآلِ زندگی سے
کہیں ایسا نہ ہو دل ٹوٹ جائے
نہ تم یوں پیش آؤ بے رخی سے
ہم آئینہ ہیں اسرارِ وفا کا
ہمیں دیکھو ہماری زندگی سے

نہ جانے عشق کا انجام کیا ہو
ہمارا دل شکستہ ہے ابھی سے
مری دیوانگی کی لاج رکھنا
مرا دیوانہ پن ہے آپ ہی سے
بجز ان کے کسی کو کیا سناؤں
ملا ہے کیا جہاں کی دوستی سے
نگاہِ دوست کے قربان جاؤں
نوازا ہے مجھے دیوانگی سے
کرم کی آس رکھتا ہوں میں دل میں
تمہاری شانِ بندہ پروری سے
فروزاں ہو رہی ہیں لاکھ شمعیں
مرے دل میں تمہاری روشنی سے
وہ دنیا ہو کہ ہو میدانِ محشر
تمہیں پہچان لونگا دور ہی سے
مرے دل میں سما جاؤ خدارا
ملا دو زندگی کو زندگی سے
درخشاں ہے جہاں کا ذرہ ذرہ
تمہارے حسن کی تابندگی سے
بسا رکھی ہے ارمانوں کی دنیا
بڑی امید ہے صادق کسی سے

محبت میں کبھی وہ صورتِ حالات آئے گی
کہ دنیا کی زباں پر میرے غم کی بات آئے گی
مری دنیائے ہستی میں جب ان کی ذات آئے گی
پیامِ زندگی لے کر خوشی کی رات آئے گی
مریضِ غم کو ہو جائے گی راحت رنجِ پیہم سے
ترا پیغام لے کر جب بھی کوئی رات آئے گی
وہ جب محفل میں آئیں گے وہ جب جلوہ دکھائیں گے
مری دنیا میں رنگ و نور کی برسات آئے گی
وہ جس سے تیری ہستی پر کوئی الزام آجائے
زباں پر بے خودی میں بھی نہ ایسی بات آئے گی
سنا ہے آپ کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا
یقیں ہے میرے حصے میں بھی کچھ خیرات آئے گی
تصنع سے غرض کیا ہے ہمارا نام ہے صادق
ہمارے لب پہ جب آئے گی دل کی بات آئے گی

ہے آفتابِ حسن لبِ بام دیکھئے
جلوے ہیں ہر نظر کے لئے عام دیکھئے
ان کی نظر کے چلنے لگے جام دیکھئے
یہ ہے علاجِ گردشِ ایام دیکھئے
جوشِ جنوں پہ آئے نہ الزام دیکھئے
منہ پھیر لے نہ گردشِ ایام دیکھئے
زیبا نہیں ہے شکوۂ جور و جفائے دوست
تقدیر جو دکھائے وہ آلام دیکھئے
لاکھوں اسیر اس نے رہا کردیے مگر
رکھا ہے اک ہمیں کو تہہ دام دیکھئے
اک اک نفس ہے آئینہ مرگ و حیات کا
پیشِ نظر ہے ہر گھڑی انجام دیکھئے
ہے زندگی کے واسطے اک یہ بھی مشغلہ
ہر لحہ دیکھئے انہیں ہر گام دیکھئے

اس نے نقاب رخ سے اٹھایا نہ ہو کہیں
تا بندہ ہو رہے ہیں در و بام دیکھیے
صادقؔ ہے کس بلا کی کشش کوئے یار میں
ٹھہری ہوئی ہے گردشِ ایام دیکھیے

میں بندۂ عشق آپ کا ہوں کہ آپ ہیں خسروِ زمانہ
کرم کی مجھ پر نگاہ رکھنا یہ عرض ہے میری عاجزانہ
تمہارے حسن و جمال ہی سے حسین و رنگین ہے زمانہ
مجھے بھی کچھ روشنی عطا ہو کہ میرا دل ہے سیاہ خانہ
عطا ہو وہ بادۂ محبت سرور ہو جس کا جاودانہ
کہ میں ہوں رندِ خراب تیرا شہہ حسنؐ ساقیِ زمانہ
یہ جستجوئے نظر تو دیکھو یہ آرزوئے طلب تو دیکھو
حریمِ جاناں ہے اور میں ہوں مرے مقدر کا کیا ٹھکانہ
میں تیری اک اک ادا کے صدقے میں تیرے لطف و کرم کے قرباں
نگاہ تیری ہے جس طرف بھی اسی طرف آج ہے زمانہ
الٰہی تو مجھ پہ رحم فرما نفس نفس ہے اسیرِ عصیاں
ترے کرم ہی کا آسرا ہے ہیں کام سب میرے مجرمانہ
نہ پوچھئے مجھ سے میرا مسلک نہ پوچھئے مجھ سے میرا مشرب
کہ پائے ساقی پہ سر جھکا کر نماز پڑھتا ہوں پنجگانہ
بقدرِ پیمانۂ تمنا میں بادۂ عشق پی رہا ہوں
کرم ہے ساقی کا مجھ پہ صادقؔ ہے میری دنیا شراب خانہ

شدتِ رنج و غم نہ لے ڈوبے
ہجر میں چشمِ نم نہ لے ڈوبے
رازدارِ الم نہ لے ڈوبے
دردِ دل کا بھرم نہ لے ڈوبے
اکتفا کر عطائے ساقی پر
حسرتِ پیش و کم نہ لے ڈوبے
ٹوٹ جائے کہیں نہ تارِ نفس
کوششِ ضبطِ غم نہ لے ڈوبے
اے طلبگارِ منزلِ ہستی
راہ کا پیچ و خم نہ لے ڈوبے
راہِ الفت سے بے نیاز گزر
احتیاطِ قدم نہ لے ڈوبے
جلوۂ حسن کے تمنائی
حسنِ دیر و حرم نہ لے ڈوبے
دشمنوں کے ستم کا خوف نہیں
دوستوں کا کرم نہ لے ڈوبے
آج ہیں آپ ظلم پر مائل
کل یہ شوقِ ستم نہ لے ڈوبے
آپ افسانہ سن رہے ہیں مرا
آپ کو میرا غم نہ لے ڈوبے
چشمِ مشتاق کیوں الجھتی ہے
کاکلِ خم بہ خم نہ لے ڈوبے
ہو نہ جائے وہ اور بھی برہم
التجائے کرم نہ لے ڈوبے
اپنی غربت پہ ناز کر صادقؔ
حرصِ جاہ و حشم نہ لے ڈوبے

ہمسر ہی ترا عالمِ امکاں میں نہیں ہے
جو بات ہے تجھ میں کسی انساں میں نہیں ہے

حاصل ہے مجھے تیری محبت کا خزانہ
اب کون سی دولت مرے داماں میں نہیں ہے
معراجِ جنوں ہے مری تقدیر میں شاید
اک تار بھی دامان و گریباں میں نہیں ہے
ہم بے خود و مخمور ہیں ساقی کے کرم سے
ہم سا بھی کوئی محفلِ رنداں میں نہیں ہے
تنویرِ رخِ یار ہے تصویرِ رخِ یار
کچھ اور مرے دیدۂ حیراں میں نہیں ہے
تا حدِ نظر میری نظر میں ہیں بہاریں
تو ہی تو کہیں دل کے گلستاں میں نہیں ہے
تیری ہی تمنا ہے مجھے تیری ہی حسرت
دنیا مرے جذبات کے طوفاں میں نہیں ہے
اعجاز ہے یہ ساقیٔ محفل کی نظر کا
تشنہ کوئی مے خانۂ عرفاں میں نہیں ہے
کیوں خلدِ بریں کی ہو تمنا مجھے صادقؔ
کیا خلدِ بریں کوچۂ جاناں میں نہیں ہے

عشق میں جو بھی رہے بندۂ جاناں ہوکر
جگمگائے ہیں وہی مہرِ درخشاں ہوکر
راز رہتا ہی نہیں پھر کوئی پنہاں ہوکر
جب محبت تری رہتی ہے رگِ جاں ہوکر
آدمیت نہ گریزاں ہو پشیماں ہوکر
کاش اس دور کا انساں رہے انساں ہوکر
جب تک ادراک کی حد میں تھا مجھے ہوش نہ تھا
ہوش آیا ہے مجھے چاک گریباں ہوکر

بحرِ الفت میں کبھی وہ بھی مقام آتا ہے
موج اٹھتی ہے جب آلام کا طوفاں ہوکر
مجھ کو جینے ہی نہ دیتے غم و آلامِ جہاں
تم نہ رہتے جو مرے درد کا درماں ہوکر
اس لئے بزمِ ملائک میں ہے چرچا میرا
تم رہے ہو مرے افسانے کا عنواں ہوکر
یہ سعادت بھی مجھے آپ عنایت کردیں
عمر بھر میں بھی رہوں بندۂ احساں ہوکر
آپ اگر روئے منور سے اٹھادیں گے نقاب
سیکڑوں آئینے رہ جائیں گے حیراں ہوکر
تیرا در چھوڑ کے جائیں وہ کہاں اے ساقی
آج تک جو رہے مستِ مئے عرفاں ہوکر
یہ مرا ظرف ہے یہ میرا کلیجہ صادقؔ
کون جلتا ہے چراغِ شبِ ہجراں ہوکر

کوئی مشہورِ جہاں ہوگا کسی کے نام سے
ہم پکارے جائیں گے بس آپ ہی کے نام سے
دل لرز جاتا ہے پھولوں کی ہنسی کے نام سے
اشک آجاتے ہیں آنکھوں میں خوشی کے نام سے
آرزوئیں رقص فرما ہیں کسی کے نام سے
زندگی کتنی حسین ہے زندگی کے نام سے
بندہ پرور آپ نے بخشا ہے سوز و سازِ دل
زندگی میں نغمگی ہے آپ ہی کے نام سے
رنگ لائیں گی جنونِ شوق کی سرگرمیاں
عشق کو وہ ربط ہے دیوانگی کے نام سے

میری آنکھوں میں ضیا ہے آپ ہی کے حسن کی
میرے دل میں روشنی ہے آپ ہی کے نام سے
تیرا کوچہ ہے نظر میں رشکِ فردوسِ بریں
خلد بھی مشہور ہے تیری گلی کے نام سے
ایک ساغر جس نے آنکھوں سے پلایا تھا مجھے
میری مے نوشی سلامت ہے اسی کے نام سے
درد و غم رنج و مصیبت حسرت و امید و یاس
کس قدر طوفاں اٹھے ہیں آدمی کے نام سے
دل میں صادق روز افزوں ہے ضیائے عشقِ دوست
شمع روشن ہو رہی ہے دوستی کے نام سے

عشق نے کیا کیا کیے کارِ نمایاں دیکھیے
اپنا دامن دیکھیے میرا گریباں دیکھیے
اس کو کہتے ہیں زبانِ عشق میں معراجِ دل
میں ہوں مصروفِ طوافِ کوئے جاناں دیکھیے
آپ دہراتے ہیں دنیا بھر کے افسانے مگر
میری ہستی کے بھی اوراقِ پریشاں دیکھیے
غم کے طوفانوں سے ٹکرانا کوئی آساں نہیں
ہر قدم پر کون ہے میرا نگہباں دیکھیے
بندہ پرور پہلے اپنی رحمتوں پر اک نظر
اور اس کے بعد میری فردِ عصیاں دیکھیے
دل کے ہر گوشے میں ہے پرتو جمالِ دوست کا
میری دنیائے محبت ہے درخشاں دیکھیے
درد سینے میں، جگر میں داغ، دل میں زخم ہیں
کس قدر شاداب ہے میرا گلستاں دیکھیے
اپنا غم دے کر شعورِ زندگی بخشا مجھے
بندۂ مجبور پر یہ ان کا احساں دیکھیے
ہونے والی ہے مری ہستی کو معراجِ جنوں
دست وحشت میں ہیں دامان و گریباں دیکھیے
منزلِ صبر و رضا صادق کوئی آساں نہیں
مثلِ یوسف اب درو دیوارِ زنداں دیکھیے

تارِ نفس ہے ٹوٹنے والا
ہر ساتھی ہے چھوٹنے والا
ہستی کے اب راز کھلیں گے
وہ چشمہ ہے پھوٹنے والا
کشتیِ دل ہے ڈوبنے والی
ساحل ہے اب ٹوٹنے والا
اپنی حقیقت سے غافل ہے
عیشِ زمانہ لوٹنے والا
جام و سبو ہیں ٹوٹنے والے
میخانہ ہے چھوٹنے والا
ساقی کا اندازِ نظر ہے
ہوش و خرد کو لوٹنے والا
آج اچانک دل دھڑکا ہے
شاید غم ہے ٹوٹنے والا
مجھ کو لوٹا میری ہوس نے
کوئی نہیں تھا لوٹنے والا
آج نہیں تو کل اے صادق
نظمِ جہاں ہے ٹوٹنے والا

ہجر میں گریۂ پیہم کے سوا کچھ بھی نہیں
میری تقدیر میں کیا غم کے سوا کچھ بھی نہیں
میرے افسانۂ دل میں ہے تصرف تیرا
میری روداد ترے غم کے سوا کچھ بھی نہیں
میں بتاؤں تمہیں دنیا کی حقیقت کیا ہے
ایک افسانۂ مبہم کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ مری چشمِ تصوّر کا کرشمہ ہی تو ہے
دل میں اس جانِ دو عالم کے سوا کچھ بھی نہیں
میں کہاں اور کہاں بادۂ عیش و عشرت
میرے ساغر میں مئے غم کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ تیری چشمِ توجہ کا اثر ہے شاید
میرا عالم ترے عالم کے سوا کچھ بھی نہیں
چار سانسوں پہ ہے کیوں اتنا بھروسہ صادقؔ
زیست شیرازۂ برہم کے سوا کچھ بھی نہیں

وہ پردہ دار پردے سے اگر باہر نکل آئے
نظامِ بزمِ عالم کیا تہہ و بالا نہ ہو جائے
محبت جس بشر کی زیست کا عنوان بن جائے
بجا ہے جس قدر وہ اپنے دل پر ناز فرمائے
وہی میری کہانی ہے کہ جو ہر لب پہ آجائے
وہی میرا فسانہ ہے زمانہ جس کو دہرائے
تمہارے عشق نے مجھ پر بڑے احسان فرمائے
کہ مجھ کو زندگی و موت کے اسرار سمجھائے
چمن میں کھلنے والے پھول کس صورت سے مرجھائے
مری آنکھوں سے کوئی دیکھ لے تو دل لرز جائے
تمہارے آستاں کا جو کوئی دیوانہ کہلائے
تمہیں کہدو وہ دنیا کے لئے کیوں ٹھوکریں کھائیں
زمانے سے ہمیں کیا ہے ہمارا مدعا تم ہو
بدلنا چاہتا ہے یہ زمانہ تو بدل جائے
ابھی تو ہم زمانے کی نظر میں کچھ نہیں لیکن
یہ ممکن ہے ہمارے بعد دنیا ہوش میں آئے
کوئی مجبور ہے کیوں اور کیوں مختار ہے کوئی
جہاں والوں کو یہ رازِ مشیت کون سمجھائے
نہ جانے کیا بنا دیتا خیالِ ماسوا مجھ کو
بہت اچھا کیا تم میری دنیا میں چلے آئے
نہ جانے کس کی صورت دیکھ کر آیا ہے دیوانہ
کہ اس کے خیر مقدم کے لئے دیر و حرم آئے
ہمیں بھی اک نظر جلوہ دکھا اے داورِ محشر
کلیم و طور کا قصہ کہاں تک کوئی دہرائے
بلا کے رنج و غم در پیش ہیں راہِ محبت میں
ہماری منزلِ دل تک ہمیں اللہ پہنچائے
تری خاطر ہی اس نے ٹھوکریں کھائیں زمانے کی
ترے در سے اب اٹھ کر تیرا دیوانہ کہاں جائے
ابھی تک تو غبار آلود ہے آئینۂ ہستی
جو چاہیں آپ تو یہ آئینہ آئینہ بن جائے
مئے عشرت کے بدلے زہرِ غم تھا اپنے ساغر میں
کچھ ایسے بھی ہماری زیست میں لیل و نہار آئے
مرا دل کہہ رہا ہے اس میں کوئی راز پنہاں ہے
دمِ آخر اک عالم آگیا ہے وہ نہیں آئے
فقیری اس کی سلطانی سے کم ہوتی نہیں صادقؔ
طلب ہوتے ہوئے بھی ہاتھ جو اپنے نہ پھیلائے

اک دو قدم بھی جو تری راہوں میں آگئے
وہ خوش نصیب تیری پناہوں میں آگئے
حسن و جمالِ دوست کا عالم نہ پوچھئے
جلوے سمٹ کے میری نگاہوں میں آگئے
جینے نہ دیتے ہم کو زمانے کے حادثے
اچھا ہوا کہ تیری پناہوں میں آگئے
دل کو متاعِ راحت و تسکین مل گئی
وہ مسکراکے جب بھی نگاہوں میں آگئے
ظرفِ نظر کی بات ہے ہم ان کی بزم سے
کیفِ حیات لے کے نگاہوں میں آگئے
دیر و رحم میں چل دیئے دیر و حرم کے لوگ
جو رند تھے وہ تیری پناہوں میں آگئے
میں نے ہزار سجدے کئے ہیں بصد نیاز
جب تیرے نقشِ پا مری راہوں میں آگئے
وہ بے نیازِ گردشِ ایام ہوگئے
اے عشق ! جو بھی تیری پناہوں میں آگئے
جب تک قریب تھے وہ نگاہوں سے دور تھے
جب دور ہوگئے تو نگاہوں میں آگئے
صادقؔ نصیب ہوگی مجھے صبحِ آرزو
وہ شام ہی سے میری نگاہوں میں آگئے

شرابِ عشق سے مخمور ہیں ہم
تمہارے رند ہی مشہور ہیں ہم
روایاتِ کہن ہیں ہم سے زندہ
بہر عہد نوی منصورؒ ہیں ہم
ہمارے دم سے تزئینِ جہاں ہے
ازل سے آج تک دستور ہیں ہم
خدا رکھے یہ اعجازِ تصوّر
قریب جلوہ گاہِ طور ہیں ہم
ضیاء پائی ہے ذرّوں نے ہمیں سے
تمہارے نور سے معمور ہیں ہم
ہمارا دل ہے جلوؤں سے مزین
کہ شیدائے رخِ پُر نور ہیں ہم
ہمیں ہے ناز اپنی میکشی پر
عجب انداز کے مخمور ہیں ہم
کھلیں اسرارِ پنہاں کیسے ہم پر
نظر سے اپنی جب مستور ہیں ہم
اسی کا نام ہے رازِ مشیت
کہ مختاری پہ بھی مجبور ہیں ہم
بھروسہ ہے ہمیں رحمت پہ صادقؔ
گنہگارِ جہاں مشہور ہیں ہم

محبت کے لئے مشہور ہیں ہم
تجلی تم کلیمِ طور ہیں ہم
کہیں کیا کس قدر مجبور ہیں ہم
ترے ہو کر بھی تجھ سے دور ہیں ہم

اس درجہ ذوقِ دید میں وارفتگی رہی
وہ سامنے تھے اور نظر ڈھونڈتی رہی
آنکھوں میں اشک چہرے پہ افسردگی رہی
غربت نصیب کی تو یہی زندگی رہی

سچ ہے کسی نگاہ میں رہتی نہ میری بات
تیرا کرم رہا تو مری بات بھی رہی

مانوس تیرے غم سے رہا ہوں میں اس طرح
جیسے تمام عمر میسر خوشی رہی

صد شکر ہر نفس مجھے پاسِ وفا رہا
فرطِ الم میں بھی مرے لب پر ہنسی رہی

تیری نگاہِ لطف و کرم تو رہی مدام
لیکن ہمارے ذوقِ طلب میں کمی رہی

پھر بھی نہ کوئی دیکھ سکا تیری ذات کو
ہر سمت تیرے حسن کی جلوہ گری رہی

میری جبینِ شوق رہی پائے ناز پر
تا زندگی نصیب مجھے بندگی رہی

ہر چند حادثوں نے کیا مجھ کو پائمال
لیکن تمہاری یاد مرے ساتھ ہی رہی

قسمت بگڑ گئی تو زمانہ بدل گیا
دنیا ہمارے ساتھ تھی جب تک بنی رہی

سچ ہے یہ معجزہ ہے فقط عشقِ دوست کا
صادقؔ ہمارے قلب میں اک روشنی رہی

یہ تری نگاہ کا فیض ہے مجھے تیرے عشق کے غم ملے
مگر آرزوئے حیات سے ملے جس قدر بھی وہ کم ملے

مرا مدعا تری ذات ہے یہی آرزوئے حیات ہے
ترا درد بھی جو ملے مجھے بصد التفات و کرم ملے

ترا عشق ہے مری زندگی تری یاد ہے مری بندگی
وہیں میں نے سر کو جھکا لیا جہاں تیرے نقشِ قدم ملے

تیرا کوچہ گلشنِ حسن ہے ترا کوچہ باغِ بہشت ہے
ترے کوچے میں جو چلے گئے وہی بے نیازِ ارم ملے

مرے دل پہ اس کا اثر ہو کیوں کہ زمانہ مجھ سے بدل گیا
یہ ہزار شکر کی بات ہے مجھے تیرے لطف و کرم ملے

یہ مری نگاہ کی رفعتیں یہ مرے خیال کی وسعتیں
کبھی بت کدے میں ملے مجھے کبھی وہ مقیم حرم ملے

جہاں رقص میں ہیں تجلیاں جہاں ذرہ ذرہ ہے ضوفشاں
یہی صادقؔ اپنی ہے آرزو کہ مجھے وہ کوئے صنم ملے

جگانے سے کسی کے کب کوئی فرزانہ جاگے ہے
جسے تم سے محبت ہے وہی دیوانہ جاگے ہے

بظاہر بند ہیں آنکھیں دلِ دیوانہ جاگے ہے
نہ جاگے کوئی لیکن بندۂ جانانہ جاگے ہے

شعورِ میکشی حاصل ہے ہم کو روزِ اوّل سے
بہر عالم ہماری فطرتِ رندانہ جاگے ہے

وہ پتھر ہے نہیں جس دل میں پنہاں حسرتِ جلوہ
وہ دل ہے جس میں ذوقِ جلوۂ جانانہ جاگے ہے

یہ مانا زندگی کی رہگذر تاریک ہے لیکن
یہی منزل ہے جس میں ہمتِ مردانہ جاگے ہے

ازل سے آبلہ پا ہیں جو تیری راہ میں اب تک
انہیں کے خیر مقدم کے لئے ویرانہ جاگے ہے

صراحی وجد میں گردش میں ساغر رقص میں مینا
نگاہِ مست سے میخانے کا میخانہ جاگے ہے

ترے قدموں کی آہٹ ہی جگا سکتی ہے دنیا کو
تری رفتار ہی سے کعبہ و بت خانہ جاگے ہے

ابد تک اس لئے قائم رہے گی محفلِ رنداں
کوئی جاگے نہ جاگے ساقیٔ مے خانہ جاگے ہے
محبت چاہتی ہے زیست کا ایثار اے صادقؔ
نثارِ شمع ہو کر قسمتِ پروانہ جاگے ہے

ان مست نگاہوں سے جو محروم رہے ہیں
وہ رند لبِ جام و سبو چوم رہے ہیں
جب سے تری صورت مری آنکھوں میں بسی ہے
انوار نگاہوں میں مری گھوم رہے ہیں
معراجِ عبادت ہے ترے رخ کا تصور
قدسی بھی مری لوحِ جبیں چوم رہے ہیں
دنیائے محبت میں حوادث کہ تھپیڑے
ایک ایک قدم پر مرا مقسوم رہے ہیں
پاکر بھی ہمیں پا نہ سکے گا یہ زمانہ
ہم اپنے لئے آپ ہی موہوم رہے ہیں
اللہ رکھے ولولۂ عشق سلامت
طوفانِ الم میرے قدم چوم رہے ہیں
میں یوں بھی ہوا عشق کے اسرار کا حامل
افسانۂ ہستی کا وہ مفہوم رہے ہیں
اللہ رے کیا سحر تھا وہ نغمۂ ازل کا
اس وقت بھی یہ ارض و سما جھوم رہے ہیں
وہ شمسؒ ہوں منصورؒ ہوں یا حضرتِ سرمدؒ
سب عشق کے عنوان سے موسوم رہے ہیں
تھا جذبۂ ایثار و وفا جن کے دلوں میں
صادقؔ وہی ہر دور میں مخدوم رہے ہیں

مضطرب دل ہے آپ ہی کے لئے
آپ آجائیں دو گھڑی کے لئے
دیر و کعبہ کا احترام بجا
منتخب تم ہو بندگی کے لئے
تیرا نقشِ قدم ہی کافی ہے
ساری دنیا کی رہبری کے لئے
اب اندھیروں کا کام ہی کیا ہے
آپ ہیں دل کی روشنی کے لئے
تیری آنکھوں کے جام ہیں ساقی
تیرے رندوں کی میکشی کے لئے
اور کچھ آرزو نہیں دل کی
اپنا غم دے دو زندگی کے لئے
میں نے دنیا کی تہمتیں لے لیں
صرف اک تیری دوستی کے لئے
مجھ کو جینے کی آرزو تو نہیں
جی رہا ہوں تری خوشی کے لئے
میں نے دل کا لہو بہایا ہے
کتنے غنچوں کی تازگی کے لئے
روزِ اوّل سے آج تک صادقؔ
ہم مقرر ہیں عاشقی کے لئے

اقرار معصیت کا مری چشمِ نم میں ہے
بخشش مری حضورؐ کے لطف و کرم میں ہے
کچھ غم نہیں سفینہ جو طوفانِ غم میں ہے
امن و اماں تو دامنِ شاہِ امَمؐ میں ہے

زیرِ قدم ہے آپؐ کے اقلیمِ کائنات
شانِ خدا حضورؐ کے جاہ و چشم میں ہے

اے اضطرابِ دل مجھے لے چل ترے نثار
لطفِ حیات کوچۂ شاہِ امم میں ہے

یہ آرزو ہے سارے جہاں کو نصیب ہو
جو کچھ حضور آپؐ کی چشمِ کرم میں ہے

میری نظر سے کوئی ذرا دیکھے آپ کو
حسن و جمال ذاتِ شہہ محترم میں ہے

میرا الم بھی آپ سے منسوب ہوگیا
پر تو کچھ آپ کا مری رودادِ غم میں ہے

ہیں رہروانِ منزلِ عرفاں جو مطمئن
معراج ان کی آپؐ کے نقشِ قدم میں ہے

کچھ بھی نہیں بس آپؐ کا الطاف چاہیے
سرمائیہ حیات نگاہِ کرم میں ہے

پیتا ہو جو حضور کی آنکھوں سے روز و شب
ایسا بھی بادہ خوار کوئی آج ہم میں ہے

لاکھوں برس جو عرش کی قندیل میں رہی
وہ روشنی تو آج بھی شمعِ حرم میں ہے

صادقؔ مجھے ہے ناز ثنائے رسول پر
ذکرِ حضور قسمتِ دست و قلم میں ہے

ہر اک امتحانِ حیات سے جو ہماری ذات گزر گئی
یہ تمہارے عشق کا فیض ہے رہِ مشکلات گزر گئی

وہ ترے جمال کی خوبیاں وہ ترے خیال کی مستیاں
وہ ہجومِ جلوۂ حسن تھا کہ الم کی رات گزر گئی

مرے دل میں دید کی حسرتیں شب و روز لیتی ہیں کروٹیں
یوں گزرنے کو تو نگاہ سے تری کائنات گزر گئی

وہاں ذرّہ ذرّہ ہے ضوفشاں وہاں غنچہ غنچہ ہے گلستاں
کہ جہاں جہاں سے تری نظر بصد التفات گزر گئی

کبھی وہ تھے بزمِ خیال میں کبھی میں تھا بزمِ جمال میں
کبھی یوں بھی رات گزر گئی کبھی یوں بھی رات گزر گئی

مری زندگی کو نفس نفس ہے ترے کرم ہی کا آسرا
کہ جہانِ یاس و امید میں مری سب حیات گزر گئی

مجھے ان کے عشق پہ فخر ہے مجھے ان کی ذات پہ ناز ہے
وہیں صادقؔ ان کا کرم ہوا جہاں سر سے بات گزر گئی

محبت میں بہت دشوار ہے ثابت قدم رہنا
محبت ہے تو پابندِ رضا بھی کم سے کم رہنا

یہ راہِ عشق ہے اس میں بہت الزام آئیں گے
تجھے لازم ہے رہرو بے نیازِ رنج و غم رہنا

محبت کے لئے قربان کر دے زندگی اپنی
نہ ہو ایثار تو ممکن نہیں دل کا بھرم رہنا

عطا کر دے گا ہم کو سرفرازی دونوں عالم کی
تمہارے آستانے پر ہمارا سر بہ خم رہنا

تصور تک بہارِ خلد کو آنے نہیں دے گا
نظر میں تیرے کوچے کا گلستانِ ارم رہنا

ہماری زندگی وقفِ طوافِ کوئے جاناں ہے
ہمارے راستے سے دور اے دیر و حرم رہنا

دم آخر ہیں اشکِ ندامت میری آنکھوں میں
مزا دے جائے گا محشر کے دن آنکھوں کا نم رہنا

حقیقت میں تری شانِ کریمی ہی کے شایاں ہے
ہمارے حال پہ ہر حال میں تیرا کرم رہنا
خدا جب تک نہ دے توفیق صادقؔ غیر ممکن ہے
تبسم زیرِ لب دل میں زمانے بھر کا غم رہنا

آپ کی محبت کا ہر قدم سہارا ہے
آپ ہی غم مجھ کو زندگی سے پیارا ہے
ہر طرف تلاطم ہے دور اب کنارا ہے
میری کشتیِ دل کو آپ کا سہارا ہے
بات اتنی سمجھی ہے بندۂ محبت نے
زندگی جسے کہیے آپ کا اشارا ہے
وقتِ دستگیری ہے رحم کیجیے مجھ پر
آپ پر بھروسہ ہے آپ کو پکارا ہے
دور تک اجالا ہے زندگی کی راہوں میں
بندۂ محبت کا اوج پر ستارا ہے
آپ کو بتاؤں کیا آپ کی جدائی میں
کیسے رات کاٹی ہے کیسے دن گزارا ہے
جس سے ہے قرارِ دل جس سے ہے سکونِ جاں
ذات وہ تمہاری ہے نام وہ تمہارا ہے
جذبۂ جنوں اپنا کام آگیا آخر
آج ان کی محفل میں تذکرہ ہمارا ہے
غرقِ بحرِ عصیاں ہے اک نگاہ صادقؔ پر
بیکسی کا عالم ہے آپ کو پکارا ہے

وہ حسنِ ناز الٹ دے اگر نقاب ابھی
ہر ایک ذرہ بنے رشکِ آفتاب ابھی
حریمِ ناز میں ہے کون باریاب ابھی
ہمیں ہوئے ہیں محبت میں کامیاب ابھی
یہ کہہ رہے ہیں عروسِ بہار کے تیور
کچھ اور ہوں گے خرابِ جنوں خراب ابھی
مرے قریب سے گزرے نہ گردشِ دوراں
پلا رہے ہیں نگاہوں سے وہ شراب ابھی
حجاب اپنی نظر سے ذرا اٹھا کر دیکھ
ہر آئینے سے ملے گا تجھے جواب ابھی
ابھی تو محوِ جمالِ رخِ حبیب ہوں میں
یہ کہہ دو داورِ محشر ! نہ لے حساب ابھی
کچھ اور پردۂ انوار سے نکل آؤ
زمانہ چاہتا ہے اور آب و تاب ابھی
کبھی تو گوش بر آواز ہوں گے وہ صادقؔ
نہ توڑ سلسلۂ نغمہ و رباب ابھی

جو مجھ پہ ہنس رہے ہیں عاشقی کا راز کیا جانیں
انہیں ہنسنے دو یہ دیوانگی کا راز کیا جانیں
مئے عشرت کے متوالے خودی کا راز کیا جانیں
جو خود سے بے خبر ہوں آگہی کا راز کیا جانیں
ہماری زندگی پیغام ہے خود زندگانی کا
مگر ہم لوگ اپنی زندگی کا راز کیا جانیں
میسر ہی نہیں جن کے دلوں کو سوزِ پروانہ
وہ شمعِ حسن کی تابندگی کا راز کیا جانیں
ہزاروں غم چھپا رکھے ہیں آغوشِ تبسم میں
مرے احباب میری زندگی کا راز کیا جانیں

ہماری سادگی ہی موردِ الزام ٹھہری ہے
زمانے ہم تری بازی گری کا راز کیا جانیں
وہ انساں جو کبھی گزرے نہیں ہیں دشتِ غربت سے
کسی کی بیکسی و بے بسی کا راز کیا جانیں
پرستارِ وفا واقف ہیں اسرا محبت سے
مگر جو بوالہوس ہیں عاشقی کا راز کیا جانیں
محبت ہی نہ ہو تو قرب ان کا غیر ممکن ہے
جو مجھ پر معترض ہیں بندگی کا راز کیا جانیں
نہیں جن کا تعلق ساقیِ محفل کی آنکھوں سے
وہ فرزانے مری وارفتگی کا راز کیا جانیں
حقیقت آشنا لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہے
خرد مندانِ عالم آگہی کا راز کیا جانیں
محبت کی ضیا سے جن کے دل محروم ہیں صادق
وہ میری زندگی کی روشنی کا راز کیا جانیں

ان کی نظر کا مجھ کو اشارا ملا تو ہے
مجبورِ آرزو کو سہارا ملا تو ہے
مایوسیوں میں تیرا سہارا ملا تو ہے
طوفانِ غم میں مجھ کو کنارا ملا تو ہے
ممکن ہے اب نصیب ہو معراجِ زندگی
نقشِ قدم جبیں کو تمہارا ملا تو ہے
شاید اب آئیں راس محبت کے روز و شب
قسمت کا میری ان سے ستارا ملا تو ہے
لطفِ نگاہِ ناز نے سمجھا دیا ہمیں
دنیا میں کوئی ہم کو ہمارا ملا تو ہے
اب فکر کیا رہے مجھے روزِ حساب کی
مجھ کو ترے کرم کا سہارا ملا تو ہے
اب زندگی ملے گی مرے سوزِ عشق کو
دل کو تمہارے غم کا شرارا ملا تو ہے
سمجھے ہوئے تھے ہم تو ہمیں غم نصیب ہیں
صادق بھی ایک درد کا مارا ملا تو ہے

عشق میں جب چھوڑ آئے کعبہ و بتخانہ ہم
پھر کہیں پہنچے قریبِ کوچۂ جانانہ ہم
کس لئے چھیڑیں کلیم و طور کا افسانہ ہم
اپنے دل میں کیوں نہ دیکھیں جلوۂ جانانہ ہم
صبح سے تا شام ہیں در پیش پیہم حادثے
روز اب ترتیب دیتے ہیں نیا افسانہ ہم
تو بھی اب ان کی سی کہتا ہے ہمیں معلوم ہے
تیری باتوں میں نہ آئیں گے دلِ دیوانہ ہم
راہرو سے کہہ رہے ہیں منزلوں کے فاصلے
آزمانا چاہتے ہیں ہمتِ مردانہ ہم
ہو گئے ہم منزلِ عشق و وفا میں کامیاب
بن گئے گرد و غبارِ کوچۂ جانانہ ہم
اس طرح ہم نے مٹائے اپنی ہستی کے نقوش
رفتہ رفتہ بن گئے ہیں آپ کا افسانہ ہم
ڈگمگانے کا ہوا کرتا ہے جن میں احتمال
ایسی راہوں سے گذر جاتے ہیں بیباکانہ ہم
سونی سونی دیکھ کر اکثر فضائے میکدہ
چھیڑ دیتے ہیں حدیثِ بادۂ و پیمانہ ہم

یہ تعجب ہے کہ دنیا پھر بھی ہے ناآشنا
کہہ رہے ہیں اک زمانے سے ترا افسانہ ہم
دل میں رکھتے ہیں بلا کا جذبۂ رندانہ ہم
گردشِ دوراں سے ٹکرا دیتے ہیں پیمانہ ہم
اپنے دامن میں تو اے صادقؔ متاعِ فقر ہے
زندگی اپنی گزاریں کیوں نہ پھر شاہانہ ہم

تری محفل میں جب بھی ذکرِ دورِ جام آئے گا
ہمرا تذکرہ ہوگا ہمارا نام آئے گا
نقابِ رخ الٹ کر جب وہ سوئے بام آئے گا
بپا ہوگی قیامت حشر کا ہنگام آئے گا
یہ محشر ہے یہاں حسنِ عمل ہی کام آئے گا
یہاں جو آئے گا وہ لرزہ بر اندام آئے گا
تمہارے ہجر میں جب موت کا پیغام آئے گا
پئے تسکینِ دل لب پر تمہارا نام آئے گا
تمہارے نام نامی میں عجب تاثیر پاتا ہوں
یہاں بھی کام آتا ہے وہاں بھی کام آئے گا
ہزاروں تہمتیں مجھ پر محبت کی بدولت ہیں
مگر اب دیکھنا ہے اور کیا الزام آئے گا
جہاں بھی زندگی میں امتحاں در پیش آئیں گے
تمہارے فیضِ نسبت کا سہارا کام آئے گا
جو باقی ہیں نفس کے تار وہ بھی ٹوٹ جانے دو
پھر اس کے بعد تو آرام ہی آرام آئے گا
یقیں ہے ساقیٔ محفل کی نسبت کام آئے گی
نگاہوں سے جوابِ گردشِ ایام آئے گا
ان آنکھوں سے مئے رنگیں چھلکتی ہے سرِ محفل
وہ تشنہ رہ نہیں سکتا جو تشنہ کام آئے گا
اسی امید پر بیٹھا ہوا ہوں بزمِ ساقی میں
ہزاروں گردشوں کے بعد مجھ تک جام آئے گا
وہ مجھ سے آج برہم ہیں تو کوئی غم نہیں صادقؔ
محبت کا جنوں ہے اک نہ اک دن کام آئے گا

تو ہے پنہاں دل کے سوز و ساز میں
تیرے نغمے ہیں مری آواز میں
بے تکلف گفتگو فرمائیے
راز کی باتیں رہیں گی راز میں
اک نظر میں وہ مجھے سمجھا گئے
لطفِ ہستی ہے نیاز و ناز میں
دیکھنے والے! نظر پیدا کریں
ان کے جلوے ہیں ہر اک انداز میں
جوشِ وحشت کا کرشمہ دیکھیے
مجھ کو لے آیا حریمِ ناز میں
دیکھیے انجام کیا ہو عشق کا
دل شکستہ ہو گیا آغاز میں
ہوش والے بھی گریباں چاک ہیں
جانے کیا شے ہے نگاہِ ناز میں
جھوم اٹھتی ہے فضائے کائنات
وہ کشش ہے روح کی آواز میں
کون ہے صادقؔ کے دل میں جلوہ گر
تو اگر ہے پردہ ہائے راز میں

سکوں دل کو ملا ساقی کا نام آنے سے پہلے ہی
مٹا ہر نقش غم گردش میں جام آنے سے پہلے ہی

محبت کا جنوں کچھ اس قدر آساں نہیں ہوتا
اجل آجاتی ہے الفت کا جام آنے سے پہلے ہی

تری زلفوں کے شیدائی تری آنکھوں کے دیوانے
اسیر دام ہو جاتے ہیں دام آنے سے پہلے ہی

مجسم ہے تمہارے حسن کا عالم نگاہوں میں
تمہیں دیکھا ہے میں نے سوئے بام آنے سے پہلے ہی

جو دیوانے ہیں تیرے وہ تجھے پہچان لیتے ہیں
ترے کوچے کا کوئی بھی مقام آنے سے پہلے ہی

چراغ اشک غم سے روشنی بخشی ہے راہوں کو
کیا ان کے لئے یہ اہتمام آنے سے پہلے ہی

یقیناً یہ کرشمہ ہے ہمارے ہی تصور کا
حجابات نظر اٹھے مقام آنے سے پہلے ہی

یہاں تک پاس آداب محبت ہے مرے دل کو
جھکا لیتا ہوں گردن ان کا نام آنے سے پہلے ہی

جہاں بھر کی تمناؤں کو رخصت کر دیا دل سے
یہ ہے مجھ کو تمہارا احترام آنے سے پہلے ہی

بکھر جاتی ہیں جب زلفیں تمہارے روئے انور پر
ہماری شام ہو جاتی ہے شام آنے سے پہلے ہی

جو ان کو دیکھنا چاہے وہ مجھ کو دیکھ لے صادقؔ
میں ان کا ہو چکا ہوں ان کا نام آنے سے پہلے ہی

ہم پر الزام ہیں زمانے کے
یہ ہیں انعام دل لگانے کے

کیوں نہ سلطان ہوں زمانے کے
سگ جو ہیں تیرے آستانے کے

میں سنا دوں اگر اجازت ہو
چند الفاظ ہیں فسانے کے

عمر بھر کی تلاش کا حاصل
چار تنکے ہیں آشیانے کے

غنچہ و گل کو راس آئے ہیں
تیرے انداز مسکرانے کے

مہرباں ہیں کبھی خفا مجھ پر
سیکڑوں رخ ہیں آزمانے کے

وہ فسانہ ہے آپ سے منسوب
ہم ہیں عنوان جس فسانے کے

امتحان وفاء ارے توبہ
ایک دل اور غم زمانے کے

آپ مائل فریب دینے پر
ہم ہیں عادی فریب کھانے کے

دل میں تشریف آپ لائے ہیں
پھر گئے دن غریب خانے کے

التفات نگاہ صادقؔ پر
آپ مختار ہیں زمانے کے

ازل سے آج تک جو میکشوں کا دل نہیں ٹوٹا
سبب یہ ہے نظام ساقئ محفل نہیں ٹوٹا
کسی عالم میں رہ کر بھی ہمارا دل نہیں ٹوٹا
ترے فیض و کرم سے کاسۂ سائل نہیں ٹوٹا

خدا کا شکر ہے بوئے وفا ہے اپنی فطرت میں
ہزاروں ٹھوکریں کھا کر بھی اپنا دل نہیں ٹوٹا
امیدوں کے سہارے جی رہا ہوں بحرِ ہستی میں
مری کشتی تو ٹوٹی ہے مگر ساحل نہیں ٹوٹا
ابھی تک وصل کی امید پہ زندہ ہے دیوانہ
تعجب ہے ترے بیمارِ غم کا دل نہیں ٹوٹا
ہماری بیخودی نے ہم کو وہ شائستگی بخشی
تری الفت کا نشہ ساقیٔ محفل نہیں ٹوٹا
حوادث کے تھپیڑے تو بہت کھائے محبت میں
کسی طوفاں سے بحرِ عشق کا ساحل نہیں ٹوٹا
یہ میرا ظرف ہے اظہارِ غم ہونے نہیں دیتا
یہ کس نے کہہ دیا تم سے کہ میرا دل نہیں ہوتا
میں اک مدت سے صادقؔ گامزن ہوں راہِ الفت میں
مگر اب تک طلسمِ جادۂ منزل نہیں ٹوٹا

تری چشمِ توجہ کے اثر سے
بلائیں ٹل رہی ہیں میرے سر سے
قیامت بھی اگر گزرے گی سر سے
نہ اٹھوں گا میں تیرے سنگِ در سے
زمانے بھر کے غم ہیں اور میں ہوں
کرم کی آس ہے تیری نظر سے
بھرم جاتا رہے گا ضبطِ غم کا
اگر چھلکیں گے آنسو چشمِ تر سے
رہے گی عمر بھر تیری تمنا
نہ منھ موڑوں گا میں دنیا کے ڈر سے

مجھے معلوم ہیں اسرارِ الفت
میں گزرا ہوں تمہاری رہگزر سے
مٹایا تو بہت دنیا نے لیکن
میں زندہ ہوں تیرے فیضِ نظر سے
ملے گی اک جہاں کو اپنی منزل
تمہاری راہ کی گردِ سفر سے
سرِ محشر دکھائیں گے وہ جلوہ
مرا دل مطمئن ہے اس خبر سے
وہ اب پردے سے باہر آرہے ہیں
صدائیں آرہی ہیں بام و در سے
خدا رکھے ترے دستِ حنا کو
ہے وسعت میں زیادہ بحر و بر سے
ضیا ہے ہر طرف خورشیدِ نو کی
ستارے بجھ گئے نورِ سحر سے
قفس میں زندگی گزری ہے کیوں کر
نہ پوچھو مجھ شکستہ بال و پر سے
محبت رہبرِ منزل ہے صادقؔ
کھلا یہ رازِ عشقِ معتبر سے

نام مشہور ہے جن کا ترے دیوانوں میں
ایک بھی تار نہیں ان کے گریبانوں میں
کیوں کمی آئے ترے عشق کے ارمانوں میں
شمعیں روشن ہیں خیالوں کے شبستانوں میں
کیا بگاڑیں گی مرا تیری بلائیں دنیا
پرورش پائی ہے میں نے انہیں طوفانوں میں

اب کوئی خارِ مغیلاں نہ رہے گا تشنہ
آبلہ پا چلے آتے ہیں بیابانوں میں
جب سے حاصل ہوا عرفانِ محبت مجھ کو
فرق دیکھا نہ یگانوں میں نہ بیگانوں میں
یہ ترے حسنِ ضیا پاش کا عالم ہی تو ہے
روشنی پھیلتی جاتی ہے سیہ خانوں میں
آپ کی ذاتِ گرامی سرِ کعبہ دیکھی
آپ ہی مجھ کو نظر آئے صنم خانوں میں
ہم پہ بھی ایک نظر جانِ دو عالم ہوجائے
اک زمانے سے ہیں ہم بھی ترے دیوانوں میں
جل گئے آتشِ الفت میں خوشی سے صادق
سوز وہ پیدا کیا عشق نے پروانوں میں

جھکا کر آپ کے در پر جبینِ بندگی میں نے
ادا کی ہے بہر صورت نمازِ عاشقی میں نے
سمجھ کر آپ کے غم کو متاعِ زندگی میں نے
ہمیشہ کے لئے قربان کر دی ہر خوشی میں نے
میں ہوں روزِ ازل سے پیکرِ ایثار و قربانی
دیئے ہیں ہر قدم پر امتحانِ عاشقی میں نے
مری دنیائے ہستی میں ہزاروں انقلاب آئے
نہ آنے دی مگر تیری محبت میں کمی میں نے
مری ہستی زمانے کے لئے اک درسِ عبرت ہے
لکھی ہے خونِ دل سے داستانِ زندگی میں نے
کسی سے بھی نہ رکھا ربط دل تیرے سوا اب تک
گذاری زندگی خود سے بھی رہ کر اجنبی میں نے
نہ ملتا عشق تو کچھ بھی نہ ہوتا میرے دامن میں
بڑی مدّت میں پایا ہے یہ رازِ آگہی میں نے
تمہیں پر فیصلہ موقوف ہے میری محبت کا
تمہارے سامنے رکھ دی حدیثِ زندگی میں نے
مجھے اک ایسی نعمت تیری آنکھوں نے عطا کی ہے
جسے پاکر ہر اک شے کی تمنّا چھوڑ دی میں نے
سرور و کیف میں ڈوبا ہوا رہتا ہوں اے صادق
نگاہِ ساقیِ محفل سے کی ہے میکشی میں نے

ذوقِ نظر کی تاثیریں ہیں
ہر سو تیری تصویریں ہیں
خوابِ جنوں کی تعبیریں ہیں
دیوانہ ہے زنجیریں ہیں
آئینہ ہیں مستقبل کا
آنکھوں میں جو تصویریں ہیں
خوابِ محبت ایک ہے لیکن
سیکڑوں اس کی تعبیریں ہیں
ہوش سے جو بیگانہ کردیں
ماضی کی وہ تصویریں ہیں
ذہن و تخیل کے دامن میں
یادوں کی کچھ تنویریں ہیں
چشمِ کرم اے داورِ محشر
فردِ عمل میں تقصیریں ہیں
ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جن کی
رشک کے قابل تقدیریں ہیں

دیوانہ تو دیوانہ ہے
زنجیریں بھی زنجیریں ہیں
میخانے کی خاک سے پوچھو
رندوں کی جو توقیریں ہیں
دل کے ہر گوشے میں صادقؔ
حسنِ ازل کی تنویریں ہیں

نظر کے سامنے ہے آئینہ خدائی کا
کہ روبرو ہے مرے جلوہ کبریائی کا
ہے اعتراف مجھے تیری رہنمائی کا
وسیلہ تو ہے خدا تک مری رسائی کا
ظہور تجھ سے ہوا شانِ کبریائی کا
کہ جھک گیا ترے قدموں پہ سر خدائی کا
تماشا بن کے میں اہلِ جہاں کی نظروں میں
تماشا دیکھ رہا ہوں تری خدائی کا
زمانہ سیکڑوں الزام دے رہا ہے مجھے
نتیجہ دیکھ رہا ہوں میں آشنائی کا
جسے بھی چاہے عطا کردے مسندِ شاہی
مری نگاہ میں مالک ہے تو خدائی کا
تمہارے دامنِ رحمت کی بات ہی کیا ہے
گناہ گار کو دعویٰ ہے پارسائی کا
تمہاری بندہ نوازی پہ ناز ہے مجھکو
بھرم تمہیں نے رکھا ہے مری گدائی کا
میں دشتِ عشق میں کانٹوں کے کام آیا ہوں
الم نہیں مجھے اپنی شکستہ پائی کا

سمجھ کے سوچ کے اس راہ میں قدم رکھنا
سوالِ عشق میں پہلے ہے جگ ہنسائی کا
گزر رہی ہے جو مجھ پر کسی کو کیا معلوم
سمجھ سکا نہ کوئی حال مبتلائی کا
زمانے والے جو اب تک نہ تم کو دیکھ سکے
قصور ہے یہ نگاہوں کی نارسائی کا
تم ایک لمحہ بھی قلب و نظر سے دور نہیں
یہ اور بات کہ احساس ہے جدائی کا
تمہاری چشمِ توجہ مدام رہتی ہے
یہی ہے راز مرے قلب کی صفائی کا
اسی لئے تو ہوئیں رفعتیں نصیب مجھے
شرف ملا ہے ترے در کی جبہ سائی کا
تمہاری شانِ کرم پر نثار ہے صادقؔ
ذرا خیال رہے اس کی بے نوائی کا

زمانہ شاد ہے علم و خرد کی روشنی لے کر
مگر میں مطمئن ہوں عشق کی دیوانگی لے کر
چلی تو ہے بیاباں کی طرف دیوانگی لے کر
خدا جانے کہاں جائے گی حسرت آپ کی لے کر
میں خود ناآشنا ہوں آج تک اپنی حقیقت سے
مگر بزمِ جہاں روشن ہے مجھ سے روشنی لے کر
ترے دیوانے کتنے آشنائے ماسوا نکلے
جہاں سے بے تعلق ہیں متاعِ عاشقی لے کر
ہمارا دل بہ فیضِ عشق ہر شے سے ہے مستغنی
فقیری آئی ہے ساتھ اپنے شانِ خسروی لے کر

مرے حسنِ تخیل نے ہزاروں بت تراشے ہیں
بہت منظر سنوارے ہیں تمہاری روشنی لے کر
مرے گلشن کا ہر افسردہ غنچہ مسکرا اٹھا
مری دنیا میں آیا کون پیغامِ خوشی لے کر
یہ انساں جس کو مشتِ خاک سے تعبیر کرتے ہیں
بلندی اس نے پائی ہے شعورِ بندگی لے کر
خدا رکھے قیامت تک ترے فیضان کو ساقی
تری محفل سے ہر مے خوار اٹھا زندگی لے کر
جہاں صادقؔ وہ پردہ دار بھی پردے سے باہر ہے
وہاں پہنچی ہے اب مجھ کو مری دیوانگی لے کر

کیوں مجھ سے مرا مقصدِ دل پوچھ رہا ہے
تو ہی تو مرے عشق کی دنیا کا خدا ہے
ہم نے تو یہی اہلِ محبت سے سنا ہے
تو اس کا ہے جو بندۂ تسلیم و رضا ہے
جو چاہے کہے کوئی جہاں سے مجھے کیا ہے
ایمان مجھے تیرے ہی صدقے میں ملا ہے
ہونٹوں پہ تبسم ہے تو آنکھوں میں حیا ہے
اک طرفہ تماشا ہے تری جو بھی ادا ہے
الزام یہ دنیا جو لگاتی ہے لگائے
میں نے تو تجھے اپنا خدا مان لیا ہے
کونین کو میں نور فشاں دیکھ رہا ہوں
شاید رخِ روشن سے ترے پردہ اٹھا ہے
ہیں میری نگاہوں میں ترے حسن کے جلوے
تیری ہی محبت سے دل آئینہ بنا ہے
رنگین اسی طرح ہے اب تک مری دنیا
دل میں جو محبت نے تری رنگ بھرا ہے
پھر کیوں نہ میسر ہو مجھے کیفِ محبت
جب تیری نگاہوں سے مجھے جام ملا ہے
ساقی بھی سلامت رہے میخانہ بھی آباد
رندوں کی زباں پر یہی ہر وقت دعا ہے
کیوں اپنی جبیں اور کسی در پہ جھکاؤں
جب پیشِ نظر آپ کا نقشِ کفِ پا ہے
آخر مری نظروں سے وہ چھپتے بھی کہاں تک
صادقؔ مری نظروں نے انہیں دیکھ لیا ہے

آئینے سے عیاں حقیقت ہے
آپ کی میری ایک صورت ہے
تو وہ رنگیں نگارِ فطرت ہے
جس کے دم سے سکوں ہے راحت ہے
جب سے دل میں تری محبت ہے
زندگی میں بڑی لطافت ہے
آدمی تنگ آدمیت ہے
اے محبت تری ضرورت ہے
میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں
تیرا غم زندگی کی دولت ہے
تیرے کوچے سے میں کہاں جاؤں
تیرا کوچہ تو میری جنت ہے
صاحبِ عرش ہے نگاہوں میں
یہ ہماری نظر کی رفعت ہے

وہ مرے غم کدے میں آئے ہیں
قابلِ رشک میری قسمت ہے
اے غمِ دوست! میرا ساتھ نہ چھوڑ
تیری ہر موڑ پر ضرورت ہے
دل ہے صادق کا وادیٔ ایمن
جذبۂ عشق کی کرامت ہے

تمنا مسکرائی حسرتِ دل جھوم جھوم اٹھی
نظر ملتے ہی ان سے ساری محفل جھوم جھوم اٹھی
تماشا دیکھتے ہی رہ گئے آسودۂ ساحل
سرِ طوفاں ہماری کشتیٔ دل جھوم جھوم اٹھی
ہماری لغزشِ رندانہ ساقی رنگ لائی ہے
ہمارے رقصِ مستانہ پہ محفل جھوم جھوم اٹھی
کسی عنواں سہی طے ہو رہی ہیں عشق کی راہیں
مری وارفتگی منزل بہ منزل جھوم جھوم اٹھی
کسی پر وجد ہے طاری تو کوئی رقص کرتا ہے
نگاہِ مست کیا جھومی کہ محفل جھوم جھوم اٹھی
مرا دل جل اٹھا سوزِ نہاں سے مثلِ پروانہ
مرے ذوقِ طلب پر شمعِ محفل جھوم جھوم اٹھی
نہیں صحرا نوردی سے بھی آسودہ دلِ وحشی
مری ایذا طلب فطرت پہ مشکل جھوم جھوم اٹھی
خدا رکھے سلامت ذوقِ جلوہ آفریں میرا
سراپا حسن کے جلووں سے محفل جھوم جھوم اٹھی
ترا دیوانۂ الفت شکستہ پا تو تھا لیکن
بگولہ سا وہ جب اٹھا تو منزل جھوم جھوم اٹھی
محبت میں بالآخر بے زبانی رنگ لاتی ہے
مری خاموشیوں پر ان کی محفل جھوم جھوم اٹھی
وفا کی رہ گزر میں راہرو دم توڑ دیتے ہیں
مرا جوشِ جنوں دیکھا تو محفل جھوم جھوم اٹھی
مرے اک اک نفس میں سوز و سازِ عشق ہے صادقؔ
مری آواز سے محفل کی محفل جھوم جھوم اٹھی

تم پوچھتے ہو جرم مرے بار بار کیا
بخشش کا بھی نہیں ہے تمھیں اختیار کیا
مجھ پر نہ ہوگی رحمتِ پروردگار کیا
میں اپنی معصیت پہ نہیں شرمسار کیا
ماضی و حال تو ہیں شکستہ سے آئینے
اب دیکھیے دکھاتے ہیں لیل و نہار کیا
قلب و جگر میں زخمِ محبت ہیں ضوفشاں
میرے چمن سے جائے گی فصلِ بہار کیا
رفعت پہ اس کی جن و ملائک کو رشک ہے
بخشا ہے آدمی کو خدا نے وقار کیا
جلووں کا اک ہجوم ہے بزمِ حیات میں
آنکھوں میں میری بس گئی تصویرِ یار کیا
ہر شے کو ہے ہمارے تصرف کی احتیاج
تیرے کرم سے ہم کو نہیں اختیار کیا
میں نے تمھاری راہ میں سو امتحاں دیے
میری وفا کا اب بھی نہیں اعتبار کیا
گزروں گا راہِ عشق سے عزم و یقیں کے ساتھ
روکیں گے مجھ کو راہ کے گرد و غبار کیا

ہیں منزلِ وفا کی فضائیں اداس اداس
لوٹا گیا ہے کوئی سرِ رہگذار کیا
صادق ہمارا دل ہے گرفتارِ زلفِ دوست
ہم کو نصیب ہوگا سکون و قرار کیا

تمہارے عشق کی راہوں میں جو بد نام ہو تے ہیں
وہ دیوانے ہی منزل کے لئے پیغام ہو تے ہیں
مرے ساقی جو تیرے بندۂ بیدام ہوتے ہیں
وہی تو بے نیازِ گردشِ ایّام ہو تے ہیں
کرم ہے کس قدر مجھ بندۂ ناچیز پر ان کا
وہ میرے ساتھ اب تو ہر نفس ہر گام ہوتے ہیں
مرا دل کیوں نہ ہو ممنون ساقی کی نوازش کا
عنایت بادۂ عرفاں کے مجھ کو جام ہو تے ہیں
تمہیں کیسے نہ اپنی زندگی کا آسرا سمجھوں
تمہارے نام کی برکت سے میرے کام ہو تے ہیں
تمہارے ہجر میں درمانِ غم ہوتا تو کیوں ہوتا
جو دل کو زخم ملتے ہیں وہ کب آرام ہوتے ہیں
یہی شاید تمہاری راہ میں مٹنے کا حاصل ہے
دل بر باد کے چرچے جہاں میں عام ہوتے ہیں
محبت شہرِ کنعاں ہے یہاں کیا خوف رسوائی
سرِ بازار یوسف سے یہاں نیلام ہوتے ہیں
اگر دنیا ہے مجھ پر معترض تو غم نہیں صادق
محبت کا مقدر سیکڑوں الزام ہوتے ہے

روزِ اوّل سے ہے جن کو آپ کا پیغام یاد
ہے انہیں کو زیست کے آغاز کا انجام یاد
مجھ فقیرِ بے نوا پر ہے نگاہِ التفات
بندہ پرور کی عنایت ہے مجھے ہر گام یاد
سارا عالم آپ کے قدموں پہ قرباں کیوں نہ ہو
آپ کو رہتے ہیں اپنے بندۂ بے دام یاد
بالیقیں یہ آپ ہی کی یاد کا فیضان ہے
ہم نہیں رکھتے زمانے کے غم و آلام یاد
ہم کو ہر منزل میں رہتی ہے تمہاری جستجو
ہم کو ہر عالم میں رہتا ہے تمہارا نام یاد
جب تری آنکھوں کے پیمانے چلے تھے بزم میں
تیرے دیوانوں کو اب تک ہے وہ دور جام یاد
جاگ اٹھا آج پھر دل میں شعورِ مے کشی
آج پھر آئی ہے ہم کو مے کدے کی شام یاد
ہم نے منہ موڑا نہ اے صادق کسی طوفان سے
ہم کو رکھے گی ہمیشہ گردشِ ایام یاد

دنیا سے منہ موڑ لیا ہے
تجھ سے ناطہ جوڑ لیا ہے
نذرِ محبت پیش کریں گے
دل کا شیشہ توڑ لیا ہے
جس کو نہیں ہے تجھ پہ بھروسہ
اس نے مقدر پھوڑ لیا ہے
کیوں نہ رہے اک کیف کا عالم
ساقی سے دل جوڑ لیا ہے
پھر وہ جانِ آرزو آیا
پھر دل نے اک موڑ لیا ہے

سازِ نفس کا ہر اک نغمہ
یاد سے تیری جوڑ لیا ہے
ڈوبنے والی ہر کشتی نے
ساحل سے رخ موڑ لیا ہے
عشق میں اپنے دل کا تعلق
تیرے غم سے جوڑ لیا ہے
عشق کی ہے یہ کونسی منزل
خود سے بھی منہ موڑ لیا ہے
تیری محبت میں صادقؔ نے
سب سے رشتہ توڑ لیا ہے

جب ترا حسنِ نظر یاد آیا
اپنا دل اپنا جگر یاد آیا
ایسا مدہوش کیا ساقی نے
دشت یاد آیا نہ گھر یاد آیا
تم بھلاتے تو ہو دیوانے کو
پھر بھی دیوانہ اگر یاد آیا؟
تیرے الطاف و کرم کے قرباں
تو مجھے شام و سحر یاد آیا
سوئے مے خانہ چلا رندِ خراب
پھر کوئی مست نظر یاد آیا
جب ملا چاک گریباں کوئی
تیرے جلووں کا اثر یاد آیا
دیکھ کر شہرِ خموشاں اکثر
اپنی ہستی کا سفر یاد آیا

حالِ دل آپ نے پوچھا تو سہی
شکر ہے بندۂ در یاد آیا
دیکھ کر حسنِ جہاں اے صادقؔ
مجھ کو وہ آئینہ گر یاد آیا

جس کو تیرے کرم کا سہارا ملا
اس کو طوفان میں بھی کنارا ملا
بے نواؤں پہ تیری نوازش رہی
بے سہاروں کو تیرا سہارا ملا
ہم کو یاد آگئے سیکڑوں رنج و غم
جب بھی کوئی ہمیں غم کا مارا ملا
تم مرے ہو گئے تو یہ سمجھوں گا میں
میری قسمت کا مجھ کو ستارا ملا
میرے بے ذوق سجدے بھی کام آگئے
جب سے نقشِ کفِ پا تمہارا ملا
تیرے نقشِ قدم کی ضیا کیا ملی
منزلِ زندگی کا اشارا ملا
بزمِ عالم میں دیکھا تجھے چار سو
ہر طرف تو ہی تو جلوہ آرا ملا
زندگی کے لئے روشنی مل گئی
تیرے غم کا جو دل کو شرارا ملا
تیری پُر کیف یادیں سلامت رہیں
زندہ رہنے کا مجھ کو سہارا ملا
تیرے قربان اے مالک دو جہاں!
تجھ کو میں نے جہاں بھی پکارا ملا

جب گناہوں پر اپنے ندامت ہوئی
چشمِ رحمت کا مجھ کو سہارا ملا
میں بھی صادقؔ ہوں قسمت کا کتنا دھنی
میرے مولا کا مجھ کو سہارا ملا

کعبہ و دیر کی طرف اپنی نگاہ جائے کیوں
آپ کے پائے ناز پر بندہ نہ سر جھکائے کیوں
حسن و جمال ہی ترا جب ہے متاعِ آرزو
میرے دل و نگاہ میں اور کوئی سمائے کیوں
پرتوِ حسنِ یار سے دل کو جِلا نصیب ہے
آئینہ حیات پر گرد و غبار آئے کیوں
روزِ ازل سے آج تک مجھ کو تو تجھ سے عشق ہے
تیرے بغیر دل کو پھر صبر و قرار آئے کیوں
میں ہوں گدائے بے نوا آپ گدا نواز ہیں
آپ کا دامنِ کرم مجھ کو نہ راس آئے کیوں
لحہ بہ لحہ حادثے آتے ہیں راہِ عشق میں
کانٹوں سے جس کو پیار ہے پھولوں کی سمت جائے کیوں
تیری بلند ذات ہے تیرا کرم ہے بے حساب
صادقؔ بے نوا ترے در پر نہ سر جھکائے کیوں

تمہارے رتبۂ عالی کو کوئی کیا جانے
تمہارے جیسا کوئی ہو تو تم کو پہچانے
اے شمعِ حسنِ ازل ہم ہیں تیرے دیوانے
ہمیں نے پیش کئے ہیں دلوں کے نذرانے
تمہیں سے جام و سبو ہیں تمہیں سے پیمانے
تمہارے دم سے ہیں قائم ہزار میخانے
تمہاری ذات گرامی ہے شمعِ حسن و جمال
نثار کیوں نہ ہوں تم پر ہزار پروانے
کرم کی ایک نظر بندۂ محبت پر
تمہاری نرگسی آنکھوں کے ہم ہیں دیوانے
نگاہِ شوق ہے جس کی تلاش میں پیہم
تمہیں وہ حسنِ سراپا ہو کوئی کیا جانے
زمانہ یاد رکھے گا ہزاروں سال تمہیں
تمہارے نام سے منسوب ہیں وہ افسانے
تمہاری یاد نے معراجِ عشق بخشی ہے
تمہارے جلوؤں سے روشن ہوئے ہیں غم خانے
جسے بھی چاہو نوازو کہ تم ہو بندہ نواز
بصد نیاز چلے آرہے ہیں دیوانے
تمہاری چشمِ کرم نے جنھیں نواز لیا
انہیں سے درسِ محبت لیا ہے دنیا نے
ہمارا عشق بھی صادقؔ ہے نام بھی صادقؔ
ہمیں ہیں خواجہ محمد حسنؒ کے دیوانے

پلکوں پہ اشکِ غم سے چراغاں کیے ہوئے
ہم ہیں تمہاری دید کا ساماں کیے ہوئے
بزمِ جہاں کو ہیں وہ درخشاں کیے ہوئے
ہر رنگ و بو میں خود کو نمایاں کیے ہوئے
ہم کیا ڈریں گے گردشِ لیل و نہار سے
ہم ہیں طوافِ کوچۂ جاناں کیے ہوئے
اک دن نصیب ہوگی مجھے منزلِ حیات
ذوقِ طلب ہے راہ کو آساں کیے ہوئے

دنیا پہ اب نگاہ جسے بھی تو کیا جسے
حسن و جمالِ دوست ہے حیراں کئے ہوئے

منظور قیدِ غم سے رہائی نہیں ہمیں
ہم خود ہیں اپنے قلب کو زنداں کئے ہوئے

اس نے بھی اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا
دیکھا ہمیں جو چاک گریباں کئے ہوئے

دنیا کی ظلمتوں کو میں بخشوں گا روشنی
دل میں ہوں شمعِ عشق فروزاں کئے ہوئے

دل مطمئن ہے آپ کی نسبت کے فیض سے
حالات زندگی ہیں پریشاں کئے ہوئے

صادق ہماری ذات ہے آئینہ وفا
ہم ہیں جہانِ عشق کا ساماں کئے ہوئے

اندھیرا چھا نہ جائے ماہ پارو جاگتے رہنا
تقاضہ وقت کا ہے اے سہارو جاگتے رہنا

مری پلکوں پہ اشکوں کے ستارو جاگتے رہنا
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے سہارو جاگتے رہنا

بڑی مدت میں وصلِ دوست کی یہ رات آئی ہے
مرے ہمراہ تم بھی چاند تارو جاگتے رہنا

جلو میں نور لے کر وہ نمایاں ہونے والے ہیں
مری چشمِ تمنا کے سہارو جاگتے رہنا

ہر اک دل میں محبت کی ابھی بنیاد رکھنی ہے
تبسم ریز ہونٹوں کے شرارو جاگتے رہنا

یہی تو کہہ رہے ہیں انقلابِ وقت کے تیور
بہت طوفان آئیں گے کنارو جاگتے رہنا

ہزاروں قافلے ہیں جادہ پیما راہ الفت میں
ذرا منزل کے تابندہ اشارو جاگتے رہنا

ابھی دل سوختہ ہونے میں تھوڑی دیر باقی ہے
ابھی کچھ اور اے غم کے شرارو جاگتے رہنا

یہ دنیا ہے یہاں خوابیدہ رہنا اک قیامت ہے
یہی کہتا ہے صادق غم کے مارو جاگتے رہنا

زیست کا مقصد جان رہا ہوں
تجھ کو ابھی پہچان رہا ہوں

دنیا کیا ہے جان رہا ہوں
اپنوں کو پہچان رہا ہوں

تیری محبت کی منزل میں
خود پر اک بہتان رہا ہوں

وہ میرے کیا ہوں گے لیکن
دل کا کہنا مان رہا ہوں

حامل ہوں اسرارِ جنوں کا
عشق و وفا کی شان رہا ہوں

روزِ ازل سے جانِ دو عالم
تجھ پر میں قربان رہا ہوں

گزرا ہوں اس طرح جہاں سے
جیسے ترا فرمان رہا ہوں

درد و الم کے طوفانوں میں
عزم و یقین کی جان رہا ہوں

میری ہستی صورت قطرہ
پھر بھی اک طوفان رہا ہوں

جام و سبو ساقی شاہد ہیں
میخانے کی جان رہا ہوں
ہر صورت میں ہر عالم میں
انساں تھا انسان رہا ہوں
ذوقِ نظر کا فیض تو دیکھو
جلووں کا ارمان رہا ہوں
ہر غم اب مانوس ہے مجھ سے
ہر غم کا درمان رہا ہوں
دنیا تیری بزم میں رہ کر
تجھ سے میں انجان رہا ہوں
عشق کے افسانے کا صادقؔ
بن کر میں عنوان رہا ہوں

اگر تیرا کوئی پیغام آئے
سکوں دل کو ملے آرام آئے
مریضِ غم کو کیا آرام آئے
نہ تم آئے نہ کچھ پیغام آئے
اسی کا نام ہے فیضانِ ساقی
نظر ملنے سے پہلے جام آئے
ہمیں یاد آئے کوئی اور کیسے
لبوں پر جب تمہارا نام آئے
خوشی کے دن بھی یوں آئے ہیں اکثر
کہ جیسے گردشِ ایام آئے
بہر منزل طلب کے راستے میں
نقوشِ پائے جاناں کام آئے
اجالوں تک ہمیں پہنچا دیا ہے
اندھیرے بھی ہمارے کام آئے
یہ کوچہ ان کا ہے ان کی گلی ہے
یہاں کیوں گردشِ ایام آئے
نہ چین آیا دلِ حسرت زدہ کو
وہ آنے کو تو صبح و شام آئے
نہ دنیا نے دیا صادقؔ سہارا
کسی کے غم ہمارے کام آئے

مطلعِ صبحِ درخشاں ہے رخِ تابانِ دوست
راحتِ قلب و نظر ہے گیسوئے پیچانِ دوست
کون ہے جس پر نہیں ہے سایۂ دامانِ دوست
ہم ازل کے دن سے ہیں منّت کشِ احسانِ دوست
اس کو دنیا کی کسی شے سے تعلق کیوں رہے
جس کی ہستی بن چکی آئینہ ارمانِ دوست
دوست کے جلووں کا آئینہ ہے یہ بزمِ جہاں
ذرّے ذرّے سے نمایاں ہو رہی ہے شانِ دوست
اپنے دل سے تو مٹا پہلے نقوشِ ماسوا
ہر جگہ ممکن ہے دیدارِ رخِ تابانِ دوست
ہم سے پہلے کب کسی میں تھا شعورِ مے کشی
ہم نے شائستہ بنائی محفلِ رندانِ دوست
لاکھ طوفانِ حوادث پیش آئے عشق میں
میرے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا کبھی دامانِ دوست
دوست کے ارمان ہی پر ہے مدارِ زندگی
کیا رہے دل سے نکل جائے اگر ارمانِ دوست

اپنے اپنے ظرف پر مبنی ہے اس کا التفات
اک زمانے سے ہوں صادقؔ بندۂ احسان دوست

مری خاطر ہی میخانے میں رقصِ جام ہے شاید
ازل ہی سے بلا نوشوں میں میرا نام ہے شاید
ترے مے خانے میں ساقی صلائے عام ہے شاید
بقدرِ ظرف رندوں پر ترا انعام ہے شاید
مجھے احساس ہے ہر شیشۂ دل کی نزاکت کا
مرے کانوں میں آوازِ شکستِ جام ہے شاید
ہمارے غم کدے میں ہر طرف اک روشنی سی ہے
ہماری لوحِ دل پر نقش تیرا نام ہے شاید
زمانے کی روش کو ہم اگر کہتے تو کیا کہتے
ہماری سادگی ہی موردِ الزام ہے شاید
ہمارے ہاتھ سے یوں بے سبب ساغر نہیں چھوٹا
ہماری جستجو میں گردشِ ایام ہے شاید
زمانے کے کسی غم کا اثر ہم پر نہیں ہوتا
ہماری زندگی اب واقفِ انجام ہے شاید
مرے نغمات دنیا کی فضا میں گونج اٹھے ہیں
مری آواز میں تیرا کوئی پیغام ہے شاید
ہمارے بعد ہم جیسا کوئی میخوار کیا ہوگا
ہمیں پر ختم مے خانے میں دورِ جام ہے شاید
کسی صورت یہ دنیا کم نہیں خوابِ پریشاں سے
نشاطِ زندگی صادقؔ برائے نام ہے شاید

شمع کی گود میں پروانے چلے آتے ہیں
اپنی منزل پہ یہ دیوانے چلے آتے ہیں
کس ادا سے تیرے دیوانے چلے آتے ہیں
خیر مقدم کو صنم خانے چلے آتے ہیں
وہ بلا نوش ہیں ہم جن کے لئے محفل میں
سو چھلکتے ہوئے پیمانے چلے آتے ہیں
ہو گئی عشق کی معراج میسر شاید
ہر زباں پر مرے افسانے چلے آتے ہیں
تشنگی میری بجھانے کے لئے محفل میں
رقص کرتے ہوئے پیمانے چلے آتے ہیں
کس بلا کی تری آنکھوں میں کشش ہے ساقی
صاحبِ ہوش بھی مے خانے چلے آتے ہیں
تم نہ آئے دمِ آخر بھی عیادت کے لئے
ایسے عالم میں تو بیگانے چلے آتے ہیں
روزِ اوّل سے یہی حال ہے دیوانوں کا
آپ کی بزم میں دیوانے چلے آتے ہیں
سرخرو ہونے کو ہے ذوقِ جنونِ الفت
اب مری راہ میں ویرانے چلے آتے ہیں
آج کیا بات ہے ساقی کہ بنامِ صادقؔ
چشمِ مخمور سے پیمانے چلے آتے ہیں

جس پر بھی ترا الطاف وکرم اے ساقیٔ دوراں ہوتا ہے
اس رند کی قسمت کیا کہنا مستِ مئے عرفاں ہوتا ہے
جو عشق کی راہوں میں مٹ کر خاکِ درِ جاناں ہوتا ہے
حق بات تو یہ ہے صرف وہی رشکِ مہِ تاباں ہوتا ہے
وہ درد ہی دردِ عشق بھی ہے ممکن ہی نہ ہو درماں جس کا
وہ درد تو دردِ عشق نہیں جس درد کا درماں ہوتا ہے

ہر روز تلاطم ہیں غم کے ہر روز حوادث کے طوفاں
جب ایسا مقام آجاتا ہے سایہ بھی گریزاں ہوتا ہے
تسلیم و رضا کا پیکر ہی ایثار و وفا کا ہے پیکر
بنتا ہے وہی دستور جہاں جو بندۂ جاناں ہوتا ہے
کیوں خلد کی حسرت ہو مجھ کو کیوں اس کی بہاروں کا ارماں
ہر منظر تیرے کوچے کا فردوس بداماں ہوتا ہے
یہ میری نظر کی قسمت ہے یہ میری نظر کی ہے رفعت
جس سمت نگاہیں اٹھتی ہیں نظارۂ جاناں ہوتا ہے
وہ صاحبِ ہمت ہوتے ہیں جو منزل کو جالیتے ہیں
ہر موڑ پہ راہِ ہستی کے آلام کا طوفاں ہوتا ہے
اس دل کو میسر ہوتی ہے عرفان و حقیقت کی دولت
جو دل بھی تمہارے قدموں پر سو جان سے قرباں ہوتا ہے
میں صادق ہوں ہر بات مری ہوتی ہے صداقت پر مبنی
جو ان کے قدم لے لیتا ہے حاصل اسے ایماں ہوتا ہے

مل گیا ہے نقشِ پائے رہبرِ کامل مجھے
اب یقیناً مل ہی جائے گی مری منزل مجھے
آپ کی دریا دلی آفاق میں مشہور ہے
دیجئے غم اپنا جب آرزوئے دل مجھے
آپ کے جود و سخا کی غیر ممکن ہے مثال
آپ کے لطف و کرم نے کر دیا قائل مجھے
مجھ کو رکھنا تھا تعلق صرف تیری ذات سے
اس جہانِ رنگ و بو نے کر دیا غافل مجھے
میں نے طوفان و تلاطم کا سہارا لے لیا
اب نہیں ہوتا میسر تو نہ ہو ساحل مجھے
اک مقام ایسا بھی آئے گا جنونِ عشق میں
کوئی خضرِ راہ سمجھے گا کوئی منزل مجھے
جن کے دامن میں محبت کے سوا کچھ بھی نہ تھا
تیری منزل میں ملے ایسے بھی کچھ سائل مجھے
عشق سے وہ ذوقِ نظارہ کو بینائی ملی
اب کوئی پردہ نظر آتا نہیں حائل مجھے
زندگی کی راہ میں تھے حادثے ہی حادثے
تیری الفت نے کیا آسودۂ منزل مجھے
مجھ پہ صادق میکدے کے رازِ پنہاں کھل گئے
چشمِ ساقی نے کیا شائستۂ محفل مجھے

کوئی طلب نہ رہی ان کے التفات کے بعد
نئی حیات ملی ہے نوازشات کے بعد
تمہیں بتاؤ کہ ترکِ تعلقات کے بعد
کسے ہم اپنا کہیں گے تمہاری ذات کے بعد
مزاجِ حسن سمجھتی ہے خوب میری نظر
ضرور پردہ اٹھے گا تکلفات کے بعد
ہمیں ہے ناز بجا ان سے ہم کلامی پہ
ہوئے وہ محوِ تبسم ہر ایک بات کے بعد
تمہیں نہ دیکھ سکی اک نظر نگاہِ کلیم
رہے نہ ہوش سلامت تجلیات کے بعد
یہ کائنات ہے روشن تمہارے جلووں سے
یہ فیصلہ ہے ہمارا مشاہدات کے بعد
اگر تمہارا سہارا بھی چھوڑ بیٹھوں گا
بھروسہ کس پہ کروں گا تمہاری ذات کے بعد

گزر رہا ہوں میں اس طرح سرحدِ غم سے
کوئی گزر نہ سکے گا مری حیات کے بعد
متاعِ عشق سمجھتا ہوں رنج پیہم کو
شبیب رنگ نکھرتا ہے حادثات کے بعد
کسی کا کوئی نہیں ہے جہاں میں اے صادقؔ
سمجھ میں آگئی دنیا مشاہدات کے بعد

تم جو رہتے ہو مہرباں خاموش
دل پہ گرتی ہیں بجلیاں خاموش
اشکِ غم پی لیے محبت میں
دل سے اٹھتا رہا دھواں خاموش
لب پہ لاتا نہیں کبھی شکوہ
عشق دیتا ہے امتحاں خاموش
کیسے گزرا ہے وادیٔ غم سے
میری ہستی کا کارواں خاموش
پاسِ آدابِ عشق تو دیکھو
عرضِ مطلب پہ ہے زباں خاموش
یہ تصرف ہے کس کے قدموں کا
جگمگاتی ہے کہکشاں خاموش
شرط یہ ہے سرِ نیاز جھکے
بول اٹھتا ہے آستاں خاموش
سارا عالم ترا ثناخواں ہے
کون ہے زیرِ آسماں خاموش؟
تیرے اسرار جب سے سمجھے ہیں
تیرے صادقؔ کی ہے زباں خاموش

منزلِ عشق میں جو رکھا قدم راہ کے پیچ و خم مسکرانے لگے
میری ہمت مرے حوصلے دیکھ کر ساری دنیا کے غم مسکرانے **لگے**
یہ تری جستجو یہ تری آرزو یہ خیال و تصور یہ عزم و یقیں
منزلوں کے نشاں جگمگانے لگے تیرے نقشِ قدم مسکرانے لگے
لطفِ دیوانگی سب کی قسمت نہیں اس سے ہم سا کوئی آشنا بھی نہیں
جب مئے غم سے مخمور دیکھا ہمیں اہلِ دیر و حرم مسکرانے لگے
ان کی جانب سے بیداد ہوتی رہی پھر بھی ان کو ہمیں سے شکایت رہی
پاسِ آدابِ الفت سے لب سل گئے کچھ نئے رنج و غم مسکرانے **لگے**
کس قدر دل کی پہلیاں بڑھ گئیں سیکڑوں تہمتیں اپنے نام آگئیں
پھر یہ دنیا تماشا بنانے لگی جب یہ دیکھا تو ہم مسکرانے لگے
یہ حقیقت حقیقت ہے سمجھو ذرا میری مجبوریوں پر تھی کس کی نظر
میری غربت زدہ زندگی دیکھ کر مجھ پر اہلِ کرم مسکرانے لگے
کون یاد آگیا دل دھڑکنے لگا آنکھ پر نم ہوئی زرد چہرہ ہوا
کیا بتائے کسی کو وہ بربادِ غم جس پہ شامِ الم مسکرانے لگے
تو ہی صادقؔ کو مقصود و منظور ہے اسکو جاہ و حشم کی تمنا نہیں
خود غرض وہ نہیں ساقیِ میکدہ لے کے جو جامِ جم مسکرانے لگے

خلوصِ دل سے جب تک ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا
تو کچھ بھی بارگاہِ حسن سے پایا نہیں جاتا
کسی میں جذبۂ ذوقِ جنوں پایا نہیں جاتا
کہ اب افسانۂ منصورؔ دہرایا نہیں جاتا
کسی در پر بھی دل کا مدعا پایا نہیں جاتا
ترے در کے سوا اب ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا
جو دل کا حال ہے دنیا کو سمجھایا نہیں جاتا
کہ ہم سے اپنا افسانہ بھی دہرایا نہیں جاتا

ہیں زندہ صرف تیرے آسرے پر تیرے دیوانے
کہیں تیرا سہارا چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

خودی خوابیدہ ہو تو ہاتھ پھیلایا بھی جاتا ہے
خودی بیدار ہو تو ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

نظر کی بات ہے ہر آئینہ ہے تیرا آئینہ
مگر یہ راز تو ہر ایک سے پایا نہیں جاتا

عطا کرنے کو وہ کونین کی دولت عطا کردیں
سلیقے سے مگر دامن ہی پھیلایا نہیں جاتا

دمِ آخر بھی دل میں سیکڑوں ارمان رہتے ہیں
خوشی کے ساتھ دنیا چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

یہ کس کے عشق نے پہنائی زنجیرِ جنوں آخر
کہ وحشی سے بیاباں چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

ہمیں یہ راز سمجھایا ہماری تنگ دستی نے
وہ دامن اصل دامن ہے جو پھیلایا نہیں جاتا

نہیں کچھ غم اگر دنیا مجھے الزام دیتی ہے
ہر اک کو موردِ الزام ٹھہرایا نہیں جاتا

مسائل اس قدر الجھے ہوئے ہیں آج دنیا کے
کسی صورت سے بھی اب جن کو سلجھایا نہیں جاتا

سفینہ وہ کبھی آسودۂ ساحل نہیں ہوتا
کہ جس کو غم کے طوفانوں سے ٹکرایا نہیں جاتا

گزر آیا جنوں میں سرحدِ ادراک و امکاں سے
اب ان میں اور مجھ میں فاصلہ پایا نہیں جاتا

زہے قسمت! امینِ رازِ غم تو نے بنایا ہے
کسی پر اس قدر بھی لطف فرمایا نہیں جاتا

خدا شاہد انہیں میں کاکلِ قسمت سمجھتا ہوں
جنہیں تدبیر کے شانے سے سلجھایا نہیں جاتا

تمنا ہے مری آواز پہنچے ہر جگہ لیکن
فضاؤں سے مرے نغمے کو پھیلایا نہیں جاتا

محبت ہو تو حاصل دو جہاں کی سرفرازی ہو
ہر اک کو حاملِ رازِ وفا پایا نہیں جاتا

خرد کے زعم سے دیوانہ کوسوں دور رہتا ہے
یہ وہ نشہ ہے جس سے ہوش میں آیا نہیں جاتا

غم و آلام کے طوفان ہیں اب میرے دامن میں
انہیں اپنا لیا ہے جن کو اپنایا نہیں جاتا

زمانہ مدتوں سے درپئے آزار ہے لیکن
تری خاطر کسی غم کو بھی ٹھکرایا نہیں جاتا

اسے منظور جو زیبائش دنیا نہیں ہوتی
تو پھر ان خاک کے ذروں کو چمکایا نہیں جاتا

تجسس میں ترے ہم دیر و کعبہ سے گزر آئے
نہ ملتا تو تو پھر خود کو کہیں پایا نہیں جاتا

محبت نے مجھے وہ شانِ استغنا عطا کی ہے
اب ان کے سامنے بھی ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

تمہارا نام سن کر ہوش میں آیا ہے دیوانہ
اسیرِ غم سے ورنہ ہوش میں آیا نہیں جاتا

تمہیں اپنا سمجھ کر ہاتھ پھیلایا ہے صادق نے
ہر اک کے سامنے بھی ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

عشق کی نعمت عام نہیں ہے
سب کے لئے یہ جام نہیں ہے

اب وہ جلوہ عام نہیں ہے
پہلا سا ہنگام نہیں ہے

میری زباں پہ نام ہے تیرا
یہ بھی کم انعام نہیں ہے
ان کی چشمِ مست سلامت
میرا خالی جام نہیں ہے
کس پہ نہیں ہے تیری نوازش
کس پہ ترا انعام نہیں ہے
عشرتِ دنیا کے متوالو
کیا خوفِ انجام نہیں ہے
جس میں ہو کوئی شکوہ شکایت
اس کا محبت نام نہیں ہے
ناقص ہے اس دل کی محبت
جس پر کچھ الزام نہیں ہے
میں نے بنایا دشت کو گلشن
میرا جنوں ناکام نہیں ہے
کس کو نہیں ہے عشق تمہارا
کون اسیرِ دام نہیں ہے
ہوش و خرد والوں سے الجھنا
دیوانوں کا کام نہیں ہے
تیرے تجسس تیری طلب میں
سب کچھ ہے آرام نہیں ہے
صادقؔ تیرا عشق ہے صادق
مفت میں تو بدنام نہیں ہے

زمیں سے عرشِ اعظم تک شہنشاہی تمہاری ہے
دو عالم میں تمہاری ذات کا فیضان جاری ہے
خدا شاہد فقط وہ شان وہ شوکت تمہاری ہے
کہ جس کے حسنِ عالمتاب نے دنیا سنواری ہے
کوئی واقف اگر ہے تو فقط وہ ذات باری ہے
ابھی تو پردۂ اسرار میں ہستی تمہاری ہے
جسے ہم دیکھتے ہیں اس جہاں کے گوشے گوشے میں
وہ نقشہ ہے تمہارا اور وہ صورت تمہاری ہے
عطا دردِ محبت نے کیا ہے کیفِ لافانی
تمہارے سوزِ غم نے زندگی میری نکھاری ہے
مری آنکھوں نے دیکھا ہے تمہارے حسن کا عالم
مری نظروں کی قسمت جلوۂ رخ نے سنواری ہے
زباں سے کیا کہیں تم جانتے ہو تم سمجھتے ہو
غمِ فرقت میں ہم نے زندگی کیسی گزاری ہے
خدا رکھے سلامت تا ابد یہ شانِ میخانہ
ازل سے آج تک ساقی ترا فیضان جاری ہے
ہمارے ہاتھ میں ہے ہاتھ اس ذاتِ گرامی کا
کہ صادقؔ دین بھی اپنا ہے دنیا بھی ہماری ہے

حقیقت آشنا ہو کر بھی حیرانی نہیں جاتی
کہوں کیوں کر کہ تیری ذات پہچانی نہیں جاتی
جہاں والوں کی نظروں میں اندھیرے روز افزوں ہیں
جو دل ہیں تجھ سے روشن ان کی تابانی نہیں جاتی
ان آنکھوں کو بھی کچھ نورِ بصیرت بخش دے یا رب
حقیقت جن سے خود اپنی بھی پہچانی نہیں جاتی
زمانے کی کسی شے پر نگاہیں اب نہیں جمتیں
تمہیں دیکھا ہے جب سے میری حیرانی نہیں جاتی

یقینی بات ہے حدِّ نظر سے کون گذرے گا
جہاں تم ہو وہاں ادراکِ انسانی نہیں جاتی

جو فرشِ خاک پر رہتے ہوئے ہیں عرشِ اعظم پر
خرد والوں سے منزل ان کی پہچانی نہیں جاتی

جبینِ شوق کو وہ خاص نسبت ہے ترے در سے
کسی کے سنگِ در تک میری پیشانی نہیں جاتی

مجھے تو اس قدر احساس ہے اپنے گناہوں کا
خطا بخشی گئی لیکن پشیمانی نہیں جاتی

بلا کی مستیاں چھائی ہوئی ہیں بادہ خواروں پر
ادائے ساقیٔ محفل بھی پہچانی نہیں جاتی

ہمارے نام سے جام و سبو گردش میں آتے ہیں
ہماری بات میخانے میں کب مانی نہیں جاتی

جہاں والے شناسائی کا دم بھرتے تو ہیں لیکن
جہاں والوں سے میری شکل پہچانی نہیں جاتی

کسی صورت سکونِ زندگی حاصل نہیں ہوتا
یہ کیسا دور آیا ہے پریشانی نہیں جاتی

یہ کس کی یاد ہے کس کا تصور کس کا غم دل میں
زمانہ ہو گیا اور اشک افشانی نہیں جاتی

کبھی اک آہ سے افلاک کا دل چاک ہوتا ہے
کبھی انسان تک آوازِ انسانی نہیں جاتی

خزاں کا دور ہو یا وہ بہاروں کا زمانہ ہو
جنوں بیدار ہو تو چاک دامانی نہیں جاتی

نہیں معلوم کیسا حادثہ گلشن پہ گذرا ہے
بہاروں کے زمانے میں بھی ویرانی نہیں جاتی

خدا کے رو برو جاکر کہیں گے جو بھی کہنا ہے
یہ دنیا ہے یہاں حق بات بھی مانی نہیں جاتی

ہزاروں آئینوں میں ایک ہی تصویر ہے صادق
کسی صورت مگر وہ شکل پہچانی نہیں جاتی

ہر بلائے عشق ہم تک آگئی
زندگی سیلابِ غم تک آگئی

کس کو ہوتا ہے مقدر رازِ غم
شکر ہے نعمت یہ ہم تک آگئی

چھیڑیئے اس دلربا کا تذکرہ
ہر ادا جس کی ستم تک آگئی

اب ملے گا ہم کو لطفِ بندگی
اب جبیں نقشِ قدم تک آگئی

کوئے جاناں ہے نظر کے سامنے
جستجو باغِ ارم تک آگئی

ساقیٔ محفل نگاہِ التفات
گردشِ ایام ہم تک آگئی

رندی و مستی ہماری آج کل
چشمِ ساقی کے بھرم تک آگئی

کون ہوتا ہے پشیماں دیکھیے
بات اب قول و قسم تک آگئی

چھڑ گئی جب بات ذوقِ عشق کی
داستاں زلفوں کے خم تک آگئی

بجھ رہی ہے شمعِ ایمان و یقیں
تیرگی دیر و حرم تک آگئی

دیکھیے دامن نہ جل جائے کہیں
آگ دل کی چشمِ نم تک آگئی

اب تو اے صادق ہماری معصیت
بخششِ لطف و کرم تک آگئی

تری محبت میں دیکھ رکھے ہیں سیکڑوں انقلاب ہم نے
مگر بہ فیضِ یقیں گزاری ہے زندگی کامیاب ہم نے
کلی کلی کو عطا کیا ہے وہ رنگِ حسن و شباب ہم نے
کہ غنچہ غنچہ بنا دیا ہے چمن میں جامِ شراب ہم نے
ہماری آنکھوں میں روزِ اوّل سے آج تک تم ہو جلوہ فرما
ازل کے دن کر لیا تھا دل سے تمہارا ہی انتخاب ہم نے
ہماری نظروں نے دوجہاں میں جدھر بھی دیکھا تمہیں کو پایا
مشاھدے کی بنا پر آخر اٹھا دیئے سب حجاب ہم نے
تری عطا تیری بخششوں پر ہمیں ہو جتنا بھی ناز کم ہے
کسی پہ دیکھا نہ اس قدر بھی ترا کرم بے حساب ہم نے
نصیب ہے وہ سرور و مستی نہ ہوگی جس میں کمی ابد تک
تری نگاہوں کے میکدے سے پیا ہے جامِ شراب ہم نے
تمہیں نگاہوں کا مدعا ہو تمہیں خیالوں میں ضوفشاں ہو
تمہاری راہوں میں حسرتوں کے بچھادئے ہیں گلاب ہم نے
ہمیں سے ہے بتکدے کی زینت ہمیں سے ہے رونقِ حرم بھی
کہ دیر و کعبہ کی رہگذاروں کو بخش دی آب و تاب ہم نے
ہمارے نغموں کی شورشوں سے تڑپ اٹھی ہے فضائے عالم
جنوں کی مضراب سے جو چھیڑا ہے زندگی کا رباب ہم نے
بجھائی کانٹوں کی پیاس ہم نے بنا یا صحرا کو رشکِ گلشن
جنوں کی سرگرمیوں سے پیدا کیا ہے وہ انقلاب ہم نے
تمہاری نازک خرامیاں بھی ہمیں قیامت سے کم نہیں ہیں
تمہاری رفتار ہی میں دیکھا ہے حشر کا اضطراب ہم نے
تمہاری بخشش کا کیا ٹھکانہ ہماری جرأت بھی کم نہیں ہے
دیئے ہیں غم بے حساب تم نے لئے ہیں غم بے حساب ہم نے
"حریم نور" اور نغمہ روح و راہِ صادق تو چھپ چکے ہیں
نگارِ صادق کے نام سے پھر کیا ہے اب انتخاب ہم نے
زبانِ عشق و وفا سے صادق بیاں کئے ہیں رموزِ ہستی
کبھی کبھی زندگی کے رخ سے الٹ دیا ہے نقاب ہم نے

محبت میں محبت کے جہاں تک کون پہنچے گا
ہمیں پہنچیں گے حدِ لامکاں تک کون پہنچے گا
تمہاری رہگذر کی کہکشاں تک کون پہنچے گا
جہاں تم جلوہ فرما ہو وہاں تک کون پہنچے گا
بہر عالم تمہیں کو جلوہ فرما دیکھ لیتا ہوں
مرے حسنِ یقیں میرے گماں تک کون پہنچے گا
کسی کو کوئی حسرت ہے کسی کو کوئی ارماں ہے
دل و جاں لے کے تیرے آستاں تک کون پہنچے گا
قریبِ کوئے جاناں راہرو دم توڑ دیتے ہیں
جنونِ عشق تیرے امتحاں تک کون پہنچے گا
کوئی بے ربط کہہ کر چھوڑ دے گا میرا افسانہ
میں دیوانہ ہوں میری داستاں تک کون پہنچے گا
تمہارے عشق سے تمہید ہے میرے فسانے کی
نہ پہنچے تم تو اشکوں کے بیاں تک کون پہنچے گا
چھڑے گا تذکرہ جب بزم میں میری محبت کا
تو محفل میں حدیثِ دیگراں تک کون پہنچے گا
جو مجھکو ڈھونڈنے نکلیں گے کھو جائیں گے وہ خود بھی
جنوں میں میری گردِ کارواں تک کون پہنچے گا

بہر جادہ حوادث کے قیامت خیز طوفاں ہیں
یہ عالم ہے تو منزل کے نشاں تک کون پہنچے گا

ہمارے پاؤں کے چھالے ہی ان کے کام آئیں گے
بجھانے پیاس کانٹوں کی زباں تک کون پہنچے گا

نشاط آگیں بہاریں آئیں گی ہر سو زمانے میں
دلِ پژمردہ تیرے گلستاں تک کون پہنچے گا

یہ دنیا ہے یہاں سب اپنی اپنی فکر کرتے ہیں
مری بربادیوں کی داستاں تک کون پہنچے گا

ہمارا ہی لہو شامل ہے تعمیرِ گلستاں میں
گلوں کو رنگ دینے گلستاں تک کون پہنچے گا

مرے اشعار میں کیفِ مئے عرفاں ہے اے صادق
تغزل میں مرے رنگِ بیاں تک کون پہنچے گا

محبت کا رہے گا کیا بھرم جب ہم نہیں ہوں گے
تماشا بن کے رہ جائے گا غم جب ہم نہیں ہوں گے

کسے ہوگا یہاں ارمانِ غم جب ہم نہیں ہوں گے
نہ ہوگا کوئی مرہونِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

بہت پچھتائیں گے اہلِ کرم جب ہم نہیں ہوں گے
کسے بخشیں گے دنیا بھر کے غم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی تو وقت ہے ہم سے وفاؤں کا سبق لے لو
وفا ہو جائے گی دنیا میں کم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے تو مذاقِ عشق کا معیار قائم ہے
نہ ہوگا کوئی افسانہ رقم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے داستانِ سرمدؒ و منصورؒ زندہ ہے
رضا پر سر کرے گا کون خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہنس کر زخم دل پر کون کھائے گا
چلے گی کس پہ پھر تیغِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد یہ ہنگامِ محشر کون دیکھے گا
بنے گا کون تصویرِ الم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے آپ کی راہوں کو سجدوں سے سجایا ہے
نہ ہوں گے پھر یہ آدابِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد کوئی بندۂ بیدام کیا ہوگا
دھرے رہ جائیں گے قول و قسم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری زندگی درسِ عمل ہے اہلِ دنیا کو
نہ ہوگا پھر کسی کا کچھ بھرم جب ہم نہیں ہوں گے

کچھ ایسے نقش اپنے بعد ہم چھوڑیں گے دنیا میں
لکھیں گے داستاں اہلِ قلم جب ہم نہیں ہوں گے

زبانِ خلق پر ہوگا ہمارے غم کا افسانہ
جہاں کو یاد پھر آئیں گے ہم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری خامشی میں سیکڑوں اسرار پنہاں ہیں
ہمیں روئیں گے اربابِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری زندگی حامل ہے اسرارِ محبت کی
ملیں گے کب امینِ درد و غم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے پیروی منسوب ہے اہلِ محبت کی
نہ چومے گا کوئی نقشِ قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے ہے یہ قدر و منزلت شیخ و برہمن کی
نہ ہوگی حرمتِ دیر و حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے خلق سے قائم وقارِ آدمیت ہے
نہ ہوگی آدمیت مغتنم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد معمارِ محبت کون آئے گا
نہ ہوگا پھر زمانہ یوں بہم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ہی لہو سے تازگی غنچوں نے پائی ہے
نہ ہوگا یہ چمن رشکِ ارم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی اس راز کو سمجھے نہیں اہلِ گلستاں بھی
بہت درپیش آئیں گے الم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے دم سے ہیں اہلِ جنوں دشت و بیاباں میں
اکھڑ جائیں گے ان کے بھی قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہزاروں راہرو گم ہو کے رہ جائیں گے راہوں میں
بڑھیں گے منزلوں کے پیچ و خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ایسا انقلاب آئے گا دنیا میں
سکوں حاصل نہ ہوگا محترم جب ہم نہیں ہوں گے

یہاں تو تشنگی میں بھی نہ ساقی سے شکایت کی
رہے گا میکدے کا کیا بھرم جب ہم نہیں ہوں گے

مئے عشرت کے بدلے زہر پی کر شادماں ہم ہیں
پیئے گا کون یوں ساغر سے سم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ذوقِ میکشی کس کو عطا ہو گا
بہک جائیں گے رندوں کے قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ہی تصرّف سے نجومِ چرخ روشن ہیں
نہ کوئی دل بنے گا جامِ جم جب ہم نہیں ہوں گے

نمایاں ہوگی اربابِ حرم کی مصلحت بینی
بجھا دیں گے یہی شمعِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے ہے یہ حسنِ عہد و پیماں رسمِ دلداری
نہ ہوں گے معتبر قول و قسم جب ہم نہیں ہوں گے

ازل سے آشنا اب تک مزاجِ حسن سے ہم ہیں
نہ سلجھیں گے کبھی زلفوں کے خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارا ہی تو کاسہ ہے بھرم تیری سخاوت کا
نہ ہوں گے طالبِ لطف و کرم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی تو دیکھ کر ہم کو تم آنکھیں پھیر لیتے ہو
رہیں گے درد بن کر دل میں ہم جب ہم نہیں ہوں گے

مٹاتے ہو مٹا ڈالو خرامِ ناز سے لیکن
نہ رو کے سے رکیں گے اشکِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں تو منزلِ صبر و رضا کے آج رہبر ہیں
رہے گا کون پھر ثابت قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے تو سنوارے ہیں ہمیشہ کاکلِ ہستی
پڑیں گے کاکلِ ہستی میں خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے مطربِ نغمہ سرا کی قدر و قیمت ہے
نہ ہوں گے ساز میں یہ زیر و بم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں تک جان کاری بھی ہے منزل آشنائی کی
نہیں پہنچیں گے منزل تک قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ساحل تک کوئی کشتی نہ پہنچے گی
نئے ابھریں گے طوفاں دم بہ دم جب ہم نہیں ہوں گے

امیدوں کے سفینے ڈوب جائیں گے کنارے پر
اٹھیں گے اس طرح طوفانِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

چراغِ راہِ منزل بن کے چمکے گا اندھیروں میں
ہمارا ایک ایک نقشِ قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے بے بہا موتی بھرے ہیں اس کے دامن میں
ہمیں رویا کرے گی شامِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

حقیقت میں بیاں جو کچھ کیے راز نہاں ہم نے
سمجھ میں آئیں گے اے محترم جب ہم نہیں ہوں گے

نہاں ہو جائے گا خورشید بتخانہ بھی اے صادق
عیاں ہوگا نہ مہتابِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

حجاباتِ نظر ہم نے اٹھا رکھے ہیں اے صادق
نہ دیکھے گا کوئی روئے صنم جب ہم نہیں ہوں گے

آج کی آواز

مجموعۂ رباعیات

الحاج صوفی محمد یلین خان صادقؔ دہلوی
قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری حسنی

انتساب

دنیائے انسانیت کے نام

صادقؔ دہلوی

ہماری زندگی کا ہر نفس پیغام ہے صادقؔ
ہمارے بعد دنیا کو جگانے کون آئے گا؟

باسمہٖ تعالیٰ

تعارف

صادقؔ دہلوی کو میں گذشتہ تیس برسوں سے جانتا ہوں۔ ان سے میرا ربط ان کے استاد ورہنما حضرت محمورؔ دہلوی کے توسل سے ہوا۔

صادقؔ دہلوی حیرت زا خصوصیات کے مالک ہیں۔ وہ دوبار حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے ہیں انہیں بصرہ، بغداد شریف۔ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ جیسے مقدس مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہے ایک صوفی بزرگ ہونے کی حیثیت سے انہوں نے بہت سے چلّے بھی کیے ہیں جن میں چالیس چالیس دن انسان سے دور گوشۂ تنہائی میں روزے رکھے اور اوراد و وظائف کے تکملے کیے ہیں۔ چلّے کے دوران مٹھی بھر چنے، چند کھجوریں اور چائے کی پیالیاں ان کا افطار و سحر ہوتی ہیں۔ چلّہ گاہ سے مردہ نکالے جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ صحت یاب ہو کر چلّہ کی حاصل کردہ مافوق الفطرت طاقت سے عوام کے دکھ درد دور کرتے ہیں۔ میں نے انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ سے لے کر غریب سے غریب شخص کی کامیاب خدمت کرتے دیکھا ہے۔ ان کی شاعری کے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ انہیں دلی کے زبان پر عبور حاصل ہے۔

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادقؔ دہلوی ۱۲؍جون ۱۹۲۶ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔ موصوف پٹھانوں کے یوسف زئی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے بزرگ دورِ شاہ جہانی میں دلی آئے۔ اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان کے والدِ بزرگوار حاجی امیر خاں ابن عبدالغنی خاں اولیاء مرحوم و مغفور اور ان کی والدہ محترمہ محمود النساء بنت خدا بخش علیہ الرحمۃ نے ان کی تعلیم پر بڑا زور دیا۔ لیکن حالات کی ناسازگاری کے سبب تعلیم ادھوری رہ گئی۔ ان کے حلقۂ صوفیاء سے وابستگی اور ذوقِ مطالعہ نے بہر حال اس کمی کو پورا کر دیا۔ انہیں سلطان الاولیاء حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ قادریہ، ابوالعلائیہ، چشتیہ، جہانگیریہ، میں بیعت و خلافت ہے جس کے سبب یہ اپنے پیر کی آنکھ کا تارا بن گئے۔ خلافت بھی ان کے پیر نے انہیں ۸؍۱۳۷۱ھ ہجری میں اجمیر شریف کے اندر حضرت خواجہ معین الدین چشتی، سنجری، اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر عطا کی۔

(ڈاکٹر) محمود قادری اسعد گورکھپوری

پیش لفظ

ڈاکٹر قمر رئیس صاحب۔ شعبۂ اردو۔ دلّی یونیورسٹی

اردو زبان اور اردو شاعری دونوں کا مزاج ہمیشہ سے سیکولر، عوام دوست اور جمہوری کردار کا حامل رہا ہے۔ یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف بارہا کیا جا چکا ہے۔ تنگ نظری، تعصب، عدم رواداری اور ہر طرح کی فرقہ پرستی اردو زبان کے ضمیر اور اس کی روح کے منافی ہے۔

بے شک مذہبی جذبات اور روحانی تجربات کی ترجمانی بھی اردو شاعری میں ہوتی ہے لیکن اسی حد تک جس حد تک کہ وہ انسان دوستی، امن آشتی اور اخوت کے مسلک کی تعبیر اور تائید کرتی ہے۔ اردو زبان اور شاعری دونوں کی ترویج اور ترقی میں ان صوفی بزرگوں کا بڑا اہم حصہ رہا ہے جو خدا پرستی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس حقیقت پر بڑا زور دیتے تھے کہ حیات انسانی کا سرچشمہ ایک ہے اور تمام بنی نوع انسان آپس میں عزیز اور بھائی ہیں۔ صوفی شعرا کے اس تصور سے بھی اردو شاعری میں انسان دوستی اور جمہوریت پسندی کی روایت کو فروغ پانے میں مدد ملی۔

اردو میں آج بھی ایسے شاعروں کی کمی نہیں ہے جو صوفیوں اور درویشوں کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی پاکیزہ روایات کے وارث ہیں۔ حضرت صادق دہلوی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں ان کی شخصیت پہلودار اور پروقار ہی نہیں دلچسپ بھی ہے۔ وہ ایک درویش اور صوفی بزرگ ہیں۔ ان کے سیکڑوں عقیدتمند اور مرید ہیں جو سماج کے ہر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس لئے صادق صاحب ان سے ملنے اور اپنے صلح و آشتی کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے سارے ملک کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ عوام کے دکھ درد اور ان کے روزمرہ کے مسائل میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کو ہدایت دیتے ہیں لیکن وہ صرف اخلاقی اور روحانی تعلیم دے کر مطمئن نہیں ہو جاتے بلکہ عام انسانوں کے دکھ درد کے سماجی اور مادّی اسباب پر بھی غور و فکر کرتے ہیں۔ وطن اور اہل وطن کی محبت ان کے خون میں رچی بسی ہے۔ لیکن ان کی وطن پرستی رسمی اور جذباتی نہیں۔ وہ گہری سماجی بصیرت کی غمازی کرتی ہے۔ ان کے دوستوں اور عقیدت مندوں کا بیان ہے کہ وہ کبھی کبھی چالیس چالیس دن روزے رکھ کر گوشۂ تنہائی میں عبادت کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں انہیں ایک نئی روحانی قوت اور قلب کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت گزاری کے کام میں ہمہ تن مصروف کر دیتے ہیں اس عبادت اور ریاضت کا ایک مقصد، انسان کے، مقدر سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے بڑے بزرگوں کی طرح انسانی دکھ درد کے اسباب پر غور کرنا ہوتا ہے۔ صادق صاحب کا کلام، خاص طور پر ان کا یہ مجموعہ ''آج کی آواز'' اس حقیقت کا شاہد ہے کہ انہوں نے اپنے وطن ہندوستان کی موجودہ صورت حال اور اس کے ان مسائل پر بڑی دردمندی سے سوچا ہے جن کا تعلق عام انسانوں کی زندگی سے ہے۔ اس کے پانچ حصے ہیں۔

۱۔ مجاہد آزادی۔

۲۔ بھارت کے سپوت۔

۳۔ آئینہ حال۔

۴۔ مزدور اور سرمایہ دار۔

۵۔ پیغام۔

پہلے حصے میں ان نامور مجاہدینِ آزادی کا شاعرانہ تعارف کرایا گیا ہے جنہوں نے قومی آزادی کی جنگ میں اور پھر آزادی کی بقاء اور استحکام کے لئے قربانیاں دیں اور جو آج ہم میں نہیں ہیں۔ اس میں ہر مذہب، ہر مکتبِ خیال اور ہر علاقہ کے محبانِ وطن شامل ہیں۔ شاید حضرت صادق نے محسوس کیا کہ آج ملک جس آشوب سے دوچار ہے۔ خود غرضی، خود پرستی، استحصال، نفرت، علیحدگی اور علاقائی عصبیت کے رجحانات جس طرح ملک کے اتحاد، سلامتی اور ترقی کے لئے ایک خطرہ بنتے جا رہے ہیں ان کی تہ میں شاید جذبۂ وطن پرستی کا فقدان ہے انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ آج نئی پیڑھی کے نوجوان اپنے ان پرکھوں کے کارناموں سے آشنا نہیں جنہوں نے آزادیٔ وطن کے نام پر اپنی جانیں قربان کر دیں اس لئے پہلے حصہ میں انہوں نے ان نامور مجاہدینِ آزادی کا تعارف کرایا ہے جنہوں نے سامراجی غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کے لئے سارے ملک میں آزادی اور وطن پرستی کی روح پھونک دی۔ اس حصہ کی اکثر رباعیات میں صادق دہلوی نے مجاہدینِ آزادی کی منفرد خدمات اور کردار کا تعارف اس خوبی سے کرایا ہے کہ تحریکِ آزادی کی تاریخ میں ان کے کارناموں کا نقش دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ ان کی قربانیوں کے تصور سے اس آزادی کی قدر و قیمت کا احساس سوا ہو جاتا ہے جس کے مدھر سایے میں ہم سانس لے رہے ہیں۔

کتاب کا یہ حصہ سب سے طویل ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد شاید صادق صاحب کو احساس ہوا کہ انہوں نے ان باکمال اور سرفروش مجاہدوں کی روداد تو لکھ دی جنہوں نے اپنی قربانیوں اور کارناموں سے نمایاں شہرت حاصل کی لیکن ہندوستان کے وہ عوام جو اس ڈرامہ میں اصل ہیرو کا درجہ رکھتے ہیں ان کا ذکر نہیں آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جنگِ آزادی کے ہر محاذ پر سب سے زیادہ قربانیاں تو ہندوستانی عوام نے ہی دی ہیں۔ برطانوی عہد میں قید و بند اور ظلم و تشدد کی سب سے زیادہ اذیتیں انہوں نے برداشت کی ہیں۔ ان لاکھوں بے نام مجاہدین کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں صادق صاحب اعتراف کرتے ہیں۔

کس کس نے یہاں جام شہادت کے پیے
کس کس نے جلائے ہیں یہاں خوں سے دیے
صادق میں یہاں ذکر کروں کس کس کا
قرباں جو ہوئے مادرِ گیتی کے لئے

یہاں تک شاعر نے اس درخشاں اور حوصلہ خیز ماحول اور جرأت و شجاعت اور ایثار و عمل کے ان پاکیزہ جذبات کی تصویر کھینچی ہے جن کے فیض سے آزادی کا کارواں منزل تک پہنچا ہے۔ لیکن آزادی کے بعد اور خاص طور پر عصرِ حاضر کے ہندوستان میں مادی ترقیوں کے باوجود اخلاقی اور تہذیبی طور پر جو بحران پیدا ہوا ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں بداعمالیوں کے جو دفتر کھلے ہیں۔ اعلیٰ انسانی قدروں اور بلند آدرشوں کی جو پامالی ہوئی ہے۔ باہمی نفرت، جبر و تشدد، فسادات، فرقہ پرستی، کالا بازاری، رشوت، نوجوانوں کی بے راہ روی، اہلِ سیاست کی بدکرداری الغرض

سارے ملک میں آشوب وابتلا کی جو خوفناک صورت پیدا ہوئی ہے صادق صاحب نے بڑے تیکھے، تلخ اور کہیں کہیں طنز بھرے تیز ابی لہجہ میں اسے بے نقاب کیا ہے۔ اس اندوہناک وطن دشمن فضا میں وہ بڑی گھٹن محسوس کرتے ہیں۔ اور عام انسان کی طرح وہ بھی یہی سوچتے اور محسوس کرتے ہیں کہ اس پورے ہی سماجی ڈھانچہ کو بدلنا ہے۔

اوقات زمانے کے یہی کہتے ہیں
دن رات زمانے کے یہی کہتے ہیں
شاید کوئی طوفان ہے آنے والا
حالات زمانے کے یہی کہتے ہیں

اس مجموعہ کے چوتھے حصہ کا عنوان ہے "مزدور اور سرمایہ دار"۔ صادق صاحب کو اس حقیقت کا احساس ہے کہ ملک میں صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ معیشت اور زندگی کے ہر شعبہ پر سرمایہ داروں کی گرفت مضبوط ہوتی جارہی ہے۔ اور اسی نسبت سے محبت کش عوام کا استحصال کرنے کی ان کی گھناؤنی سازشیں بھی بڑھتی جارہی ہیں۔ صادق صاحب کی ساری ہمدردی دبے اور کچلے ہوئے مزدوروں کے ساتھ ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے انہوں نے اپنی ذات کو، اپنے مقدر کو مفلس اور مظلوم مزدور طبقہ سے وابستہ کرلیا ہے۔ وہ سرمایہ پرستی کے اس پورے نظام سے برہم و بیزار ہیں جس نے محبت کش انسانوں کا استحصال کر کے انہیں حیوانوں کی سطح پر جینے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ اس حصہ کی رباعیوں میں شاعر کے جذبات کی شدت اور صداقت نے غضب کا زور پیدا کر دیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ مزدور کی المناک زندگی، اس کی محنت کے استحصال اور اس کے احتجاجی جذبات کی جیسی حقیقت پسندانہ ترجمانی صادق صاحب نے کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ وہ اشتراکی نہیں لیکن ان کی دردمندی، عوام دوستی اور ان کے اپنے مشاہدات نے انہیں اسی مرحلہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں ایک اشتراکی یا انقلابی نظر آتا ہے۔ یہ چند رباعیات ملاحظہ ہوں۔

غربت کے اندھیروں کی سیاہی کیا خوب
مزدور کی ہر طرح تباہی کیا خوب
جیسے ہو کوئی وقت کا اپنے قارون
زردار کی یہ شان، یہ شاہی کیا خوب

دولت کے طلب گار ہیں، سرمایہ پرست
ظالم ہیں، دل آزار ہیں، سرمایہ پرست
ہر گام جو دیتے ہیں نئے غم یارو
وہ قافلہ سالار ہیں سرمایہ پرست

جینے کی طرح دیکھیے کب جیتے ہیں
مزدور امیدوں کا کفن سیتے ہیں
ہیں نشے میں غرقاب ہوس کے بندے
زردار غریبوں کا لہو پیتے ہیں

زردار ہیں یہ، چہرے ہیں ان کے گلریز
کچھ ان میں ہلاکو ہیں تو کچھ ہیں چنگیز
ظالم ہیں غریبوں کا بہاتے ہیں لہو
خون ریز ہیں خوں ریز، غضب کے خوں ریز

ان رباعیات کی تازگی اور تاثر آفرینی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ آج کی آواز، حقیقی معنوں میں آج کی آواز ہے۔ اس سرمایہ پرستانہ نظام میں انسان جن محرومیوں، دکھوں اور اذیتوں سے گذر رہا ہے۔ جس طرح کی بے انصافیوں، بے رحمیوں اور بے چارگیوں میں سانس لے رہا ہے ایسا لگتا ہے کہ صادق صاحب کی روح اس عذاب سے بوجھل ہے۔ فنکار جس حد تک بھی اپنے عوام کے دکھ درد میں ان کی مایوسیوں اور آرزو مندیوں میں شریک ہوتا ہے اس کی آواز اسی حد تک اس کے عہد کی، اس کے عوام کی آواز ہوتی ہے۔ اس لئے اس مجموعہ کے نغموں میں اگر قارئین کو آج کے محنت کش انسانوں کے سانسوں کا زیر و بم اور اس کے مضطرب دل کی دھڑکنوں کا آہنگ سنائی دے تو اس میں حیرت کی بات نہیں۔

اس سے قبل حضرت صادق دہلوی کے کلام کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ وہ دہلی کے باکمال شاعر حضرت مخمور دہلوی کے نامور تلامذہ کی صف سے تعلق رکھتے ہیں۔ دہلی کی زبان، محاورہ اور روزمرہ پر انہیں جو قدرت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن ان کی شاعری محض زبان و بیان یا فن پر قدرت کا کرشمہ نہیں۔ اس سے انہوں نے اپنے شعورِ حیات اور اپنے سماجی تاملات کے اظہار کا کام بھی لیا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے رباعی جیسی صنف شاعری کا انتخاب کیا جو اظہار پر قدرت کے ساتھ ساتھ، وسعتِ فکر و نظر کا بھی مطالبہ کرتی ہے۔ رباعی کا اپنا ایک آزاد فن ہے اردو میں یہ صنف عام طور پر رندی و سرمستی یا پھر محبت اور معرفت کے جذبات اور خیالات کی پیشکش کا ذریعہ رہی ہے لیکن رباعی سے ایسا کام لینا کے وہ طویل نظم کا روپ اختیار کر کے 'عید آشوب' بن جائے یہ صادق صاحب کا اپنا انداز اور روایت سے مبارک انحراف ہے ان کی رباعیوں میں بیانیہ، غنائیہ اور رزمیہ تینوں اوصاف ملتے ہیں۔ وہ اپنی بات کو صاف اور موثر ڈھنگ سے کہنے کی دھن میں اکثر ڈرامائی لب ولہجہ سے احتراز کرتے ہیں اور اس لئے ان کی بہت سی رباعیوں میں تخیل کا وہ حسن اور بیان کا وہ زور پیدا نہیں ہوتا جو چوتھے مصرع کو دھماکے کی طرح ادا کرتا ہے اس کے باوجود انہوں نے اس دوبیتی سے ایک بڑے اور مہتم بالشان موضوع کو پیش کرنے کی جو طرح ڈالی ہے وہ اردو رباعی کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔

امید ہے کہ اہل ذوق اس اچھوتے مجموعہ کی داد دیں گے۔

ڈاکٹر قمر رئیس
دہلی جنوری ۱۹۸۱ء

اظہارِ تشکّر

انگریزی رومن اور ترجمہ میرے استادِ محترم حضرت مخمورؔ دہلوی کے دوست جناب ڈاکٹر محمود قادری اسعد گورکھپوری کا ہے جنہوں نے اپنی مصروفیات اور ناسازیٔ طبع کے باوجود اپنا بیش بہا وقت میری کتاب کے ترجمہ پر صرف کیا اور اسے ایک نیا موڑ اور حسن بخشا۔

(سرورق اور تمام اسکیچ) جناب بدالحسن بدرؔ مخمور کے ہیں جو میرے استادِ قبلہ حضرت مخمورؔ دہلوی کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے اپنی مصورانہ صلاحیتوں سے میری کتاب کو آراستہ کیا اور دلآویز بنایا جس کے لئے میں دل کی گہرائیوں سے شکرگذار ہوں۔ نیز ان حضرات کا کہ جنہوں نے ''آج کی آواز'' کے سلسلے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور معاونِ کار رہے تہہ دل سے ممنون ہوں۔

صادق دہلوی

عظیم شاعر پیرِ طریقت

محترم صوفی محمد یٰسین شاہ صاحب صادقؔ دہلوی کے سلسلے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے آپ جہاں عرفان طریقت کے بحرِ ناپیدا کنار سے بیش بہا موتی ڈھونڈ نکالتے ہیں وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر وسخن کے میدان میں بھی شہسواری کا شرف بخشا ہے۔ سلوک وتصوف کے ساتھ اگر شعر وسخن کا ذوق بھی کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ سونے پر سہاگہ کی بات ہوتی ہے۔ آپ دونوں منزلوں میں اس درجہ پر ہیں کہ شعر وسخن کے پرکھنے والے آپ کو عظیم شاعر سمجھتے ہیں اور سلوک و تصوف کے ماہرین آپ کو پیرِ طریقت مانتے ہیں۔ اس وقت جو کلام آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے۔ ''آج کی آواز'' فی الحقیقت دل کی آواز ہے۔

(مولانا) محمد وحید الدین قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہدینِ آزادی

شریمتی اندرا گاندھی

وزیرِ اعظم جمہوریہ ہند

اے مادرِ گیتی کی بہادر بیٹی
شہرت تجھے حاصل ہے جہاں میں کیسی
ہر مفلس و نادار کی آواز ہے تو
دنیا میں تری ساکھ ہے "اندرا گاندھی"

مرکز پہ خیالات سمٹ آئے ہیں
اشعار میں جذبات سمٹ آئے ہیں
یہ "آج کی آواز" کا جادو دیکھو
تصنیف میں حالات سمٹ آئے ہیں

اغیار نے بنیاد جو ہٹ کر رکھ دی
وہ میری جسارت نے الٹ کر رکھ دی
جب نام محبانِ وطن کا آیا
تاریخ زمانے کی پلٹ کر رکھ دی

حضرت مولانا شیخ احمد فاروقی مجدّد الف ثانی سرہندی

افسانۂ ہستی ہے ترا طولانی
تحریک تری بن کے رہی طوفانی
خوابیدۂ عالم کو جگایا تو نے
سرہند کے سرتاج مجدّد ثانی

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی

احکامِ الٰہی کا عجب باب تھے آپ
دنیائے سیاست میں بھی نایاب تھے آپ
تھی صدق و صفا، شمعِ ہدیٰ آپ کی ذات
دھرتی پہ جو ابھرا تھا وہ مہتاب تھے آپ

بہادر شاہ ظفر

ظاہر جو ہوا فکر و نظر کا احساس
تھا دل پہ تباہی کے اثر کا احساس
اس "شاہ" کے اندازِ بیاں سے صادق
پھر جاگ اٹھا فتح و ظفر کا احساس

جنرل بخت خاں

انگریز نے جتنے بھی ستم ڈھائے سخت
اس پر بھی مگر لڑتے رہے "جنرل بخت"
لوگوں نے جو کچھ مل کے دغا کی یارو
پھر مادرِ گیتی کا لٹا تاج اور تخت

سلطان ٹیپو شہید

ممتاز ہیں ممتاز تھے "ٹیپو سلطاں"
ہر فرد کی آواز تھے "ٹیپو سلطاں"
لڑتے رہے بھارت کے لئے برٹش سے
واللہ وہ جانباز تھے "ٹیپو سلطاں"

نواب سراج الدولہ

وہ دیش کے ہمدم تھے "سراج الدولہ"
حالات کے محرم تھے "سراج الدولہ"
تھے قافلہ سالار پلاسی میں وہی
اک رہبرِ اعظم تھے "سراج الدولہ"

بادشاہ بیگم زینت محل

بخشے تجھے اللہ نے عزم و ہمت
جنتا کے دلوں میں ہوئی تیری عزت
برٹش سے لڑی جنگ وہ ''زینت'' تو نے
اس دیش کی قائم ہوئی جس سے رفعت

نواب حضرت محل

گونجی تھی نوا گنگ و جمن میں تیری
اک دھوم مچی سارے وطن میں تیری
ہے دیش میں ہر سمت بہاروں کا ہجوم
اب روشنی ہے تیرے چمن میں تیری

لکشمی بائی رانی جھانسی

تُو دیش کی رانی تُو وفا کی دیوی
اللہ نے کیسی تجھے طاقت دی تھی
برٹش نے ترا مان لیا تھا لوہا
کیا بات تھی اے ''لکشمی بائی'' تیری

سندھیا راؤ نانا صاحب

واللہ عجب شان کی تھی پامردی
ہر قلب میں اک روحِ سیاست بھر دی
پروانۂ سوراج تھے ''نانا صاحب''
جاں اپنی فدا شمعِ وطن پر کر دی

تانتیا ٹوپے

جس شخص کی ہستی بنی تاریخ کا باب
جس ذات نے دی قوم کو بیداریِ خواب
انگریز کا بھارت میں کیا ناطقہ بند
ملتا ہی نہیں ''تانتیا ٹوپے'' کا جواب

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

وہ میرے وطن کے تھے بڑے شادِ کمل
ممکن ہی نہیں جن کا زمانے میں بدل
مشہور جہاں بھر میں ہوئے ''شاہ عزیز''
وہ مہرِ سیاست وہ مہہ علم و عمل

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ

تصویرِ محبت تھے وفا کے پیکر
عرفان کی راہوں کے تھے کامل رہبر
مشہورِ زمانہ جو ہوئے ''شاہ رفیع''
دنیائے سیاست کا رہے تھے محور

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ

حاصل تھی انہیں علم و عمل کی دولت
بے مثل تھے وہ رہبرِ قوم و ملت
روشن ہیں زمانے میں وہ ''عبدالقادر''
دنیا کی نگاہوں میں ہے ان کی رفعت

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ

طوفاں سے ہم آغوش تھی ہمت تیری
تھی اوجِ ثریا پہ سیاست تیری
تو فہم و فراست کا تھا پیکر ''اسحاق''
تھی قابلِ تحسین جسارت تیری

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ

رنگین ہے اب تیری تمنا کا چمن
آزاد ہوا تیرا گلستانِ وطن
کیسے نہ رکھیں یاد تجھے ''شاہ غنی''
کام آئی ہے بھارت کو ترے دل کی لگن

حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

بھارت کی محبت جو نہاں دل میں تھی
تھے اس سے پریشان بہت افرنگی
خورشیدِ سیاست بھی تھے ''امداد اللہ''
تھے ''قطبِ زمانہ'' بھی ''مہاجر مکّی''

حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ

کیا صاحبِ ادراک تھے ''مملوک علی''
حق بات میں بیباک تھے ''مملوک علی''
بھارت کی سیاست کے تھے مہرِ تاباں
زینت دہِ افلاک تھے ''مملوک علی''

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

فرزانوں میں فرزانے ''رشید احمد'' تھے
اسرار کے خمخانے ''رشید احمد'' تھے
تنویر ہے گلزارِ وطن میں جن کی
وہ شمع کے پروانے ''رشید احمد'' تھے

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ

تھے محرمِ اسرارِ شریعت ''قاسم''
سرتا بقدم ایک حقیقت ''قاسم''
حامی جو رہے دیش کی آزادی کے
باطل کے مقابل رہے حضرت ''قاسم''

حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ

پیشانئِ حالات کی پڑھ کر تحریر
تدبیر کے شانے سے سنواری تقدیر
اے ''جعفر تھانیسری'' تیری ہستی
حق بات ہے تھی عشقِ وطن کی تصویر

حضرت مولانا امام فضل حق خیر آبادیؒ

انگریز سے جو برسرِ پیکار رہے
آزادئِ بھارت کے طلبگار رہے
تھے ملک کی رفعت کا نشانِ اعلیٰ
برٹش کے لئے درپے آزار رہے

حضرت مولانا سیّد احمد اللہ فیض آبادیؒ

بھارت کی فضائیں تھیں عجب طوفانی
برٹش نے مٹانے کی تھی دل میں ٹھانی
حق بات تو یہ ہے ارے ''سیّد احمد''
لائی ہے نیا رنگ تری قربانی

حضرت مولانا عبد القادر لدھانویؒ

تھی پیشِ نظر دیش کی حالت کیا خوب
افرنگ سے کی تو نے بغاوت کیا خوب
قادر تو ہوا نام تھا ''عبد القادر''
دنیا میں ہوئی ہے تری شہرت کیا خوب

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ

ہشیار کیا تو نے چمن والوں کو
پیغام دیا دل کی لگن والوں کو
تھی بانگِ جرس تیری نوا ''شاہ رحیم''
بیدار کیا تو نے وطن والوں کو

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا)

وہ جن کا محبانِ وطن میں ہے شمار
تھے بندۂ حق قوم کے اعلیٰ معمار
برسوں جو رہے قید میں انگریزوں کی
''محمود حسن'' تھے وہ سراپا ایثار

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

کس شان کے انسان "حسین احمد" تھے
قرآن کا فرمان "حسین احمد" تھے
تھا پھر بھی انہیں عشق وطن سے ایسا
تاریخ کا عنوان "حسین احمد" تھے

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

اقبال نے بھارت کے جو لی انگڑائی
گلشن کی فضاؤں پہ بھی مستی چھائی
یہ بات حقیقت ہے "عبید اللہ" نے
تدبیر سے تقدیر وطن چمکائی

حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ

بھارت کی سیاست میں تھا وہ پیکر نور
تاریخ کے اوراق ہیں جس سے معمور
حق بات جو کہتا ہے جہاں والوں سے
تقدیر بنا دیتی ہے اس کو "منصور"

مولانا برکت اللہ بھوپالیؒ

تھی مادر گیتی سے وہ الفت تجھ کو
بھولے سے بھی بھولے گا نہ بھارت تجھ کو
روشن ہے ترا نام وطن میں "برکت"
کہتا ہے جہاں مہر سیاست تجھ کو

راجہ مہندر پرتاپ

وہ قوم و وطن کے تھے درخشاں مہتاب
ہے جن کی محبت کا گلستاں شاداب
لاریب تھے ایثار و وفا کی تصویر
وہ دیش بھگت "راجہ تھے تاریخ کا باب"

راجہ رام موہن رائے

ہر سمت جو پھیلائے گئے دیش میں دام
توڑا تری ہمت نے انہیں "راجہ رام"
قائل ہیں جسارت کے تری اہل وطن
ایک ایک نفس تونے دیا ہے پیغام

گوپال کرشن گوکھلے

شاداب ہوا گلشن امید ترا
لہرایا فضاؤں میں ترنگا جھنڈا
ہے زندۂ جاوید تری شخصیت
اے "گوکھلے" یہ دل کی لگن کیا کہنا

بال گنگا دھر لوکمانیہ تلک

انگریز کی فطرت سے تھے آگاہ "تلک"
تھے منزل مقصود کی اک راہ "تلک"
افرنگی حکومت پہ تھے وہ چھائے ہوئے
لاریب تھے بے تاج "شہنشاہ تلک"

لالہ لاجپت رائے

اے مادر گیتی کے درخشاں مہتاب
ہے تیری تمنا کا گلستاں شاداب
برٹش کے لئے برق تھی تقریر تری
کہتا ہے زمانہ تجھے "شیر پنجاب"

رابندر ناتھ ٹیگور

اوروں سے جدا فکر کا انداز بھی ہے
نغموں میں ترے سوز بھی ہے ساز بھی ہے
بھارت کے گلستاں کی فضا میں شامل
"ٹیگور" ترے قلب کی آواز بھی ہے

ڈاکٹر محمد اقبالؔ

جس نے ہمیں ہر خطرے سے ہشیار کیا
انگریز کی فطرت سے خبردار کیا
دنیا نہ ہو ممنون کرم کیوں اس کی
''اقبالؔ'' کے افکار نے بیدار کیا

ڈاکٹر مختار احمد انصاری

بھارت پہ فدا ''ڈاکٹر انصاری'' تھے
جنتا کی نوا ''ڈاکٹر انصاری'' تھے
تھے لرزہ بر اندام فرنگی جن سے
وہ مرد خدا ڈاکٹر انصاری تھے

مسیح الملک حکیم اجمل خاں دہلوی

لقمان کے ہمسر تھے ''حکیم اجمل خاں''
حکمت کے سمندر تھے ''حکیم اجمل خاں''
خورشید سیاست تھے وہ شیدائے وطن
بھارت کا مقدر تھے ''حکیم اجمل خاں''

سر سیّد احمد خاں

سرمایۂ اسرار تھے ''سیّد احمد''
منزل سے خبردار تھے ''سیّد احمد''
تھے رہبر تعلیم جدید اور قدیم
اک قافلہ سالار تھے ''سیّد احمد''

حضرت مولانا محمد علی جوہرؔ

دریائے سخن کے تھے شناور ''جوہرؔ''
دنیائے سیاست میں تھے برتر ''جوہرؔ''
آغوشِ رسولاں میں بنی ہے تربت
لاریب مقدر کے تھے یاور ''جوہرؔ''

مولانا شوکت علی

ایثار و محبت کا نشاں تھے ''شوکت''
اخلاق و مروّت کا نشاں تھے ''شوکت''
حق بات کے شیدا تھے، وطن کے عاشق
آزادیٔ بھارت کا نشاں تھے ''شوکت''

محترمہ بی اماں

منہ موڑ دیا عزم سے ہر طوفاں کا
ممنون ہے ہر اہلِ وطن احساں کا
تحریکِ خلافت کو جلادی جس نے
وہ نور وہ ایمان تھا ''بی اماں'' کا

دادا بھائی نوروجی

جنتا کے لئے راہ تھے ''دادا بھائی''
بھارت کے بہی خواہ تھے ''دادا بھائی''
تھے بحرِ سیاست کے شناور کیا خوب
ہر راز سے آگاہ تھے ''دادا بھائی''

بدرالدین طیّب جی

دل میں تھا نہاں جذبۂ حب الوطنی
اللہ نے کیسی انہیں شہرت دی تھی
وہ دیش کے ہمدرد تھے جنتا پہ نثار
مشہور زمانہ جو ہوئے ''طیّب جی''

موہن داس کرم چند گاندھی

انگریزی حکومت میں اٹھائی آندھی
بھارت کی نئی ساکھ جہاں میں باندھی
قربان ہوئے قوم و وطن کی خاطر
خوددار تھے خوددار ''کرم چند گاندھی''

کستور با گاندھی

جب دیش پتا شمع کا پروانہ تھا
ہر گام ترا ساتھ رفیقانہ تھا
"کستور با گاندھی" تھی عجب شان تری
عورت تھی مگر حوصلہ مردانہ تھا

پنڈت موتی لال نہرو

جنتا کے دلوں کی تھے فغاں "موتی لال"
رکھتے تھے عجب عزمِ جواں "موتی لال"
وہ دیش کے شیدا تھے فرنگی کے خلاف
یا منزلِ بھارت کا نشاں "موتی لال"

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ دہلویؒ

حق بات کے محرم تھے "کفایت اللہ"
رشکِ بنی آدم تھے "کفایت اللہ"
تھی پیشِ نظر قوم و وطن کی خدمت
وہ مفتیِ اعظم تھے "کفایت اللہ"

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ

جو بات تھی حق کہتے رہے "مولانا"
دریا کی طرح بہتے رہے "مولانا"
انگریز نے جو ظلم کیے جیلوں میں
ہنس ہنس کے انہیں سہتے رہے "مولانا"

محدثِ اعظم حضرت مولانا سیّد انور شاہ کشمیریؒ

تھی ذات تری علم و عمل کا پیکر
تھے ماند ترے سامنے ماہ و اختر
برٹش نے مٹانے کی بہت کوشش کی
"انور" تری ہستی رہی پھر بھی "انور"

حضرت مولانا ابوالمحاسن سیّد محمد سجاد بہاریؒ

تو مہرِ سیاست کا وطن کا مہتاب
دنیا کو سکھاتا ہے وفا کے آداب
"سجاد بہاری" تری ہستی کے نثار
ہے دیش میں اپنے ترا ثانی نایاب

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ

برٹش کی سیاست سے خبردار تھے آپ
آزادیِ بھارت کے علمدار تھے آپ
تقدیرِ وطن آپ تھے "عبدالباری"
منزل کے لئے قافلہ سالار تھے آپ

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

اللہ رے مساوات تری "اے آزاد"
اوصاف بھری ذات تری "اے آزاد"
دنیائے سیاست کا ہے تو آئینہ
ہستی ہے کمالات تری "اے آزاد"

مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن

الزام زمانے نے لگائے لاکھوں
کانٹے تری راہوں میں بچھائے لاکھوں
بہکے نہ قدم "مردِ مجاہد" تیرے
فتنے تو حریفوں نے اٹھائے لاکھوں

پنڈت جواہر لال نہرو

پہنچی ہے دلوں تک جو فغانِ "نہرو"
گفتارِ حقیقت ہے زبانِ "نہرو"
یہ راز نہیں آج زمانے سے نہاں
پیغامِ محبت ہے بیانِ "نہرو"

کملا نہرو

گلشن کی فضاؤں کو نکھارا تونے
غنچوں کا حسین رنگ ابھارا تونے
تدبیر کے اک شانے سے ''کملا نہرو''
اس دیش کی زلفوں کو سنوارا تونے

سبھاش چندر بوس

شاہد ہیں مرے دیش کے دھرتی آکاش
ہو جائے گا ہر شخص پہ یہ راز بھی فاش
تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھو
تاریخ یہ کہتی ہے کہ زندہ ہیں ''سبھاش''

گورودت

سوئی ہوئی جنتا کو جگایا تونے
کیا فرضِ وطن ہے یہ بتایا تونے
تھا جوش لہو میں وہ ''گورودت'' تیرے
سر دے تو دیا سر نہ جھکایا تو نے

سردار بھگت سنگھ

اللہ رے ایثار ''بھگت سنگھ'' تیرا
کردار ہے کردار ''بھگت سنگھ'' تیرا
سولی کو لیا چوم وطن کی خاطر
احسان ہے ''سرادر بھگت سنگھ'' تیرا

راس بہاری بوس

تدبیر نے تقدیر سنواری تیری
آلام میں ہمت نہیں ہاری تیری
ہر غم کو سہا دیش کی خاطر ہنس کر
کیا بات تھی اے ''راس بہاری'' تیری

مسز اینی بیسنٹ

دل میں تھا ترے جذبۂ حب الوطنی
تقلید کریں اہلِ وطن اب تیری
یہ مشورہ اپنا ہے ''مسز اینی بیسنٹ''
کہنے کی تھی جو بات وہ ہم نے کہدی

سروجنی نائیڈو

اک منزلِ دشوار کا حاصل کیا خوب
سرگرمئ رفتار کا حاصل کیا خوب
''بلبل'' تجھے کہتے ہیں گلستاں والے
شیرینیٔ گفتار کا حاصل کیا خوب

راج گوپال اچاریہ

صد شکر کہ بندِ رخِ مہتاب کھلا
تحریک کی تعبیر ملی خواب کھلا
بھارت کے گلستاں میں بہاریں آئیں
''راجہ'' سے جو تاریخ کا اک باب کھلا

ڈاکٹر راجندر پرشاد

ہر ایک کے دل میں جو ہے عظمت تیری
راس تھی آئی جنتا کو قیادت تیری
بھارت سے تجھے پیار تھا ''راجن بابو''
صد ناز کے قابل تھی صدارت تیری

پنڈت مدن موہن مالویہ

وہ علمِ سیاست کا بڑا مخزن تھے
خود اپنی جگہ آپ دلِ گلشن تھے
شیدا جو رہے قوم و وطن کے ہر دم
بھارت کے وہ ہمدرد ''مدن موہن'' تھے

بپن چندر پال

محفوظ رہے برقِ تپاں سے گلشن
شاداب ہو ہر غنچہ و گل کا دامن
واللہ یہ تمنا تھی "بپن" کے دل میں
آجائے بہاروں پہ گلستانِ وطن

سکھ دیو

ایثار ترا کام وطن کے آیا
بھارت کے مقدر کا ستارا چمکا
آزاد ہوا دیش ترے جوہر سے
"سکھ دیو" تجھے یاد کرے گی جنتا

سردار اودھم سنگھ

یہ بات ہے دنیا پہ عیاں "اودھم سنگھ"
تھا عشقِ وطن دل میں نہاں "اودھم سنگھ"
انگلینڈ گیا قوم کا بدلا لینے
اللہ رے ترا عزمِ جواں "اودھم سنگھ"

چترنجن داس

بھارت میں بڑا کام ہے "چترنجن" کا
دنیا میں امر نام ہے "چترنجن" کا
بنتے ہیں یہاں ریل کے اعلیٰ انجن
یہ دیش پہ انعام ہے "چترنجن" کا

رام پرشاد بسمل

ہے قول یہ "بسمل" کا ذرا یاد رہے
ناشاد کوئی شخص نہ ہو شاد رہے
مقصد ہے یہ ایثار کا ان کے یارو
ہر فرد و بشر دیش کا آزاد رہے

چندر شیکھر آزاد

افضل ہے ترا کام تو "شیکھر آزاد"
زندہ ہے ترا نام تو "شیکھر آزاد"
وہ حسن دیا صبحِ وطن کو تو نے
ہوگی نہ کبھی شام تو "شیکھر آزاد"

سردار ولبھ بھائی پٹیل

کہتے رہے سب کچھ انہیں کہنے والے
طوفاں کے مقابل تھے وہ رہنے والے
اک آہنی انسان تھے "سردار پٹیل"
جذبات کی رو میں نہ تھے بہنے والے

سردار بٹھل بھائی پٹیل

گفتار میں تھی طرزِ بیانِ بھارت
تحریر میں بھی حسنِ زبانِ بھارت
یہ بات کسی سے بھی نہیں پوشیدہ
بٹھل تھی تری شان ہی شانِ بھارت

لال بہادر شاستری

جب حسنِ ارادت نے قدم چوم لئے
خود بڑھ کے شجاعت نے قدم چوم لئے
یہ "لال بہادر" کا مقدر دیکھو
میدانِ سیاست نے قدم چوم لئے

پرفلا چندرائے

تو اپنی جگہ والیِ گلزار بھی تھا
برٹش کی نگاہوں میں مگر خار بھی تھا
کام آئی وطن کے تری سعیِ پیہم
تو "پرفلا" اس دیش کا معمار بھی تھا

لالہ دیش بندھو گپتا

ہاں صبحِ چمن تھے ''دیش بندھو گپتا''
بھارت کا گگن تھے ''دیش بندھو گپتا''
دلدادۂ آزادیِ ہندستاں تھے
وہ شانِ وطن تھے ''دیش بندھو گپتا''

حضرت مولانا سیّد فضل الحسن حسرتؔ موہانی

ہستی تھی تری شعر و سخن کا مہتاب
دم سے تھا ترے باغِ سیاست شاداب
وہ عزم و عمل قوم کو بخشا تونے
''حسرتؔ'' تری ہمّت کا نہیں کوئی جواب

حضرت مولانا شبلی نعمانی

سیرت کے بہت پاک تھے ''حضرت شبلیؔ''
گفتار میں بے باک تھے ''حضرت شبلیؔ''
تاریخ کے اوراق ہیں شاہد صادقؔ
ہاں صاحبِ ادراک تھے ''حضرت شبلیؔ''

حضرت مولانا آزاد سبحانی

اس وقت حکومت کی وہ کی بیخ کنی
گھبرانے لگے نام سے سب افرنگی
کہتے ہیں جنھیں اہلِ جہاں ''سبحانی''
برٹش سے بہر حال بڑی ٹکّر لی

ڈاکٹر سیف الدین کچلو

انگریز سے تھے اتنے نڈر ''سیف الدین''
تا عمر رہے سینہ سپر ''سیف الدین''
مرعوب ہوئی قوّتِ باطل ان سے
واللہ تھے شمشیر و تبر ''سیف الدین''

مسٹر آصف علی بارایٹ لا دہلوی

ہر وقت یہی فکر یہی تھی تدبیر
کس حسن سے چمکاؤں وطن کی تقدیر
کہتا ہے زمانہ جنھیں ''مسٹر آصف''
زنجیرِ غلامی کے لئے تھے شمشیر

جناب رفیع احمد قدوائی

وہ دیش کے حامی تھے مدد گار بھی تھے
وہ اپنے وطن کے گلِ بے خار بھی تھے
تقریر سے تحریر سے سمجھائے رموز
حق بات ہے کہ وہ محرمِ اسرار بھی تھے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

اوصافِ حمیدہ سے ہے تیرے ظاہر
ہے یادِ الٰہی سے ترا دل طاہر
دنیائے سیاست میں نہیں تیرا جواب
اے شیخِ طریقت مرے ''عبدالقادر''

حضرت مولانا احمد علی لاہوری

گلشن میں حسیں رنگ بہار آہی گیا
ماحول کی آنکھوں میں خمار آہی گیا
ساقی جو بنے ''احمد علی لاہوری''
میخانۂ بھارت پہ نکھار آہی گیا

حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری

آئینہ شریعت کا ''عطاء اللہ'' تھے
عرفانِ صداقت کا ''عطاء اللہ'' تھے
تقریر میں خورشیدِ فلک کی تابش
مہتابِ سیاست کا ''عطاء اللہ'' تھے

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

اے مادرِ گیتی کے حسیں نقش و نگار
بھارت کو وہ حاصل ہے تیرے دم سے وقار
انگریزی حکومت کو مٹا کر چھوڑا
اللہ رے جذبات "رئیس الاحرار"

حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقی لکھنوی

خدمت تری مقبول کرے ربِّ کریم
لاریب ہے تو حافظ قرآنِ حکیم
تو حاملِ اسرارِ سیاست بھی رہا
تعلیم ہے زندہ تری "مولانا حلیم"

حضرت مولانا سیّد محمد میاں (دیوبند)

آئینِ حقیقت کی ضیا "مولانا"
آئینۂ تسلیم و رضا "مولانا"
کیا کیا نہ سہے ظلم وستم برٹش کے
حق کر گئے بھارت کا ادا "مولانا"

جناب اشفاق اللہ خاں شہید کاکوروی

اک عاشقِ جانباز تھے سودائی تھے
گلشن کی بہاروں کے تمنائی تھے
سولی پہ چڑھے شوق سے "اشفاق اللہ"
آزادیِ بھارت کے وہ شیدائی تھے

سردار علی خاں گورکھپوری

طوفاں سے ہم آغوش تھی ہمت تیری
جنتا کو ہے اک درس تری خودداری
باطل سے نہ خائف ہوئی تیری فطرت
ہر ظلم سہا تونے تو "سردار علی"

رمضان علی خاں گورکھپوری

چومے جو قدم دل سے گراں جانی نے
منہ پھیر لیا شوقِ ستم رانی نے
توپوں کے بھی منہ پھیر دیئے بالآخر
"رمضان علی خاں" تری قربانی نے

ڈاکٹر ذاکر حسین

مشہور جہاں میں تھی فراست تیری
دنیا کی نگاہوں میں تھی رفعت تیری
ہے ذکر ترا ناز کے قابل "ذاکر"
بھارت کا مقدر تھی صدارت تیری

ڈاکٹر محمود بہاری

تا عمر رہے قوم و وطن کے شیدا
حاصل تھا حکومت میں مقامِ اعلیٰ
کیسے نہ رہیں یاد وہ "سیّد محمود"
ہے جن کا سیاست میں بھی طوطی بولا

ڈاکٹر رادھا کرشن

وہ بخت ملا تھا کہ بنے شمعِ وطن
واللہ تھے وہ علم و عمل کے مخزن
آزادیِ بھارت کی بہاریں کیا خوب
امیدوں کے غنچوں سے بھرا تھا دامن

ڈاکٹر امبیڈکر

حاصل تھی تجھے علم پہ ایسی قدرت
ممنون کرم ہے ترا سارا بھارت
اے ماہرِ قانون تری صورت کو
دیکھے گی فضیلت سے "منو" کی مورت

قاضی نذرالاسلام

یہ ولولۂ عزم و یقیں کیا کہنا
واللہ جھکائی نہ جبیں کیا کہنا
چالوں میں نہ آیا کبھی انگریزوں کی
قاضی کے یہ جذباتِ حسیں کیا کہنا

جنابِ فخر الدین علی احمد

ہے ذاتِ گرامی تری صدرِ بھارت
حق نے تجھے بخشی ہے یہ شان و شوکت
ہے دیش کی عزت ''علی احمد'' تجھ سے
اے فخرِ وطن، رہبرِ قوم و ملّت

وی وی گری

طوفانِ مصائب کا مقابل میں تھا
لیکن ترا ہر گام ہی منزل میں تھا
اے کاش میسر ہو وطن والوں کو
جو عشقِ وطن ''وی وی'' ترے دل میں تھا

بھارت کے سپوت

جیلوں میں ستائے گئے بھارت کے سپوت
دانستہ مٹائے گئے بھارت کے سپوت
انگریزی حکومت کا تشدد توبہ
پھانسی پہ چڑھائے گئے بھارت کے سپوت

قصہ ہے حقیقت کا عجب لافانی
کیا خونِ شہیداں کی ہوئی ارزانی
لاکھوں نے پیا جامِ شہادت جس میں
بازار وہ بازار ہے قصہ خوانی

اک باغ جو شاداب ہے جلیاں والا
مثلِ رخِ مہتاب ہے جلیاں والا
سرخی ہے شہیدوں کے لہو کی جس پر
تاریخ کا وہ باب ہے جلیاں والا

سو ظلم سہے خون کے آنسو بھی پیے
جس نے بھی کیے کام بہت خوب کیے
ہیں زندۂ جاوید وہ شیدائے وطن
جو مٹ گئے آزادیِ بھارت کے لیے

انسان کی عظمت کے لئے جانیں دیں
جنتا کی حفاظت کے لئے جانیں دیں
وہ سکھ تھے کہ ہندو تھے کہ مسلم سب نے
بھارت کی محبت کے لئے جانیں دیں

رہتی بھی خزاں صحنِ چمن میں کیسے
جلتے نہ چراغ اپنے، گگن میں کیسے
وہ ابرِ محبت تھے ہمارے رہبر
آتی نہ بہار اپنے وطن میں کیسے

رشکِ مہ و اختر تھے جہاں میں وہ لوگ
گلشن تھے، گلِ تر تھے جہاں میں وہ لوگ
مخلوق کا تھا پیشِ نظر جن کے مفاد
حق بات ہے رہبر تھے جہاں میں وہ لوگ

کس کس نے یہاں جام شہادت کے پئے
کس کس نے جلائے ہیں یہاں خون سے دیئے
صادقؔ میں یہاں ذکر کروں کس کس کا
قرباں جو ہوئے مادرِ گیتی کے لئے

آئینہ حال

احساس نے چھیڑا ہے مرے غم کا ساز
ہر سانس بنا شعلہ نوا نغمہ طراز
سن کر یہی کہتا ہے زمانہ صادقؔ
یہ ''آج کی آواز'' ہے دل کی آواز

اوقات زمانے کے یہی کہتے ہیں
دن رات زمانے کے یہی کہتے ہیں
شاید کوئی طوفان ہے آنے والا
حالات زمانے کے یہی کہتے ہیں

اب کوئی ہلاکو ہے نہ کوئی چنگیز
پھر کیوں ہیں زمانے کی فضائیں خوں ریز
آپس میں کبھی مل کے نہ بیٹھیں ہم لوگ
وہ بیج یہاں بو کے گئے ہیں انگریز

فریاد کرے کس سے کوئی فریدی
یہ بات نہ بن جائے کہیں بنیادی
نفرت کو محبت میں بدل دو یارو
آپس کی خلش سے ہے بہت بربادی

خوش کیسے ہوں اربابِ کہن کی روحیں
غمگین ہیں ان اہلِ چمن کی روحیں
آپس میں نہیں پیار جو ہم لوگوں میں
روتی ہیں شہیدانِ وطن کی روحیں

کس شوق سے سمجھاتے ہیں جھوٹی خبریں
گانے کی طرح گاتے ہیں جھوٹی خبریں
وہ آپ انسا کے ہیں دشمن یارو
جو دیش میں پھیلاتے ہیں جھوٹی خبریں

جب رنگ پہ آتی ہیں غلط افواہیں
طوفان اٹھاتی ہیں غلط افواہیں
ہوتے ہیں پھر آثارِ تباہی پیدا
دنیا کو رلاتی ہیں غلط افواہیں

یہ کس نے کہا ہے کہ ہم آپس میں لڑیں
باتیں جو نہیں کام کی ہم ان پہ اڑیں
ہے پیار وطن سے تو سنو ہم وطنو
تم کو ہیں ابھی کاٹنی نفرت کی جڑیں

اس بات پہ کچھ غور کرو ہم وطنو
کیوں اپنی بسیں آپ جلاتے ہو کہو
تخریب کی بنیاد میں بربادی ہے
غارت گرِ تہذیب و تمدن تو نہ ہو

اس طرح بھی جانوں پہ نہ کھیلیں اپنی
ناکوں میں نہ پڑ جائیں نکیلیں اپنی
انجام ذرا سوچ لیں غافل کیوں ہیں
رلیلیں نہ جلائیں کہ ہیں ریلیں اپنی

بہتر ہے کسی پہ کوئی تہمت نہ دھرو
لوٹو نہ کسی کو بھی نہ مارو نہ مرو
یہ روز کے جھگڑے کوئی اچھے تو نہیں
اس دیش کی عظمت کو نہ برباد کرو

کھیت اور مکانات جلاتے کیوں ہو
نقصان ہے یہ کس کا ذرا سوچو تو
بہکو نہ کسی غیر کے بہکانے پر
دیتی ہے قسم مادرِ گیتی تم کو

دنیا پہ نہ تم اپنی زبانیں کھولو
جو بات کہو سوچ سمجھ کر بولو
تم فرش پر اپنے ہو کہاں تک قائم
کردار کی میزان پہ خود کو تولو

اس بات سے اب دل کو پریشانی ہے
وہ دور کشاکش ہے کہ حیرانی ہے
انجام بھیانک نظر آتا ہے مجھے
ہر روز جرائم کی فراوانی ہے

جو جبر و تشدد پہ اتر آتے ہیں
اعمال کا وہ اپنے ثمر پاتے ہیں
انجام یہی ہوتا ہے ان کا یارو
خود اپنے مظالم سے وہ مر جاتے ہیں

غیروں کے اشاروں پہ نہ ناچو دیکھو
بے جان سہاروں پہ نہ ناچو دیکھو
برباد نہ ہو جائے کہیں یہ گلشن
دولت کی بہاروں پہ نہ ناچو دیکھو

ہو جائے نہ تم سے کوئی لغزش یارو
اب چھوڑ دو غیروں کی پرستش یارو
جس بات سے نقصان وطن کو پہنچے
سرزد نہ ہو ایسی کوئی سازش یارو

پونجی کو مویشی کی طرح چرتے ہیں
کچھ لوگ تو دولت سے شکم بھرتے ہیں
خمیازہ کوئی جیسے بھگتنا ہی نہیں
اس ٹھاٹ سے وہ دھوکا زنی کرتے ہیں

رکھ لیتے ہیں جو نام کوئی اعزازی
ہے ان کے خیالات کی یہ غمازی
باتیں بھی بناتے ہیں بلا کی وہ لوگ
مخلوق سے کرتے ہیں جو دھوکا بازی

بندے ہیں کچھ اللہ کے کچھ رام کے ہیں
کہتے ہیں کہ سب فیض اسی نام کے ہیں
ہر قسم کی ہوتی ہے ضرورت پوری
رشوت کے سہارے بھی بڑے کام کے ہیں

رشوت کی بدولت جو بھری ہے بوری
کہتا ہے اسے کون نہیں یہ چوری
ہے وقت ابھی ہوش سنبھالو ورنہ
پڑ جائے گی مہنگی تمہیں سینہ زوری

لذّت ہی جو ہر چیز کی بے فصلی ہے
جس شے پہ نظر ڈالئے وہ نقلی ہے
کھانا جو پکاؤ تو چراندا پکّے
گر تیل ہی اصلی ہے نہ گھی اصلی ہے

ہر گام پہ ہوتی ہے یہ آہٹ یارو
بدلے گا زمانہ نئی کروٹ یارو
خالص نہ دوا ہے نہ غذا ہے کوئی
ہر چیز میں ہے آج ملاوٹ یارو

اس دیش میں رہتے ہیں کروڑوں انساں
لاکھوں کے الم کا نہیں ہوتا درماں
دو فرد اگر ٹھیک ہیں بیمار ہیں چار
ہر ایک کے گھر میں ہے بلا کا طوفاں

جلتا ہے پریشان ہوس کے بندو
ہو خوفِ خدا دل میں تو اتنا سوچو
تم روز بناتے ہو نئے منصوبے
چاول کو چھپاتے ہو کبھی تم گھی کو

مخلوق جو اب آہ و بکا کرتی ہے
مجبور ہے خون اپنا پیا کرتی ہے
مہنگی بھی ہے ہر چیز تو جلتا بھی غریب
راشن کی کمی دیکھئے کیا کرتی ہے

غم ساتھ ہے میرے نہ خوشی اور کے ساتھ
خمیازۂ عالم ہے عجب طور کے ساتھ
ڈھونڈے سے نہیں ملتیں بہت سی چیزیں
کیا ظلم نہیں اب یہ نئے دور کے ساتھ

رونا ہے بہر حال یہی دیش میں آج
ہے شرم کسی کو نہ کسی کو کچھ لاج
اب دیکھئے یہ دور دکھائے کیا کیا
چینی کبھی غائب کبھی غائب ہے اناج

غلّے کے ذخیرے کو چھپانے والو
تم دیش کے حالات بھی دیکھو بھالو
آغاز تو لالچ کا حسیں ہے لیکن
انجامِ جرائم پہ نگاہیں ڈالو

غربت زدہ لوگوں کو تباہی کا سبق
غیرت سے جبیں کیوں نہ ہو لبریز عرق
کل عزت و ناموسِ زمانہ ہم تھے
شاہد ہے یہ تاریخ کا ایک ایک ورق

چومے ہیں قدم خیر سے رسوائی نے
گھر دیکھ لیا ہے ستم آرائی نے
یہ بات کسی کو میں بتاؤں کیسے
تقدیر نے مارا ہے کہ مہنگائی نے

نادار کی مجھ تک جو صدا آتی ہے
احساس کے ایوان سے ٹکراتی ہے
جینے کی کوئی راہ بتاؤ یارو
مہنگائی یہ مہنگائی بڑھے جاتی ہے

ظاہر نہ ہو غربت کا اثر مشکل ہے
دنیا کو نہ ہو اس کی خبر مشکل ہے
پوچھو نہ غریبوں کی تباہی کا سبب
مہنگائی ہے اتنی کہ گزر مشکل ہے

غربت کا یہ عالم ہے الٰہی توبہ
ہر سانس جہنم ہے الٰہی توبہ
ہر شخص یہ کہتا ہے مجھے روٹی دو
کیا قسمتِ آدم ہے الٰہی توبہ

کچھ اپنے خیالات بتاؤ یارو
ایمان کی اک بات بتاؤ یارو
جس رات میں بھوکا نہ رہا ہو کوئی
ایسی بھی کوئی رات بتاؤ یارو

یہ بات غلط ہے کہ ہمیں غم کم ہیں
کچھ اپنے ارادوں ہی میں محکم کم ہیں
افلاس کا اک یہ بھی سبب ہے یارو
ہم لوگ زمانے میں منظم کم ہیں

خدا محفوظ رکھے ہر بشر کو تنگدستی سے
یہ اپنے ساتھ لے کر سیکڑوں الزام آتی ہے
صادق دہلوی

مزدور اور سرمایہ دار

زردار کے افعال کی عکاسی ہے
ہر مفلس و بے حال کی عکاسی ہے
صادق مرے اشعار کے آئینے میں
دنیا کے خدوخال کی عکاسی ہے

مجھ سے مری آواز بہت آگے ہے
افکار کی پرواز بہت آگے ہے
سرمایہ پرستوں میں ہے چرچا صادق
ہم سے یہ نظر باز بہت آگے ہے

افکار کی تنویر ہے تخلیق مری
جذبات کی تفسیر ہے تخلیق مری
حاصل ہے مجھے چشمِ بصیرت صادقؔ
حالات کی تصویر ہے تخلیق مری

دل اپنا کہاں ہے کسی ہستی کے خلاف
تحریک ہے مزدور کی پستی کے خلاف
دنیا نہ غلط ہم کو سمجھ لے صادقؔ
جذبات ہیں سرمایہ پرستی کے خلاف

دنیا میں بہت لوگ ہیں ایسے موجود
واللہ ابھی جن کی نظر ہے محدود
دولت کے پرستار ہیں توبہ توبہ
پیسے کو سمجھ رکھا ہے اپنا معبود

سنتا ہے یہاں کون نوائے مزدور
فریاد کوئی لب پہ نہ لائے مزدور
دولت کی تمنا میں ہیں دولت والے
روٹی کی جگہ رنج ہی کھائے مزدور

ہے آمدنی اصل میں چھوٹی اپنی
زردار کے ہاتھوں میں ہے روٹی اپنی
تدبیر سے قسمت کا نہ پلٹا پانسا
جیسے کہ ہے تقدیر ہی کھوٹی اپنی

صورت ہے جو حالات سے مجبوروں کی
اتنی بھی خبر کون لے رنجوروں کی
سرمایہ پرستوں کو ہے دولت کا خمار
فاقوں نے کمر توڑ دی مزدوروں کی

قرضہ ہے کہ پامال کئے دیتا ہے
فاقہ ہے کہ بے حال کئے دیتا ہے
مزدور اگر کوئی جئے تو کیوں کر
زردار تو کنگال کئے دیتا ہے

یہ حال ہے غربت میں وفاداروں کا
جیسے نہ رہا اب کوئی بیچاروں کا
ہیں لرزہ بر اندام جہاں کے مزدور
اللہ رے یہ دبدبہ زرداروں کا

زردار کے ساغر میں ہے صہبائے نشاط
اس واسطے رہتا ہے یہ شیدائے نشاط
بس ایک یہی فکر ہے اس کو دن رات
میں بن کے رہوں مالکِ دنیائے نشاط

دنیا میں ہیں فنکار ہمارے مزدور
ہیں صاحبِ کردار ہمارے مزدور
دولت کو چھپا رکھا ہے زرداروں نے
ہیں اس لئے نادار ہمارے مزدور

ہستی میں کوئی غم نہ رہا ہو جیسے
تا عمر ہی دولت میں تلا ہو جیسے
زردار کا برتاؤ الہیٰ توبہ
مزدور کی قسمت کا خدا ہو جیسے

سرمایہ پرستوں کے عجب ہیں اقدام
مزدور کو دیتے ہیں یہ رنج و آلام
افلاس کے ماروں پہ تشدّد دن رات
واللہ ذرا دیکھئے ان کے انعام

غربت کے اندھیروں کی سیاہی کیا خوب
مزدور کی ہر طرح تباہی کیا خوب
جیسے ہو کوئی وقت کا اپنے قارون
زردار کی یہ شان یہ شاہی کیا خوب

مزدور نے مانگا جو زبانی نہ دیا
زردار نے کچھ بات نہ مانی نہ دیا
خود اس نے پئے جام مئے عشرت کے
پیاسے کو تو اک بوند بھی پانی نہ دیا

دل غم سے رہے لاکھ پریشاں کوئی
آنسو بھی نہ آئے سرِمژگاں کوئی
زردار نے بخشی ہے جسے بھی غربت
کیا دیکھ سکے گا اسے خنداں کوئی

مزدور ہے غمناک ابھی تک یارو
اس کو نہیں ادراک ابھی تک یارو
سرمایہ پرستی کی الٹ دے جو بساط
اتنا نہیں بے باک ابھی تک یارو

چرچے ہیں جہاں بھر میں جو ہر سُو اس کے
سر چڑھ کے نہ بولا کبھی جادو اس کے
مزدور رہا ہو کے شکارِ آلام
زردار نے شل کر دیئے بازو اس کے

درپیش بہر گام اذیّت ہے بہت
گرتی ہوئی حالت میں بھی ہمت ہے بہت
زردار کی ہیبت ہے دلوں پر طاری
ہونے کو تو مزدور میں طاقت ہے بہت

زردار کے محکوم ہوئے جاتے ہیں
موجود ہیں معدوم ہوئے جاتے ہیں
مزدور پہ یلغار ہے غم کی پیہم
جینے ہی سے محروم ہوئے جاتے ہیں

زردار کے ہونٹوں پہ ہنسی تو دیکھو
مجبور کے مٹنے پہ خوشی تو دیکھو
واللہ مگر دیکھ رہی ہے دنیا
مزدور کی آشفتہ سری تو دیکھو

پڑتی ہے خدا جانے مصیبت کیا کیا
اب اور دکھائے گی یہ غربت کیا کیا
یہ سچ ہے کہ مفلس کا نہیں کوئی بھی
زردار سے پہنچی ہے اذیت کیا کیا

دولت کے پرستار ہیں شاداں کیا خوب
زردار کی عشرت کے یہ ساماں کیا خوب
ارمان و تمنا کے کھلے ہیں غنچے
ہے خون غریبوں کا نمایاں کیا خوب

جھلسے ہوئے چہرے ہیں غریبوں کے بہت
بیچارے یہ بیٹھے ہیں نصیبوں کے بہت
جلتے ہوئے لاشے ہوں چتا میں جیسے
مزدور ہیں نزدیک صلیبوں کے بہت

دولت کے طلب گار ہیں سرمایہ پرست
ظالم ہیں دل آزار ہیں سرمایہ پرست
ہر گام جو دیتے ہیں نئے غم یارو
وہ قافلہ سالار ہیں سرمایہ پرست

جینے کی طرح دیکھئے کب جیتے ہیں
مزدور امیدوں کا کفن سیتے ہیں
ہیں نشے میں غرقاب ہوس کے بندے
زردار غریبوں کا لہو پیتے ہیں

زردار ہیں یہ چہرے ہیں ان کے گل ریز
کچھ ان میں ہلاکو ہیں تو کچھ ہیں چنگیز
ظالم ہیں غریبوں کا بہاتے ہیں لہو
خوں ریز ہیں خوں ریز غضب کے خوں ریز

خونِ دلِ مزدور کیا ہے تو نے
مختار کو مجبور کیا ہو تو نے
مل سکتا نہیں چین تجھے بھی زردار
دل اپنا تو مسرور کیا ہے تو نے

ہر طرح کی تدبیر انہیں آتی ہے
مفلس پہ کہاں ان کی نظر جاتی ہے
ہر وقت تجسس ہے کہ دولت مل جائے
زردار کو دولت کی ہوس کھاتی ہے

ہے بگڑا ہوا ان کا جو ہر طرح چلن
ہر کام وہ کرتے ہیں بچاکر دامن
زردار محاسب بھی ہیں چالاک بھی ہیں
گر یاد ہیں کرتے ہیں سلیقے سے غبن

مانے گا یہاں کون مری بات ابھی
بدلی ہے کہاں صورتِ حالات ابھی
خوابیدہ افلاس ہیں اپنے مزدور
سرمایہ پرستوں کے ہیں دن رات ابھی

دل میں جو ابھی عزم و یقیں جوش نہیں
تو اپنی نگاہوں سے تو روپوش نہیں
زردار کی اقلیم ہے تیرے دم سے
مزدور ابھی اتنا تجھے ہوش نہیں

غفلت میں ہے، ہشیار ذرا ہونے دو
دنیا سے خبردار ذرا ہونے دو
سر اپنا جھکائیں گے پجاری زر کے
مزدور کو بیدار ذرا ہونے دو

حالاتِ جہاں سے نہ ہو اتنا رنجور
ہے توڑنا سرمایہ پرستوں کا غرور
تدبیر سے تقدیر بدلنی ہے تجھے
حاصل ہے تجھے ہمّتِ بازو مزدور

زردار کی کچھ بات نہ پوچھو ہم سے
پیدا ہیں جو حالات نہ پوچھو ہم سے
آنکھوں سے نکل آئیں گے آنسو یارو
مزدور کے دن رات نہ پوچھو ہم سے

مزدور ہے فولاد ہے سینہ تیرا
بیکار نہ جائے گا پسینہ تیرا
مٹ جائیں گے خود تجھ کو مٹانے والے
زندہ تجھے کردے گا قرینہ تیرا

دل کس لئے مزدور کا رنجور ہوا
زردار کے ہاتھوں سے یہ مجبور ہوا
غربت نے دکھائی اسے ایسی پستی
فاقوں کی بدولت ہی یہ معذور ہوا

بیدار ہو دنیا کو جگانا ہے ابھی
ہشیار ہو گرتوں کو اٹھانا ہے ابھی
مزدور ہے ہمّت کو جواں رکھ اپنی
زردار کو کچھ درس سکھانا ہے ابھی

غربت میں سنبھلنا کوئی آسان نہیں
اس دشت میں چلنا کوئی آسان نہیں
درکار ہیں جذباتِ جنوں مزدورو
ماحول بدلنا کوئی آسان نہیں

زخموں سے ہے بھرپور جو سینہ تیرا
کام آئے گا یہ خون پسینہ تیرا
تو زر کے خداؤں کی طرف مڑ کے نہ دیکھ
ساحل کے ہے نزدیک سفینہ تیرا

ہم جانتے ہیں خوب تری گل کاری
ہے لفظِ عنایت سے تجھے بیزاری
تیرا بھی نہ ہوگا کوئی مونس زردار
تونے جو غریبوں کی نہ کی غم خواری

شیرینیِ گفتار سے دل جوئی کی
زردار یہ کہہ دے کبھی حق گوئی کی
طوطے کی طرح پھیر لیں آنکھیں تو نے
حق دار نے حق بات جہاں کوئی کی

غنچے ہیں امیدوں کے مہکنے والے
گلشن کی ہواؤں سے لہکنے والے
مزدور کی قسمت ہے چمکنے والی
زردار تو اب خود ہیں بھٹکنے والے

گرداب میں آئے ہوئے مزدور ہیں جو
افلاس چھپائے ہوئے مزدور ہیں جو
اب اوج پہ آئے گا ستارا ان کا
دنیا کے ستائے ہوئے مزدور ہیں جو

زردار کا چہرہ ہے اترنے والا
دھرتی پہ ہے اک نور بکھرنے والا
مزدور کو تھی جس کی تمنا یارو
وہ مہرِ درخشاں ہے ابھرنے والا

حالات نہ کردیں کہیں بے آس تمہیں
ہاں، اس لئے خود پہ نہیں وشواس تمہیں
گرداب زمانہ سے نہیں بچ سکتے
دولت بھی نہ آئے گی مگر راس تمہیں

تجھ کو ہو مبارک یہ خزانہ تیرا
زردار ہے تو، ہے یہ زمانہ تیرا
انجام سے غافل ہے ہوس کے بندے
بیگانہ ہے تیرا نہ یگانہ تیرا

چھائے ہیں تخیل پہ ہوس کے بادل
صد چاک نہ ہوجائے خرد کا آنچل
زردار کو دن رات ہے دولت کی طلب
کم بخت کو یہ حرص نہ کردے پاگل

یہ دولت و حشمت نہ کہیں لے ڈوبے
یہ شان یہ شوکت نہ کہیں لے ڈوبے
اس راز کو سمجھو تو سہی زردارو
دنیا ہی کی حسرت نہ کہیں لے ڈوبے

بندے تو ہوس کار رہے گا کب تک
دنیا کا پرستار رہے گا کب تک
کب نیک عمل کی تجھے ہوگی توفیق
عشرت کا طلب گار رہے گا کب تک

زردار ترے سر سے نہ پگڑی جائے
پگڑی کے کہیں ساتھ نہ تگڑی جائے
ایسا نہ کوئی ٹوٹ پڑے تجھ پہ عتاب
دولت سے تری تھوتھنی رگڑی جائے

پڑ جائے گا جب تیرے تمانچہ تیرا
زردار بگڑ جائے گا سانچہ تیرا
اس جسم سے جب روح نکل جائے گی
پھر کون اٹھائے گا یہ ڈھانچہ تیرا

گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھالو اٹھو
بگڑی ہوئی ہر بات بنالو اٹھو
رفتارِ زمانہ کا تقاضا ہے یہی
مزدور کو آنکھوں پہ بٹھالو اٹھو

پیغام

اس دورِ پُر آشوب میں خدمت کیا ہے
ہنگامۂ ہستی میں ضرورت کیا ہے
یہ راز زمانے کو بتانا ہے مجھے
انساں کے لئے امن کی دولت کیا ہے

ہستی کے حسیں باب سے واقف ہوجا
اس گوہرِ نایاب سے واقف ہوجا
جینے کا سلیقہ تجھے آجائے گا
اسلاف کے آداب سے واقف ہوجا

اسلاف کی ہر بات نمایاں کردو
پوشیدہ خیالات نمایاں کردو
بیدار تھا کل جن سے شعورِ انساں
وہ کہنہ روایات نمایاں کردو

گلشن ہے تمہارا ہو تمہیں رکھوالے
سمجھو یہ اشارا ہو تمہیں رکھوالے
یہ وقت کا طوفاں ہے بلا کا طوفاں
ہے دور کنارا ہو تمہیں رکھوالے

ہستی تری خود شمعِ ہدایت بن جائے
ہر نقشِ قدم خضرِ محبت بن جائے
مٹ کر تو ذرا دیکھ وطن پر اپنے
دنیا کے لئے ایک حقیقت بن جائے

گلشن ہے یہ اپنا گل و بلبل اپنے
سلجھاؤ ابھی وقت ہے کاکل اپنے
بتا ہے تمہیں خضر زمانہ یارو
تم صاف کرو ذہن و تخیل اپنے

ہم فکر و نظر لائیں ترقی کی طرف
مل جل کے چلے آئیں ترقی کی طرف
احساس کے تاروں پہ وہ نغمے چھیڑیں
جو دیش کو لے جائیں ترقی کی طرف

تنویر مساوات کی نعمت کیا ہے
یکجہتی جمہور کی طاقت کیا ہے
اس طرح بدل اپنا نظام ہستی
دنیا یہ سمجھ لے کہ حقیقت کیا ہے

ہر فرد و بشر کے لئے مسکن ہم ہیں
لاریب کہ شادابیٔ گلشن ہم ہیں
پیغامِ اہنسا ہے ہمارا پیغام
دنیا کے لئے امن کا دامن ہم ہیں

آباد رہے گنگ و جمن کی دھرتی
شاداب رہے میرے چمن کی دھرتی
ہر ذرہ مرے دیش کا ہو تاج محل
خورشید درخشاں ہے وطن کی دھرتی

مل جل کے ذرا گاؤ ترانہ اپنا
دنیا کی زباں پر ہو فسانہ اپنا
کچھ لاج رکھو اپنے نشاں کی یارو
یہ دور ہے اپنا یہ زمانہ اپنا

تکمیل کو پہنچا ہوا افسانہ ہوں
جس شکل میں ہوں تیرا ہی دیوانہ ہوں
آتش میں تری آج بھی جلتا ہوں میں
اے شمعِ وطن میں ترا پروانہ ہوں

آسودگیٔ قلب و نظر مشکل ہے
معدوم نگاہوں سے ابھی منزل ہے
تسکین کا سامان بھی ہو جائے گا
جذبات میں حب الوطنی شامل ہے

استاد ڈاکٹر فضل الٰہی مخمورؒ دہلوی

افکار سے پر نور زمانے کو کیا
اک جلوہ گہہ طور زمانے کو کیا
تھی ساقیٔ کونینؐ سے وہ نسبت پاک
مخمور نے مخمور زمانے کو کیا

پیرومرشد کی بارگاہ میں

جس دن سے تجھے شاہِ حسنؒ دیکھا ہے
شاداب محبت کا چمن دیکھا ہے
تیرا ہی کرم یہ ہے کہ صادق نے ترے
ہستی میں تجھے جلوہ فگن دیکھا ہے

سچے موتی

جذبات کو انوار سخن میں ڈھالا
افکار کے پھولوں کی سجائی مالا
ہیں ''آج کی آواز'' میں ''سچے موتی''
یہ راز سمجھتا ہے پرکھنے والا

کنہیا لال آزردہ دہلوی

شردھانجلی

شہیدانِ وطن کو شوق سے شردھانجلی دی ہے
پھر اس کے بعد دورِ حال کی تاریخ لکھی ہے
بتایا پھر مداوا کیا ہو حالات پریشاں کا
شفا کاوش یہ میرے بھائی صادق دہلوی کی ہے

ڈاکٹر پریم لال شفا دہلوی

تمت

شمعِ محبت

غزلیات و رُباعیات

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادقؔ دہلوی

قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

محسنِ صادق

قطبِ عالم، غوثِ ثانی

حضرت الحاج مولانا محمد خوشحال شاہ صاحب

کی نذر

گر قبول افتد زہے عز و شرف

صادقؔ دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر نظر کو ہے آرزو تیری
ہر زباں پر ہے گفتگو تیری
مہرباں تو ہے سارے عالم پر
زیب دیتی ہے تجھ کو خو تیری
راحتِ قلب وجاں ہے نام تیرا
ہر نفس میں بسی ہے بُو تیری
تیرا مانا مُحال ہے لیکن
راہبر خود ہے جستجو تیری
نور ہی نور ہے فضاؤں میں
اک تجلی ہے چار سُو تیری
ماہ پاروں میں تذکرہ تیرا
قدسیوں میں ہے گفتگو تیری
ساری مخلوق کی نگاہوں میں
سب سے افضل ہے آبرو تری
سبزہ زاروں میں رنگ ہے تیرا
ہے فضائے چمن میں بُو تیری
تیرے جلوے ہیں چشمِ صادقؔ میں
پھر بھی دل کو ہے جستجو تیری

دل و دماغ کو آنکھوں کو روشنی دے دو
مرے حضور مجھے حسنِ زندگی دے دو
چمن میں غنچہ و گل کو شگفتگی دے دو
کلی کلی کو اب احساسِ زندگی دے دو
تمہاری شانِ سخاوت کا بول بالا ہو
جسے بھی چاہو اُسے تاجِ خسروی دے دو
تمہارے در پہ میں دامن پسارے بیٹھا ہوں
مجھے تم اپنی محبت کی زندگی دے دو
تمہاری بخشش و رحمت ہے سارے عالم پر
تم اپنی راہ کی مجھ کو بھی روشنی دے دو
تمھیں ہو مالک و مختار باغِ عالم کے
مری حیات کے گلشن کو تازگی دے دو
تم اپنی یاد کی توفیق بخش دو مجھ کو
مری زبان کو ذوقِ ثناگری دے دو
ہماری تشنہ لبی کا یہی تقاضا ہے
نگاہِ ناز سے اک جامِ بیخودی دے دو
تمھیں ہو محفلِ رنداں میں ساقیِ محفل
نفس نفس کو مرے کیف سرمدی دے دو
کرم کی آس ہے تم سے کہ تم ہو بندہ نواز
فسردہ ایک زمانے سے ہوں خوشی دے دو
تمہارے نقشِ قدم پر جبیں ہے صادقؔ کی
نیاز مند کو تم لطفِ بندگی دے دو

خدا نے تجھ میں وہ حُسن و جمال رکھا ہے
کہ دو جہاں میں تجھے بے مثال رکھا ہے
غمِ جہاں نے مجھے پائمال رکھا ہے
مگر تمہارے کرم نے سنبھال رکھا ہے
تمھیں کو بگڑی بنانی ہے بندۂ در کی
تمہارے سامنے میں نے سوال رکھا ہے
نہ تم سا کوئی سخی ہے نہ تم سا کوئی امیر
تمھیں نے میرا ہمیشہ خیال رکھا ہے

تمھارا کوئی بھی ہمسر ہوا نہ ہوگا کوئی
تمھیں میں حق نے یہ وصف و کمال رکھا ہے
نگاہِ لطف سے صادق کو بھی نواز دیا
گناہ گار کا کتنا خیال رکھا ہے

ساری دُنیا کے حسین ایک طرف
آپ کا رُوئے مبین ایک طرف
گلشنِ خلدِ بریں ایک طرف
تیرے کوچے کی زمیں ایک طرف
سارے عالم میں درخشانی ہے
شمع جلتی ہے کہیں ایک طرف
نکہتِ گل کی قسم، گلشن میں
آپ ہیں جلوہ گزیں ایک طرف
کعبۂ دل میں سجالی ہم نے
تیری تصویرِ حسین ایک طرف
عشق میں جو بھی ملے اے صادق
دل میں رکھ لینا کہیں ایک طرف

اس قدر ذوقِ محبت عام ہونا چاہیے
ہر زباں پر آپ ہی کا نام ہونا چاہیے
زندگی بن جائے اسرارِ دوعالم کی امیں
تیری نظروں سے عطا وہ جام ہونا چاہیے
جذبۂ جوشِ محبت کا تقاضا ہے یہی
زندگی کا ہر نفس پیغام ہونا چاہیے
تیرے میخواروں میں مجھ سا کون ہے رندِ خراب
تیرا میخانہ تو میرے نام ہونا چاہیے
روزِ اوّل سے ہے مجھ کو دعویٰ عشق و وفا
مجھ پہ دنیا کا ہر اک الزام ہونا چاہیے
پتھروں کی آنکھ سے ٹپکے لہو اے سوزِ دل
غم چھپانے کا بھی کچھ انعام ہونا چاہیے
کم سے کم اتنا تو مل جائے وفاؤں کا صلہ
تیرے دیوانوں میں میرا نام ہونا چاہیے
میرے ہر آنسو کو مل جائے تمھاری روشنی
میرا ہر آنسو چراغِ شام ہونا چاہیے
گلستاں میں کھلنے والی ہر کلی مُرجھا گئی
مسکرانے کا یہی انجام ہونا چاہیے
ساری دُنیا کو تمنّا ہے ترے دیدار کی
اب تجھے زیبِ فرازِ بام ہونا چاہیے
عشقِ صادق کی تو اے صادق یہی معراج ہے
بس اُسی کا ذکر صبح و شام ہونا چاہیے

میلہ سا ترے در پہ جو روزانہ لگے ہے
اندازِ نظر تیرا کریمانہ لگے ہے
ہے شان تری سارے زمانے سے نرالی
فرزانہ تری بزم میں دیوانہ لگے ہے
غم خانۂ دل میں ہے ہر اک سمت اُجالا
روشن تیرے جلووں سے یہ کاشانہ لگے ہے
یہ ذوقِ جنوں ہے کہ ہے معراجِ تصوّر
ہر شے میں جمالِ رُخِ جانانہ لگے ہے
ساقی تو مجھے اپنی نگاہوں سے پلادے
آغوشِ نظر میں تری میخانہ لگے ہے

ساقی ہے تری چشمِ توجہ کا کرشمہ
میخانہ بھی اب صورتِ پیمانہ لگے ہے
ہر در کو درِ یار سمجھ رکھا ہے میں نے
ہر کوچہ مجھے کوچۂ جانانہ لگے ہے
اس طرح مرے خواب سجائے ہیں کسی نے
آئینہ مجھے دل کا صنم خانہ لگے ہے
جس دن سے ہوا دُور کوئی میری نظر سے
ہر گوشۂ ہستی مجھے ویرانہ لگے ہے
سُنتا ہوں کسی سے جو میں روداد کسی کی
وہ میرے ہی غم کا مجھے افسانہ لگے ہے
اس میں بھی کوئی راز ہے اس میں بھی کوئی بات
ہر شخص تری ذات کا دیوانہ لگے ہے
صادقؔ تری رفعت کا یہی راز ہے شاید
تو سجدہ گزارِ درِ جانانہ لگے ہے

جس وقت، جہاں میں نے ترا نام لیا ہے
گرنے نہ دیا تونے مجھے تھام لیا ہے
ظلمات کے ماحول کو بخشے ہیں اجالے
ہم نے تری نسبت سے بڑا کام لیا ہے
سچ بات ہے ایسا تو نہ تھا میرا مقدر
یہ تیرا کرم ہے کہ ترا نام لیا ہے
دُنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی آئے گا مرے کام
میں نے جو تری ذات سے پیغام لیا ہے
اک ذکر ہے تیرا جو کیا ہم نے بصد شوق
اک نام ہے تیرا جو بہر گام لیا ہے

بہکے ہیں جہاں میرے قدم تیری طلب میں
مجھ کو تری یادوں نے وہیں تھام لیا ہے
پر کیف فضائیں ہوئیں پھر سارے جہاں کی
جب عالمِ مستی میں ترا نام لیا ہے
دامن نہ چھڑایا کسی طوفان سے میں نے
ٹوٹی ہوئی ہمّت سے عجب کام لیا ہے
ہے پاسِ ادب عشق میں صادقؔ کو یہاں تک
چومے ہیں قدم تیرے ترا نام لیا ہے

آپ نے نقاب اپنے رخ سے کیا اُٹھادی ہے
ہر طرف زمانے میں آگ سی لگادی ہے
آپ کی نگاہوں نے اس قدر پلادی ہے
ہوش کردیئے رخصت بیخودی بڑھادی ہے
کیوں نقاب اُٹھائی تھی کس لئے گرادی ہے
میں نے کیا خطا کی تھی جس کی یہ سزادی ہے
آپ اب سماجائیں میرے دیدہ و دل میں
آپ کی تمنا میں ہر طلب منادی ہے
کیا نوائے دل میری آپ تک نہیں پہنچی
زندگی کی راہوں میں ہر قدم صدادی ہے
آپ نے سنوارا ہے گلشنِ محبت کو
مہر و ماہ و انجم کو آپ نے ضیادی ہے
ہر طرف بہاریں ہیں ہر طرف حسین منظر
آپ نے نگاہوں کی انجمن سجادی ہے
آپ یہ تو فرمائیں وردِ لادوا دے کر
مجھ کو زندگانی کی کس لئے دعادی ہے

آپ نے سنا کیا ہے آپ سے کہا کیا تھا
بات تو نہ تھی کچھ بھی آپ نے ہوا دی ہے
جب کبھی سوال آیا عشق میں وفاؤں کا
اک نہ اک نئی تہمت آپ نے لگادی ہے
برق سے کوئی پوچھے اس بھرے گلستاں میں
میرے ہی نشیمن کی شاخ کیوں جلادی ہے
دو جہاں میں رُسوا ہے آج آپ کا صادق
آپ نے محبت میں خوب یہ سزادی ہے

کسی سے کیا کہیں جب رازداں سے کچھ نہیں کہتے
ہر اک غم دل میں رکھتے ہیں زباں سے کچھ نہیں کہتے
اُسے بیداد کرنے سے کبھی فرصت نہیں ملتی
ہمیں پاسِ وفا ہے مہرباں سے کچھ نہیں کہتے
زمانے کے ستم، دُنیا مخالف، آسماں برہم
مگر ہم ہیں کہ ہم اپنی زباں سے کچھ نہیں کہتے
جلایا جا رہا ہے تنکا تنکا آشیانے کا
ہمارا ظرف دیکھو باغباں سے کچھ نہیں کہتے
لٹے جاتے ہیں کیسے کارواں در کارواں لیکن
تعجب ہے کہ میرِ کارواں سے کچھ نہیں کہتے
کسی سے کیا کہیں ہم اپنی بربادی کا افسانہ
جہاں کچھ بھی کہے ہم تو جہاں سے کچھ نہیں کہتے
ہماری کشتیِ اُمید ہے طوفاں کے دامن میں
تماشا دیکھتے ہیں پاسباں سے کچھ نہیں کہتے
یہ اپنی تشنگیِ سوزِ غم جل کر بجھاتے ہیں
پتنگے ہیں کہ شمعِ ضوفشاں سے کچھ نہیں کہتے
ہم اہلِ عشق ہیں رکھتے نہیں اظہار کا شیوہ
ہزاروں زخم کھاتے ہیں زباں سے کچھ نہیں کہتے
زمانے سے زمانہ درپئے آزار ہے لیکن
کسی عنوان پھر بھی ہم زباں سے کچھ نہیں کہتے
اُنھیں رندوں کو ملتے ہیں نگاہِ مست کے ساغر
کسی عالم میں جو پیرِ مغاں سے کچھ نہیں کہتے
سمجھ لیتے ہیں صادق جو مشیّت کے اشاروں کو
وہ دیوانے کبھی اپنی زباں سے کچھ نہیں کہتے

جب سے رہبر ہو تم مرے دل کے
آ رہے ہیں سلام منزل کے
ہاتھ چومے ہیں اپنے قاتل کے
حوصلے دیکھیے مرے دل کے
کیا ہیں آداب تیری محفل کے
کوئی سمجھا نہیں بجز دل کے
تیری یادوں نے کر دیئے تازہ
بھر گئے زخم جب مرے دل کے
تیری تصویر بن کے رہتے ہیں
دیکھنے والے تیری محفل کے
میں شہیدِ غمِ محبت ہوں
مجھ پہ احساں ہیں میرے قاتل کے
جلوہ گر تم ہوئے جو محفل میں
اُڑ گئے ہوش ساری محفل کے
تم سے منسوب عشق ہے میرا
تم ہی عنواں ہو قصّہ دل کے

مٹ گئے جو تمھاری راہوں میں
بن گئے وہ چراغ منزل کے
تیرے کوچے میں زندگی گذرے
یہ ہیں ارمان تیرے سائل کے
ہر مسافر کو جو نہیں ملتے
وہ ہیں رستے تمھاری منزل کے
کاش یہ راز جان لیتے ہم
غنچے مرجھا رہے ہیں کیوں کھل کے
خوگرِ غم ہے زندگی میری
کون سمجھے گا غم مرے دل کے
جس طرف دیکھیے زمانے میں
تذکرے ہیں تمھاری محفل کے
کل جو ٹکرا رہے تھے طوفان سے
آج نزدیک ہیں وہ ساحل کے
ہم کو حالات کا ہے اندازہ
ہم مقابل رہے ہیں مشکل کے
وقت کی گتھیاں بھی سلجھیں گی
لوگ سلجھائیں گے اگر مل کے
اور کچھ دیر کو ہیں اے صادق
فاصلے اُس نگاہ سے دِل کے

لاکھ اُلجھے رہے ناکامیِ تدبیر سے ہم
دل شکستہ نہ ہوئے گردشِ تقدیر سے ہم
لب پہ لائے نہ کبھی شکوۂ بیدادِ جہاں
مطمئن ایسے ہوئے کاتبِ تقدیر سے ہم

ہم پہ دنیا تری ہستی کا گماں کرتی ہے
اتنے ہم رنگ ہوئے ہیں تری تصویر سے ہم
خاک کے ذرّوں کی تقدیر چمک اٹھی ہے
آئینہ بن ہی گئے حُسن کی تنویر سے ہم
اُس نے دیکھا تھا محبت کی نظر سے صادقؔ
رشکِ کونین ہوئے عشق کی تاثیر سے ہم

جب اُس کی راہ میں ہستی مٹائی جاتی ہے
پھر اپنی ذات میں وہ ذات پائی جاتی ہے
وہ جس پہ حُسن کی بجلی گرائی جاتی ہے
اُسی کو عشق کی منزل دکھائی جاتی ہے
ترے کرم میں کمی کا سوال کیا معنی
کمی ہماری طلب ہی میں پائی جاتی ہے
ہزاروں دامن اُمید بھرتے جاتے ہیں
گدا نواز نظر جب اُٹھائی جاتی ہے
اگر یہ بندہ نوازی نہیں تو پھر کیا ہے
نیازمند کی قسمت بنائی جاتی ہے
ہے ذکر آپ کا میری زبان پر ہردم
عنایت آپ کی کچھ اس میں پائی جاتی ہے
میں اُن کے رُخ پہ دل وجاں نثار کرتا ہوں
کہ جن کی روشنی عالم میں پائی جاتی ہے
یہ ہم سے پوچھیے یہ راز ہم بتائیں گے
نظر ملا کے نظر کیوں جُھکائی جاتی ہے
تری گلی کی میں تعریف کیا بیان کروں
یہیں تو خُلد کی تصویر پائی جاتی ہے

وہ مسکراتے ہوئے آ گئے نگاہوں میں
تصورات کی دنیا سجائی جاتی ہے
زمانہ لاکھ چھپائے تو چھپ نہیں سکتی
نظر سے آگ جو دل میں لگائی جاتی ہے
جبینِ شوق وہی سرفراز ہے صادق
جو اُن کے نقشِ قدم پر جھکائی جاتی ہے

جس پہ دنیا کا سر خم ہے
تیرا ہی وہ نقشِ قدم ہے
تیری عنایت یہ کیا کم ہے
عشق و وفا کا دل محرم ہے
دید کا طالب بندۂ غم ہے
آ جاؤ آنکھوں میں دم ہے
نام تمھارا، یاد تمھاری
دل کے زخموں کا مرہم ہے
آپ کے غم کو کیسے بھلا دوں
جان سے پیارا آپ کا غم ہے
جرم ہوا اظہارِ محبت
مجھ سے اک دُنیا برہم ہے
رشک ہے مجھ پر درد و الم کا
صبر و رضا کا یہ عالم ہے
تیرے تجسس میں رہتا ہوں
یہ بھی تیرا خاص کرم ہے
اک دن منزل مل جائے گی
عزم ہمارا مستحکم ہے

کشتئ دل ہے تیرے حوالے
طوفانوں کا کس کو غم ہے
تیری محبت کے صدقے میں
دنیا میں صادق کا بھرم ہے

میں ہوں تسلیم و رضا کا آئینہ
عشق کا حاصل، وفا کا آئینہ
پیکرِ ایثار و قربانی ہے کون
ہم ہیں اب کرب و بلا کا آئینہ
دیکھنے میں ہوں میں تصویرِ جُنوں
ہوں حقیقت میں وفا کا آئینہ
عشق کی خوش قسمتی سے بن گیا
میرا دل اُس دل رُبا کا آئینہ
اے سراپا ناز ماضی کی طرح
آج بھی ہوں میں وفا کا آئینہ
تیرا ہر غمزہ ہے رنگین و لطیف
تو ہے انداز و ادا کا آئینہ
رفتہ رفتہ میری ہستی بن گیا
آپ کے رُخ کی ضیا کا آئینہ
کون بن سکتا ہے اس دل کے سوا
بندۂ حق آشنا کا آئینہ
اپنی صورت دیکھ صادق غور سے
تو ہے خاصانِ خدا کا آئینہ

کیا ہے نفس نفس کا پیغام سوچ لینا
آغاز ہی میں اپنا انجام سوچ لینا

اُلفت سے پہلے اپنا انجام سوچ لینا
آتے ہیں اس میں اکثر الزام سوچ لینا
دُنیا کی جستجو میں کیوں جان دے رہے ہو
ملتے ہیں اس بلا سے آلام سوچ لینا
قائم رہے گی کب تک بزمِ نشاط آخر
دنیا کی ہر خوشی کا انجام سوچ لینا
صدمے تو دے رہے ہو تم میرے دل کو لیکن
اک دن نہ ٹوٹ جائے یہ جام سوچ لینا
کلیوں کے دل دھڑک کر آواز دے رہے ہیں
اے باغباں چمن کا انجام سوچ لینا
قصہ ہمارے غم کا انعام ہے تمھارا
اس داستاں کا تم ہی کچھ نام سوچ لینا
اپنے مریضِ غم کا درماں تمھیں کرو گے
آئے گا وہ بھی اک دن ہنگام سوچ لینا
دنیا کے تو تقاضے کچھ اور ہی ہیں صادق
اُن کی نظر کے کیا ہیں پیغام سوچ لینا

ایک سے بڑھ کر ایک حسین ہے
تم جیسا تو کوئی نہیں ہے
تیری نسبت میرا یقین ہے
تیرا ہمسر کوئی نہیں ہے
قلب و نظر میں کون مکیں ہے
صبح حسیں ہے شام حسیں ہے
تیری محبت میری دنیا
تیری محبت میرا دیں ہے
تیرے سوا اب کون ہے میرا
تیرے سوا اب کوئی نہیں ہے
تیرے جلوے چاروں طرف ہیں
یہ مانا تو پردہ نشیں ہے
کون نہیں دامن میں تیرے
تیرا سایا کس پہ نہیں ہے
تیرے کوچے کا کیا کہنا
تیرا کوچہ خلدِ بریں ہے
میں ہوں پشیماں اپنی خطا پر
تیرے کرم کا مجھ کو یقیں ہے
صادق اُن کے فیضِ قدم سے
روشن میری لوحِ جبیں ہے

مرے قلب و جاں کو سکون ہے تری ذاتِ عالی مقام سے
مری زندگی میں ہے روشنی ترے فیض سے تیرے نام سے
مری چشمِ شوق کی رفعتیں ملیں تیرے لطفِ مدام سے
تری جستجو مجھے لے گئی بہت آگے میرے مقام سے
ترا عشق جب سے مجھے ملا مری زندگی کا چمن کھلا
کہ مقامِ عرش نصیب ہے مرے دل کو تیرے قیام سے
جہاں دل پہ غم کا اثر ہوا وہیں تیرا لطفِ نظر ہوا
تری بخششیں تری رحمتیں کوئی پوچھے تیرے غلام سے
ملیں عشق کی مجھے نعمتیں لگیں تہمتیں ہوئیں ذلتیں
کھلیں مجھ پہ میری حقیقتیں تری اک نظر کے پیام سے
مری زیست تجھ پہ نثار ہے کہ تو زندگی کی بہار ہے
یہی آرزو ہے پلائے جا تو نگاہِ مست کے جام سے

مجھے اپنا درد عطا کیا غمِ دو جہاں سے چھڑا دیا
یہ تری نوازشِ خاص ہے کہ ہے ربط دل ترے نام سے
نہ ہو جس میں رنگِ چمن بھرا نہ ہو جس میں حسن بہار کا
وہ سحر بھی میری نگاہ میں کسی طرح کم نہیں شام سے
مری مستیوں میں ہے کیا اثر جو ہیں معترض انھیں کیا خبر
کہ یہ کائنات سنور گئی مری ایک لغزشِ گام سے
رہِ عشق میں ہیں قدم قدم نئے حادثے نئے پیچ و خَم
یہی امتحاں کا مقام ہے گذر امتحان کے مقام سے
نئے انقلاب کی سرخیاں مرے حال و ماضی سے ہیں عیاں
یہ چھپائے سے بھی نہ چھپ سکیں کسی صبح سے کسی شام سے
ترا بندہ صادقؔ خستہ جاں ترے در پہ ہے شہِ دو جہاں
تو گدا نواز ہے بخش دے جو خطا ہوئی ہے غلام سے

مرے ساقی تری آنکھیں ہیں میخانے محبت کے
میسر ہیں ترے رندوں کو پیمانے محبت کے
جہاں میں جس طرف جاتے ہیں دیوانے محبت کے
وہیں تعمیر ہو جاتے ہیں میخانے محبت کے
جسے بھی دیکھ لیتا ہوں بسا لیتا ہوں آنکھوں میں
بنا رکھے ہیں اس دل میں صنم خانے محبت کے
حقیقت میں یہ عشقِ دوست کا ادنیٰ کرشمہ ہے
زمانے بھر میں ہیں مشہور دیوانے محبت کے
ہم اپنے آنسوؤں کو عشق کا حاصل سمجھتے ہیں
کئے ہیں پیش ہم نے اُن کو نذرانے محبت کے
زمانے کے لئے صادقؔ یہی درسِ وفا ہوں گے
مرتب کر رہے ہیں ہم جو افسانے محبت کے

یاد رکھ اُن کی عاشقی ہے یہی
حاصلِ لُطفِ زندگی ہے یہی
روئے جاناں رہے تصوّر میں
عشق والوں کی بندگی ہے یہی
تیرے غم کو گلے لگایا ہے
یہ سمجھ کر کہ زندگی ہے یہی
تیرا نقشِ قدم ہے تابندہ
میری نظروں میں روشنی ہے یہی
ساغرِ چشمِ مست ہے میں ہوں
میرے نزدیک مے کشی ہے یہی
اُن کو دل پیش کیجئے صادقؔ
قابلِ نذرِ دوستی ہے یہی

نظامِ زیست بدل دو نوازشات کے ساتھ
حضور دیکھ لو مجھ کو بھی التفات کے ساتھ
تمھیں کو لاج ہے میری تمھیں کو پاس مرا
ہے اک زمانے سے نسبت تمھاری ذات کے ساتھ
قدم قدم پہ ضرورت ہے رہنمائی کی
نفس نفس میں رہو تم مری حیات کے ساتھ
خدارا میرے بھی حالِ زبوں پہ ایک نظر
گذر رہا ہے زمانہ تفکرات کے ساتھ
مجھے بھی دامنِ لُطفِ نگاہ میں رکھنا
بچھڑ نہ جاؤں زمانے کے حادثات کے ساتھ
اگر سنو تو کہوں داستانِ عشق و وفا
بلا کے درد و الم ہیں مری حیات کے ساتھ

تم اپنی کاکلِ مشکیں کو اور بکھرا دو
یہ سلسلہ بھی رہے میرے غم کی رات کے ساتھ
تمھاری ذات سے ہے میرے غم کا افسانہ
بھلا نہ دینا زمانے کے واقعات کے ساتھ
حریمِ ناز کے پردے کبھی تو اٹھیں گے
رہے گا حسن کہاں تک تکلفات کے ساتھ
تمھارے طرزِ تکلم پہ جان و دل قربان
ہزار ہوتے ہیں مفہوم ایک بات کے ساتھ
عطا ہوں مجھ کو وہ آنکھیں جو تجھ کو دیکھ سکیں
بڑے حجاب ہیں تیری تجلّیات کے ساتھ
گناہ گار بھی ہے اُس کو اعتراف بھی ہے
نگاہ کیجیے صادق پہ التفات کے ساتھ

جذباتِ محبت کے طوفان اُمنڈ آئے
ملتے ہی نظر اُن سے ارمان اُمنڈ آئے
تاحدِ نظر اُن کے جلووں کا تلاطم ہے
ہر سمت بہاروں کے سامان اُمنڈ آئے
جب عرض کیا میں نے احوالِ دلِ غمگیں
اُن کی بھی نگاہوں میں پیمان اُمنڈ آئے
اُن مست نگاہوں کی مستی پہ فدا ہونے
ایمان کی پوچھو تو ایمان اُمنڈ آئے
جب آنکھ لگی اپنی وہ خوابِ حسیں دیکھا
دل میں تری یادوں کے طوفان اُمنڈ آئے
جب یاد مجھے آیا ساقی کا کرم صادق
کچھ اور مرے دل میں ارمان اُمنڈ آئے

ہستی کے الم کیا ہیں کونین کے غم لے لیں
جو کچھ تو عطا کردے اے دوست وہ ہم لے لیں
اِک بار اگر اپنا کہہ دیں وہ محبت سے
الزام جہاں بھر کے ہم اُن کی قسم لے لیں
وہ راہروِ اُلفت آسودہ نہیں ہوں گے
منزل سے جو کچھ پہلے اس راہ میں دم لے لیں
حاصل تری نسبت سے رندوں کو ہے سرشاری
ساقی یہ تمنّا ہے ہم تیرے قدم لے لیں
دامانِ کرم اُن کا خالی تو نہیں ہوگا
سائل کی دُعائیں بھی اربابِ کرم لے لیں
صادق کو تو حسرت ہے بس تیری محبت کی
جو جاہ و حشم چاہیں وہ جاہ و حشم لے لیں

دل کے ہر گوشے میں تو ہو عاشقی ایسی تو ہو
میں ترا ہوکر رہوں اب زندگی ایسی تو ہو
میرا دل بن جائے اسرارِ محبت کا امیں
تیرے دامن سے مجھے وابستگی ایسی ہو
حسرت و ارماں کا دل سے ہر نشاں جاتا رہے
جس میں ہو تیری رضا میری خوشی ایسی ہو تو
زندگی بھر پائے جاناں ہی پہ سر جھکتا رہے
بندگی کا لُطف جب ہے بندگی ایسی تو ہو
بے نیازِ غم گذر جائیں ہر اک منزل سے ہم
عشق کی راہوں میں دل کو آگہی ایسی تو ہو
منزلِ مقصود بڑھ کر خود بہ خود چومے قدم
کم سے کم عزم و یقین میں پختگی ایسی تو ہو

سننے والوں کے دلوں کو بخش دے نورِ یقین
میرے قصے میں تمھاری روشنی ایسی تو ہو
زندگی بھر ہوش کا عالم نہ ہو مجھ کو نصیب
چشمِ مستِ ناز سے بادہ کشی ایسی تو ہو
میری ہر لغزش پہ آجائے مرے ساقی کو پیار
ہوش سے صادق مجھے بیگانگی ایسی تو ہو

ہر نفس اُن کی بات کی جائے
یوں بسر اب حیات کی جائے
بجھ رہے ہیں چراغ اشکوں کے
کیسے تابندہ رات کی جائے
تشنگی کا یہی تقاضا ہے
چشمِ ساقی سے بات کی جائے
اہتمامِ سفر بھی لازم ہے
کچھ تو فکرِ نجات کی جائے
اپنے ہی غم پہ تبصرہ نہ کروں
کیوں زمانے کی بات کی جائے
زیست کا لطف جب ہے اے صادق
صرف توصیفِ ذات کی جائے

جلوۂ حُسن سے دیوانہ بنایا ہوتا
میری ہستی کو اک افسانہ بنایا ہوتا
نگہِ مست سے دیوانہ بنایا ہوتا
عالمِ ہوش سے بیگانہ بنایا ہوتا
پرتوِ رُخ سے مرے دل کو منور کرتے
رشکِ فردوس یہ کاشانہ بنایا ہوتا
بخش کر اپنی محبت کا خزانہ مجھ کو
غمِ دنیا ہی سے بیگانہ بنایا ہوتا
طالبِ دید پہ اتنا تو کرم فرماتے
کم سے کم طور کا افسانہ بنایا ہوتا
بات تو بندگیِ عشق کی جب تھی صادق
تونے کعبہ درِ جاناں نہ بنایا ہوتا

شیدائے تجلی ہے پروانہ جسے کہیے
اسرار کا محرم ہے دیوانہ جسے کہیے
ساقی کی نگاہوں کا مستانہ جسے کہیے
سرشارِ محبت ہے دیوانہ نہ جسے کہیے
لبریز ہیں پیمانے، مخمور ہیں دیوانے
نظارہ ہے ساقی کا میخانہ جسے کہیے
اُن مست نگاہوں نے سو جام پلائے ہیں
حاصل ہے مجھے ذوقِ رندانہ جسے کہیے
اے ساقیِ میخانہ کچھ اور نوازش ہو
خالی ہے ابھی تک دل، پیمانہ جسے کہیے
معلوم نہیں تجھ کو اے چشمِ تماشائی
آگاہِ حقیقت ہے دیوانہ جسے کہیے
ہر گوشۂ دل میں ہے تصویرِ رُخِ جاناں
یہ دل ہے عجب کعبہ بُت خانہ جسے کہیے
جس دن سے مرے دل کو آباد کیا تم نے
انوار کی جنت ہے کاشانہ جسے کہیے
دُنیا کی زباں پر ہے صادق مرا افسانہ
وہ بندۂ مولیٰ ہوں دیوانہ جسے کہیے

کیا اب تمھاری چشمِ عنایت نہیں رہی
تسکینِ قلب کی کوئی صورت نہیں رہی
اللہ رے بے نیازیِ قلبِ وفا سرشت
اپنے سوا کسی سے شکایت نہیں رہی
اب دل میں تیرے غم کے سوا جانِ آرزو
ارماں نہیں رہا کوئی حسرت نہیں رہی
کہنا تھا جو بھی اُن سے نگاہوں نے کہہ دیا
اب عرضِ آرزو کی ضرورت نہیں رہی
وہ خوبرو ہے اب مری ہستی کا مدّعا
دُنیا کی کچھ نگاہ میں قیمت نہیں رہی
صادق مرے ہی جذبۂ دل میں ہے کچھ کمی
میں کیوں کہوں کہ اُن کو محبت نہیں رہی

عشق تو نام اضطراب کا ہے
اس میں ہر کام اضطراب کا ہے
مضطرب کر گئی نگاہِ دوست
دل پہ الزام اضطراب کا ہے
اُن کی رفتار حشر کا پیغام
کیسا ہنگام اضطراب کا ہے
اب تری یاد میں مرا عالم
صبح و تا شام اضطراب کا ہے
زندگی میں سکون کیا معنی
زندگی نام اضطراب کا ہے
مجھ کو اُن کی تلاش ہے صادق
میرا ہر گام اضطراب کا ہے

تمھارے آستاں سے جس کو نسبت ہوتی جاتی ہے
اُسے حاصل زمانے بھر کی رفعت ہوتی جاتی ہے
کچھ اس انداز سے اُن کی عنایت ہوتی جاتی ہے
تماشا گاہِ عالم میری صورت ہوتی جاتی ہے
تمھارے حسن کے جلوے نگاہوں میں سمائے ہیں
ہماری زندگی تصویرِ حیرت ہوتی جاتی ہے
تمھاری یاد نے وہ روشنی بخشی ہے اشکوں کو
کہ ان سے میرے غم خانے کی زینت ہوتی جاتی ہے
رضائے دوست کی پھر منزلیں آسان ہوتی ہیں
نظر جب واقفِ رازِ مشیّت ہوتی جاتی ہے
وہ جب ساغر پلانا چاہتے ہیں چشمِ میگوں سے
تو پھر ہر ایک پر ان کی عنایت ہوتی جاتی ہے
مرے ذوقِ تمنّا کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
انھیں بھی اب تو کچھ مجھ سے محبت ہوتی جاتی ہے
مری ہستی ہے آئینہ ترے رُخ کی تجلّی کا
زمانے پر عیاں تیری حقیقت ہوتی جاتی ہے
اسی کا نام شاید عشق کی معراج ہے صادق
مرے غم کی کہانی وجہِ شہرت ہوتی جاتی ہے

بندۂ عشق پہ الزام دھرے جاتے ہیں
ان کے ہر روز نئے نام دھرے جاتے ہیں
جب سے حق بات پہ مٹنے کی قسم کھائی ہے
لوگ کچھ اور ہی الزام دھرے جاتے ہیں
پی نہیں سکتے جنھیں رندِ خراباتِ جہاں
میرے ہی سامنے وہ جام دھرے جاتے ہیں
زندگی میں کوئی تسکین کی صورت نہ سہی

قبر میں تو بچے آرام دھرے جاتے ہیں
فطرتِ عشق نہ بدلی ہے نہ بدلے گی کبھی
آپ صادقؔ پہ ہر الزام دھرے جاتے ہیں

کیا کہیں ہم عشق میں کیا بن گئے
ہر نظر میں اک تماشا بن گئے
بندہ پرور کی عنایت ہوگئی
ہم محبت کا سراپا بن گئے
عشق کی معراج ہے ہم کو نصیب
تیری صورت، تیرا نقشہ بن گئے
بارِ ہستی سے سبکدوشی ہوئی
آج ہم تیری تمنا بن گئے
تم سے ہے میری حیات و کائنات
تم سے میرے دین و دُنیا بن گئے
یہ نوازش یہ کرم یہ التفات
آپ صادقؔ کے مسیحا بن گئے

وہ بہارِ چمن بن کے آتے رہے
بزمِ عالم کو رنگیں بناتے رہے
سیکڑوں، غم کے طوفان آتے رہے
ہم مگر عمر بھر مسکراتے رہے
جس قدر حادثے پیش آتے رہے
کچھ مرے حوصلے ہی بڑھاتے رہے
ہم محبت کو پیہم چھپاتے رہے
اشکِ غم پھر بھی آنکھوں میں آتے رہے
اُن پہ کھلتا رہا زندگی کا بھرم
تیرے کوچے میں جو آتے جاتے رہے
دو جہاں میں اُنھیں سرفرازی ملی
تیری چوکھٹ پہ جو سر جُھکاتے رہے
جب بھی اُن کی نگاہیں اُٹھیں بزم میں
ہوش والوں کے بھی ہوش جاتے رہے
گردشِ جام چلتی رہی بزم میں
وہ نگاہوں سے ساغر پلاتے رہے
احتراماً نظر ہم سے اُٹھی نہیں
وہ تو چہرے سے پردہ اُٹھاتے رہے
آندھیاں یاس و حرماں کی چلتی رہیں
ہم چراغِ تمنا جلاتے رہے
ڈگمگائے نہ صادقؔ ہمارے قدم
وہ ہمیں ہر نفس آزماتے رہے

تمھارے در پہ سر اپنا جھکا رہا ہے کوئی
یہیں سے مقصدِ دل اپنا پا رہا ہے کوئی
بہار لے کے نگاہوں میں آرہا ہے کوئی
مری حیات کا گلشن سجا رہا ہے کوئی
نیاز و ناز کا عالم نہ پوچھیے مجھ سے
حجاب میری نظر سے اُٹھا رہا ہے کوئی
چلے بھی آؤ کہ مدّت سے انتظار میں ہے
تمھاری راہ میں آنکھیں بچھا رہا ہے کوئی
کبھی تو ایک نظر بندۂ محبت پر
تمھارے عشق میں خود کو مٹا رہا ہے کوئی

اسی کا نام تو فیضانِ عشق ہے صادق
دل و نگاہ کو پھر یاد آرہا ہے کوئی

محبت روز کروٹ لے رہی ہے
جنوں افروز کروٹ لے رہی ہے
ترے دیوانے کی ہر صبحِ رنگین
سبق آموز کروٹ لے رہی ہے
محبت میں ہماری زندگانی
طرب افروز کروٹ لے رہی ہے
خدا رکھے تری محشر خرامی
قیامت روز کروٹ لے رہی ہے
خُدا جانے وہ کب آئیں گے صادق
تمنّا روز کروٹ لے رہی ہے

مرے مالک مجھے ایسی نظر دے
جو ذوقِ دید کی تکمیل کردے
عطا کردے مجھے بھی ذوقِ سجدہ
شعورِ بندگی بیدار کر دے
بڑی بے رنگ سی ہے دل کی محفل
مری ہستی میں اپنا رنگ بھر دے
میں اک مدّت سے تشنہ لب ہوں ساقی
نگاہِ مست سے مخمور کر دے
نقابِ رُخ اٹھا اے جانِ عالم
سکونِ قلب، آرامِ جگر دے
نہ چھائے جس پہ دُنیا کا اندھیرا
مری ہستی کو وہ نورِ سحر دے
بہت تاریک ہیں دُنیا کی راہیں
تجلّی سے نظر تابندہ کر دے
ترا ارمان ہے تیری تمنا
سوالی ہوں مرے دامن کو بھر دے
نگاہِ دوست کا منشا ہے صادق
تو اپنی زندگی قربان کر دے

دل کی آواز نظر ہے تیری
عشق کا راز نظر ہے تیری
مُردہ جذبات ہوئے ہیں زندہ
حسنِ اعجاز نظر ہے تیری
مجھ کو دُنیا کی نہیں کچھ پروا
میری دَمساز نظر ہے تیری
تجھ سے کیا حال کہوں میں دل کا
محرمِ راز نظر ہے تیری
میرے دل کو بھی مجلّی کردے
آئینہ ساز نظر ہے تیری
وجد میں یوں بھی ہے روحِ صادق
نغمہ و ساز نظر ہے تیری

آپ تک بات ہماری پہنچی
شرحِ حالات ہماری پہنچی
جس جگہ کوئی نہیں پہنچا تھا
اُس جگہ ذات ہماری پہنچی

کیوں سُنی جاتی نہ دل کی آواز
عرش تک بات ہماری پہنچی
اُن کی خاطر جو مٹایا خود کو
پھر کہیں بات ہماری پہنچی
جان و دل نذر کئے اے صادقؔ
اُن کو سوغات ہماری پہنچی

تیری نظر سے دل کو سکوں ہے قرار ہے
تیرے کرم سے میرے چمن میں بہار ہے
ہر غم پہ مسکرانا ہمارا شعار ہے
بنیادِ ظرفِ عشق بہت پائیدار ہے
بندہ نواز مجھ کو بھی توفیقِ شکر دے
میرے دل و نظر پہ تجھے اختیار ہے
بندہ گناہگار ہے کچھ اس میں شک نہیں
تیری نگاہِ لطف کا امیدوار ہے
یہ کون آج بزمِ تمنا میں آگیا
نکھرا ہوا نگاہ میں رنگِ بہار ہے
مجھ سے اگر زمانہ بھی برگشتہ ہو تو ہو
میں مطمئن ہوں میری طرف چشمِ یار ہے
دُنیا سمجھ رہی ہے مرا کوئی بھی نہیں
مجھ کو یقین ہے مرا پروردگار ہے
بخشا ہے عشق نے مجھے وہ دورِ زندگی
شوقِ وصال ہے نہ غمِ انتظار ہے
لاکھوں چراغ ہم سے کریں گے ضیا طلب
صادقؔ ہمارے دل میں غمِ عشقِ یار ہے

ساقی تری آنکھوں کی تسخیر کا کیا کہنا
ہے وجد میں اک عالم تاثیر کا کیا کہنا
ہر دل ہے تمنائی ہر آنکھ ہے شیدائی
اُس جانِ دو عالم کی تصویر کا کیا کہنا
کونین کا ہر گوشہ جلووں سے منور ہے
اے حسنِ ازل تیری تنویر کا کیا کہنا
بے دام جو بکتا ہے بازارِ محبت میں
اُس بندۂ مولا کی تقدیر کا کیا کہنا
رندانِ محبت کے ہیں قلب و نظر روشن
میخانۂ عرفاں کی تنویر کا کیا کہنا
صد شکر خطائیں بھی صادقؔ مرے کام آئیں
مائل بہ کرم ہیں وہ، تقصیر کا کیا کہنا

میں نے تلاش کرکے ہر اک دل کشی کی بات
کہہ دی ہے اک جہاں سے تری سادگی کی بات
تعریف تو سُنی ہے بہت خلد کی مگر
تیری گلی کی بات ہے تیری گلی کی بات
کہتے ہیں مسکراکے مرے عرضِ حال پر
تیری تو بات بات ہے دیوانگی کی بات
میرے لئے تو دونوں ہیں تیرے کرم کا فیض
کوئی الم کی بات ہو یا ہو خوشی کی بات
مقصود اُن کو نقشِ کفِ پائے دوست ہے
اہلِ جنوں سے پوچھے کوئی بندگی کی بات
صادقؔ سرِ نیاز جھکاتے رہے بہت
جب تک نہ دل جھکا نہ بنی بندگی کی بات

محبت کے لئے دیوانہ پن تک کون پہنچے گا
ہمیں پہنچیں گے جانِ انجمن تک کون پہنچے گا

ازل ہی سے ہمیں تو پیرِ میخانہ سے نسبت ہے
ہماری طرح صہبائے کہن تک کون پہنچے گا

ہمیں ہے اُنسیت خاروں سے پھولوں سے محبت ہے
بقدرِ ذوق اُس جانِ چمن تک کون پہنچے گا

غمِ فرقت میں اشکوں کی روانی دیکھنے والو
مری آنکھوں کے ان گنگ و جمن تک کون پہنچے گا

ہمیں تو ہیں چراغِ راہِ منزل تیری راہوں میں
ہمارے بعد تیری انجمن تک کون پہنچے گا

خدا رکھے تمہاری شانِ محبوبی کا یہ عالم
حسینوں میں تمہارے بانکپن تک کون پہنچے گا

ہمیں پر ختم ہے صحرا نوردی اہلِ وحشت کی
ہمارے بعد پھر دشت و دمن تک کون پہنچے گا

جلادوں گا میں سوزِ عزم سے بدبینِ گلشن کو
مرے ہوتے ہوئے میرے چمن تک کون پہنچے گا

محبت کا نہیں عرفان جب صادقؔ زمانے میں
ہمارے جذبۂ دل کی لگن تک کون پہنچے گا

کس قدر تابندگی ہے عاشقی کی راہ میں
روشنی ہی روشنی ہے زندگی کی راہ میں

کاش وہ نذرانۂ عشق و وفا کرلے قبول
جان و دل لے کر چلے ہیں ہم اُسی کی راہ میں

سوچتا ہوں اپنے دامن کو بچاؤں کس طرح
ہر طرف کانٹے بچھے ہیں دوستی کی راہ میں

اپنے اپنے ظرف پر مبنی ہے حاصل عشق کا
غم سے آسودہ ہوا ہوں میں کسی کی راہ میں

جیتے جی تو کش مکش اب ختم ہوسکتی نہیں
عمر بھر سود و زیاں ہیں آدمی کی راہ میں

آخر آخر مل گیا صادقؔ نشاطِ زندگی
اوّل اوّل ٹھوکریں کھائیں کسی کی راہ میں

کسی کو جب مرا دیوانہ پن یاد آگیا ہوگا
تو پھر اہلِ محبت کا چلن یاد آگیا ہوگا

بہر ساعت ہیں جلووں کے لئے جو مضطرب آنکھیں
نگاہوں کو وہ جانِ انجمن یاد آگیا ہوگا

جنونِ شوق کی سرگرمیاں جو رنگ لائی ہیں
بہاریں دیکھ کر رشکِ چمن یاد آگیا ہوگا

وہی تو رو رہے ہوں گے لہو اے شامِ تنہائی
جنھیں غربت کی راہوں میں وطن یاد آگیا ہوگا

تعجب ہے سرِ محفل ہیں اُن کی آنکھ میں آنسو
کوئی افسانہ اُن کو دل شکن یاد آگیا ہوگا

محبت آفریں نغمات ہیں اب اُن کے ہونٹوں پر
اُنھیں صادقؔ کا اندازِ سخن یاد آگیا ہوگا

بزمِ جہاں میں کون ہے جس پر تیرے انعامات نہیں
کس پر تیرا لُطف نہیں ہے کس پر احسانات نہیں

تیرے ہاتھ میں ہاتھ ہے میرا یہ دُنیا کی بات نہیں
تیرے کرم کا فیض ہے ورنہ میری کچھ اوقات نہیں

میری چشمِ شوق میں تم سے بہتر کوئی ذات نہیں
روٹھ گئے تم عرضِ طلب پر یہ تو کوئی بات نہیں

آپ ذرا تشریف تو لائیں آپ ذرا زحمت تو کریں
آپ کو ہم جاں پیش کریں گے اور کوئی سوغات نہیں
میرے ذوقِ دید کا عالم جو کل تھا وہ آج بھی ہے
کس نے کہاں اب عشق وطلب میں میرے وہ جذبات نہیں
میرے دل کے ہر گوشے میں تم ہی تم ہو جلوہ نما
میری محبت کے گلشن میں اور کسی کی ذات نہیں
میری زبانِ دل پر ہردم ذکر ہے تیرا نام ترا
جن میں تیری یاد نہ آئے وہ میرے دن رات نہیں
تیری شانِ بندہ نوازی سارے جہاں میں ہے مشہور
جس کو چاہے اُس کو نوازے تیرے لئے کچھ بات نہیں
اپنا تو نے مجھ کو بنایا غم سے نوازا درد دیا
تیری ذاتِ پاک کے صدقے تجھ سی کوئی ذات نہیں
تیری جفاؤں کے دامن میں، میں نے وفائیں بھر دی ہیں
پھر بھی تیرے عشق میں مجھ پر کیا کیا الزامات نہیں
میرے دل پر کیا گزری ہے تم سے بچھڑ کر فرقت میں
رہنے دو یہ بات نہ پوچھو کہنے کی یہ بات نہیں
آپ مرا کچھ حال نہ سمجھیں بات یہ کیسے ممکن ہے
کیا میرے اشکوں کی روانی تفسیرِ حالات نہیں
عشق کی بازی ہے وہ بازی ہار کے جیتی جاتی ہے
آپ یہ سمجھے مات ہوئی ہے میرے لئے یہ مات نہیں
صادق تیرے در کا گدا ہے صادق پر بھی چشمِ کرم
بخش دے اپنے حُسن کا صدقہ اور کوئی خیرات نہیں

آپ کے غم دل میں جو بستے رہیں
ہم پر آساں عشق کے رستے ہیں
تیرے دیوانے نہ بدلیں گے چلن
لاکھ دُنیا کے ستم ڈستے رہیں
عشق کی قیمت ہمیں معلوم ہے
جان بھی جائے تو ہم سستے رہیں
قائم و دائم رہیں دیر و حرم
آپ سے ملنے کے کچھ رستے رہیں
عمر بھر ہم بھی رہیں گے گامزن
لاکھ پُرخم عشق کے رستے رہیں
کس کو صادق عشق میں الزام دوں
جب مجھے جذبات ہی ڈستے رہیں

تری چشمِ کرم رحمت بنے گی
دل و جاں کے لئے راحت بنے گی
بنے گی آپ کی نسبت سہارا
یہ وجہِ بخشش و رحمت بنے گی
عطا کردو مجھے اپنی محبت
مرے دل کی یہی دولت بنے گی
توجہ کیجئے اے بندہ پرور
نگاہِ لطف سے قسمت بنے گی
کرم درکار ہے صادق کو تیرا
یہی جینے کی اک صورت بنے گی

ٹھہر جاؤ نہ جاؤ چاند تارے ڈوب جانے دو
تمناؤں کے یہ روشن سہارے ڈوب جانے دو
خدارا میرے اشکوں کو نہ لو تم اپنے دامن میں
مرے دریائے ہستی کے کنارے ڈوب جانے دو

نہ گھبراؤ چمک اُٹھے گا روئے ماہِ تاباں بھی
ذرا تم شب کے پروردہ ستارے ڈوب جانے دو

وہ جن سے جذبۂ جوشِ جنوں ملتا ہے اُلفت میں
مرے ساغر میں تم ایسے اشارے ڈوب جانے دو

مقامِ زندگی ملتا ہے فیضِ عشق سے صادقؔ
مرے دل میں محبت کے شرارے ڈوب جانے دو

جب سے تمھاری راہ میں ہم گامزن ہوئے
قصّے بیاں ہمارے چمن در چمن ہوئے

اب لاج رکھ نہ رکھ تجھے اختیار ہے
رسوا ترے لئے تو ترے خستہ تن ہوئے

ہونے کو اور بھی ہیں بہت سے حسین مگر
وہ آپ ہیں جو زینتِ ہر انجمن ہوئے

جب سے میں تیرے جلوۂ رُخ پر نثار ہوں
میری نظر میں، ہیچ گل و یاسمن ہوئے

عشق و وفا کو بخش گئے عمرِ جاوداں
وہ اہلِ دل جو زینتِ دار و رسَن ہوئے

لائی ہے رنگ آبلہ پائی بہار میں
مانوس ہم سے سینکڑوں دشت و دمن ہوئے

جن کی تھی مجھ کو ایک زمانے سے آرزو
صد شکر میرے دل میں وہ جلوہ فگن ہوئے

ایک ایک شعر پر ملی کاوش کی ہم کو داد
ہم ان کی انجمن میں جو گرمِ سخن ہوئے

اُس چشمِ التفات کا فیضان دیکھئے
صادقؔ ہم اپنی ذات سے ایک انجمن ہوئے

تمھارے عشق کی صہبا ہمارے ساتھ جائے گی
سرور و کیف کی دنیا ہمارے ساتھ جائے گی

ہمارا گوہرِ مقصود بن کر ہی زمانے سے
تمنائے رُخِ زیبا ہمارے ساتھ جائے گی

نشاطِ عشق سے ہم کو ہے نسبت ہم ہیں دیوانے
بہارِ حسن کی دُنیا ہمارے ساتھ جائے گی

نہ ہوگی کوئی مشکل ہم کو منزل تک پہنچنے میں
تجلّیِ نقوشِ پا ہمارے ساتھ جائے گی

ہمیں معلوم ہے اہلِ جہاں کی دوستی صادقؔ
یہ دُنیا دو قدم بھی کیا ہمارے ساتھ جائے گی

شمع کی زندگی تو کچھ بھی نہیں
عمر اک رات کی تو کچھ بھی نہیں

اُن کی حسرت میں خود فنا ہو جا
ہوش کی بندگی تو کچھ بھی نہیں

جلوۂ روئے یار کیا کہنا
دہر کی دلکشی تو کچھ بھی نہیں

اُن کے قدموں پہ جب نہ سجدے ہوں
شوکتِ بندگی تو کچھ بھی نہیں

شدّتِ درد اور بڑھنے دو
عشق میرا ابھی تو کچھ بھی نہیں

راہِ عشق و طلب میں اے صادقؔ
عقل کی رہبری تو کچھ بھی نہیں

عشق کی پرواز کچھ ہے تو سہی
قربِ بزمِ ناز کچھ ہے تو سہی

عرض کر دیتا ہوں اُس سے حالِ دل
وہ مرا دم ساز کچھ ہے تو سہی

میں ترے حسنِ تبسم کے نثار
لطف کا انداز کچھ ہے تو سہی

درد کی دولت میسر ہے مجھے
دل امینِ راز کچھ ہے تو سہی

مل رہا ہے اک نہ اک غم کا پیام
زیست کا آغاز کچھ ہے تو سہی

عشق کے نغمے ہیں ہر شام و سحر
دل میں سوز و ساز کچھ ہے تو سہی

زندگی ہے معصیت کا آئینہ
پھر بھی اس پر ناز کچھ ہے تو سہی

فیضِ حافظ سے ہمارے جام میں
بادۂ شیراز کچھ ہے تو سہی

وہ بھی صادق گوش بر آواز ہیں
اب مری آواز کچھ ہے تو سہی

تمھاری راہ میں اہلِ وفا سنبھل کے چلے
یہ اور بات کہ رستے بدل بدل کے چلے

طوافِ کوچۂ جاناں تھی آرزو، جن کی
وہ راہِ عشق میں مثلِ چراغ جل کے چلے

ہزاروں طالبِ دیدار ہوش کھو بیٹھے
حریمِ ناز سے جس وقت وہ نکل کے چلے

غم و الم اُنھیں بخشے جہاں کے لوگوں نے
تمھارے عشق کے سانچے میں جو بھی ڈھل کے چلے

شہیدِ عشق کا خوں رنگ لا کے رہتا ہے
مٹا رہے تھے جو مجھ کو وہ ہاتھ مل کے چلے

جو عالی ظرف نہیں تھے وہ ہوگئے مغرور
جو عالی ظرف تھے صادق وہ کب اچھل کے چلے

تم اپنی طلب میرے امکان میں رکھ دینا
یہ دولتِ ایماں بھی ارمان میں رکھ دینا

جو راز تمھارا ہے جو بات تمھاری ہے
وہ میرے فسانے کے عنوان میں رکھ دینا

ہر شے میں تمھاری ہی تصویر نظر آئے
ایسی بھی ادا کوئی پہچان میں رکھ دینا

تم سامنے آجانا موجوں کے تلاطم میں
منظر کوئی ساحل کا طوفان میں رکھ دینا

دیدار کی حسرت میں ایک ایک نفس گذرے
یہ ذوق بھی بندے کے عرفان میں رکھ دینا

صادق کے لئے آقا اک جامِ مئے کوثر
تم اپنی نگاہوں کے فیضان میں رکھ دینا

اگر مجھ پر تری چشمِ عنایت اور ہو جاتی
تو میری زندگی کی زیب و زینت اور ہو جاتی

مجھے ایثارِ الفت پر جو قدرت اور ہو جاتی
نگاہِ دوست میں پھر میری قیمت اور ہو جاتی

مرا ظلمت کدہ بھی مطلعِ انوار ہو جاتا
مرے دل میں جو روشن شمعِ اُلفت اور ہو جاتی

جو تم میرے دلِ برباد کو آباد کر دیتے

تو میرے غم کدے کی شان و شوکت اور ہو جاتی
مری ہستی اگر آئینہ بن جاتی محبت کا
تمھارے حسن کی دُنیا میں شہرت اور ہو جاتی
بہت اچھا کیا پنہاں رہے تم لاکھ پردوں میں
نہیں تو میرے قلب وجاں کو وحشت اور ہو جاتی
اگر تم دیکھ لیتے مجھ کو اپنی چشمِ میگوں سے
مری نظروں میں ہر شے کی حقیقت اور ہو جاتی
گناہوں کا ہر اک دھبہ مرے دامن سے دھل جاتا
جو مجھ پر بارشِ انوار و رحمت اور ہو جاتی
جو تم کچھ اور الطاف و کرم سے کام لے لیتے
تو پھر مشہور صادقؔ کی صداقت اور ہو جاتی

جب کوئی برقِ نظر دل سے مرے آن ملی
میری آنکھوں کو ترے حُسن کی پہچان ملی
چارہ سازی کے لئے یوں تو زمانہ تھا مگر
تیری ہی ذات مرے درد کی درمان ملی
حادثہ جب بھی مجھے پیش کوئی آیا ہے
آپ کی ذات پسِ پردہ نگہبان ملی
تیری یادوں کے دیئے دل میں جلا تو لیتے
غمِ دُنیا سے نہ فرصت کسی عنوان ملی
کیا ہوا جو نہ ملا عیشِ جہاں اے صادقؔ
لذتِ عشق تو دل کے لئے ہر آن ملی

بخش دے اپنی محبت میرے دل کو شاد کر
اب تو اس برباد گھر کو بھی ذرا آباد کر
میں تو بندہ ہوں مرا شیوہ ہے تسلیم و رضا
میرے حق میں تو جو چاہے شوق سے ارشاد کر
ہر قدم ہے آزمائش ہر قدم ہے امتحان
اے خیالِ دوست اب تو ہی مری امداد کر
خود ہی وہ مجبور ہو جائیں عنایت کے لئے
روبرو اُن کے کبھی اِس درد سے فریاد کر
عشق میں تو اپنی ہستی کا گماں بھی کفر ہے
بھول جا خود کو، بہر صورت اُسی کو یاد کر
گوشۂ دل میں چُھپالے جو بھی غم صادقؔ ملے
اِس طرح محکم تو اُن کے عشق کی بنیاد کر

تیری ہستی ہے اک ایسا آفتاب
جس نے ذرّوں کو عطا کی آب و تاب
تجھ سے روشن ماہتاب و آفتاب
غنچہ و گل میں ترا حسن و شباب
ہر حقیقت ہو رہی ہے بے نقاب
کھل رہے ہیں مجھ پہ سب عیب و ثواب
مرحبا اے دستِ احساسِ خودی
زندگی کے رُخ سے الٹا ہے نقاب
وہ مری دُنیائے دل میں آگئے
مل گئی مجھ کو مری تعبیرِ خواب
نغمۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں
چھیڑتے کیوں ہو مرے دل کا رباب
ہم نے طے کی ہیں وفا کی منزلیں
ہم نے دیکھے ہیں ہزاروں انقلاب

آسرا ہے تیری رحمت کا مجھے
میرے دامن میں ہیں عصیاں بے حساب
پیرِ میخانہ کے لطفِ خاص نے
مجھ کو اے صادق کیا ہے انتخاب

چشمِ ساقی کی مہربانی سے
مست ہوں کیفِ جاودانی سے
روشنی ہے غریب خانے میں
تیرے جلووں کی ضوفشانی سے
تجھ کو پہچان ہی لیا میں نے
تیرے اندازِ مہربانی سے
بزمِ کونین جگمگاتی ہے
روئے جاناں کی ضوفشانی سے
میری کشتی کو مل گیا ساحل
ناخدا تیری پاسبانی سے
مجھ کو صادق نہ کیوں کہے دُنیا
کام لیتا ہوں حق بیانی سے

میں کہاں تھا رسائی کے قابل
تو نے بخشی مجھے مری منزل
یوں تو کچھ بھی نہیں ترے قابل
پیشِ خدمت ہے نذرانۂ دل
کام آیا ہے تیرا سہارا
سخت تر تھے وفا کے مراحل
میرے دل نے تمھیں کو پکارا
آپڑی مجھ پہ جب کوئی مشکل
تو نے اعزازِ دیدار بخشا
میں نہ تھا تیرے جلووں کے قابل
میں ہوں صادق پرستارِ جاناں
کوچۂ عشق ہے مری منزل

عشق میں ہر منزلِ دشوار سے گزرے ہیں ہم
کربلا سے مصر کے بازار سے گزرے ہیں ہم
دشت و صحرا سے گل و گلزار سے گزرے ہیں ہم
ہر گزرگاہِ دیارِ یار سے گزرے ہیں ہم
ہم نے طے کی ہیں رہِ صبر و رضا کی منزلیں
عشق میں ہر کوچہ و بازار سے گزرے ہیں ہم
توڑ کر قیدِ تعیّن چھوڑ کر اپنا خیال
گاہِ گاہِ جلوہ گاہِ یار سے گزرے ہیں ہم
ہم سے پوچھو ہم بتائیں گے تمھیں معراجِ عشق
پردہ ہائے حسن کے اسرار سے گزرے ہیں ہم
عشق میں بے سود ہوتی ہے خرد کی رہبری
ہوش کھو کر عالمِ انوار سے گزرے ہیں ہم
پیکرِ ایثار و قربانی ہماری ذات ہے
امتحانِ عاشقی میں دار سے گزرے ہیں ہم
ہم نے رندی میں بھی آدابِ وفا چھوڑے نہیں
بیخودی میں بھی بہت ہشیار سے گزرے ہیں ہم
ہم ہیں اے صادق امینِ رازہائے زندگی
مسکرا کر اس رہِ پر خار سے گزرے ہیں ہم

غم لاکھ ہیں دل میرا پریشاں تو نہیں ہے
یہ تیرا کرم اے شہِ خوباں تو نہیں ہے

ہر منزلِ ہستی سے گزر جاتا ہوں بے خوف
ہمراہ مِرے آپ کا ارماں تو نہیں ہے

انوار و تجلّی کا گلستاں ہے نظر میں
یہ معجزۂ جلوۂ جاناں تو نہیں ہے

تعبیر تمھیں تم ہو مرے خوابِ حسیں کی
دُنیا مرے خوابوں کا گلستاں تو نہیں ہے

ہے لاکھ حجابوں میں ترا حُسن مگر تُو
میری نِگہِ شوق سے پنہاں تو نہیں ہے

صادقؔ ہے ترے دل میں محبت ہی محبت
یہ اُن کی عنایات کا احساں تو نہیں ہے

عشق میں جو لوگ تیرے در کی دربانی کریں
اُن کو حق حاصل ہے وہ دُنیا کی سلطانی کریں

اُن کو حاصل دو جہاں میں سرفرازی کیوں نہ ہو
آستاں پر آپ کے جو پیش پیشانی کریں

مجھ کو دُنیا کے کسی طوفاں کا غم ہو کس لئے
آپ جب میرے سفینے کی نگہبانی کریں

اور بھی شکلیں ہیں اے جوشِ جنوں معراج کی
کس لئے اہلِ وفا پھر چاک دامانی کریں

جن کے ہاتھوں سے ہوئی پامال میری زندگی
کیا تعجب ہے وہ اظہارِ پشیمانی کریں

وقت ہے اب جس قدر بھی لغزشیں صادقؔ ہوئیں
آؤ اب اپنے گناہوں پر پشیمانی کریں

جہاں میں کون تجھ سا خُوبرُو ہے
سراپا حُسن کی تصویر تُو ہے

نگاہِ آرزو میں جب سے تُو ہے
طبیعت بے نیازِ رنگ و بُو ہے

مری ہر بات تیری گفتگو ہے
مِرے احساس کی دُنیا ہی تو ہے

یہ ہے معراج ذوقِ بندگی کی
ترے در پر جبینِ آرزو ہے

تصدُّق کیوں نہ ہوں تجھ پر دل و جاں
میں پروانہ ہوں میری شمع تُو ہے

تری ذاتِ مُبیں کا میں ہوں مظہر
مِری صورت کے آئینے میں تُو ہے

مِرا ہر اشک ہے افسانہ غم
مِرے ہر اشک میں دِل کا لہُو ہے

ہے تیری ذات پر مُجھ کو بھروسہ
مِرے عزم و یقیں کی جان تُو ہے

مہک اُٹھا خیالوں کا گلستاں
نظر میں تیری زُلفِ مُشک بُو ہے

مِرے ہر سانس میں ہے تیری خُوشبو
میں تیرا ہوں مِری آواز تُو ہے

کیے سیراب میں نے دشت و صحرا
مِرا ذوقِ جنوں اب سُرخرو ہے

تری ہستی سے رونق ہے جہاں کی
ترا جلوہ جہاں میں چار سُو ہے

دلِ وحشی تری وحشت کے صدقے

عجب انداز کا دیوانہ تو ہے
تمھارا کہہ رہی ہے مجھ کو دُنیا
تمھارے ہاتھ میری آبرُو ہے
نظر صادق کی ہے تیرے کرم پر
خطائیں بخش دینا تیری خُو ہے

نظروں نے مری اُس گُلِ خنداں کو چُنا ہے
اُلفت کے لئے جانِ گلستاں کو چُنا ہے
کیا پیش کریں تجھ کو محبت کی طلب میں
بس ہم نے پئے نذر دل و جاں کو چُنا ہے
رازِ حرم و دیر سے واقف ہے مرا دِل
سجدوں نے مرے کوچۂ جاناں کو چُنا ہے
دل اپنا نہیں بادۂ رنگیں کا طلبگار
ہم نے نگہِ ساقیِ دوراں کو چُنا ہے
اُس رشکِ مسیحا سے لگا رکھی ہے اُمیّد
بیمارِ غمِ عِشق ہوں، درماں کو چُنا ہے
فردوس مُبارک ہو تجھے طالبِ فردوس
صادق نے تو سنگِ درِ جاناں کو چُنا ہے

نگاہیں تھیں جن کی چراغوں کی ضَو تک
نہ پہنچے مرے دل کے داغوں کی ضو تک
یہ خورشید و مہتاب اب تک نہ پہنچے
ترے میکدے کے ایاغوں کی ضو تک
شب ہجر کہتا ہے جس کو زمانہ
یہ ہے آنسوؤں کے چراغوں کی ضو تک
ہے انفاس کا سِلسلہ ٹوٹنے کو
یہ صادق ہیں شب کے چراغوں کی ضَو تک

وہ بھی وقت آیا تھا جب وہ زیبِ فرازِ بام ہوئے
لیکن تابِ دید کسے تھی اہلِ نظر ناکام ہوئے
رفتہ رفتہ جوشِ جنونِ عشق ہمیں راس آ ہی گیا
ہر لمحہ تسکینِ دل کو اُن کے جلوے عام ہوئے
اُن کا کیف ہے اُن کی مستی اُن کی ہستی رشکِ جہاں
ساقی کی آنکھوں سے میسّر جن رندوں کو جام ہوئے
وہ آنکھیں وہ زُلفیں وہ رُخ وہ غمزے وہ ناز و ادا
کس نے اسیرِ دام کیا ہم خود ہی اسیرِ دام ہوئے
ہم ہیں سراپا عشق و محبت ہم ہیں امینِ رازِ وفا
روزِ ازل سے اپنا مقدّر درد و غم و آلام ہوئے
مجھ کو مٹانے میں اے صادق دُنیا تو سرگرم رہی
لیکن اُن کی یاد کے لمحے جینے کا پیغام ہوئے

سیکڑوں غنچوں میں روحِ گلستاں کوئی نہ تھا
آپ جیسا خوبروئے دو جہاں کوئی نہ تھا
عشق کی دُنیا میں میرا رازداں کوئی نہ تھا
صرف میں تھا اور وہ تھے درمیاں کوئی نہ تھا
رہگذر میں اُن کی مجھ سا بے نشاں کوئی نہ تھا
جُز مرے میرا شریکِ داستاں کوئی نہ تھا
آپ نے جلوہ دکھا کر بخش دی مجھ کو حیات
ورنہ پہلے آرزوؤں کا جہاں کوئی نہ تھا
کیا ہوا کس طرح یہ سرمایۂ دل جل گیا

دل میں جب تیرے سوا جلوہ کناں کوئی نہ تھا
عشق آگے لے کے پہنچا سرحدِ ادراک سے
مجھ سے اس منزل میں پہلے کارواں کوئی نہ تھا
کیسے مل جاتا ملائک کو ہمارا مرتبہ
اُن میں ہم سا حاملِ دردِ نہاں کوئی نہ تھا
حادثے صادقؔ جو پیش آئے ہیں راہِ زیست میں
وہ مرے مقسوم میں تھے امتحاں کوئی نہ تھا

نگار خانۂ شیشہ گراں کی بات کریں
جہاں کو دیکھیں خدائے جہاں کی بات کریں
ہم اہلِ عشق نہ سود و زیاں کی بات کریں
نفس نفس اُسی جانِ جہاں کی بات کریں
ابھی سے ذکر ہے کیا منزلِ آشنائی کا
ابھی تو گردِ رہِ کارواں کی بات کریں
ہمیں تو تجھ سے تعلق ہے تجھ سے مطلب ہے
زمانے والے بہار و خزاں کی بات کریں
جو چاہتے ہیں کہ روشن ہوں زیست کی راہیں
وہ تیری رہگذرِ کہکشاں کی بات کریں
کوئی بھی محرمِ اسرارِ غم نہیں ملتا
کسی سے کیا غمِ سوزِ نہاں کی بات کریں
بہار جن کو ملی ہے کریں وہ ذکرِ بہار
اُجڑنے والے غمِ آشیاں کی بات کریں
ہمارے ظرفِ وفا کا یہی تقاضا ہے
رہیں قفس میں مگر گلستاں کی بات کریں
اگر نہ بات کریں کوئی دوست کی صادقؔ
غمِ زمانہ کے مارے کہاں کی بات کریں

ترے دیوانے تیرے سایۂ دامن میں رہتے ہیں
جو اہلِ ہوش ہیں وہ اک نہ اک الجھن میں رہتے ہیں
غرض کیا ہے کلیم و طور کا افسانہ ہم چھیڑیں
ترے جلوے نظر کی وادیِ ایمن میں رہتے ہیں
نہیں کچھ بھی فقط اپنی نظر کی نارسائی ہے
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ وہ چلمن میں رہتے ہیں
جہانِ زندگی میں ہر طرف رقصِ بہاراں ہے
زہے قسمت وہ میری زیست کے گلشن میں رہتے ہیں
سوا میرے اب ان اشکوں کی قیمت کون سمجھے گا
جو پلکوں سے ڈھل کر آپ کے دامن میں رہتے ہیں
مجھے معلوم ہے انجام فرطِ شادمانی کا
ہزاروں رنج و غم صادقؔ مرے دامن میں رہتے ہیں

آپ اگر ہم کو عطا دیدۂ بینا کرتے
ہر طرف آپ کے جلوؤں ہی کو دیکھا کرتے
آپ نے اپنی حقیقت ہی چھپا رکھی ہے
ورنہ سب اہلِ جہاں آپ کی پوجا کرتے
آپ کے در کو سمجھتے ہیں جو کعبۂ اپنا
آپ یہ کہیے کہاں جاکے وہ سجدہ کرتے
اک زمانے سے ہوں اُمیدِ کرم پر زندہ
چشمِ رحمت سے مرے غم کا مداوا کرتے
قافلے والوں میں میرا بھی بھرم رہ جاتا
میری منزل سے جو تم مجھ کو شناسا کرتے
التجا اتنی ہے صادقؔ کہ شہِ کون و مکاں
اپنے جلوؤں سے مرے دل میں اُجالا کرتے

دل سراپا نور ہونے تو لگا
جلوہ گاہِ طور ہونے تو لگا
چشمِ ساقی کی عنایت کے طفیل
تشنہ لب مخمور ہونے تو لگا
ضو فشاں دل میں یہ فیضِ عشقِ دوست
جذبۂ منصور ہونے تو لگا
وہ تصوّر میں مرے رہنے لگے
ہجر کا غم دوُر ہونے تو لگا
رنگ لایا میرے نغموں کا سُرور
اک جہاں مخمور ہونے تو لگا
وہ مرے حالِ زبوں کو دیکھ کر
لُطف پر مجبور ہونے تو لگا
عشق کی تکمیل بھی ہو جائے گی
اُن کا دل مسحور ہونے تو لگا
اور کیا درکار ہے اے عشقِ دوست
درد سے دل چوُر ہونے تو لگا
شکر ہے صادقؔ بھی شہرِ عشق میں
آپ کا مشہور ہونے تو لگا

چراغِ راہِ محبت وہ ہستیاں نہ ہوئیں
جو مِٹ کے تیرے لئے گردِ کارواں نہ ہوئیں
تُو لاکھ پردوں میں چھپ کر نہ چھپ سکا ہم سے
حقیقتیں تری ظاہر کہاں کہاں نہ ہوئیں
رہے جہان کے مجھ پر ستم کے بعد ستم
نگاہیں اُن کی مگر مجھ سے بدگماں نہ ہوئیں
جو تیرے عاشق و شیدا نہ ہوسکے دل سے
نصیب ان کو محبت کی تلخیاں نہ ہوئیں
ابھی ہے جذبۂ وحشت میں کچھ کمی شاید
جو میرے جامۂ ہستی کی دھجیاں نہ ہوئیں
ہزار شعر حسیں سے حسیں کہے صادقؔ
جمالِ دوست کی کیفیتیں بیاں نہ ہوئیں

جب کوئی بزم سے محرومِ کرم جاتا ہے
آپ کی بندہ نوازی کا بھرم جاتا ہے
تیرے بیمارِ محبت کو ہمیشہ کے لئے
نیند آجائے گی اے جاں کوئی دم جاتا ہے
جب کوئی بات بگڑ جاتی ہے بنتے بنتے
میرا کیا جاتا ہے تیرا ہی بھرم جاتا ہے
تشنہ رہ جاتا ہے جب رندِ خرابات کوئی
آپ کی مست نگاہی کا بھرم جاتا ہے
اک نظر اب تو ذرا عاشقِ صادقؔ کی طرف
تیرے کوچے سے ترا بندۂ غم جاتا ہے

آپ کی چشمِ کرم جینے کا ساماں ہوگئی
میری دُنیائے محبت بھی درخشاں ہوگئی
جب تمھاری ذات میرے دل میں مہماں ہوگئی
میری ہستی محرمِ اسرارِ پنہاں ہوگئی
جس کی ہستی آپ کے قدموں پہ قرباں ہوگئی
اس کو حاصل عشق میں معراجِ عرفاں ہوگئی
آپ کی ہستی سراپا حُسن کی تنویر ہے

آپ کے جلووں سے ہر محفل درخشاں ہوگئی
دل کا کاشانہ کسی ظلمت کدے سے کم نہ تھا
آپ کی نسبت سے شمعِ دل فروزاں ہوگئی
داورِ محشر نے صادقؔ کی خطائیں بخش دیں
میری چشمِ نم مری بخشش کا ساماں ہوگئی

آپ کے پیغام روز و شب ملے
تشنہ لب کو جام روز و شب ملے
عشق کے انعام روز و شب ملے
سیکڑوں الزام روز و شب ملے
تم مرے دل میں سما جاؤ اگر
رُوح کو آرام روز و شب ملے
جو رہے تیری نگاہوں پر نثار
دِل وہ زیرِ دام روز و شب ملے
مل گیا دِل کو مرے کیفِ دوام
اُس نظر کے جام روز و شب ملے
زندگی پر آگیا صادقؔ نکھار
وہ حسیں آلام روز و شب ملے

میری نظر سے دُور کبھی تُو نہیں رہا
تاریک میری زیست کا پہلو نہیں رہا
غم خانہ حیات ترے دم سے ہے چمن
کچھ بھی نہیں رہے گا اگر تو نہیں رہا
کیوں ہوش آرہا ہے ترے دِلفگار کو
کیا اب تری نگاہ میں جادُو نہیں رہا

بے آسرے ہوئے ہیں وہاں آسرے تمام
دُنیائے زندگی میں جہاں تو نہیں رہا
جلووں سے تیرے بزمِ جہاں لالہ زار ہے
کب زینتِ بہارِ چمن تو نہیں رہا
حُسن و جمالِ دبر تھا کچھ ایسا دل فریب
عالم کو اپنے آپ پہ قابو نہیں رہا
عصیاں کا وہ ہجوم ہے میری حیات میں
بخشش کا جیسے اب کوئی پہلو نہیں رہا
صادقؔ ہے تیرے حال پہ ساقی کا لُطفِ خاص
محرومِ التفات کبھی تو نہیں رہا

وہ روٹھ گئے اک حشر اٹھا طوفان کنارے لے ڈوبے
ارمان بھرے دل کی کشتی اُمڈے ہوئے دھارے لے ڈوبے
جب شامِ الَم سر پر آئی تو اشک ہمارے لے ڈوبے
تھا ناز بہت ہم کو جن پر ہم کو وہ سہارے لے ڈوبے
اِک آگ ہے میرے سینے میں اک درد کا طوفاں ہے دل میں
اُس برقِ نظر سے کیا شکوہ جب اپنے شرارے لے ڈوبے
کیوں غرقِ نشاطِ جام نہ ہوں ہیں بادہ گسارِ روزِ ازل
ساقی کی نگاہوں کے ہم کو رنگین اشارے لے ڈوبے
جب اُن کی طرف سے کوئی پیغام نہ آیا اے صادقؔ
اُمیدوں کے بندھن ٹوٹ گئے آلام کے دھارے لے ڈوبے

ہجر کی رات جو تارے ٹوٹے
غم کے ماروں کے سہارے ٹوٹے
اُن کا اندازِ تکلّم توبہ

پھول بکھرے کہ شرارے ٹوٹے
تیرے بیمار کا درماں نہ ہوا
چارہ سازوں کے سہارے ٹوٹے
مِل گئی منزلِ مقصد آخر
حوصلے جب نہ ہمارے ٹوٹے
ہم نے ہر موج کو ساحل سمجھا
جب تلاطم سے کنارے ٹوٹے
غم کا حاصل ہے یہی اے صادق
سلسلے زیست کے سارے ٹوٹے

محبت کی بدولت حُسنِ عالمگیر دیکھیں گے
سراپا عشق بن کر ہم تری تصویر دیکھیں گے
کبھی تو خواب ہستی کی حسیں تعبیر دیکھیں گے
جدھر نظریں اٹھائیں گے تری تصویر دیکھیں گے
گلستاں در گلستاں جب تری تنویر دیکھیں گے
تو ہر غنچے میں ہر گل میں تری تصویر دیکھیں گے
جہانِ رنگ و بو میں آپ کے جلوے بہت دیکھے
اب اپنے آئینے میں آپ کی تصویر دیکھیں گے
انھیں کچھ امتحاں منظور ہے میری محبت کا
بٹھا کر روبرو مجھ کو مری تصویر دیکھیں گے
ترے رُخ کی تجلّی جذب کرلی اپنی ہستی میں
مجھے اب دیکھنے والے تری تصویر دیکھیں گے
طواف اپنی ہی ہستی کا کریں گے تیرے دیوانے
جب اپنے کعبۂ دل میں تری تصویر دیکھیں گے
وہ جو چاہیں سزا دیں میرے اس جرمِ محبت کی
مری فردِ عمل میں عشق کی تصویر دیکھیں گے
مزا اُس وقت آئے گا مرے ذوقِ محبت کا
وہ دُنیا سے چھپا کر جب مری تصویر دیکھیں گے
سرِ محفل جب اہلِ دل سُنیں گے میری غزلوں کو
مرے اشعار میں صادق مری تصویر دیکھیں گے

محبت میں کبھی احساسِ رسوائی نہیں ہوتا
جسے ہو خوفِ رسوائی وہ سودائی نہیں ہوتا
مقدر ہی سے ذوقِ دید کی توفیق ہوتی ہے
ہر اک دل آپ کے جلووں کا شیدائی نہیں ہوتا
نوازا ہے جسے بھی آپ نے اپنی محبت سے
وہ دُنیا کی کسی شے کا تمنائی نہیں ہوتا
اُلجھ کر رہ گیا ماحول کی زُلفوں میں دل جس کا
وہ انساں اپنی ہستی کا شناسائی نہیں ہوتا
بنایا ہے تماشا مجھ کو میری وحشتِ دل نے
زمانہ خود کسی کا بھی تماشائی نہیں ہوتا
ترے غم کے سوا بیمارِ ہجراں کا زمانے میں
کسی سے بھی علاجِ شام تنہائی نہیں ہوتا
تری خاطر جو رکھ لیتا ہے دل میں غم زمانے کے
پھر اس کا چاک دامانِ شکیبائی نہیں ہوتا
تم اپنے چاہنے والے سے کیوں آنکھیں چراتے ہو
تمھارا چاہنے والے تماشائی نہیں ہوتا
ہمیں اپنی فقیری پر بجا ہے ناز جو کچھ ہے
لباسِ فقر میں کیا حُسنِ دارائی نہیں ہوتا
خیال ان کا اُنھیں کی یاد ہے اُن کا تصور ہے

جہاں میں ہوں وہاں احساسِ تنہائی نہیں ہوتا
خُدا کا شکر کر صادقؔ تو ان کا بندۂ در ہے
ہر اک دل کو عطا ذوقِ جبیں سائی نہیں ہوتا

جمالِ دوست کی تصویر بن گیا ہوں میں
حسین خواب کی تعبیر بن گیا ہوں میں
تجلیاں رُخِ روشن کی جذب کرلی ہیں
چراغِ طور کی تنویر بن گیا ہوں میں
بنا دیا مجھے عادل تری نگاہوں نے
رہے نصیب جہانگیر بن گیا ہوں میں
جو اہلِ دل ہیں بصد شوق دیکھتے ہیں مجھے
تمھارے ہاتھ کی تحریر بن گیا ہوں میں
وہ حادثاتِ محبت میں پیش آئے ہیں
حدیثِ عشق کی تفسیر بن گیا ہوں میں
نصیب ہے مرے دل کو متاعِ بیداری
تمھارے عشق کی جاگیر بن گیا ہوں میں
بگُولے دشت میں اٹھتے ہیں خیر مقدم کو
جنوں کی حرمت و توقیر بن گیا ہوں میں
گدا نواز نگاہوں سے ہے اُمیدِ کرم
سراپا لغزش و تقصیر بن گیا ہوں میں
کسی نے اپنا بنایا ہے جب سے اے صادقؔ
دُعا کے واسطے تاثیر بن گیا ہوں میں

حدیثِ عشق کی تعلیم پروانوں سے ملتی ہے
وفا کی روشنی ان سوختہ جانوں سے ملتی ہے
یہ دُنیا کیا سمجھ سکتی ہے اس رازِ محبت کو
تمھارے غم کی دولت کتنے ارمانوں سے ملتی ہے
ہیں خود بھٹکے ہوئے شیخ وبرہمن کیا بتائیں گے
خرد والوں کو منزل تیرے دیوانوں سے ملتی ہے
مسلسل جستجو کے بعد میں نے راز سمجھا ہے
حرم کو جانے والی راہ بُت خانوں سے ملتی ہے
وہی میکش امینِ رازِ میخانہ بھی ہوتے ہیں
جنھیں مستی تری آنکھوں کے پیمانوں سے ملتی ہے
نہ اپنوں سے غرض کوئی نہ بیگانوں سے کچھ مطلب
طبیعت تیرے دیوانوں کی دیوانوں سے ملتی ہے
نہ ہو معلوم کیسے اُن کو میری وجہ بربادی
سفینے کی خبر ساحل کو طوفانوں سے ملتی ہے
تری شانِ کرم سب سے جدا گانہ ہے عالم میں
تری تمثیل کب دُنیا کے سلطانوں سے ملتی ہے
حقائق کے لئے ٹکرا گئے صادقؔ جو دُنیا سے
ہماری زندگی ایسے ہی انسانوں سے ملتی ہے

نذرانۂ عقیدت

قطبِ عالم غوثِ ثانی حضرت الحاج مولانا محمد خوشحال

صاحب کی خدمتِ عالی میں

اے "شہ خوشحال" اے مردِ مجاہد باکمال
تیرے اوصافِ حمیدہ کی نہیں کوئی مثال
زہد و تقویٰ نے ترے تجھ کو دیا حسن وجمال
یہ وہ دولت ہے حقیقت میں نہیں جسکو زوال
تیرے آئینے میں حسنِ یار کی تصویر ہے
تو شہنشاہِ حسنؓ کے خواب کی تعبیر ہے

تجھ کو حاصل ہے متاعِ اعتبارِ زندگی
چار سانسوں پر نہیں ہے انحصارِ زندگی
ہے زمانے سے جدا تیرا شعارِ زندگی
تیرے قدموں پر تصدق ہے وقارِ زندگی
''قادری و بوالعلائی'' بزم کا ہے تو چراغ
تا ابد کھلتا رہے تیری تمناؤں کا باغ
تیری ہستی کو بنایا ہے خدا نے بے نظیر
تو سخی ابنِ سخی ہے تو امیر ابنِ امیر
مہرباں تجھ پر ہوئے ہیں اس قدر پیرانِ پر
تو ہر اک مجبور و بیکس کے لئے ہے دستگیر
تیری درویشی فقیری کو پہنچ سکتا ہے کون
تو جہاں ہے اُس امیری کو پہنچ سکتا ہے کون
مرتبہ تیرا زمانے نے ابھی سمجھا نہیں
تیرا دل ہے آج اسرارِ الٰہی کا امیں
تو حقیقت کا اک ایسا آئینہ ہے بایقیں
قطبِ عالم، غوثِ ثانی ہے تری ذاتِ مبیں
وہ درخشانی و تابانی تری میراث ہے
تاج و تخت و ملکِ عرفانی تری میراث ہے
تیرا ہر حسنِ عمل اس بات کی تصویق ہے
تو نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ تری تحقیق ہے
میری نظروں میں تو اپنے وقت کا صدیق ہے
یہ خدا کے دو جہاں کی دی ہوئی توفیق ہے
تجھ پہ دامانِ محمد مصطفٰے ضوبار ہے
تیری ہستی آج محبوبِ شہِ ابرار ہے
نغمۂ توحید دُنیا کو سنانا ہے ابھی
نقشِ باطل کا ہر اک دل سے مٹانا ہے ابھی
شیخ کی تعلیم کا سکہ جمانا ہے ابھی
تجھ کو دُنیا کے ہر اک گوشے میں جانا ہے ابھی
تیری نسبت تیرے صادقؔ کا ہے یہ صادق یقیں
ہے تری ذاتِ گرامی وارثِ دینِ متیں

رُباعیات

رزّاقی

یہ کون و مکاں کل تری خلّاقی ہے
فانی ہے سوا تیرے توہی باقی ہے
الطاف سے تیرے کوئی محروم نہیں
رزّاق ہے تو یہ تری رزّاقی ہے

دستِ کرم

تکیہ جو تری ذات پہ کر لیتے ہیں
خود اپنے بھروسے کا ثمر لیتے ہیں
اس بات کا شاہد ہے ترا دستِ کرم
وہ دامنِ اُمید بھی بھر لیتے ہیں

رحمتِ یزدانی

ہر سمت تجلّی کی فراوانی ہے
جس شے پہ نظر ڈالئے نورانی ہے
ہے آمدِ سرکارِ دو عالم صادقؔ
مخلوق پہ یہ رحمتِ یزدانی ہے

شفیعِ امتؐ

کیا سرورِ عالمؐ کوئی ایسا آیا؟
پیغمبرِ اعظمؐ کوئی ایسا آیا؟

محبوبؐ خُدا اور شفیعِ اُمتؐ
فخرِ بنی آدم کوئی ایسا آیا؟

رحمٰن و رحیم

خلاقِ دو عالم ہے تری ذاتِ عظیم
حالِ دلِ مجبور سے واقف ہے کریم
صادقؔ کا یقیں اور بھروسہ تو ہے
ہے تیرا سہارا اُسے رحمٰن و رحیم

اندازۂ رحمت

ایسی بھی عنایت کوئی کر سکتا ہے
بندے سے محبت کوئی کر سکتا ہے
مانا مرے عصیاں تو بہت ہیں صادقؔ
اندازۂ رحمت کوئی کر سکتا ہے

صدقۂ محمدؐ

بندہ ہوں ترا اور گنہگارِ عظیم
شرمندہ ہوں اعمال سے اے ربِّ کریم
صدقے میں محمدؐ کے مجھے بخش دے تو
ہے ذاتِ مقدس تری رحمٰن و رحیم

طفیلِ شہِ خوباںؐ

مِٹ جائیں مرے دل سے خیالاتِ زیاں
سمجھے گا بھلا کون مرا سوزِ نہاں
کردے نظر انداز خطائیں میری
یارب بہ طفیلِ شہِ خوبانِ جہاں

جمالِ مدینہ

جلوؤں سے مزین ہے تخیل میرا
اک وادیٔ ایمن ہے تخیل میرا
ہے میری نگاہوں میں مدینے کا جمال
عرفان کا گلشن ہے تخیل میرا

مدارِ توحید

صدیقؓ و عمرؓ سے ہے بہارِ توحید
عثمانؓ و علیؓ سے ہے وقارِ توحید
حسنینؓ کے صدقے میں ہے شاداب چمن
محبوبؐ ہیں خالق کے مدارِ توحید

عشقِ شہِ لولاکؐ

اک جذبۂ بیباک طلب کرتا ہوں
حق راہ کا ادراک طلب کرتا ہوں
کچھ اور نہیں میری تمنا، یارب
عشقِ شہِ لولاکؐ طلب کرتا ہوں

دامنِ محبوبؐ

گلپوش تمناؤں کا گلشن نہ چھٹے
اس بادۂ سرجوش کا خرمن نہ چھٹے
چھٹ جائے مرے ہاتھ سے دُنیا لیکن
یارب ترے محبوبؐ کا دامن نہ چھٹے

انوارِ الٰہی

مجھ کو بھی اُسی راہ کا راہی کیجے
جس راہ کی غربت کو بھی شاہی کیجے

سر سبز مدینے کے گلی کوچوں کو
سر چشمۂ انوارِ الٰہی کہیے

اُمیدوں کا ساحل

اے جذبۂ دل سوئے مدینہ لے چل
مشکل ہے بہت ہجر کا جینا لے چل
ساحل تو وہی ہے مری اُمیدوں کا
لے چل مری ہستی کا سفینہ لے چل

شہ کون و مکاںؐ

جب سوئے مدینہ سفر اپنا ہوگا
پھر مجھ کو عطا دیکھئے کیا کیا ہوگا
رحمت کا خزانہ ہیں شہ کونؐ و مکاں
جو ہوگا مقدر میں وہ اچھا ہوگا

شوقِ زیارت

جنت مری مولاؐ کے مدینے میں ہے
پونجی مری طیبہ کے خزینے میں ہے
گھڑیاں غمِ ہجراں کی کٹیں گی کیوں کر
اک شوقِ زیارت ہے جو سینے میں ہے

جانِ حزیں

یہ کون مدینے میں مکیں ہے یارب
طیبہ کی زمیں عرش بریں ہے یارب
بیتاب ہیں آنکھیں اُسے کیونکر دیکھیں
بے چین مری جانِ حزیں ہے یا رب

ادائے دلکش

اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی پھولوں سے نسیم
چھو آئی مگر دامنِ زیں موج شمیم
کس طرح اُڑا لائی ادائے دلکش
کیا طوف کر آئی شہ خوباںؐ کا حریم

تمنائے ساحل

رحمت کے خزینے کی تمنا ہی رہی
بس دل میں مدینے کی تمنا ہی رہی
بندہ کبھی پہنچے سرِ ساحل یارب
یہ میرے سفینے کی تمنا ہی رہی

راہِ طیبہ

جلوؤں سے درخشندہ ہے راہِ طیبہ
صد شکر کہ پائندہ ہے راہِ طیبہ
بھٹکے ہیں نہ بھٹکیں گے مسافر جس میں
واللہ وہ تابندہ ہے راہِ طیبہ

ہادیٔ دوراں

اے نائبِ یزداںؐ تو مرا ایماں ہے
اے ہادیٔ دوراںؐ تو مرا ایماں ہے
محکم ہے مرے حسنِ یقین کی بنیاد
اے صاحبِ قرآںؐ تو مرا ایماں ہے

قرآن ہی قرآن

ایمان ہی ایمان ہیں تیری آنکھیں
عرفان ہی عرفان ہیں تیری آنکھیں

اے رحمتِ عالم ترے جلووں کی قسم
قرآن ہی قرآن ہیں تیری آنکھیں

رحمتِ کونین

ایمان کی تنویر نظر آتی ہے
قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے
اے رحمتِ کونین تری صورت میں
اللہ کی تصویر نظر آتی ہے

شہنشاہِ اُممؐ

اللہ کے محبوبؐ، حبیبؐ عالم
پیغمبر کونینؐ رسولِ اکرمؐ
بیداریِ دل مجھ کو عطا فرمادو
حسنینؓ کے صدقے میں شہنشاہِ اممؐ

نگاہِ رحمت

الطاف سراپا ہے تری ذاتِ مبیںؐ
فریاد ہے اے گنبدِ خضرا کے مکیںؐ
محتاج کرم پر بھی نگاہِ رحمت
لاریب گنہگار ہوں انکار نہیں

سرورِ کونینؐ

آلام کے طوفاں سے نکالو مجھ کو
ہوں غرق گناہوں میں بچالو مجھ کو
اے سرورِ کونینؐ شہنشاہِ اُممؐ
رحمت کا سہارا دو سنبھالو مجھ کو

سرکارِ مدینہ

ہے دستِ کرم آپ کا دستِ یزداں
بھر دیجئے سرکارؐ مدینہ داماں
اُمید لگا رکھی ہے کب سے میں نے
مجھ پر بھی نظر کیجئے شاہِ خُوباںؐ

ساقیِ کوثر

خالق نے بنایا تمھیں سرور آقاؐ
ہے نام تمھارا مرے لب پر آقا
مخمور بنادو، مجھے بیخود کردو
کہتے ہیں تمھیں ساقیِ کوثر آقاؐ

نیّرِ تاباں

پردہ رُخِ روشن سے اُٹھایا واللہ
جلووں سے دو عالم کو سجایا واللہ
اے ماہِ مبیںؐ، نیرِّ تاباںؐ تو نے
کونین کو پُر نور بنایا واللہ

قبلۂ عالمؐ

تو قبلۂ عالم ہے، تو ہی کعبۂ دیںؐ
تیرے قدمِ پاک پہ رکھ دی ہے جبیں
بخشے کوئی منصب یہ تری مرضی ہے
صادق کسی اعزاز کے قابل تو نہیں

مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

توحید کی دولت ہیں جنابِ حیدرؓ
انوارِ شریعت ہیں جنابِ حیدرؓ

برحق ہے گلستانِ حقیقت کی بہار
تصویرِ رسالتؐ ہیں جنابِ حیدرؓ

فاتحِ خیبرؓ

سرکارِ دو عالمؐ کی ضیا شاہِ نجفؓ
ہیں جانِ جہاں، شانِ وفا شاہِ نجفؓ
زیبا ہے لقب فاتحِ خیبرؓ کا انھیں
سچ بات ہے، ہیں شیرِؓ خدا شاہِ نجفؓ

شیرِ یزداںؓ

کتنے بڑے انسان ہیں شیرِ یزداںؓ
سلطانوں کے سلطان ہیں شیرِ یزداںؓ
ہیں قطب و ولی سائے میں اُن کے صادقؔ
اللہ کا عرفان ہیں شیرِ یزداںؓ

آئینۂ قرآں

آئینۂ قرآں ہیں شہنشاہِ نجفؓ
کونین میں ذیشاں ہیں شہنشاہِ نجفؓ
حق بات کے کہنے میں مجھے عار نہیں
صادقؔ مرا ایماں ہیں شہنشاہِ نجفؓ

شہیدِ اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایمان ہے قرآن کے پارے ہیں حسینؓ
معراج کی منزل کے اشارے ہیں حسینؓ
ہرگام پہ محسوس یہ ہوتا ہے مجھے
عرفان کی راہوں میں سہارے ہیں حسینؓ

چراغِ توحید

لائے ہیں ازل ہی سے دماغِ توحید
روشن ہے شہہ دیںؓ سے چراغِ توحید
خوناب سے سینچے ہیں پر اثمارِ شجر
شاداب ہے سرسبز ہے باغِ توحید

رضائے حق

مجھ سے کوئی پوچھے تو سہی کیا ہیں حسینؓ
اک عارفِ حق، نورِ سراپا ہیں حسینؓ
گھر بار لٹاتے ہیں، رضائے حق پر
اللہ کی مرضی سے شناسا ہیں حسینؓ

آئینۂ تطہیر

حق راہ کی تنویر حسینؓ آئے ہیں
آئینۂ تطہیر حسین آئے ہیں
لاریب انھیں کہیے، شہیدِ اعظمؓ
ایثار کی تصویر حسینؓ آئے ہیں

رفعتِ شبیرؓ

آئینِ شریعت کوئی سمجھے تو سہی
اسرارِ حقیقت کوئی سمجھے تو سہی
آئینۂ تسلیم و رضا، بندۂ حق
شبیرؓ کی رفعت کوئی سمجھے تو سہی

بخشش کی سبیل

سرکارِ دوعالمؐ کے دُلارے ہیں حسینؓ
ارمانِ علیؓ، زہرہؓ کے پیارے ہیں حسینؓ

ہیں اُمتِ جد کے لئے بخشش کی سبیل
اللہ کی رحمت کے اشارے ہیں حُسینؑ

غوث الاعظم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مخلوق میں ذی شان ہیں غوث الاعظمؒ
فیضان ہی فیضان ہیں غوث الاعظمؒ
مِلتی ہے یہاں دونوں جہاں کی نعمت
کونین کے سُلطاں ہیں غوث الاعظمؒ

شہِ جیلانیؒ

اے میرے مہاراج شہِ جیلانیؒ
ہے کون مرا آج شہِ جیلانیؒ
میں بھی ہوں ترے در کے غلاموں میں شمار
میری بھی رہے لاج شہِ جیلانیؒ

روشنیٔ قلب

اللہ نے بخشی ہے تمھیں تابانی
زیبا ہے زمانے کی تمھیں سُلطانی
کچھ روشنیٔ قلب عطا فرمادو
صدقے میں محمدؐ کے شہِ جیلانیؒ

پیکرِ الطاف

اے پیکرِ الطاف، حبیبِ ثانیؒ
اک حشر کا میداں ہے جہانِ فانی
صادقؔ کو بھی دامانِ کرم میں رکھنا
یہ سگ بھی تمھارا ہے شہِ جیلانیؒ

سلطان الہند غریب نواز

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجریؒ

اے خواجۂ اجمیرؒ معین و ہمدم
مشہورِ زمانہ ہے ترا بابِ کرم
مجھ پر بھی عنایت کی نظر ہو جائے
میں بھی ہوں سوالی رہے میرا بھی بھرم

سلطان الہندؒ

دُنیا کے ہیں ہر روز نئے جور و ستم
بے یار و مددگار ہوں رکھ لینا بھرم
اے ہند کے سُلطانؒ، حبیبِ مولیٰؒ
ہو ''خواجۂ عثمانؒ'' کے صدقے میں کرم

خواجہ سنجرؒ

اجمیر کے دولھا مرے خواجہ سنجرؒ
ہیں حسن میں یکتا مرے خواجہ سنجرؒ
کونین کی نعمت سے نوازیں گے مجھے
صادقؔ مرے مولا مرے خواجہ سنجرؒ

سنہری گنبد

اجمیر کے راجہؒ کا سنہری گنبد
اک ہند کے داتاؒ کا سنہری گنبد
آئینۂ ایمان و یقین، مرکزِ فیض
صادقؔ مرے خواجہؒ کا سنہری گنبد

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ

عکسِ شہ ابرارؒ ہیں قطب الاقطابؒ
ہر سمت ضیا بار ہیں قطب الاقطابؒ
خالی نہیں جاتا کوئی ان کے در سے
وہ مالک و مختار ہیں قطب الاقطابؒ

دستِ کرم

بیکس کے نگہبان ہیں قطب الاقطابؒ
ہر درد کے درمان ہیں قطب الاقطابؒ
سر پر ہے مرے دستِ کرم حضرتؒ کا
صادقؔ مرے سلطان ہیں قطب الاقطابؒ

حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

ہیں شیریں سخن غنچہ دہن بابا فریدؒ
ہیں ''چشت'' کا شاداب چمن بابا فریدؒ
اس نسبتِ عالی کا نہیں کوئی جواب
ہیں گنجِ شکر قطب زمیں بابا فریدؒ

تسکین دل و جاں

بخشا ہے خداوند نے وہ بختِ سعید
محسن ہیں معاون ہیں مرے بابا فریدؒ
پھر کیوں نہ ہو تسکینِ دل و جاں حاصل
صادقؔ مرا ایمان ہے اُن کی تقلید

حریق المحبت حضرت خواجہ جمال الدین ہانسویؒ

ہر دل کی تمنا ہیں شہ قطب جمالؒ
ہر غم کا مداوا ہیں شہ قطب جمالؒ
جو اہلِ بصیرت ہیں وہی سمجھیں گے
عالم کے مسیحا ہیں شہ قطب جمالؒ

منزلِ عرفاں

وہ افضل و کامل ہیں شہ قطب جمالؒ
ہر راز کے حامل ہیں شہ قطب جمالؒ
رہرو یہ سمجھ لیں بہ زبانِ صادقؔ
عرفان کی منزل ہیں شہ قطب جمالؒ

حضرت خواجہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ

انوارِ مجسّم علی احمد صابرؒ
اسرار کے محرم علی احمد صابرؒ
جس دن سے ہوئے حضرت باباؒ کے مرید
ہیں جانِ دو عالم علی احمد صابرؒ

مخدومِ زمانہ

الفت کا خزانہ علی احمد صابرؒ
دُنیا میں یگانہ علی احمد صابرؒ
ہر اہلِ محبت کی نظر میں صادقؔ
مخدومِ زمانہ علی احمد صابرؒ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا

محبوبِ الٰہیؒ

ہیں یوسفِ ثانی انھیں دیکھیں یعقوب
اللہ نے بخشا ہے یہ اعزاز بھی خوب
سلطانِ مشائخ کا لقب زیبا ہے
محبوبِ الٰہیؒ ہیں جہاں کے محبوب

محبوبِ الٰہیؒ

دل اس کا مثالِ گل و غنچہ کھل جائے
ہر زخمِ جگر تارِ نظر سے سل جائے
بر آئیں مقدر سے مرادیں صادقؔ
جس کو درِ محبوبِ الٰہی مل جائے

مرشدی و مولائی سلطان الاولیا حضرت

خواجہ محمد حسنؒ شاہ صاحب

کردار کی ضو میں ہے محبت کی ضیا
گفتار کی رو میں ہے محبت کی ضیا
صادقؔ نہ ہو کیوں خواجہ حسنؒ پہ صدقے
اس شمع کی لو میں ہے محبت کی ضیا

بیمارِ عشق

ہو عشق کے بیمار پہ بھی ایک نظر
اب اپنے طلبگار پہ بھی ایک نظر
اے خواجہ حسن جاں ہے تصدق تجھ پر
صادقؔ سے پرستار پہ بھی ایک نظر

تمت

فیضان

مجموعۂ کلام

انتساب

میں اپنے اس مجموعہ "فیضان" کو

تاجدارِ سلسلۂ عزیزیہ وحسنیہ

حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ صاحب عرف منے میاں

سجادہ نشین آستانہ عزیزیہ وحسنیہ

کے

نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں

صادق دہلوی

فروری ۱۹۸۳ء

عرضِ صادق

میرے سرکار میرے پیرو مرشد سلطان الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحبؒ کے فیوض و برکات کی روشنی برصغیر کے اطراف میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ سرکار کا سلسلۂ توجہ لامتناہی ہے اور عنایات بیکراں ہیں۔ سلسلۂ حسینہ کا ہر بزرگ آفتاب و ماہتاب ہے۔ میں اپنے آپ کو دیکھ کر اس لائق نہیں پاتا کہ ان حضرات کے شایانِ شان قلم اٹھا سکوں۔ حسنی دربار کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے یہ سوچ کر کہ جو بھی کام مجھ سے انجام پذیر ہوتا ہے میرے پیرو مرشد کے فیضان سے ہوتا ہے۔ اسی جذبۂ عقیدت اور فرضِ محبت سے مصروف تحریر ہوں۔

نثر میں تو کچھ کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ فیضان کی صورت میں اس سلسلے کی پہلی قسط حصہ اول پیشِ خدمت ہے۔ راقم الحروف نے سب سے پہلے حمد شریف۔ اس کے بعد نعتیہ کلام پھر نظمیں اور منقبتیں آخر میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے کچھ غزلیں ترتیب دی ہیں نظموں میں یارانِ طریقت کے کردار کی عکاسی کی ہے۔ باقی آئندہ دوسری جلد میں سرکاروں کی منشاء اور مرضی سے انشاء اللہ دیگر صوفیاء کرام پر اپنی منظوم عقیدت ہدیہ ناظرین کروں گا۔

آخر میں میں اپنے شاعر دوست ظفرؔ ادیب، قیصرؔ حیدری اور نصرتؔ گوالیاری کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے فیضان کی ترتیب میں اپنے پرخلوص مشوروں سے مجھے نوازا۔ بدرالحسن بدرؔ مخمور، محمد الیاس خاں اور ضیاء الدین اس لئے دعا کے مستحق ہیں، کہ اس کتاب کی اشاعت کے مراحل میں شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم ساتھ رہے۔

صادقؔ دہلوی

فروری ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

کونین کے چمن میں ہے رنگ و نور تیرا
جو کچھ ہے دو جہاں میں سب ہے ظہور تیرا
ارض و سما کے مالک تیرا کرم ہے سب پر
شہرہ جہان بھر میں ہے دور دور تیرا
مخلوق کی زباں پر حمد و ثنا ہے تیری
ہے دل کی وسعتوں میں مسکن ضرور تیرا
دنیا کو اپنی منزل حاصل ضرور ہوگی
رستہ دکھا رہا ہے حسنِ ظہور تیرا
دنیا کی زندگی سے محشر کی زندگی تک
بندوں کو آسرا ہے ربِّ غفور تیرا
تنویرِ علم سارے عالم کو مل رہی ہے
پیغام لے کر آئے جب سے حضورؐ تیرا
عرفانِ حق کی مستی حاصل ہے تیرے دل کو
قائم رہے ابد تک صادقؔ سرور تیرا

نعت

حق نے تجلیات کے پردے اٹھا دیئے
نورِ محمدیؐ سے دو عالم سجا دیئے
ظلمت کدوں کو روشنی بخشی حضورؐ نے
توحید کے چراغ دلوں میں جلا دیئے
بیداریٔ حیات ہے پیغام آپؐ کا
سوئے ہوئے نصیب جہاں کے جگا دیئے
جن کو نوازا آپؐ نے لطفِ نگاہ سے
وہ ذرّے آفتابِ زمانہ بنا دیئے
ہر تشنہ لب کو آپؐ نے سیراب کر دیا
عرفانِ حق کے آپؐ نے دریا بہا دیئے
لاکھوں سلام رحمتِ عالمؐ کی ذات پر
حسنِ ازل کے آپؐ نے جلوے دکھا دیئے
کوئی مثال ہی نہیں خلقِ عظیم کی
گفتار کی، تو بے بہا موتی لٹا دیئے
سلطان الانبیاءؐ کا ہے صادقؔ یہ لطفِ خاص
رحمت کے جام مجھکو نظر سے پلا دیئے

بزمِ کونین کی ضیا تم ہو
ہر دو عالم کے دلربا تم ہو
مصطفیٰؐ تم ہو مجتبیٰؐ تم ہو
رحمتِ حق کا آئینہ تم ہو
تازگی تم سے ہے گلستاں میں
کتنے خوش رنگ و خوش ادا تم ہو
غم کے طوفان ہیں تو کیا غم ہے
میری کشتی کے ناخدا تم ہو
بے نواؤں کی ہے نوا تم سے
بے سہاروں کا آسرا تم ہو
بندہ پرور کرم کی ایک نظر
بندۂ عشق کی صدا تم ہو
جس کا درماں نہ ہو زمانے میں
ایسے بیمار کی دوا تم ہو
وہ گنہگار ہوں میں دنیا میں
جس کی بخشش کا آسرا تم ہو

سرورِ انبیاءؑ خدا کی قسم
قلبِ صادقؔ کا مدّعا تم ہو

چشمِ موسیٰ نے جسے دیکھا تھا کوہِ طور پر
وہ بھی قرباں ہے محمدؐ کے رخِ پُر نور پر
آئینہ قرآنِ ناطق کا ہیں جب میرے حضورؐ
ناز پھر کیوں کر نہ ہو قرآن کے دستور پر
بندہ پرور میرے حالِ زار سے واقف ہو تم
چشمِ رحمت ہو ذرا مجھ بیکس و معذور پر
مبتلائے غم ہوں میں بھی اے شہِ کون و مکاں
کچھ توجہ کیجئے میرے دلِ رنجور پر
مہر و ماہ و نجم کے جلوے ہیں قرباں روز و شب
سبز گنبد کی سنہری جالیوں کے نور پر
مجھ کو اپنے دامنِ رحمت میں تم نے لے لیا
کس قدر احسان ہے مجھ بندۂ مجبور پر
مدحتِ سرکارِ دو عالمؐ کہاں صادقؔ کہاں
فخر ہے خواجہ حسنؒ پر، حضرتِ مخمورؒ پر

تمہیں کو فوقیت ہے دو جہاں کے دلرباؤں پر
دل و جاں ہیں تصدق روئے انور کی ضیاؤں پر
توجہ کون دے ٹوٹے ہوئے دل کی صداؤں پر
کرم تم ہی کو فرمانا پڑے گا ہم گداؤں پر
تمہاری شانِ بندہ پروری مشہورِ عالم ہے
زمانے بھر کی نظریں ہیں تمہاری ہی عطاؤں پر
تمہاری چشمِ رحمت چاہیے اب رحمتِ عالم
پشیمانی ہے ہم کو ہر نفس اپنی خطاؤں پر
فقط اک آپ ہی کے آسرے پر جی رہے ہیں ہم
حضور اب غور فرمائیں ہماری التجاؤں پر
حقیقت میں تمہارا حسن یکتائے دو عالم ہے
خدائے پاک شیدا ہے تمہاری ہی اداؤں پر
اجالا کیوں نہ ہو پھر میرے دل کے گوشے گوشے میں
نظر ہے گنبدِ خضرا کے جلووں کی ضیاؤں پر
فقط صادقؔ ہی کیا قربان تم پر سارا عالم ہے
تمہارا دامنِ رحمت ہے شاہوں پر گداؤں پر

روئے سرورؐ سنوارا گیا
حسنِ عالم نکھارا گیا
خسروِ انبیاؐ کے لئے
شہرِ طیبہ سنوارا گیا
عشقِ سرورؐ میں اکثر مجھے
منزلوں سے گذارا گیا
جلوۂ مصطفٰےؐ کے لئے
جذبۂ دل ابھارا گیا
ان کے صدقے میں اکثر مجھے
ان کا کہہ کر پکارا گیا
جس پہ ان کی نظر ہو گئی
بحرِ غم سے ابھارا گیا
میری امداد کو آگئے
جب بھی ان کو پکارا گیا
محفلِ شاہِ خوباں میں بھی
نام صادقؔ پکارا گیا

آپؐ کا جلوہ جلوۂ یزداں، آپؐ کی دنیا ہے شیدائی
آپؐ پہ صدقے حور و ملائک آپؐ پہ قرباں ساری خدائی

آپؐ جمالِ عزّ و جل ہیں آپؐ متاعِ حسنِ ازل ہیں
بزمِ جہاں کے ہر گوشے میں آپؐ نے شمعِ نور جلائی

آپؐ شہِ دنیا ہیں، دیں ہیں، آپؐ مکینِ عرشِ بریں ہیں
کیسے آخر سر نہ جھکائے آپؐ کے در پہ ساری خدائی

کیف آگیں ہے حسنِ تکلم، ہر غنچے میں موجِ تبسم
گلشن گلشن دیکھ رہا ہوں آپؐ کے جلووں کی رعنائی

طاقِ حرم ہیں آپؐ کے ابرو، راحتِ جاں ہیں آپؐ کے گیسو
آپؐ کے رخ کی تابانی نے، دل میں شمعِ عشق جلائی

آپؐ سراپا جود و سخا ہیں، آپؐ سراپا لطف و عطا ہیں
آپؐ نے جس کو اپنا بنایا بخشدی اس کو ساری خدائی

آپؐ شفیعِ روزِ جزا ہیں، آپؐ حبیبِ ذاتِ خدا ہیں
آپؐ ہیں مولا رحمتوں والے، آپؐ نے سب کی بات بنائی

عرشِ بریں پر جس کو بلایا، آپؐ ہیں وہ معراج کے دولہا
آپؐ نے کی امت کی سفارش، رحمتِ باری جوش میں آئی

تشنہ لبی کو دور کیا ہے، صادقؔ کو مسرور کیا ہے
قلب و نظر مخمور ہوئے ہیں آپؐ نے کیا آنکھوں سے پلائی

رحمتِ دو جہاں کی چاہ ملی
بخشش و مغفرت کی راہ ملی

ان کی جب تک نہ بارگاہ ملی
زندگی کو کہاں پناہ ملی

میں جب ان کی تلاش میں نکلا
ہر طرف مجھ کو ان کی راہ ملی

مجھ کو دنیا کا کوئی غم نہ رہا
ان کے دامن میں جب پناہ ملی

ان کے جلووں کو دیکھنے کے لئے
شکر ہے مجھ کو بھی نگاہ ملی

میرے دل میں ہے آرزو ان کی
مجھ کو تابندہ شاہراہ ملی

کیوں نہ ملتا سکونِ دل مجھکو
شاہِ کونین کی پناہ ملی

مجھ گنہگار عشق کو صادقؔ
کملی والے کی جلوہ گاہ ملی

پیامِ ذاتِ حق لے کر شہنشاہِ امم آئے
جہاں کی رہبری کے واسطے ان کے قدم آئے

سراپا نور و رحمت، پیکرِ جود و کرم آئے
سکونِ قلب و جاں لے کر شہنشاہِ امم آئے

بہر جانب فضائیں ان کے جلووں سے منور ہیں
جہاں کی ظلمتوں میں بن کے وہ شمعِ حرم آئے

خدا رکھے سلامت ان کے جلووں کی فراوانی
وہ ذرّے بن گئے خورشید جو زیرِ قدم آئے

بہر جادہ انہیں کے عشق نے کی رہبری میری
جہاں بھی زندگی کی منزلوں میں پیچ و خم آئے

متاعِ زندگی قربان ہے بس ان کے قدموں پر
وہ میری سمت جب آئے بصد لطف و کرم آئے

خیال ان کا بنا ہے ناخدا بحرِ حوادث میں
ڈبونے کے لئے جب بھی مجھے طوفانِ غم آئے

مدینے کا چمن ہو اب مری چشمِ تصور میں
نظر کے سامنے بطحا کا گلزارِ ارم آئے
طلب سے بھی سوا ملتا ہے ان کے آستانے سے
ہمارے دل میں کیوں صادقؔ خیالِ بیش و کم آئے

عطا کوثر کا مجھ کو جام کردے
حسیں میرے بھی صبح و شام کردے
مری ہستی کو اے شاہِ مدینہ
جہاں کے واسطے پیغام کردے
نکل کر نور کے پردوں سے باہر
ذرا جلووں کو اپنے عام کردے
ترے قربان اے عشقِ محمدؐ
فرازِ عرش بھی یک گام کردے
خدا رکھے ترا میخانہ قائم
مئے رحمت کے ساغر عام کردے
تصدق میں تری ذاتِ مبیں کے
متاعِ عشق میرے نام کردے
مری ہمت کو اے شاہِ مدینہ
حریفِ گردشِ ایام کردے
رہے صادقؔ کے لب پر نام تیرا
یہ نعمت اس کی خاطر عام کردے

عشقِ رسولؐ راہبرِ کارواں ہے اب
میری جبیں سے دور کہاں آستاں ہے اب
فیضانِ آرزوئے محمدؐ نہ پوچھئے
ہر گوشۂ حیات مرا گلستاں ہے اب

دل مطمئن ہے دامنِ رحمت کے فیض سے
میرے جہانِ زیست میں امن و اماں ہے اب
میرا سرِ نیاز عقیدت سے جھک گیا
محبوبِ زندگی کو ترا آستاں ہے اب
یادِ نبیؐ سے میرے فسانے کا حسن ہے
یوں بھی بہت حسین مری داستاں ہے اب
یہ التفاتِ رحمتِ عالم کی بات ہے
ذوقِ طلب کی راہ بہت ضوفشاں ہے اب
یہ مدحتِ رسولؐ کا انعام دیکھئے
مجھ پر خدا کی ذات بہت مہرباں ہے اب
دنیا کے حادثات نے تو کچھ کمی نہ کی
صادقؔ بہ فیضِ عشقِ محمدؐ جواں ہے اب

عجب انداز ہے عشقِ نبیؐ کا
بدل کر رکھ دیا رخ زندگی کا
سلامت جذبۂ عشقِ محمدؐ
نہیں کچھ غم جہاں کی بے رخی کا
تمہیں سے مجھ کو امید کرم ہے
بھرم رکھنا مری وارفتگی کا
نظر کو بخشدو تم اذنِ جلوہ
میں طالب ہوں تمہاری دید ہی کا
زمیں سے آسماں تک سلسلہ ہے
تمہارے حسن کی جلوہ گری کا
کوئی کچھ بھی کہے لیکن یہ حق ہے
ابد تک ہے زمانہ آپؐ ہی کا

خدا رکھے تمنائے مدینہ
سہارا ہو گیا ہے زندگی کا
مرا ایمان ہے ہر دو جہاں میں
رہے گا بول بالا آپؐ ہی کا
حبیبؐ دو جہاں کی یاد صادقؔ
وسیلہ ہے مری منزل رسی کا

عشقِ سرورؐ حیات ہے اپنی
بس یہی کائنات ہے اپنی
اے شہِ کائنات ختمِ رسلؐ
آرزو تیری ذات ہے اپنی
تیرے در پر پڑے ہوئے ہیں ہم
اب ترے ہاتھ بات ہے اپنی
شامِ معراج ہے تصور میں
کتنی تابندہ رات ہے اپنی
یادِ طیبہ کا اک سہارا ہے
یہ متاعِ حیات ہے اپنی
کوئی اپنا نہیں ہے دنیا میں
صرف اک تیری ذات ہے اپنی
اشرف الانبیاء کے صدقے میں
ساری دنیا میں بات ہے اپنی
چشمِ رحمت نہ ہو تو اے صادقؔ
غیر ممکن نجات ہے اپنی

نبیؐ کے عشق سے منزل نصیب ہوتی ہے
نیاز و ناز کی محفل نصیب ہوتی ہے
کچھ اتنا سہل نہیں قربِ آستانِ رسولؐ
نصیب ہی سے یہ منزل نصیب ہوتی ہے
شہؐ مدینہ پہ ہوش و خرد لٹانے سے
حیات رشک کے قابل نصیب ہوتی ہے
طوافِ گنبدِ خضرا عبادتِ دل ہے
کسی کسی کو یہ منزل نصیب ہوتی ہے
رہِ مدینہ میں ہر گام احتیاط رہے
یہ بات بھی تو بہ مشکل نصیب ہوتی ہے
جمالِ رحمتِ عالمؐ کے فیض سے صادقؔ
نگاہ دید کے قابل نصیب ہوتی ہے

مجھ سے گناہ گار کے جینے کی راہ کر
اے رحمتِ تمام کرم کی نگاہ کر
مجھ سے نہ پوچھ میری طلب میرا مدعا
ذرہ ہوں رہگذر کا، مجھے مہر و ماہ کر
اے آفتابِ حسن ترا انتظار ہے
کاشانۂ حیات کو بھی جلوہ گاہ کر
آئے نہ بھول کر بھی کسی اور کا خیال
پیدا تو میرے دل میں فقط اپنی چاہ کر
میں خستہ دل ہوں، خستہ جگر، خستہ حال ہوں
تیرے نثار میری طرف بھی نگاہ کر
تیرا ہی نام ساقیِ بندہ نواز ہے
مجھکو بھی مستِ ساغرِ چشمِ سیاہ کر
میں ہوں نیازمند ترا اے گدا نواز
میرے دلِ تباہ پہ بھی اک نگاہ کر

اپنا سر نیاز جھکا دے بصد نیاز
صادقؔ درِ حضورؐ کو تو سجدہ گاہ کر

تو مرا حبیبؐ ہے
یہ مرا نصیب ہے
تو مرے قریب ہے
زندگی نصیب ہے
اے حبیبؐ دو جہاں
حق کا تو خطیب ہے
شکر ہے نگاہ میں
جلوۂ حبیبؐ ہے
تیرے در کا ہر گدا
عرش کے قریب ہے
میں ہوں تیرا مبتلا
تو مرا طبیب ہے
تیری ذاتِ پاکؐ کا
آسرا نصیب ہے
صادقؔ ان کے حسن کی
داستاں عجیب ہے

وہ اپنی زندگی میں بہت کامیاب ہے
جس پر نگاہِ شاہِ رسالت مآب ہے
اب میرے سامنے مری تعبیرِ خواب ہے
دل جلوہ گاہِ حسنِ رسالت مآب ہے
عشقِ رسولؐ نے مجھے انساں بنا دیا
کتنا عظیم، کتنا حسیں، انقلاب ہے

صحرا کو گلستاں نہ بنادوں تو بات ہے
دل میں بہارِ عشقِ رسالت مآب ہے
ہمسر تمہاری ذات کا کونین میں نہیں
یہ انتخابِ ذاتِ خدا لاجواب ہے
ذرے تمہاری راہ کے مہتاب بن گئے
جلوہ تمہارا غیرتِ صد آفتاب ہے
تم رحمتِ خدا ہو، خدا کی قسم حضورؐ
در سے تمہارے سارا جہاں فیضیاب ہے
طیبہ کے گلستاں کی بہاریں نظر میں ہیں
وہ ارضِ پاک آپ ہی اپنا جواب ہے
صادقؔ اگر ہے چشمِ بصیرت تو دیکھئے
روئے مبیں حضورؐ کا حق کی کتاب ہے

ترے دم سے روشن ہے شمعِ حرم
تو خدا کی ضیا ہے خدا کی قسم
تو قبلہ ہے کعبہ ہے شاہِ اممؐ
تو رحمت ہی رحمت ہے سر تا قدم
کسی سے کہیں کیا جو دل میں ہے غم
ہیں وابستہ جب تیرے دامن سے ہم
مقدر ہے میری جبیں کے لئے
ترا سنگِ در تیرا نقشِ قدم
امیدوں کے گوہر عطا ہوں مجھے
تری ذاتِ اقدس ہے بابِ کرم
دل و جاں تصدق تری ذات پر
ترے رخ پہ قرباں ہیں لوح و قلم

تمہاری نظر ہے خدا کی نظر
تمہارا کرم ہے خدا کا کرم
ہے تیری غلامی پہ صادقؔ کو ناز
تو اس کی نگاہوں میں ہے محترم

جس کو تیری چاہ نہیں ہے
اس کی کوئی راہ نہیں ہے
تجھ سے وہ آگاہ نہ ہوگا
خود سے جو آگاہ نہیں ہے
منزل منزل یاد ہے تیری
اور کوئی ہمراہ نہیں ہے
ایک نظر محتاج کرم پر
تجھ سا کوئی شاہ نہیں ہے
عشق ہے تیرا توشہ منزل
کوئی زادِ راہ نہیں ہے
تیری ذات سے عشق ہے مجھ کو
سچ ہے یہ افواہ نہیں ہے
ہر دم ان کا ذکر کئے جا
صادقؔ تو گمراہ نہیں ہے

جب مشقِ تصور کرتا ہوں تصویر بھی بن ہی جاتی ہے
محبوبِ خدا کے جلووں سے تقدیر بھی بن ہی جاتی ہے
جب ذوق مجلّا ہوتا ہے سرکار نظر آجاتے ہیں
ایک ایک تجلّی خوابوں کی تعبیر بھی بن جاتی ہے
سلطانِ رسولاں کی الفت، ہے جلوہ گزیں جس کے دل میں
اس بندۂ شاہِ خوباں کی تقدیر بھی بن ہی جاتی ہے

جو عشق محمدؐ میں مٹ کر، آسودۂ منزل ہوتے ہیں
دنیا کے لئے ان کی ہستی تنویر بھی بن ہی جاتی ہے
ہر دل میں اجالا کرتی ہے پیغمبرِ اعظمؐ کی نسبت
ظلمت کدہ روشن ہوتا ہے تقدیر بھی بن ہی جاتی ہے
رہرو جو تمنا رکھتا ہے دیدارِ مدینہ کی دل میں
اس رہروِ طیبہ کی اک دن تدبیر بھی بن ہی جاتی ہے
صادقؔ پہ نگاہِ رحمت ہے، قربان نگاہِ رحمت کے
جب چشمِ کرم ہو جاتی ہے تقدیر بھی بن ہی جاتی ہے

ہمارے دل کی لگن ہے بہت نشاط انگیز
رخِ نبیؐ کی پھبن ہے بہت نشاط انگیز
دل و نگاہ کا کاشانہ ہو گیا روشن
جمالِ شاہِ زمنؐ ہے بہت نشاط انگیز
خرامِ ناز کی تعریف کیا بیان کروں
ہر اک تمہارا چلن ہے بہت نشاط انگیز
یہ بات اور کسی کو نصیب ہو نہ سکی
حضورؐ ہی کا سخن ہے بہت نشاط انگیز
بتاؤں کیا میں زمانے کو خوبیِ معراج
تمہارا حق سے ملن ہے بہت نشاط انگیز
شگفتہ کیوں نہ ہوں گلہائے آرزوئے رسولؐ
نسیمِ صبحِ چمن ہے بہت نشاط انگیز
نظر نواز ہے تنویرِ گنبدِ خضرا
اک آرزو کی کرن ہے بہت نشاط انگیز
ہماری روح پہ طاری ہے کیف اے صادقؔ
کہ لطفِ شاہِ زمنؐ ہے بہت نشاط انگیز

اے شاہِ امم تیرا کرم مجھ پہ اگر ہو
معمور مرا جلوؤں سے دامانِ نظر ہو

اس طرح بسر زیست مری شام و سحر ہو
چوکھٹ پہ شہ کون و مکاں کی مرا سر ہو

اے جوشِ طلب سوئے مدینہ مجھے لے چل
ممکن ہے کہ سرکارؐ کی مجھ پر بھی نظر ہو

اے یادِ شہنشاہِ امم میری مدد کر
منزل کے لئے کچھ تو مرا زادِ سفر ہو

کچھ اور نہیں رہروِ طیبہ کی تمنا
جس راہ سے گذروں وہ تری راہ گذر ہو

امید کرم تجھ سے ہے اے شافعِ محشر
صادق کی طرف بھی تری رحمت کی نظر ہو

اے شہنشاہ کونین ختم رسل اپنے قدموں میں مجھ کو بلا لیجئے
رحمتِ دو جہاں، اشرف الانبیاً اب تو مجھ کو بھی اپنا بنا لیجئے

بندہ پرور نگاہِ کرم کیجئے، اب نہ کچھ امتحانِ وفا لیجئے
مجھ کو اقرار ہے میں گنہگار ہوں اپنے دامن میں مجھ کو چھپا لیجئے

آپؐ بدرالدجیٰؐ، آپؐ شمس الضحیٰؐ، آپؐ نورالہدیٰؐ احمدِ مجتبیٰؐ
مضطرب ہے ہماری نگاہِ طلب، روئے انور سے پردہ ہٹا لیجئے

آپؐ ابرِ کرم، آپؐ بحرِ سخا، آپؐ دستِ خدا ہیں خدا کی قسم
میرا دامن مرادوں سے بھر دیجئے، کام رحمت سے خیر الوریٰ لیجئے

دین وایماں تصدق حضور آپؐ پر، جان ودل بھی ہیں قرباں حضور آپؐ پر
بھیجتے ہیں درود وسلام آپؐ پر، ہم غریبوں کے تحفے ذرا لیجئے

آپ محبوب یزداں ہیں شاہِ امم آپؐ ہی سے ہے بس اک امید کرم
بندۂ در ہے صادقؔ حضور آپ کا، اس کو دنیا کے غم سے چھڑا لیجئے

سوئے طیبہ بصد نیاز چلے
جانبِ گلشنِ حجاز چلے

ہم بھی نازاں ہیں اپنی قسمت پر
ہم بھی سوئے گدا نواز چلے

خلوتِ حسنِ ناز کے محرم
دل میں لے کر حسین راز چلے

عشقِ شاہِ رسل کے صدقے میں
کچھ تو ہم ہو کے سرفراز چلے

ہم مدینے کی آرزو بن کر
ہو کے ہر شے سے بے نیاز چلے

بزمِ طیبہ میں پیش کرنے کو
دل کے جذبوں کا لے کے ساز چلے

سرورِ انبیاء کے کوچے میں
پڑھنے ہم عشق کی نماز چلے

ہم گنہگارِ عشق اے صادق
چشمِ رحمت پہ کر کے ناز چلے

خلق خدا پہ عام ہے رحمت حضورؐ کی
واللہ کس قدر ہے عنایت حضورؐ کی

افضل ہے دو جہاں میں نبوت حضورؐ کی
روشن رہے گی شمعِ رسالت حضورؐ کی

پیغامِ حق جہاں کو دیا ہر نفس کے ساتھ
دنیا پہ آئینہ ہے حقیقت حضورؐ کی

توصیف خود خدا نے کی اپنے کلام میں
اعلیٰ ہے ہر مقام سے عظمت حضورؐ کی

عرشِ عظیم جھک گیا تعظیم کے لئے
اللہ رے یہ شان یہ شوکت حضورؐ کی
وردِ زباں ہے اسمِ گرامی حضورؐ کا
دل میں ہے آرزوئے محبت حضورؐ کی
بھٹکے ہوؤں کو مل ہی گئی راہِ مستقیم
ہے ذاتِ پاک شمعِ ہدایت حضورؐ کی
مسند نشینِ کون و مکاں ہیں مرے حضورؐ
قائم ہے دو جہاں میں صدارت حضورؐ کی
مجھ سے گنہگار پہ ہے چشمِ التفات
ممتاز کر رہی ہے محبت حضورؐ کی
اس راز کی خدا کے سوا کس کو ہے خبر
کتنی بلندیوں پہ ہے رفعت حضورؐ کی
روشن ہے کائنات جمالِ حضورؐ سے
ہر شے میں دیکھتا ہوں میں صورت حضورؐ کی
سرمایۂ حیات نہیں کوئی میرے پاس
اک عشق میرے دل میں ہے دولت حضورؐ کی
امت کو بخشوائیں گے محبوبِ کبریا
محشر میں کام آئے گی نسبت حضورؐ کی
مجھ کو نہیں حوادثِ دنیا کا کوئی خوف
صادقؔ ہے ملکِ دل پہ حکومت حضورؐ کی

سلام

سلامی حضرتِ شبیرؑ شاہِ دین و دنیا ہیں
یہی قبلے کا قبلہ ہیں یہی کعبے کا کعبہ ہیں
یہ نائب ہیں رسول اللہ کے، رحمت کا دریا ہیں
سرِ محشر یہی امت کی بخشش کا وسیلہ ہیں
حسنؑ ابن علیؑ دنیا کے ہر غم کا مداوا ہیں
یہی ہیں یوسفِ ثانی یہی رشکِ مسیحا ہیں
ہے ان کی ذات دستورِ خداوندی کا آئینہ
یہ نورِ حق کا پیکر ہیں یہ قرآں کا سراپا ہیں
انہیں کے دم قدم سے روشنی ہے بزمِ عالم میں
یہی شاہِ دو عالم کی محبت کا اجالا ہیں
نہ ان کا کوئی ثانی تھا نہ ان کا کوئی ثانی ہے
شہِ دیں امتحانِ صبر کی منزل میں یکتا ہیں
سر ان کے قوتِ باطل کے آگے جھک نہیں سکتے
یہ وہ مومن ہیں جو فرضِ محبت سے شناسا ہیں
ستم کی سیکڑوں تیغیں ہیں مظلوموں کی گردن پر
زمینِ کربلا پر ظلم کے سو حشر برپا ہیں
شہادت پا چکے ایک ایک کر کے سب جگر گوشے
جنابِ سیدہ کے لال اب میداں میں تنہا ہیں
سرِ بازار سر نیزوں پہ ہیں اللہ والوں کے
بہا کر خونِ اہلِ بیت کا خوش دل میں اعدا ہیں
بلا کے تیر آ کر لگ رہے ہیں جسمِ اطہر پر
یزیدی لشکروں کے درمیاں شبیرؑ تنہا ہیں
لٹایا گھر کا گھر کس کے لئے سبطِ پیمبرؐ نے
وہ سمجھیں یہ حقیقت دیدہ و دل جن کے بینا ہیں
انہیں کی دید ہے دیدِ محمد مصطفےٰؐ صادقؔ
یہ ہم شکلِ پیمبرؐ ہیں جمالِ حق تعالےٰ ہیں

نظمیں اور منقبتیں

بارگاہ رحمۃ اللعالمینؐ میں

تیری رحمتوں کے صدقے مجھے آسرا ہے تیرا
کہ میں جی رہا ہوں اب تک یہی اک خیال کرکے
سرِ حشر کام دے گا تری ذات کا وسیلہ
مری معصیت نے چھوڑا مجھے پائمال کرکے
صادقؔ

تُو

کیوں ہے مشہورِ جہاں اس قدر اعجاز ترا
عشق نے تیرے ہی سمجھایا ہر اک راز ترا
چشمِ موسیٰ کے لیے جلوۂ جاناں تو ہے
قصۂ حضرتِ یوسف میں درخشاں تو ہے
شمسؒ و منصورؒ کے جذبات میں پنہاں تو ہے
اپنے عشاق کے افسانے کا عنواں تو ہے
یہ ترے حسنِ دلآویز کی ہے رعنائی
ہر نظر تیری محبت کی ہوئی سودائی
تجھ سے تابندہ ہے یہ مہرِ درخشاں اب تک
روشنی لیتا ہے تجھ سے مہ تاباں اب تک
حرم و دیر میں ہے تجھ سے چراغاں اب تک
تجھ سے ہے عرش کی قندیل فروزاں اب تک
ہے ترے حسن کے جلووں سے بہارِ گلشن
کیوں نہ آسودہ ہو پھر میری نظر کا دامن
تیرے پرتو سے درخشندہ ہے داغِ ہستی
تیرے ہی نور سے روشن ہے چراغِ ہستی
تیری خوشبو سے معطر ہے دماغِ ہستی
تیرے جلووں سے مزین ہے یہ باغِ ہستی
زندگی نور بداماں ہے کوئی کیا جانے
میرا دل رشکِ گلستاں ہے کوئی کیا جانے
تو ہے مہتاب مرے دل کے سیہ خانے کا
تو ہے خورشیدِ درخشاں مرے کاشانے کا
نام مشہور ہے تجھ سے ترے دیوانے کا
تو ہے عنوان مرے عشق کے افسانے کا
تجھ سے تابندہ ہے دنیائے محبت میری
مجھ پہ مخصوص ہے اب چشمِ عنایت تیری
لطفِ شاہانہ ہے مشہورِ زمانہ تیرا
کم نہیں میری نگاہوں میں خزانہ تیرا
آرزومند ہے بیگانہ، یگانہ تیرا
تیرے صادقؔ کے لبوں پر ہے ترانہ تیرا
روز افزوں ہے نگاہوں میں اب اعزاز ترا
مرتبہ اہلِ زمانہ میں ہے ممتاز ترا

ساقی

تجھ سے آباد ہے میخانۂ ہستی ساقی
گوشہ گوشہ ہے ترے نور کی بستی ساقی
تیرے دم سے ہے مری بادہ پرستی ساقی
اوج پر یوں ہے مری رندی و مستی ساقی
دل کے نغموں کے لئے ساز دیا ہے تو نے
زندگی کو نیا انداز دیا ہے تو نے
چشمِ مخمور سے مخمور کیا ہے تو نے
زندگی کو مری مسرور کیا ہے تو نے
پرتوِ حسن سے پُر نور کیا ہے تو نے

دل کو اک جلوہ گہہ طور کیا ہے تو نے
تیرے جلووں کی وہ تنویر ملی ہے ساقی
اک حسیں خواب کی تعبیر ملی ہے ساقی

پھول جیسی ہے ترے لب کے تبسم کی ادا
نقش ہے دل پہ مرے تیرے ترحم کی ادا
سحر آگیں ہے ترے طرزِ تکلم کی ادا
اللہ اللہ ترے جلووں کے تلاطم کی ادا
مجھلو محرابِ حرم ہیں ترے ابرو ساقی
راحتِ قلب و نظر ہیں ترے گیسو ساقی

یہ ترے ناز و ادا اور یہ نازک رفتار
یہ ترے ابرو و مژگاں ترے گیسو خمدار
یہ ترے لب یہ دہن یہ تری آنکھیں مے بار
سعدیؒ و حافظؒ و جامیؒ کے سخن کا شہکار
تیرے میخانے کا اعزاز عجب ہے ساقی
تیرے ہر رند کا انداز عجب ہے ساقی

میرؔ و مومنؔ کے تخیل میں نمایاں تو ہے
مظہرؔ و دردؔ کے جذبات میں پنہاں تو ہے
داغؔ و بیخودؔ کے تغزل کا گلستاں تو ہے
صادقؔ و حضرتِ مخمورؔ کا ارماں تو ہے
کون ہے دل میں نہیں تیری محبت ساقی
کون ہے جس ہی نہیں تیری عنایت ساقی

شہیدِ کربلا

سلامی حضرتِ شبیرؓ وہ مظلوم انساں ہیں
کہ جن کی داستانِ درد وغم کے لاکھ عنواں ہیں
مظالم جو ہوئے ان پر وہ کب نظروں سی پنہاں ہیں
لہو کی سرخیاں قرطاسِ ہستی پر درخشاں ہیں
ہوئے حق کے لئے قربان یہ تاریخ کہتی ہے
پرستارِ خدا نے دعوتِ حُسنِ عمل دی ہے

پیامِ دوستی دے کر بلایا کوفے والوں نے
کہوں کیا کس قدر ان کو ستایا کوفے والوں نے
یہاں تک ہر حقیقت کو چھپایا کوفے والوں نے
ہراک الزام حضرتؓ پر لگایا کوفے والوں نے
مگر تھا عزم کچھ ایسا رہے طوفاں سے ٹکرا کر
نہ سراپنا جھکایا قوتِ باطل سے گھبرا کر

یزیدی فوج نے آلِ نبیؐ پر وہ ستم ڈھائے
جلائیں ظلم کی تیغیں بلا کے تیر برسائے
پھر اس کے بعد مظلوموں کے سر نیزوں پہ لٹکائے
زمیں تھرا گئی افلاک کے آنسو نکل آئے
شہیدانِ وفا نے راہِ حق سے منہ نہیں موڑا
کسی نے صبر و استقلال کا دامن نہیں چھوڑا

مجاہد قوم و ملت کے بنو دنیا پہ چھاجاؤ
ضیائے حق پرستی کو زمانے بھر میں پھیلاؤ
حوادث جس قدر در پیش آئیں ان سے ٹکراؤ
ہیں جن کے حوصلے پامال ان لوگوں کو سمجھاؤ
منظم ہوں تو سب کو اک نئی تنظیم ملتی ہے
حسینی جاں نثاروں سے یہی تعلیم ملتی ہے

وہ خورشیدِ سحر زندہ وہ ماہِ شام زندہ ہے
زمانے میں شہیدِ کربلا کا نام زندہ ہے
حسینؓ ابن علیؓ کا آج بھی پیغام زندہ ہے
اے صادقؔ ان کے دم سے عظمتِ اسلام زندہ ہے

خدا کی راہ میں آلام سہنا حق بجانب ہے
بتائے لاالہ ان کو کہنا حق بجانب ہے

مرشدی ومولائی سلطان الاولیا حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہؒ کی بارگاہ میں آستانہ عالیہ مرشد نگر بھینسوڑی شریف، تحصیل ملک ضلع رامپور (یوپی)

تجھ سے شاداب ہوا ہے مرے ارماں کا کنول
حسنِ الفاظ سے بھردوں کا غزل کا آنچل
تو مرے عشق کے آغاز کا آئینہ ہے
تو مرے سوز مرے ساز کا آئینہ ہے
تو مری فکر کے انداز کا آئینہ ہے
تو مری روح کی آواز کا آئینہ ہے
اب یہی خواجہ حسنؒ حسنِ یقین ہے میرا
ماسوا تیرے کوئی اور نہیں ہے میرا
کون ہے جس کو میں ہمراز بنالوں اپنا
کون ہے جس کو میں دمساز بنالوں اپنا
کون ہے جس کو ہم آواز بنالوں اپنا
کس کو میں اے بتِ طناز بنالوں اپنا
آشنا تونے کیا سوزِ نہاں سے مجھکو
اور بیگانہ کیا سارے جہاں سے مجھکو
کون ہے میرے غمِ سوزِ نہاں کا حاصل
کون ہے نالۂ دل آہ و فغاں کا حاصل
کون ہے میرے یقیں میرے گماں کا حاصل
کون ہے میرے تصور کے جہاں کا حاصل
لذتِ دردِ محبت سے نوازا تو نے
مجھکو کونین کی دولت سے نوازا تو نے
جلوۂ رخ کے نظاروں کی قسم کھاتا ہوں
حسن و انوار کے دھاروں کی قسم کھاتا ہوں
چرخ کے چاند ستاروں کی قسم کھاتا ہوں
تیرے گلشن کی بہاروں کی قسم کھاتا ہوں
ہو گیا نور سے معمور تخیل میرا
بن گیا جلوہ گہہ طور تخیل میرا
مطلعِ صبح چمن تجھ کو میں کیونکر نہ کہوں
جلوۂ گنگ و جمن تجھکو میں کیونکر نہ کہوں
حاصلِ شعر و سخن تجھکو میں کیونکر نہ کہوں
قلبِ صادقؔ کی لگن تجھکو میں کیونکر نہ کہوں
تجھکو میں آئینۂ حسنِ ازل کہتا ہوں
تیرے جلووں ہی میں گم ہو کے غزل کہتا ہوں

بارگاہِ مرشدی ومولائی میں

کون ہے تم سا حسین و دلربا خواجہ حسنؒ
تم ہی تم ہو ہر طرف جلوہ نما خواجہ حسنؒ
میرے حالِ دل سے تم ہو آشنا خواجہ حسنؒ
میں ہوں مدت سے تمہارا مبتلا خواجہ حسنؒ
از طفیلِ پنجتنؑ، آسان کردو مشکلیں
ہے تمہارا ہی مجھے اک آسرا خواجہ حسنؒ
کس کے در پہ جاکے پھیلاؤں میں دامانِ مراد
ہے تمہارے در سے میرا واسطہ خواجہ حسنؒ
ہے تمہاری ذات ہی سے مجھکو امیدِ کرم
تم ہو میری زندگی کا مدعا خواجہ حسنؒ
یہ تمہاری شانِ بندہ پروری کی بات ہے
تم نے بخشی ہے مرے دل کو ضیا خواجہ حسنؒ

اللہ اللہ یہ تمہارے حسن کا اعجاز ہے
نقش ہے دل پر تمہاری ہر ادا خواجہ حسنؒ
ذرّے ذرّے میں تمہارے حسن کی تصویر ہے
میری نظروں کا یہی ہے فیصلہ خواجہ حسنؒ
حضرت خواجہ رضاؒ، خواجہ عنایتؒ کے طفیل
اپنے صادق کی طرف بھی دیکھنا خواجہ حسنؒ

عزیز الاولیاء شہید ملّت **حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ صاحب**ؒ سجادہ نشین سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب آستانہ عالیہ مرشد نگر بھینسوڑی شریف، تحصیل ملک، ضلع رامپور (یوپی)

اے عزیزالاولیاء اے خواجہ عبدالعزیز
تیرے دامن ہی میں ملتی ہے محبت جیسی چیز
ہر نظر پہچان لے تجھ کو، کہاں اتنی تمیز
تو وہ آقا ہے کہ دنیا ہے ترے در کی کنیز
آئینہ تیری نظر کا کاشفِ حالات ہے
تیرے دل میں حضرت خواجہ حسنؒ کی ذات ہے
تیری ہستی ہے جہانگیریؒ چمن کا آئینہ
خواجۂ ہندوستاں کی انجمن کا آئینہ
قادریؒ و بوالعلائیؒ بانکپن کا آئینہ
تو ہے پیرانِ طریقتؒ کے چلن کا آئینہ
مطلعِ صبحِ درخشاں ہے تری ذات میں
حضرت خواجہ حسنؒ کا تو ہے سجادہ نشیں
تو نے آنکھوں سے پلائے جام و پیمانے بہت
جس طرف دیکھو نظر آتے ہیں مستانے بہت
تیرے جلوؤں نے بنا رکھے ہیں دیوانے بہت
تو وہ شمعِ حسن ہے جس کے ہیں پروانے بہت
کس قدر ضو بار تیرے عشق کا افسانہ ہے
آستانِ پاک تیرا اک تجلی خانہ ہے
قابلِ تحسین تیرا جذبۂ ایثار ہے
تو شہید عشق ہے اس میں کسے انکار ہے
تیری قربانی کا ہر انسان کو اقرار ہے
سایہ افگن تجھ پہ ظلِّ احمدِؐ مختار ہے
آستانے پر ہے تیرے دلفگاروں کا ہجوم
تیری الفت کے ہزاروں جاں نثاروں کا ہجوم
ہے مکمل ہر طرح تیرا نظامِ زندگی
کس قدر اونچا کیا ہے تو نے نامِ زندگی
عرش کی رفعت سے بالا تر ہے بامِ زندگی
جان دے کر تو نے سمجھایا مقامِ زندگی
وقت کے اوراق پہ تابندہ تیرا نام ہے
تیری ہستی ساری دنیا کے لئے پیغام ہے

تاجدار سلسلۂ عزیزیہ وحسنیہ

حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ صاحب عرف منّے میاں

سجادہ نشین عزیز الاولیاء شہید ملّت حضرت عبدالعزیز شاہ صاحب قبلہ سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ مرشد نگر بھینسوڑی شریف، تحصیل ملک ضلع رامپور (یوپی)

اے عزیز الاولیاء کے جانشیں
اے لیاقت شاہ اے ذاتِ حسیں
کہہ رہی ہے تیری تابندہ جبیں
تو ہے خورشیدِ محبت بالیقیں
زندگی تیری ہے جانِ انجمن

یہ ہے فیضِ حضرتِ خواجہ حسنؒ
تیری ہستی ہے نگارِ میکدہ
تیرے دم سے ہے وقارِ میکدہ
میکدے میں ہے بہارِ میکدہ
کہہ رہے ہیں بادہ خوارِ میکدہ
رقص میں ہر ساغر و پیمانہ ہے
آج تو ہی ساقیِ میخانہ ہے
مخلص الرحمٰن کی تو آن ہے
حضرت حق و رضا کی شان ہے
تو عنایتؒ شاہ کا ارمان ہے
حضرتِ خواجہ حسنؒ کی جان ہے
لیلیٰ محمل تجھے کہتا ہوں میں
عشق کا حاصل تجھے کہتا ہوں میں
تیرا جلوہ، جلوۂ دلدار[1] ہے
تیری دنیا حسن کا گلزار ہے
تیری ہستی مطلعِ انوار ہے
تو جہانِ عشق میں ضو بار ہے
مرتبہ ذیشان و اعلیٰ ہے ترا
بندہ پرور بول بالا ہے ترا
خانقاہوں کی جو تعمیرات ہے
منہمک اس میں جو تیری ذات ہے
اک یہی دھن جو تجھے دن رات ہے
اس میں پوشیدہ کوئی تو بات ہے
ہے یہ ایمائے مشیت بالیقیں
اس میں پنہاں ہے حقیقت بالیقیں
زندگانی عشق کے حاصل میں ہے
تجھ سے رونق آج ہر محفل میں ہے
کامیابی جذبۂ کامل میں ہے
دور تک اب روشنی منزل میں ہے
شان و شوکت روز افزوں ہو تری
زیب و زینت روز افزوں ہو تری
تیری ہستی خلق میں مقبول ہے
ہر عمل تیرا بہت معقول ہے
جو نہ سمجھے تو یہ اس کی بھول ہے
تو عزیزالاولیاء کا پھول ہے
فیض دنیا سے نرالا ہے ترا
بزمِ عالم میں اجالا ہے ترا
تو ہے فطرت کا حسیں اک شاہکار
تیرے قدموں پر تصدق ہے بہار
تا ابد قائم رہے تیرا وقار
قادریؒ و بوالعلائی جاں نثار
قلبِ صادقؔ کی ہے یہ صادق دعا
تجھ کو عمرِ خضر ہو جائے عطا

حضرت صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب قصبہ ٹبل، تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ مقیم حال نقیب آباد۔ ضلع قصور (پاکستان)

اے نقیب الاولیاء خواجہ نقیب اللہ شاہ
تیری ہستی ہے درخشندہ مثالِ مہر و ماہ
تیرا سنگِ در ہے اب جن و ملک کی سجدہ گاہ
یہ خداوندِ دو عالم کا کرم ہے بے پناہ
اپنے مرشد کی تو جیتی جاگتی تصویر ہے

تیرے جلوؤں میں حسنؒ کے حسن کی تنویر ہے
شاہِ جیلانی کے الطاف و کرم کی بات ہے
صبح روشن ہے تری تابندہ تیری رات ہے
تو جہاں ہے جس جگہ ہے نور کی برسات ہے
تیرے قدموں پر نچھاور زیست کی سوغات ہے
حضرتِ خواجہ حسنؒ کا دلبر و جانی ہے تو
حسن میں اپنی جگہ اک یوسفِ ثانی ہے تو
روکشِ عشق و محبت ہے تری ذاتِ مبین
پیکرِ لطف و عنایت ہے تری ذاتِ مبیں
صاحبِ فہم و فراست ہے تری ذاتِ مبیں
جلوۂ حسنِ حقیقت ہے تری ذاتِ مبیں
سیکڑوں دل بن گئے گلشن توجہ سے تری
بھر گئے امید کے دامن توجہ سے تری
سیکڑوں گم کردہ راہوں کو دکھائی تونے راہ
کون ہوتا ہے زمانے میں کسی کا خیر خواہ
بے سہاروں کو ترے دامن میں ملتی ہے پناہ
اپنے بیگانوں پہ یکساں ہے ترا لطفِ نگاہ
تیرے الطاف و کرم کی کتنی شہرت آج ہے
تا ابد قائم رہے جو شان و شوکت آج ہے
تو ہے عرفانِ الٰہی کا سمندر بالیقیں
رہروانِ راہِ حق کا ہے تو رہبر بالیقیں
جذبۂ صادقؔ سے بنتا ہے مقدر بالیقیں
تو قلندر ہے، قلندر ہے قلندر بالیقیں
خاندانِ قادریؒ کا تجھ سے ہے سرسبز باغ
بزمِ سلطانِ دوؔ عالم کا ہے تو روشن چراغ

حضرت صوفی احمد کبیر شاہ صاحب (بناری)

بلیا (پہاڑ گنج) پیلی بھیت (یو پی)

اے کبیرالاولیاء احمد کبیر
تجھکو خالق نے بنایا بے نظیر
تو ہے شمعِ محفلِ پیرانِ پیر
تو فقیری میں ہے دنیا سے امیر
مطلعِ انوار تیری ذات ہے
نسبتِ خواجہ حسنؒ کی بات ہے
روئے انور ہے ترا بدرِ منیر
تیری زلفوں کا زمانہ ہے اسیر
جس کو تو چاہے وہ ہو روشن ضمیر
تو ہے رب کا، تیرا ہے ربِّ قدیر
تیری صورت میں ہے جلوہ پیر کا
تو ہے پیکر حسنِ عالمگیر کا
تیرا مسلک تیرا مشرب خوب ہے
تو نگاہِ شوق کو مرغوب ہے
تو حقیقت کا عجب مکتوب ہے
بزمِ خوباں میں بھی تو محبوب ہے
زندگی تیری سراپا ناز ہے
فیضِ مرشد کا یہی اعجاز ہے
تیری آنکھوں میں وہ شمعِ نور ہے
قلب تیرا جلوہ گاہِ طور ہے
تو شرابِ عشق سے مخمور ہے
خلق کی خدمت پہ تو مامور ہے
تیرے در سے ہے زمانہ فیضیاب

تیری ہستی کا نہیں کوئی جواب
فقر پر تیرے نچھاور جان ہے
تیری ہستی کس قدر ذیشان ہے
اتنی صادق کو ترے پہچان ہے
تو محبت کا حسیں عنوان ہے
جانتے ہیں اہلِ دل، اہلِ نظر
لے گئی نسبت تجھے کس اوج پر

حضرت صوفی حاجی احمد بخش عرف حاجی احمد حسن شاہ صاحب قدیم رہنے والے پیلی بھیت و بریلی مقیم حال: تیلی محلہ قمر الدین اسٹریٹ بمبئی۔۳

حضرتِ احمد حسن، اے راحتِ خواجہ حسن
پھولتا پھلتا رہے تیری امیدوں کا چمن
تیری ہستی ہی سے قائم ہے نظامِ انجمن
تا ابد تجھ پر رہے لطفِ نگاہِ پنجتن
تیرے آغازِ محبت کا حسیں انجام ہے
جاں نثاروں میں سرِ فہرست تیرا نام ہے
راس آئی ہے محبت کی فراوانی تجھے
ہے میسر ماہ و انجم کی درخشانی تجھے
شیخ نے فرما کے احمد شاہ درانی تجھے
بخشدی ہے ملکِ عرفانی کی سلطانی تجھے
سچ تو یہ ہے عاشقوں کے عشق کا حاصل ہے تو
معرفت کی منزلوں میں رہبرِ کامل ہے تو
کون ہے آسودہ ایسا عشق کی منزل میں آج
تیری کشتی آگئی ہے دامنِ ساحل میں آج
حضرتِ آقا حسنؒ ہیں تیری بزمِ دل میں آج
ہر طرف ہے نور کی بارش تری محفل میں آج
تیرے ذوق و شوق کی دنیا گل و گلزار ہے
اب ترے حسنِ تجسس کا جہاں ضوبار ہے
پیر نے تجھ کو بنایا ہے ولی احمد حسن
ہے فقیری میں میسر خسروی احمد حسن
مل گئی قلب و نظر کو روشنی احمد حسن
ناز کے قابل ہے تیری زندگی احمد حسن
تیرے ارمان و تمنا کا گلستاں کھل گیا
تجھ کو دنیائے محبت کا خزانہ مل گیا
تیری چشمِ آرزو نے کہدیا ہے تیرا حال
میں نے سمجھا ہے محبت میں ترا حسنِ سوال
تجھ کو لے آئی وہاں اب تیری پروازِ خیال
تو جہاں چاہے گا ہوگا پیر کا تجھکو وصال
دل ہے آئینہ ترے جذبات کی تنویر کا
تجھ کو ہر شے میں نظر آئے گا جلوہ پیر کا
سو پری خانے بنائے تونے اپنے ذہن میں
جام و پیمانے بنائے تونے اپنے ذہن میں
کیسے کاشانے بنائے تونے اپنے ذہن میں
آئینہ خانے بنائے تونے اپنے ذہن میں
عزمِ محکم تھا زیارت گاہ کی تعمیر کا
مل گیا تجھکو اجالا شیخ کی تنویر کا
بات یہ لاکھوں میں کہدوں گا مجھے ہے کس کا ڈر
پیر و مرشد پہ کیا تونے نچھاور مال و زر
مرجعِ عالم ترے دم سے بنا مرشد نگر
کام یہ تیری بصیرت سے ہوا اہلِ نظر

شہرۂ آفاق ہے مرشد نگر کی سرزمیں
کعبۃ العشاق ہے مرشد نگر کی سر زمین
جو بھی کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ رہا ہوں صاف صاف
اک حقیقت ہے جسے میں کر رہا ہوں انکشاف
کون ہے جو اس حقیقت سے کرے اب انحراف
ہے تری خدمات کا ہر آدمی کو اعتراف
تو ہے صادق کی نگاہوں میں گلستانِ حسنؒ
زندگی ہے تیری اب شمعِ شبستانِ حسنؒ

حضرت صوفی علی حسین شاہ صاحب

(آنولوی) مقیم حال۔ بمبئی

ان کی نگاہ میں ہے جمالِ جہاں نما
خواجہ حسنؒ ہیں ان کی محبت کا آئینہ
دل ان کا حسنِ جلوہ گہہ کوہِ طور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
مرشد پہ اپنے ہیں یہ دل و جان سے فدا
آقا حسنؒ کی ذات سے ہے ان کا واسطہ
چہرے پہ ان کے پیرِ طریقت کا نور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
حاصل ہے ان کو قربتِ آقا حسنؒ کا فیض
پہنچا ہے ان کو نسبتِ آقا حسنؒ کا فیض
عرفاں کی روشنی ہے ریاضت کا نور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
ان کو نشاط و عیش کی دنیا سے کیا غرض
جام و صراحی، ساغر و مینا سے کیا غرض
دل ان کا عشقِ پیر کے نشہ میں چور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
جو شخص ہو گیا ہے دل و جان سے غلام
اس کو جہانِ عشق میں حاصل ہے اک مقام
وہ دین کے قریب ہے دنیا سے دور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
مجھ سے نگاہ شیخ نے یہ راز کہدیا
یہ بات کہہ رہا ہوں میں دنیا سے بر ملا
اس دور کا یہ مردِ قلندر ضرور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
افسانہ دل نشیں ہے محبت کی قید کا
ہے ان کو اختیار سیاہ و سپید کا
سمجھے وہ میری بات جسے کچھ شعور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے
سچ ہے بھروسہ کرتا نہیں کائنات پر
تکیہ کئے ہوئے ہے یہ خالق کی ذات پر
صادق بھی ایک بندۂ ربِّ غفور ہے
صوفی علی حسین پہ لطفِ حضور ہے

حضرت مولانا الحاج صوفی محمد خوشحال شاہ صاحب

چلہ گاہ قصبہ بہار گڑھ ڈاکخانہ مورنہ ضلع مظفر نگر (یوپی)

پیرِ کامل خضرِ منزل حضرتِ خوشحال شاہ
تونے لوگوں کو دکھائی عشق کی تابندہ راہ
ہے وہی خوش بخت پڑ جائے تری جس پر نگاہ
اک جہاں کو مل رہی ہے تیرے دامن میں پناہ
ہر زباں پر تیرے فیضانِ نظر کی بات ہے
ہر طرف اب تیرے عرفانِ نظر کی بات ہے

کس قدر مشہور ہے لطفِ کریمانہ ترا
قائم و دائم رہے اندازِ شاہانہ ترا
ہر عقیدت مند کے دل میں ہے کاشانہ ترا
تا قیامت کم نہ ہو فیضانِ میخانہ ترا
برسبیلِ تذکرہ ہر لب پہ تیری بات ہے
بوالعلائی فیض کا سرچشمہ تیری ذات ہے
سامنے میری نظر کے صورتِ حالات ہے
تیرے دامن میں گلِ عرفان کی سوغات ہے
تیرے ہونٹوں پہ محمد مصطفےٰ بات ہے
میں سمجھتا ہوں تری ہستی فنا فی الذات ہے
تجھکو جو پالے گا پالے گا شہ لولاک کو
تجھکو جو چاہے گا چاہے گا خدائے پاک کو
تو مقدر کا سکندر ہے زبانِ عشق میں
تو فقیری میں تونگر ہے زبانِ عشق میں
رہروِ الفت کا رہبر ہے زبانِ عشق میں
تو بھی اک مردِ قلندر ہے زبانِ عشق میں
تجھکو اس منزل مین لے آئی ہے تیری آگہی
سرحدِ ادراک سے آگے ہے تیری روشنی
فیضِ نسبت سے کیا ہے تونے حاصل وہ مقام
تیری محفل سے نہ جائے گا کوئی اب تشنہ کام
تیرے صادق کی نگاہوں میں ہے تیرا احترام
تو مرے آقا حسن کے میکدہ کا ہے امام
پیر و مرشد کا اک ایسا عاشق و شیدا ہے تو
قادری و بوالعلائی فیض کا دریا ہے تو

حضرت الحاج صوفی شمشاد علی شاہ صاحب (علی گڑھی)

مقیم حال (آستانہ حسنی) ۲/۱۷، بی ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹، (پاکستان)

حضرتِ شمشاد اے حسن و جمالِ انجمن
اے خلوصِ بیکراں اے پیکرِ خواجہ حسنؒ
تیرے دامن میں سمٹ آئے ہیں انوارِ چمن
تیرے ذوق و شوق سے ظاہر ہے تیرا بانکپن
تیرے سینے میں ہے داغِ حضرتِ خواجہ حسنؒ
تیری ہستی ہے چراغِ حضرتِ خواجہ حسنؒ
تبصرہ تیری وفا پر میرا بیباکانہ ہے
عشق میں تجھکو میسر ہمت مردانہ ہے
میکدہ بردوش تیرا جذبۂ رندانہ ہے
تو جہاں ہے اس جگہ میخانے کا میخانہ ہے
بارگاہِ حق میں جو مقبول تیری ذات ہے
صرف یہ خواجہ حسنؒ کے فیض ہی کی بات ہے
دیکھ کر تیری طرف اہلِ بصیرت دنگ ہیں
بات وہ حق کیا کہیں گے جن کے دل ہی تنگ ہیں
حضرتِ خواجہ حسنؒ ہر وقت تیرے سنگ ہیں
تیرے افسانے کے عنواں میں ہزاروں رنگ ہیں
تو ہے آئینہ حدیثِ عشق کی تفسیر کا
تیری آنکھوں میں ہے جلوہ حسنِ عالمگیر کا
تیری بزمِ آرزو میں پیر کی اک ذات ہے
جس کے جلووں سے منور تیری ہر اک رات ہے
تیرے گلشن میں بہاروں کی حسیں برسات ہے
تیرے دامن میں محبت کی بڑی سوغات ہے
قابلِ تقلید ہے یوں بھی ترا ذوقِ عمل

فیضِ نسبت سے کھلا ہے تیرے ارماں کا کنول
عشق میں تو جذبۂ ایثار کی تصویر ہے
بارگاہِ حسن میں تیری بڑی توقیر ہے
یہ ترے خوابِ محبت کی حسیں تعبیر ہے
تیری چشمِ شوق میں ہر وقت تیرا پیر ہے
قلبِ صادقؔ کہہ رہا ہے صاحبِ عرفاں ہے تو
آسمانِ معرفت کا نیرِ تاباں ہے تو

حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب (پیلی بھیت)

مقیم حال، محفل جہانگیریہ شیخ مصری، ہڈالا بمبئی ۳۷

اے سراج الاولیاء عبدالمجید
تجھکو حاصل ہے حسیں جلووں کی دید
رنگ لائے تیرے جذباتِ شدید
کیوں نہ بر آتی ترے دل کی امید
مل گیا تجھکو درِ خواجہ حسنؒ
کھل گیا تیری محبت کا چمن
تو نے پیدا کر لیا اک ایسا حال
تیری نظروں میں ہے ہر اوج و زوال
تجھ کو حاصل ہے محبت میں کمال
شیخ نے تجھکو کیا روشن خیال
ضوفشاں ہے تیری دنیائے حیات
عشق میں آسودہ ہے اب تیری ذات
چھیڑدے نظروں سے سازِ زندگی
کھولدے راز و نیازِ زندگی
بخشدے سوز و گدازِ زندگی
تا کہ مل جائے فرازِ زندگی
دور ہوتے ہیں دلوں کے رنج و غم
طالبوں پر ہے تری چشمِ کرم
تو جمالِ یار کی تنویر ہے
تو سراپا عشق کی تصویر ہے
ملتفت تجھ پر نگاہِ پیر ہے
واقعی تو صاحبِ تقدیر ہے
راس آئی پیر کی نسبت تجھے
مل گئی عظمت تجھے رفعت تجھے
تیرے گلشن کی فضا ہے پُر بہار
تجھ کو بخشا عشق نے ایسا وقار
سیکڑوں عاشق ہیں تیرے دلفگار
تجھ پہ صادقؔ بھی دل و جاں سے نثار
میں نے سمجھا ہے ترے جذبات کو
تو نے پہچانا ہے ان کی ذات کو

حضرت مولانا صوفی غلام آسی شاہ صاحب

سید پورہ ضلع بلیا مقیم حال، تحصیل ملک ضلع رامپور (یوپی)

حضرت مولانا آسی شاہ، فیضِ العارفین
ہے ترے جذبے میں پنہاں خدمتِ دینِ متیں
تجھ کو حاصل ہے متاعِ نور ایمان و یقیں
ہے ترے اعمال سے روشن تری لوحِ جبیں
ہے الگ سارے زمانے سے ترا رنگِ سخن
حضرت خواجہ حسنؒ ہیں تیرے خوابوں کا چمن
تیرے ہونٹوں پر ہے نامِ رحمتہ اللعالمینؐ
دل پہ کندہ ہے کلامِ رحمتہ اللعالمینؐ
ہر نفس ہے احترامِ رحمتہ اللعالمینؐ

یاد ہے تجھکو پیامِ رحمتہ اللعالمینؐ
پیکرِ حسنِ شریعت ہے تری ذاتِ مبیں
واقفِ رازِ طریقت ہے تری ذاتِ مبیں

تیرے غم خانے میں کیا سوزِ دلِ پروانہ ہے
غنچہ و گل کی زباں پر بھی ترا افسانہ ہے
کس بلندی پر تخیل کا ترے کاشانہ ہے

تیرے جیسا کون فرزانوں میں اب فرزانہ ہے
کام آیا ہے محبت میں ترا ذوقِ سخن
زندگی تیری ہے خود اپنی جگہ اک انجمن

ہے چراغ بوالعلائی نام کی جو اک کتاب
شیخ کی روحِ مقدس سے کیا ہے اکتساب
ہے سوانح حضرت خواجہ حسنؒ کا انتخاب
سعیٔ پیہم نے تری تجھ کو کیا ہے کامیاب

پیر کی تصویر ہے تیری نظر کے سامنے
عشق کی تنویر ہے تیری نظر کے سامنے
ایک ہے دارالتصوف ایک دارالتزکیہ
جن کو اترولہ ضلع گونڈہ میں اک درجہ ملا
مولیٰ مسجد کا ضروری ہے۔ یہاں اب تذکرہ
تجھ کو تیرا مقصدِ دل اس طرح حاصل ہوا
ہاں نظام الدین کنندہ اولیاء مسجد کے ہیں
صادق اس کے حسن میں جلوے رضا مسجد کے ہیں

حضرت الحاج صوفی قربان علی شاہ صاحب

(آنولوی) مقیم حال، پٹھان محلہ، ڈبائی ضلع بلندشہر (یوپی)

حسن و جمالِ خواجہ حسنؒ ہے نگاہ میں
تاریکیوں کا نام نہیں تیری راہ میں
تابندہ عشق سے ہے ترے دل کی خانقاہ
قربان علی شاہ

دریائے معرفت کی شناور ہے تیری ذات
میں جانتا ہوں مردِ قلندر ہے تیری ذات
سر اپنا تیرے در پہ جھکاتے ہیں کجکلاہ
قربان علی شاہ

رہرو کا ہر قدم پہ رہے گا تو پاسباں
بھٹکے گا اب نہ راہِ محبت میں کارواں
روشن ہے تیرے دم سے محبت کی شاہراہ
قربان علی شاہ

تو نے علاجِ ہر دلِ بیمار کر دیا
تیری نگاہِ لطف نے اظہار کر دیا
ہر غم زدہ کے دل کے لئے تو ہے خیر خواہ
قربان علی شاہ

جو جانتا نہیں ہے وہ اب جان لے تجھے
پہچانتا نہیں ہے تو پہچان لے تجھے
تجھ کو بنایا پیرِ طریقت نے خضرِ راہ
قربان علی شاہ

دولت ملی ہے ایسی عقیدت کے فیض سے
آسودگی نصیب ہے نسبت کے فیض سے
ہے بے نیاز سارے جہاں سے تری نگاہ
قربان علی شاہ

تو نے اسے نوازا ہے کیف و سرور سے
مخمور کر دیا ہے شرابِ طہور سے
جس پر پڑی ہے تیری محبت بھری نگاہ
قربان علی شاہ

اک دن وہ ہوگا اپنی حقیقت سے آشنا
صادقؔ نصیب ہوگا اسے دل کا مدعا
حسنِ شعور بخشے گی جس کو تری نگاہ

قربان علی شاہ

حضرت الحاج فضل حسین شاہ صاحب کاملؔ

میاں جہانگیر آبادی جہانگیر آباد۔ ضلع بلند شہر (یوپی)

نسبت کے فیض نے تجھے کامل بنا دیا
بزمِ جہاں میں رشک کے قابل بنا دیا
خواجہ حسنؒ نے عشق کی تنویر بخش کر
ذرّے کو آفتاب کا حاصل بنا دیا
اسرارِ عشق کا تجھے حامل بنا دیا
کشفِ نظر سے صاحبِ محفل بنا دیا
اللہ رے تجھ پہ خواجہ حسنؒ کا یہ التفات
ہر اعتبار سے تجھے کامل بنا دیا
تیری نظر کو دید کے قابل بنا دیا
فطرت کی جلوہ گاہ ترا دل بنا دیا
راہِ طلب میں تجھ سے ملے گی دلی مراد
مرشد نے تجھ کو رہبرِ منزل بنا دیا
راہوں کی مشکلات کا حامل بنا دیا
رہرو کے واسطے تجھے منزل بنا دیا
میں تو یہ جانتا ہوں محبت نے بالیقیں
طوفاں میں تجھ کو دامنِ ساحل بنا دیا
آئینہ گر نے دل کو ترے دل بنا دیا
ہر طرح اپنی یاد کے قابل بنا دیا
کاملؔ یہ اپنے مرشدِ کامل کا فیض ہے
صادقؔ بنا دیا کہیں کاملؔ بنا دیا

منصور الحسن شاہ صاحب

محفل حسنی کھنڈی پاڑہ، درگاہ روڈ بمبئی ۸۲

صاحبِ توقیر ہے تو شاہ منصور الحسن
تذکرے ہیں تیری الفت کے چمن اندر چمن
تو ہے پروانہ یہ کہتی ہے ترے دل کی لگن
حضرتِ خواجہ حسنؒ ہیں تیری شمعِ انجمن
پیر و مرشد پر رہی ہر حال میں تیری نگاہ
فیضِ نسبت سے ہوئی تابندہ تیری شاہراہ
جادہ ہائے کوہکن آسان ہے تیرے لئے
چاک کرنا پیرہن آسان ہے تیرے لئے
منزلِ دار و رسن آسان ہے تیرے لئے
بندۂ حق کا چلن آسان ہے تیرے لئے
بادۂ عرفاں سے تیرا ہر نفس مخمور ہے
سچ تو یہ ہے تو بھی اپنے وقت کا منصور ہے
عشق تیرے کام آیا شاہِ منصور الحسن
تیری صورت سے عیاں ہے جلوۂ صبحِ چمن
پیر و مرشد نے سجادی تیرے دل کی انجمن
تو ہے اب اس طرح روشن جیسے تاروں میں گگن
روزِ اوّل سے رہی ہے تیرے دل میں ان کی چاہ
رفتہ رفتہ بن گیا ہے تیرا دل اک جلوہ گاہ
ظلمتیں کافور تیرے نام سے ہونے لگیں
کلفتیں سب دور تیرے نام سے ہونے لگیں

محفلیں پر نور تیرے نام سے ہونے لگیں
ہستیاں مسرور تیرے نام سے ہونے لگیں
لطف فرما کیا ہوئے ہیں حضرتِ خواجہ حسنؒ
جان و دل تجھ پر نچھاور کر رہے ہیں مرد و زن
خوشنما ہے جیسے مہر و ماہ و انجم سے گگن
جیسے غنچوں کے تبسم سے بہاروں پر چمن
تیرے ہی دم سے تو ہے آراستہ اب انجمن
عشقِ صادقؔ نے ترے دل کو فروزاں کر دیا
تیری ہستی کا ہر اک پہلو درخشاں کر دیا

حضرت صوفی علاؤالدین شاہ صاحب (آنولوی)

مقیم حال بمبئی

تیرے جذبات و عقیدت نے نوازا ہے تجھے
کس قدر حسنِ ارادت نے نوازا ہے تجھے
حضرتِ مرشد کی نسبت نے نوازا ہے تجھے
تیری دنیائے محبت میں چلے آئے حسنؒ
حضرت صوفی علاؤالدین شیدائے حسنؒ
کیا بگاڑے گی ترا اب گردشِ لیل و نہار
تجھ کو حاصل شیخ کا فیض و کرم ہے بے شمار
آگئی تیری محبت کے گلستاں میں بہار
زیب و زینت تیرے گلشن کی ہیں گلہائے حسنؒ
حضرت صوفی علاؤالدین شیدائے حسنؒ
زندگی کا لطف تیرے جذبۂ کامل میں ہے
ہر طرح آسودگی اب عشق کی منزل میں ہے
سرفرازی تجھ کو حاصل حسن کی محفل میں ہے
سجدہ گاہِ عشق ہے نقشِ کفِ پائے حسنؒ
حضرت صوفی علاؤالدین شیدائے حسنؒ
خوبصورت ہے تری نظروں میں بزمِ کائنات
عشقِ صادقؔ میں تصدق ان پہ ہے تیری حیات
نقش ہیں دل پر ترے ان کے ہزاروں واقعات
تیری نظروں میں رہا کرتی ہے دنیائے حسنؒ
حضرت صوفی علاؤالدین شیدائے حسنؒ

حضرت صوفی حکیم الدین شاہ صاحب فیروز آبادی

مقیم حال، دوسہ (راجستھان)

اے پرستارِ محبت، اے حکیم الدین شاہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ
فیضِ نسبت سے درخشاں ہے شہابِ زندگی
اوج پر ہے آج تیرا ماہتابِ زندگی
زندگی کو مل گیا حسن و شبابِ زندگی
درمیاں سے اٹھ گیا ہر اک حجابِ زندگی
جگمگا اٹھی ہے تیری زندگی کی شاہراہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ
مل گئے تجھ کو حسیں لیل و نہارِ زندگی
رقص فرما ہے ترے در پر بہارِ زندگی
زندگی ہونے لگی ہے خود نثارِ زندگی
عشق تیرا بن گیا ہے تاجدارِ زندگی
سر جھکاتے ہیں ترے کوچے میں آکر کجکلاہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ
کس قدر روشن ستارا ہے تری تقدیر کا
تیرے ہاتھوں میں رہا دامن ہمیشہ پیر کا
یہ خلاصہ ہے ترے جذبات کی تاثیر کا

مل گیا ہے تجھ کو ورثہ ذکر کی جاگیر کا
روز روشن کی طرح روشن ہے تیری جلوہ گاہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ

ایک ہنگامہ تری محفل میں صبح و شام ہے
تیرا فیضانِ نظر اہلِ جہاں پر عام ہے
خدمتِ خلقِ خدا ہر وقت تیرا کام ہے
تجھ پہ پیرانِ طریقت کا بڑا انعام ہے
بوالعلائی فیض کا مرکز ہے تیری خانقاہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ

تیری آنکھیں بادۂ عرفاں کے خمخانے بھی ہیں
جلوۂ سرشار سے لبریز پیمانے بھی ہیں
تیرے جلووں کے ہزاروں لوگ دیوانے بھی ہیں
تجھ سے جو منسوب ہیں صادقؔ وہ افسانے بھی ہیں
تیرے میخانے میں ملتی ہے زمانے کو پناہ
مستقل خواجہ حسنؒ کی تجھ پہ رہتی ہے نگاہ

حضرت الحاج صوفی عبدالغنی شاہ صاحب

رڑکی، ضلع مظفرنگر (یوپی)

تیرے کاشانے میں اے عبدالغنی
ہے یقیناً عشق کی جلوہ گری
دل میں روشن ہے چراغِ آگہی
شان ہے یہ بوالعلائی فیض کی
خاص ہے چشمِ عنایت پیر کی
مہرباں تجھ پر ہیں صابر کلیریؒ
نقشبندی حسنِ عمل نے روشنی
تجھ کو حاصل ہے متاعِ بندگی
ہوگئی روشن تری بزمِ خیال
رنگ لائی ہے ترے دل کی لگن
ہے نگاہوں میں رخِ خواجہ حسنؒ
ہر طرف ہے حسن کی جلوہ گری
قادری نسبت کا یہ فیضان ہے
مل رہی ہے معرفت کی روشنی
یہ ہے پیرانِ طریقت کا کرم
کھل رہے ہیں تجھ پہ اسرارِ خودی
ساقیِ کوثر کا ہے یہ التفات
ہے میسر تجھ کو کیفِ سرمدی
دولتِ عرفاں ترے دامن میں ہے
ہے اسی کا نام فیضِ باطنی
جذبۂ عشقِ حسنؒ کام آگیا
بے نیازِ غم ہے تیری زندگی
کاروانِ دل ہے منزل کی طرف
ہر قدم پر ہو رہی ہے رہبری
قائم و دائم رہے تیرا چمن
یہ دعا کرتا ہے صادقؔ دہلوی

حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ صاحب

محلہ میراں کی پیٹ بریلی (یوپی)

اے محبّ الاولیاء اے حضرتِ حاجی جمیل
تو ارادت مند لوگوں کو ہے بخشش کی سبیل
تیرے اعزازِ فقیری نے کیا تجھ کو شکیل
ہے یہی شاید محبت میں امیری کی دلیل
تیرے قدموں میں عقیدت سے زمانہ آگیا

ہاتھ عرفان و حقیقت کا خزانہ آگیا
اس حقیقت میں نہیں ذرّہ برابر قال و قیل
توڑدی تونے جو تیری راہ میں آئی فصیل
عزمِ محکم تھا تو آساں ہو گیا رستہ طویل
ہے یہ تیرے صاحبِ ادراک ہونے کی دلیل
بخشدی حسنِ ارادت نے بضاعت عشق کی
مل گئی قلب و نظر کو تیرے راحت عشق کی
نامِ نامی ہے ترا اس بات کی روشن دلیل
تشنہ کامانِ محبت کے لئے ہے تو سبیل
منزلِ عرفاں میں تیرا نقشِ پا ہے سنگِ میل
مشعلِ راہِ طریقت ہے تری ذاتِ جمیل
تیرے پرتو سے دلوں کو روشنی ملنے لگی
آرزوؤں، حسرتوں کی ہر کلی کھلنے لگی
کوئی دانا ہو کہ بینا ہو کہ ہو کوئی عقیل
مختصر لفظوں میں کہدیتا ہوں قصہ ہے طویل
شیخ کی ذاتِ گرامی نے بنایا ہے شکیل
اللہ اللہ یہ ترا بختِ رسا حاجی جمیل
اپنے بیگانے تری آنکھوں کے مستانے ہیں آج
تو ہے شمعِ بزم قرباں تجھ پہ پروانے ہیں آج
حق وہی ہے جس کو دل تسلیم کرلے بے دلیل
تیرے جیسا تو مقدر ہی سے ملتا ہے وکیل
چھیڑنے کو چھیڑ سکتا ہوں میں اک بحثِ طویل
آدمی صدق و صداقت ہی سے بنتا ہے خلیل
تیری ہستی ہے زمانے کے لئے اک آئینہ
تو ہے تصویرِ محبت عشقِ صادق کی ضیا

حضرت صوفی عبدالعزیز بابا شاہ صاحب

ریلوے اسٹیشن روڈ، بارہ بنکی (یوپی)

تو پیر کا ہے شیدا عبدالعزیز بابا
یہ فضل ہے خدا کا عبدالعزیز بابا
آقا حسنؒ کی چشمِ لطف و کرم نے تجھ کو
حسنِ شعور بخشا عبدالعزیز بابا
تو بندۂ محبت آئینۂ عقیدت
دستور ہے وفا کا عبدالعزیز بابا
خواجہ حسنؒ کا جلوہ تیری نگاہ میں ہے
دل ہے ترا مجلّا عبدالعزیز بابا
یہ بات ہو رہی ہے حسنِ عمل سے ثابت
ہے عشق کا سراپا عبدالعزیز بابا
یہ فیض ہے رضا کا ہے لطفِ بوالعلائی
بیدار دل ہے تیرا عبدالعزیز بابا
یہ تیرا زہد و تقویٰ اس بات کا ہے شاہد
تیری الگ ہے دنیا عبدالعزیز بابا
سرشار کر رہی ہے جو تیرے ہر نفس کو
ہے معرفت کی صہبا عبدالعزیز بابا
یہ جذبہ والہانہ راہِ طلب میں تیرا
ہے فیض عاشقی کا عبدالعزیز بابا
تیری نظر کی وسعت یہ راز کہہ رہی ہے
تو بھی ہے دل کا دریا عبدالعزیز بابا
میری نگاہ میں ہے تو پیکرِ صداقت
صادقؔ ہے عشق تیرا عبدالعزیز بابا

حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ صاحب (بدایونی)

مقیم حال، کراچی (پاکستان)

جگمگایا رسم و راہِ شوق کو
مل گئے جلوے نگاہِ شوق کو
مل گئی خواجہ حسنؒ کی بارگاہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ
ہر قدم تابندگی ملنے لگی
منزلوں کی روشنی ملنے لگی
نورِ نسبت سے ہے روشن شاہراہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ
عشق میں ادراک سے آگے ہے تو
سرحدِ افلاک سے آگے ہے تو
کہہ رہی ہے راز یہ تیری نگاہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ
اتنی قوت، عزم و ہمت میں نہیں
ہر کس و ناکس کی قسمت میں نہیں
کام جو کرتی ہے تیری اک نگاہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ
عشق کے دم سے ہوئی منزل نصیب
ہو گیا تجھ کو مقامِ دل نصیب
پیر کا تجھ پر کرم ہے بے پناہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ
دل تمناؤں کا گلشن ہو گیا
شمع کی مانند روشن ہو گیا
سحر آگیں ہے تری چشمِ سیاہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ
راہرو کو تیرے در سے مل گیا
سچ تو یہ ہے منزلِ دل کا پتا
تو بھی اپنے وقت کا ہے خضرِ راہ
عاشقِ مرشد ثناء اللہ شاہ

حضرت صوفی ڈاکٹر عبدالغفور شاہ صاحب

فتح پور سیکری۔ ضلع آگرہ (یو پی)

حضرتِ خواجہ حسنؒ کا فیض ہے حاصل تجھے
اک زمانہ کہہ رہا ہے رہبرِ کامل تجھے
عشق نے بخشا ہے تجھ کو اس قدر حسنِ شعور
صاحبِ دل اہلِ عرفان ڈاکٹر عبدالغفور
تجھ کو اوراد و وظائف سے جو تابانی ملی
تیرے دل کے گوشے گوشے کو درخشانی ملی
کام تیرے آرہا ہے پیر کی نسبت کا نور
صاحبِ دل اہلِ عرفاں ڈاکٹر عبدالغفور
ساقیِ محفل کے رندوں میں ہے شامل تیرا نام
بادۂ الفت سے ہے لبریز تیرے دل کا جام
زندگی بھر کم نہیں ہوگا ترا کیف و سرور
صاحب دل اہلِ عرفاں ڈاکٹر عبدالغفور
حق تعالیٰ نے کیا تجھ کو عطا محنت کا پھل
تیری ہستی کا ہے آئینہ ترا حسنِ عمل
جو نہ پہچانے تجھے ہے اس کی نظروں کا قصور
صاحب دل اہلِ عرفاں ڈاکٹر عبدالغفور

حضرت صوفی حضور احمد شاہ صاحب

پیلی بھیت (یو پی)

اے پیکرِ محبت صوفی حضور احمد
بزمِ حسنؒ کی زینت صوفی حضور احمد

خواجہ حسنؒ کا تجھ کو فیضِ نظر ہے حاصل
تو ہے متاعِ وحدت صوفی حضور احمد
تجھ سے رضا کی منزل ضو بار ہو رہی ہے
شمعِ رہِ ہدایت صوفی حضور احمد
تو پیر کے کرم سے ہے آج خضرِ منزل
اے صاحبِ طریقت صوفی حضور احمد
ہستی کا تیری تجھ کو عرفان ہو رہا ہے
آئینۂ صداقت صوفی حضور احمد
ہے گفتگو سے ظاہر خلقِ عظیم تیرا
دلدادۂ شرافت صوفی حضور احمد
تو عشق کے جہاں میں تصویر ہے وفا کی
اللہ رے عزم و ہمت صوفی حضور احمد
حسنِ عمل کا تیرے صادقؔ بھی معترف ہے
دل میں ہے تیری عظمت صوفی حضور احمد

حضرت صوفی ننھے شاہ صاحب (چھنی والے)

پیلی بھیت (یوپی)

تیری آنکھوں میں ہے نقشہ حسن کی تنویر کا
در حقیقت یہ اثر ہے عشق کی تاثیر کا
آئینہ خانے میں ہیں خواجہ حسنؒ جلوہ کناں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
شادمانی عشق کی منزل میں ممکن ہی نہیں
یوں رسائی حسن کی محفل میں ممکن ہی نہیں
پیر و مرشد کا ہے تجھ پر التفاتِ بیکراں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
فیضِ نسبت سے درخشندہ ہے تیری زندگی
گویا ہر پہلو سے تابندہ ہے تیری زندگی
تیری راہیں جگمگاتی ہیں مثالِ کہکشاں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
غنچہ و گل کے لبوں پر رقص کرتی ہے ہنسی
تیرے ارمانوں کی کلیوں کو ملی ہے تازگی
عمر بھر رکھے خدا شاداب تیرا گلستاں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
نقشِ پائے یار ہے جب ہر قدم پر رہنما
عزم محکم ہے تو اک دن مل ہی جائے گا پتا
اپنی منزل پر پہنچ جائیگا تیرا کارواں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
عشق نے بخشے ہیں تجھ کو دلنشیں لیل و نہار
دیکھنا اب ہر طرف رنگِ گلستانِ بہار
تیری دنیائے محبت کس قدر ہے ضوفشاں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں
فکرِ دنیا فکرِ عقبیٰ سے تجھے کیا کام ہے
ملتفت تجھ پر نگاہِ ساقیٔ گلفام ہے
ہر نفس صادقؔ میسّر ہے سرورِ جاوداں
تجھ کو حاصل ہے سکونِ قلب و جاں ننھے میاں

حضرت صوفی عبدالخبیر شاہ صاحب (جے پوری)

مقیم حال، صوبہ مالوہ

والہانہ ہے عقیدت پیر سے
کس قدر ہے فیضِ نسبت پیر سے
حضرت خواجہ حسنؒ ہیں دستگیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر

پیکرِ اخلاص تیری زندگی
شمعِ عرفانِ محبت بن گئی
تیری صورت ہے کہ ہے بدرِ منیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر
فقر تیرا ناز کے قابل ہے آج
زندگی رشکِ مہ کامل ہے آج
تو ہے خود اپنی جگہ اپنی نظیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر
جب کسی کو خیر سے دیکھا گیا
مدعائے قلب و جاں کہتا ہوا
تجھ کو پایا ہے امیروں سے امیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر
جیسے تاروں نے تبسم سے گگن
جیسے غنچوں نے تبسم سے چمن
یوں سجا رکھی ہے تو نے بزمِ پیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر
کشتیاں آئیں گی ساحل کی طرف
کارواں پہنچیں گے منزل کی طرف
تو خدائے دو جہاں کا ہے سفیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر
کیا بتاؤں تجھ کو کیا سینے میں ہے
عشقِ صادقؔ کی ضیا سینے میں ہے
تیری شہرت ہے عطائے چشمِ پیر
صاحبِ قسمت ہے تو عبدالخبیر

حضرت صوفی امانت رسول شاہ صاحب

کانپور (یوپی)

مل گئے خواجہ حسنؒ عالی صفات
ہو گئی روشن تری شمعِ حیات
مل گئی ہے منزلِ راہ نجات
پیر و مرشد کا ہے تجھ پر التفات
وہ سمجھ لیتے ہیں تیرے دل کی بات
صبح روشن ہے تری تابندہ رات
تجھ کو جو حاصل ہے نسبت پیر کی
راس آئی ہے عقیدت پیر کی
تیری نظروں میں ہے صورت پیر کی
آرہی ہے کام الفت پیر کی
تیرے دل میں ہے محبت پیر کی
یہ امانت ہے "امانت" پیر کی

حضرت صوفی عطاء اللہ شاہ صاحبؒ

آستانہ عالیہ مرشد نگر بھینسوڑی شریف تحصیل ملک ضلع رامپور (یوپی)

مطلعِ صبحِ مبیں صوفی عطاء اللہ شاہ
تو ہے خورشیدِ یقیں صوفی عطاء اللہ شاہ
کتنے متوالے ہیں تیرے کتنے دیوانے ترے
اے حسین و مہ جبیں صوفی عطاء اللہ شاہ
تیرے الطاف و کرم کا تذکرہ ہے ہر طرف
تو ہے جنت میں مکیں صوفی عطاء اللہ شاہ
بالیقیں ہے سر زمینِ کوچۂ حسنِ عمل
تیری فردوسِ بریں صوفی عطاء اللہ شاہ
تو زمانے میں درخشندہ و تابندہ رہا

اے طریقت کے نگیں صوفی عطاء اللہ شاہ
تو ہے سر چشمہ مرے خواجہ حسنؒ کے فیض کا
ہے یہ صادقؔ کا یقیں صوفی عطاء اللہ شاہ

حضرت حافظ صوفی عظمت اللہ شاہ صاحبؒ

(فریدپوری) آستانہ عالیہ، سہاور، ضلع ایٹہ

خواجہ حسنؒ کے حسن کا جلوہ حافظ صوفی عظمت اللہ
جانِ محبت جانِ تمنا حافظ صوفی عظمت اللہ
جس نے تیرا جلوہ دیکھا حافظ صوفی عظمت اللہ
ہوگئی روشن اس کی دنیا حافظ صوفی عظمت اللہ
آقا حسنؒ کے لطفِ نظر نے مولا حسنؒ کی شانِ کرم نے
تجھ کو بنایا گوہرِ یکتا حافظ صوفی عظمت اللہ
ان کا تصور قائم کر کے ان کے خیالوں میں گم ہو کر
بزمِ دل کو تو نے سجایا حافظ صوفی عظمت اللہ
تیری شانِ لطف و ترحم تیرا ہی اندازِ تکلم
آئینہ ہے خواجہ حسنؒ کا حافظ صوفی عظمت اللہ
اس نے تجھ کو جان لیا ہے اس نے تجھے پہچان لیا ہے
جس کو ملے ہیں دیدۂ بینا حافظ صوفی عظمت اللہ
تیری سیرت شیخ کی سیرت تیری باتیں شیخ کی باتیں
تیری صورت شیخ کا نقشہ حافظ صوفی عظمت اللہ
جس رہرو پر تیری نظر ہے جس طالب کا تو رہبر ہے
اپنی منزل تک وہ پہنچا حافظ صوفی عظمت اللہ
وہ جس کے ساحل پہ پہنچ کر ایک جہاں سیراب ہوا ہے
تو ہے وہ فیضان کا دریا حافظ صوفی عظمت اللہ
جام و صراحی ساغر و مینا اس کی لطافت کو کیا پہنچیں
کیفِ نظر جو تو نے بخشا حافظ صوفی عظمت اللہ
حسنِ جہانگیریؒ کے جلوے سارے جہاں کو رونق بخشیں
مقصدِ دل ہے یہ صادقؔ کا حافظ صوفی عظمت اللہ

حضرت صوفی انعام اللہ شاہ صاحبؒ (فریدپوری)

آستانہ عالیہ، فرید پور، ضلع بریلی (یوپی)

ساقیِ خواجہ حسنؒ کا تیرے لب پہ نام ہے
زندگی کو تیری حاصل لطفِ کیفِ جام ہے
تجھ پہ اے انعامؒ مرشد کا بڑا انعام ہے
کیف آگیں صبح تیری دلنشیں ہر شام ہے
اللہ اللہ پیرِ میخانہ کا تجھ پہ التفات
تیرے ہاتھوں میں شرابِ معرفت کا جام ہے
کیف و مستی اپنی آنکھوں سے عطا کروے اسے
تیرے میخانے میں جو بھی رند تشنہ کام ہے
پیرویِ شیخ نے بخشی حیاتِ جاوداں
شیخ کی تعلیم تیرے واسطے پیغام ہے
نور و رحمت کی ہے بارش آستانے پر ترے
ہر نظر کے واسطے اب تیرا جلوہ عام ہے
تو ہے فردوسِ بریں میں خلق پر جاری ہے فیض
یہ خدائے دو جہاں کا کس قدر انعام ہے
تیری ہستی بن گئی آخر سراپا پیر کا
عشقِ صادقؔ کا خدا شاہد یہی انعام ہے

حضرت حاجی صوفی عزیز اللہ شاہ صاحب

آستانہ عالیہ، فرید پوری، ضلع بریلی (یوپی)

حضرت حاجی عزیز اللہ شاہ
جن کے دل میں ہے محبت بے پناہ
پیکرِ اخلاص ان کی ذات ہے
انسیت رکھتے ہیں سب سے بے پناہ

صاحبِ دل جب بھی پہنچا ہے کوئی
ان کی آنکھیں ہو گئی ہیں فرشِ راہ
نسبتِ خواجہ حسنؒ کام آگئی
ہر طرح روشن ہے ان کی شاہراہ
فوقیت حاصل ہے ان کی ذات کو
ان پہ رہتی ہے بزرگوں کی نگاہ
جاں نثارِ حضرتِ آقا حسنؒ
حضرتِ صوفی عزیز اللہ شاہ
کیف میں ڈوبی ہوئی ہے زندگی
پیرِ میخانہ کی ہے ان پر نگاہ
ہے جبینِ شوق پائے یار پر
ہے یہی تو عاشقوں کی سجدہ گاہ
عرسِ ''فخر العارفین'' کرتے ہیں یہ
شیخ کی مخصوص ہے ان پر نگاہ
شہرۂ آفاق ان کا خانداں
یہ درخشاں ہیں مثالِ مہر و ماہ
ان کے گھر کی منزلت نہ پوچھئے
اولیاء اللہ کی ہے جلوہ گاہ
تیرے دل میں ہے ہر اک کا احترام
زندگی صادق ہے تیری خضرِ راہ

حضرت صوفی یعقوب شاہ صاحب (آنولوی)

آستانہ عالیہ، کراچی (پاکستان)

اللہ اللہ یہ ترے رخ کی ضیا یعقوب شاہ
ہر نظر کا آج ہے تو مدعا یعقوب شاہ
تیرے غم میں جو ہے دل سے مبتلا یعقوب شاہ
اس کو مل جائے گا منزل کا پتا یعقوب شاہ
جس کے جلوے سے عیاں خواجہ حسنؒ کی شان ہے
تیری ہستی ہے اک ایسا آئینہ یعقوب شاہ
تجھ کو یہ منصب ملا خواجہ حسنؒ کے فیض سے
تو ہے اب ٹوٹے دلوں کا آسرا یعقوب شاہ
طالبوں کو منزلِ مقصود بھی مل جائے گی
تیرا ہر نقشِ قدم ہے رہنما یعقوب شاہ
تشنہ کامانِ محبت آستانے پر ترے
آرہے ہیں دیکھنے جلوہ ترا یعقوب شاہ
ہے ترا کردار ہی تیری صداقت کا ثبوت
بندۂ مہر و وفا، حق آشنا یعقوب شاہ
عشقِ صادق نے تجھے بخشا جمالِ زندگی
تو ہے عرفان و حقیقت کی ضیا یعقوب شاہ

حضرت صوفی حکیم محمد جمیل بیگ شاہ صاحب عارفی

(آگرہ) آستانہ عالیہ، کراچی (پاکستان)

شمعِ بزمِ اولیاء اے حضرتِ صوفی جمیل
تو سفیرِ حق حقیقت آشنا ہے بے دلیل
تیرے حسنِ خلق نے تجھ کو بنایا ہے خلیل
مہرباں تجھ پر طفیلِ پیر ہے ربِّ جلیل
ہیں ترے قلب و نظر میں حضرتِ خواجہ حسنؒ
کیوں نہ پھر سرسبز ہو شاداب ہو تیرا چمن
تو حقیقت کا اجالا ہے جمیلِ عارفی
خلق سے ظاہر میں پردہ ہے جمیلِ عارفی
ہر طرف تیرا ہی چرچا ہے جمیلِ عارفی
کتنا اعلیٰ تیرا رتبہ ہے جمیلِ عارفی

تیری شانِ منزلت کو کوئی سمجھا بھی نہیں
تو جہاں پہنچا ہے شاید کوئی پہنچا بھی نہیں
روز افزوں ہے تری شانِ فقیری کا شباب
دیکھنے والے یہ کہتے ہیں نہیں تیرا جواب
بخشدی تجھ کو محبت نے اک ایسی آب و تاب
ماند ہو کر رہ گئے ہیں ماہتاب و آفتاب
زندگی تیری ترے دن رات کا آئینہ ہے
عاشقی تیری ترے جذبات کا آئینہ ہے
تو نے ہر پہلو سے سمجھا ہے پیامِ زندگی
عشق نے بخشا تجھے کیفِ دوامِ زندگی
قائم و دائم رہے تیرا نظامِ زندگی
مل گیا تجھ کو محبت میں مقامِ زندگی
پیار سے بھرپور تیرے دل کی ایک ایک بات ہے
آئینہ دارِ خلوص و عشق تیری ذات ہے
اللہ اللہ کس قدر ہے اوج پر تیرا نصیب
تیری ہستی ہے زمانے کی نگاہوں میں حبیب
سیکڑوں دل ہیں رہا کرتا ہے تو جن کے قریب
عشقِ صادق نے بنایا تجھ کو روحانی طبیب
تجھ پہ قرباں ہو رہے ہیں سینکڑوں جن و بشر
رشک کرتے ہیں مہ و خورشید تجھ کو دیکھ کر

حضرت صوفی راجہ منن شاہ صاحبؒ

آستانہ عالیہ، ککڑہ (یوپی)

مہرباں تجھ پر ہوئے خواجہ حسنؒ
تو ہے قسمت کا دھنی راجہ مننؒ
آئینہ دارِ خلوصِ بیکراں
تجھ سے سیکھے کوئی الفت کا چلن
در حقیقت ان کی بزمِ ناز تک
تجھ کو لے پہنچی ترے دل کی لگن
کاروانِ دل کو منزل مل گئی
خضرِ راہِ عشق ہیں آقا حسنؒ
ان کی چشمِ لطف کا یہ فیض ہے
تجھ کو بخشا کیفِ صہبائے کہن
پرتوِ حسن و جمالِ یار سے
جگمگائی تیرے دل کی انجمن
تو مکینِ جنت الفردوس ہے
رحمتِ حق تجھ پہ ہے سایہ فگن
جذبۂ دل خود ہی شاہد ہے ترا
عاشقِ صادق ہے تو صوفی مننؒ

حضرت صوفی اسلام احمد شاہ صاحبؒ آنولوی

آستانہ عالیہ آنولو (یوپی)

وہ اک اہلِ نسبت تھے اسلام احمد
ارادت کی دولت تھے اسلام احمد
بہت نیک صورت تھے اسلام احمد
نگاہوں کی زینت تھے اسلام احمد
ہمیشہ رہا جذبۂ دل سلامت
گلستانِ راحت تھے اسلام احمد
یہ ظاہر ہوا ان کے طرزِ عمل سے
ضیائے عقیدت تھے اسلام احمد
انہیں عشقِ صادق تھا خواجہ حسنؒ سے
سراپا محبت تھے اسلام احمد

حضرت حاجی صوفی سید ابرار حسین شاہ صاحب

آستانہ عالیہ محلّہ پٹھانان شاہی مسجد فیروزہ آباد (یوپی)

حضرتِ ابرار اے جانِ گلستانِ حسنؒ
ہے تری ذاتِ گرامی مطلعِ صبحِ چمن
کام تیرے آگئی آخر ترے دل کی لگن
رنگ لایا ہے محبت میں محبت کا چلن
مہرباں تجھ پہ ہوئے ہیں تاجدارِ مرسلین
تجھ کو حاصل ہو گیا ہے قربِ ربّ العالمین
گلشنِ خلدِ بریں میں آشیانہ ہے ترا
ایک میں ہی کیا ہوں شیدائی زمانہ ہے ترا
اپنے بیگانوں کے ہونٹوں پر فسانہ ہے ترا
مرکزِ فیض و کرم اب آستانہ ہے ترا
مرشدِ عالی نے بخشا ہے تجھے ایسا مقام
تیرے سنگِ در پہ حاضر ہو رہے ہیں خاص و عام
مشغلہ کتنا حسین تیرا یہ صبح و شام تھا
ہر نفس کے ساتھ ہونٹوں پر خدا کا نام تھا
پیرویِ شیخ ہر صورت میں تیرا کام تھا
حضرتِ خواجہ حسنؒ کا فیض تھا انعام تھا
مثلِ مہر ضو فشاں ہے آج تیرا آستاں
اس زمیں پر آسماں ہے آج تیرا آستاں
تیرے جلوے کی تمنا تیرے دیوانے میں ہے
زندگی تیرے ہی قدموں سے لپٹ جانے میں ہے
کیف و مستی کا تلاطم جام و پیمانے میں ہے
میکشی کا لطف ساقی تیرے میخانے میں ہے
اپنے رندوں کو عطا کر دے مئے وحدت کے جام
تشنہ لب کوئی رہے باقی نہ کوئی تشنہ کام
تجھ پہ ہے فضلِ خداوندِ دو عالم بے پناہ
تیری آنکھیں ہیں سراپائے نبیؐ کی جلوہ گاہ
عشقِ صادقؔ نے عطا کر دی تجھے اک ایسی راہ
سر جھکاتے ہیں ترے در پر ہزاروں کج کلاہ
کس یقیں سے تیرے افسانے کی بات آنے لگی
خلق تیری داستانِ عشق دہرانے لگی

حضرت صوفی شمس الدین شاہ صاحب

آستانہ عالیہ آنولہ (یوپی)

شاہ شمس الدین شمس العارفین
تو ہے اسرارِ حقیقت کا امیں
سر فرازی کیوں نہ حاصل ہو تجھے
پائے جاناں پر رہی تیری جبیں
عشق نے کی تجھ کو وہ منزل عطا
ہے میسر تجھ کو معراجِ یقین
حضرتِ خواجہ حسنؒ کے فیض سے
تیری دنیائے محبت ہے حسیں
یہ ترے ذوقِ تصور کی ہے بات
ہے نظر میں جلوۂ روئے مبیں
سیکھ لے تجھ سے وہ مرشد کا ادب
جو ادب سے پیر کے واقف نہیں
قصرِ جنت ہے نگاہِ شوق میں
ہے مقدس کوئے جاناں کی زمیں
آستانے پر ہے بارش نور کی
تیرا مسکن آج ہے خلدِ بریں

یہ عنایت یہ کرم ہے پیر کا
زندگی ہے عشقِ صادقؔ کی امیں

حضرت صوفی منصور شاہ صاحبؒ فرید پوری

آستانہ عالیہ، فرید پور، ضلع بریلی (یوپی)

رہروانِ عشق کا ارمان ہیں منصور شاہؒ
حضرتِ خواجہ حسنؒ کی جان ہیں منصور شاہؒ
جذبۂ خدمت دل و جاں میں رہا ہے موجزن
جان نثاروں میں بڑے انسان ہیں منصور شاہؒ
یہ ولیِ حق قلندر بھی ہیں اپنے وقت کے
سر سے پا تک عشق کا فیضان ہیں منصور شاہؒ
سچ تو یہ ہے ساقیِ خواجہ حسنؒ کے فیس سے
میکشوں کی بزم کے سلطان ہیں منصور شاہؒ
عمر بھر جو شیخ کی تعلیم پر قائم رہے
بندۂ حق کی وہی پہچان ہیں منصور شاہؒ
ترجمانِ داستانِ کوہکن کہیے جنہیں
لاکھ انسانوں میں وہ انسان ہیں منصور شاہؒ
قصۂ دار و رسن سنتا ہوں دنیا سے مگر
اک الگ افسانے کا عنوان ہیں منصور شاہؒ
اولیاء اللہ میں صادقؔ ہے قدر و منزلت
مرتبے میں کس قدر ذیشان ہیں منصور شاہؒ

حضرت مولانا صوفی جلال الدین خضر رومیؔ شاہ صاحب

(خانقاہ دیارِ مرشد) آستانہ عالیہ، درک بھیلائی رائے پور (ایم پی)

اے جلال الدین رومیؔ شاہ جانِ انجمن
تیری بزمِ دل میں ہیں مسند نشیں خواجہ حسنؒ
تیری ہستی بن گئی ہے یادِ اسلاف کہن
سایہ افگن تجھ پہ ہے ظلِ شہنشاہِ زمن
عشق کی جلوہ گری اب تیرے افسانے میں ہے
روشنی ہی روشنی اب تیرے افسانے میں ہے
تیرے افکار و نظائر کا عجب افسانہ ہے
تیری نظروں میں سمایا جلوۂ جانانہ ہے
تیرا دل اب اس سراپا ناز کا کاشانہ ہے
اک زمانہ آج تیرے حسن کا دیوانہ ہے
تیری صورت کا تصور اس قدر ہے ضوفشاں
سیکڑوں جلوے نظر آئے زمیں تا آسماں
تیرے نغموں میں ترے سازِ سخن کی بات ہے
ابتدا تا انتہا رازِ سخن کی بات ہے
ذوقِ الفت میں یہ پروازِ سخن کی بات ہے
مرحبا کیا خوب اعجازِ سخن کی بات ہے
کیف میں ڈوبی ہوئی ہے کائناتِ زندگی
تجھ کو حاصل ہے حقیقت میں حیاتِ سرمدی
مدھ بھری آنکھوں پہ میخانے فدا ہونے لگے
تجھ پہ ساقی جام و پیمانے فدا ہونے لگے
اہلِ عقل و ہوش و فرزانے فدا ہونے لگے
شانِ محبوبی پہ دیوانے فدا ہونے لگے
اک ہجومِ عاشقاں ہے آستانے پر ترے
اک زمانہ رشک کرتا ہے زمانے پر ترے
اب سبق لے گا زمانہ تیرے صبح و شام سے
درس دنیا کو ملے گا عشق کے پیغام سے
تو نے متوالا بنایا ہے نظر کے جام سے
ہے محبت تیرے صادقؔ کو بھی تیرے نام سے

ہے ترے اوصاف سے ظاہر ترا حسنِ عمل
قدسیوں کی بزم میں ہے تیرا چرچا آج کل

حضرت مولانا صوفی عبدالرزّاق شاہ صاحب خادمؔ

بسلپوری آستانہ عالیہ، پیلی بھیت (یوپی)

تجھ کو لے آئی ہے اس منزل میں اب تیری صفات
فیضِ نسبت سے ہے روشن زندگی کی کائنات
تجھ پہ پیرانِ طریقت کی ہے چشمِ التفات
رحمتِ حق آستاں پر ہے ترے سایہ فگن
حضرتِ رزّاق خادمؔ عاشقِ خواجہ حسنؒ
تیرے اندازِ سخن میں عاشقی کا راز ہے
تیرے جامِ زندگی میں بادۂ شیراز ہے
آسمانوں سے بہت آگے تری پرواز ہے
اللہ اللہ یہ ہے تیری شاعری کا بانکپن
حضرتِ رزّاق خادمؔ عاشقِ خواجہ حسنؒ
مجھ کو کہنا ہی پڑے گا یہ تری تائید میں
روشنی اتنی کہاں ہے انجم و خورشید میں
جو نصیب ہوتی ہے ذرّوں کو تری تقلید میں
ہے ترا حسنِ عمل، پیرِ طریقت کا چلن
حضرتِ رزّاق خادمؔ عاشقِ خواجہ حسنؒ
تجھ سے وابستہ جو ہوں گے پائیں گے غم سے نجات
ختم کردے گی توجہ زندگی کی مشکلات
جگمگا اٹھے گی نورِ عشق سے ان کی حیات
فیض پائیں گے زمانے میں ہزاروں مرد و زن
حضرتِ رزّاق خادمؔ عاشقِ خواجہ حسنؒ
قدسیوں میں تذکرہ ہونے لگا افلاک پر
منزلت حاصل ہوئی تجھ کو یہ فرشِ خاک پر
نور کی بارش ہے تیرے آستانِ پاک پر
پیر کی صادقؔ محبت دل میں ہے جلوہ فگن
حضرتِ رزّاق خادمؔ عاشقِ خواجہ حسنؒ

حضرت صوفی سکندر علی شاہ صاحبؒ

آستانہ عالیہ، پیلی بھیت (یوپی)

اپنا بنا کے صوفی سکندر علیؒ تجھے
خواجہ حسنؒ نے بخشی نئی زندگی تجھے
مرشد نے تیرا بخت جگایا کچھ اس طرح
سارا زمانہ کہنے لگا ہے ولی تجھے
رازِ وفا ہر ایک کے مقسوم میں نہیں
تو خوش نصیب ہے کہ یہ دولت ملی تجھے
تجھ کو ترے مقام سے آگاہ کر گئی
خواجہ حسنؒ کے در سے جو نسبت رہی تجھے
ہر شے سے بے نیاز ہوئی تیری زندگی
دربارِ خواجگان سے وہ شے ملی تجھے
ان کی نگاہِ فیض رساں تجھ پہ جب ہوئی
ہمدرد اپنا سمجھا ہر اک آدمی تجھے
تو اپنے وقت کا ہے سکندر خدا گواہ
سمجھا نہیں ہے پھر بھی زمانہ ابھی تجھے
حق ہے کہ تیرے جذبۂ صادقؔ کے فیض سے
مقبولیت جہانِ وفا میں ملی تجھے

حضرت مولانا صوفی بشیر الدین شاہ صاحبؒ

بنگالی، آستانہ عالیہ، بمبئی

پرستارِ وفا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
محبت کی ضیا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ

نظر کا مدعا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
حسین و دلربا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
صداقت روز روشن کی طرح روشن ہوئی جن کی
وہ نورِ باصفا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
انہیں فیضانِ نسبت سے ہوا عرفانِ حق حاصل
شناسائے خدا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
ہزاروں معرفت کے راز کا حامل ہے دل ان کا
حقیقت آشنا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
یقیناً کاروانِ عشق کو مل جائے گی منزل
امیرِ قافلہ ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
طلبگارانِ حق کو مل گیا ہر مدعا دل کا
سراپائے عطا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ
طفیلِ حضرتِ خواجہ حسنؒ صادقؔ زمانے میں
متاعِ بے بہا ٹھہرے بشیر الدین بنگالیؒ

خواجگان کی چوکھٹ

مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
یہاں غوثِ زماں جلوہ فگن ہیں
یہاں قطبِ جہاں جلوہ فگن ہیں
انیسِ بیکساں جلوہ فگن ہیں
شہ امن و اماں جلوہ فگن ہیں
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
یہ محبوبِؒ الٰہی کا چمن ہے
نصیرالدینؒ کی یہ انجمن ہے
فضا میں روحِ خسروؒ نغمہ زن ہے
یہ رندوں کے لئے جامِ کہن ہے
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
یہاں قطبِ زمانہ قطبؒ دیں ہیں
یہاں قاضی حمیدالدینؒ مکیں ہیں
مبارکؒ شاہ بھی جلوہ نشیں ہیں
سماع الدینؒ سے ماہِ جبیں ہیں
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
یہ شمس الالتمشؒ کی انجمن ہے
یہ خواجہ فخرؒ کی روحِ سخن ہے
یہ عرفان و طریقت کا گگن ہے
یہی تو مطلعِ صبحِ چمن ہے
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
ابوالقاسم یہاں سایہ فگن ہیں
یہاں سرمدؒ وفا کا بانکپن ہیں
یہاں فرہادؒ شمعِ انجمن ہیں
کلیمؒ اللہ نگہبانِ چمن ہیں
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی
یہاں ہر سلسلے کے پاسباں ہیں
جو اسرارِ مشیّت کا جہاں ہیں
مثالِ ماہ و انجم ضوفشاں ہیں

فدایانِ شہۂ کون و مکاں ہیں
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی

امیدوں کے یہاں بھرتے ہیں دامن
تمناؤں کے کھل جاتے ہیں گلشن
یہ صادقؔ نور و رحمت کا ہے درپن
دماغ و دل یہاں ہوتے ہیں روشن
مری دلّی ہے چوکھٹ خواجگاں کی
اسی سے شان ہے ہندوستاں کی

شبِ برات

شب برات کے دامن میں نور رحمت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

یہ رات اکمل و کامل ہے اے جہاں والو
یہ رات حسن کا حاصل ہے اے جہاں والو
یہ رات اجر کی حامل ہے اے جہاں والو
یہ رات قدر کے قابل ہے اے جہاں والو
یہ رات آئینہ دارِ جمالِ فطرت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

یہ رات لائی ہے پیغام زندگانی کا
ہے اس کے پردے میں الہام زندگانی کا
نثار کیجئے آرام زندگانی کا
نصیب ہوگا پھر انعام زندگانی کا
یہ رات مژدۂ عرفانِ علم و حکمت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

بیان کیجئے ہر غم خدا سے آج کی رات
کہے گا حال اک عالم خدا سے آج کی رات
ملے گا زخم کا مرہم خدا سے آج کی رات
دعائیں دل سے کریں ہم خدا سے آج کی رات
یہ رات خلق پہ خالق کی اک عنایت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

نئی حیات کا امکان آج ممکن ہے
سکونِ قلب کا سامان آج ممکن ہے
حریم نور سے فیضان آج ممکن ہے
خود اپنی ذات کا عرفان آج ممکن ہے
یہ رات روشنیِ ماہتاب رحمت ہے
شب برات کی لوگوں بڑی فضیلت ہے

یہ رات آئی ہے دینے پیامِ بیداری
سمجھ میں آئے تو سمجھو بنامِ بیداری
دکھا رہی ہے جہاں کو مقامِ بیداری
پلا رہی ہے زمانے کو جامِ بیداری
یہ رات ساقیِ کونین کی بدولت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

جو مانگنا ہے وہ مانگو خدا سے آج کی رات
مدد کرے گا وہ دستِ سخا سے آج کی رات
نواز دے گا دلی مدّعا سے آج کی رات
دعا سے کام لو صادقؔ دعا سے آج کی رات
یہ رات فضل و کرم کے لئے عبارت ہے
شب برات کی لوگو بڑی فضیلت ہے

جانِ ہندوستاں

یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی
یہ ہے محبوب ہر پیر و جواں کی

یہ سنتوں اور اوتاروں کی دلی
جمال و نور کے دھاروں کی دلی
حسیں جلوؤں کے نظاروں کی دلی
یہ ہے اللہ کے پیاروں کی دلی
یہ رحمت ہے خدائے دو جہاں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

کہیں اہلِ یقیں ایسے نہ دیکھے
حسین و مہ جبیں ایسے نہ دیکھے
نہ دیکھے دلنشیں ایسے نہ دیکھے
گلی کوچے کہیں ایسے نہ دیکھے
یہی روحِ رواں ہے گلستاں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

یہ کہتی ہے فضا شام و سحر کی
یہ رنگینی ہے حسنِ معتبر کی
یہ ہے آواز ہر فرد و بشر کی
یہ دلی ہے سراج الدین ظفرؔ کی
وفا کی داستاں اس نے بیاں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

یہ دلی میرؔ کی جانِ سخن ہے
نسیمؔ و سوزؔ و بیدلؔ کا وطن ہے
یہ خواجہ دردؔ کے دل کی لگن ہے
یہ مظہر جانِ جاناںؔ کا وطن ہے
یہی فردوس ہے اہلِ زماں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

یہ ذوقؔ و مومنؔ و غالبؔ کا گلشن
یہ داغؔ و بیخودؔ و سائلؔ کا مسکن
یہ برقؔ و ساحرؔ و کیفیؔ کا تن من
یہ ہے مخمورؔ کی غزلوں کا درپن
یہ ہے تصویر الفت کے جہاں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

اجڑ کر پھر ہوئی آباد دلی
ہر اک دل کو رہے گی یاد دلی
ہے صادقؔ صاحبِ ارشاد دلی
کہ ہے تاریخ کی بنیاد دلی
یہی منزل ہے اہلِ کارواں کی
یہ دلی جان ہے ہندوستاں کی

حاصلِ عشق

عشق میں عشق کا انعام نظر آیا ہے
اپنے آغاز کا انجام نظر آیا ہے
راہ میں چھوڑ دیا تونے یہ اچھا ہی کیا
اک نیا موڑ دیا تونے یہ اچھا ہی کیا
جامِ جم پھوڑ دیا تونے یہ اچھا ہی کیا
سازِ دل توڑ دیا تونے یہ اچھا ہی کیا
کیسے بھولوں گا جو پیغام دیئے ہیں تو نے
کس قدر کام کے آلام دیئے ہیں تونے
میرے خوابیدہ مقدر کو جگانے کے لئے
میری دنیائے محبت کو سجانے کے لئے
نور اپنا مری نظروں میں بسانے کے لئے
آئینہ خانے کو آئینہ بنانے کے لئے
مجھ کو دنیا کے ہر احساس سے غافل کر دے

زندگی کو تو مری ناز کے قابل کر دے
اب کوئی تیرے سوا جانِ تمنا بھی نہیں
اب کوئی تیرے سوا حاصلِ دنیا بھی نہیں
اب کوئی تیرے سوا غم کا مداوا بھی نہیں
اب کوئی تیرے سوا میرا مسیحا بھی نہیں
بار ہے صبح مجھے شام مجھے تیرے بغیر
لمحہ بھر بھی نہیں آرام مجھے تیرے بغیر
کیسے ممکن ہے ملے فکر میں راحت مجھکو
ہر نفس اہلِ جہاں سے ہے اذیت مجھکو
رنج و آلام سے ملتی نہیں فرصت مجھکو
تجھ کو معلوم ہے یا میری حقیقت مجھکو
مجھ پہ اب اتنا کرم اور ذرا فرما دے
میرا دل مجھ سے جو کہتا ہے مجھے سمجھادے
مست آنکھوں کا مجھے جام دیا ہے تو نے
اک نئی زیست کا پیغام دیا ہے تو نے
ضبطِ غم پر حسیں انعام دیا ہے تو نے
کیفِ بادہ سحر و شام دیا ہے تو نے
میں تو ہر حال میں ممنونِ کرم ہوں تیرا
شکر کرتا ہوں کہ اک بندۂ غم ہوں تیرا

اپنے بزرگ دوست

حضرت ڈاکٹر سید محمود صاحب اسعدؔ قادری گورکھپوری

کے انتقال کے بعد

صاحبِ فہم و ذکا محمود اسعدؔ قادری
آپ کو حاصل رہی حسنِ عمل کی زندگی
زہد و تقویٰ نے کیا روشن چراغِ آگہی
سیکڑوں لوگوں کو بخشی علم و فن کی روشنی
آپ پر انعام تھا ایسا خدا کی ذات کا
خاص اک جذبہ تھا دل میں ذوقِ تعلیمات کا
کیسے دنیائے صحافت میں نمایاں آپ تھے
جہل کی ظلمات میں شمعِ فروزاں آپ تھے
محفلِ شعر و ادب کے ماہِ تاباں آپ تھے
آسمانِ علم کے مہرِ درخشاں آپ تھے
آپ کی ذاتِ گرامی تھی وہ اک روشن خیال
رکھدیئے تھے جس میں قدرت نے بہت وصف و کمال
ترجمہ انگلش میں کر کے ''آج کی آواز'' کا
کر دیا اہلِ زمانہ کو حقیقت آشنا
''تعلیم الاسلام'' کا بھی ترجمہ ایسا کیا
اک جہاں کو منزلِ مقصود کا رستہ ملا
آپ اخبار و رسائل کے لئے زینت بنے
آپ کو رکھیں گے زندہ کارنامے آپ کے
قدردانِ علم کے ہے واسطے اس میں خوشی
سامنے آئے گی اہلِ فن کے اب دانشوری
کچھ مرتب کر دیئے ہیں واقعاتِ زندگی
سعیِ پیہم آفریں ہے ڈاکٹر مشکور کی
اس سوانحِ مختصر میں ذکر ہے محمود کا
اہلِ دل، اہلِ نظر کا، بندۂ معبود کا
مالک و مختار ہے تو اے خداوندِ کریم
تیری ذاتِ پاک ہی تو ہے وہ رحمٰن و رحیم
ڈاکٹر محمود پر بھی ایک احسانِ عظیم
ہر خطا کو بخشدے، کر دے عطا باغِ نعیم
بارگاہِ حق میں اتنی التجا صادقؔ کی ہے
کرلے تو مقبول اے مالک دعا صادقؔ کی ہے

قطعات

صبا تمہارے لئے مشکبار آئی ہے
تمہارے قدموں پہ ہونے نثار آئی ہے
خدا کرے کہ تمہیں عمرِ خضر مل جائے
تمہارے دم سے چمن میں بہار آئی ہے

انہیں کے پرتوِ رخ سے ستارے جگمگائے ہیں
انہیں کو دیکھ کر افسردہ غنچے مسکرائے ہیں
خدا رکھے سلامت ان کے دم کو حشر تک صادقؔ
بہاریں ساتھ لے کر ہی مرے سرکار آئے ہیں

غزلیں

مری جستجو مری آرزو مرا مدعا تری ذات ہے
ترا ذکر میرا حبیب ہے ترا عشق میری حیات ہے
تری شانِ بندہ نواز نے مجھے اپنا بندہ بنالیا
ترے در کے سجدے نصیب ہیں یہ ترے کرم ہی کی بات ہے
ترے درد کی یہ لطافتیں تری یاد کی یہ نوازشیں
مجھے سوزِ عشق نصیب ہے مرے دل میں کیفِ حیات ہے
میں جہاں گیا میں جدھر گیا مجھے ہر جگہ تو ہی تو ملا
یہ مری نظر کا ہے فیصلہ تری ذات عالی صفات ہے
مرے حال سے ہے تو آشنا میں سناؤں کیا میں بتاؤں کیا
مری بیکسی کی تو لاج رکھ ترے ہاتھ اب مری بات ہے
میں انہیں کے عشق میں گم رہوں میں انہیں پہ جان فدا کروں
یہی صادقؔ اپنا خیال ہے یہی اپنی راہِ نجات ہے

مجھ پر جو ترا لطفِ کریمانہ جدا ہے
ہر ایک سے میرا دلِ دیوانہ جدا ہے
ہیں اور بھی لیکن ترا دیوانہ جدا ہے
اے شمعِ محبت ترا پروانہ جدا ہے
اے طالبِ دیدار ذرا ہوش میں رہنا
جلووں کے لئے ذوقِ کلیمانہ جدا ہے
تو روزِ ازل سے ہے مرے دل کی تمنا
صد شکر مری قسمتِ غم خانہ جدا ہے
یہ راز بھی اک روز سمجھ لے گا زمانہ
دنیا سے مری زیست کا افسانہ جدا ہے
ہر گوشۂ عالم میں ہے تصویر تمہاری
کہنے کو تو کعبہ سے صنم خانہ جدا ہے
پیتا ہوں شب و روز میں ساقی کی نظر سے
اوروں سے مرا مشربِ رندانہ جدا ہے
ہم خوب سمجھتے ہیں ترے ظرفِ نظر کو
زاہد تری پہچان کا پیمانہ جدا ہے
صادقؔ ہے تجھے ناز بجا اپنی روش پر
شاہی سے یہ اعزازِ فقیرانہ جدا ہے

جب تجھے آئینۂ دل کے مقابل پایا
اپنی ہستی میں ترا جلوۂ کامل پایا
مجھ کو حاصل نہ ہوئی صبر و سکوں کی نعمت
جب کبھی دل کو تری یاد سے غافل پایا
رنج و غم جس نے کیے سارے زمانے کے قبول
شکر ہے عشق میں وہ درد بھرا دل پایا

غم کے طوفان ہزاروں مرے سر سے گذرے
پھر کہیں جاکے تمناؤں کا ساحل پایا
ٹھوکریں کھائیں یہاں کس نے محبت کے لئے
کون ہے جس نے یہاں عشق کا حاصل پایا
حوصلے ٹوٹ گئے موجِ بلا میں جس کے
اس کی کشتی نے کہاں دامنِ ساحل پایا
ہے غمِ عشق کا ادنیٰ یہ کرشمہ صادقؔ
دل کے ہر داغ کو مثلِ مہ کامل پایا

قابلِ رشک ہے الفت ترے دیوانوں کی
دل میں اک آگ لئے پھرتے ہیں ارمانوں کی
تیرے غم سے بھی نہ تسکیں ہوئی دیوانوں کی
ہائے تقدیر ترے چاک گریبانوں کی
اک جہاں صف میں ہوا چاک گریبانوں کی
داستاں سن کے ترے حسن کے دیوانوں کی
شعلۂ عشق و محبت ہے ہمارے دل میں
زندگی درس ہے ہم سوختہ سامانوں کی
توڑ دیتی ہے طلسمِ غمِ دوراں کا بھرم
ہر صدا درس ہے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کی
ہم نے تو عشق میں ویرانہ بنایا گھر کو
وحشتِ دل تجھے سوجھی ہے بیابانوں کی
وہ جہاں صرف محبت کا جہاں ہے صادقؔ
جس میں تفریق ہے اپنوں کی نہ بیگانوں کی

تمہارے حسن کی یہ شان و شوکت دیکھتا ہوں میں
تمہیں ہر انجمن کی زیب و زینت دیکھتا ہوں میں
گذرتا ہے تمہاری شکل و صورت کا گماں مجھکو
کبھی جب آئینے میں اپنی صورت دیکھتا ہوں میں
یہ اسرارِ خداوندی ہیں ان کو کون سمجھے گا
کہ ہر ذرے میں پنہاں حسنِ فطرت دیکھتا ہوں میں
یہ کس کا جلوہ کس کی آرزو کس کا تجسس ہے
زمین و آسماں کو محوِ حیرت دیکھتا ہوں میں
وہ کیا تشریف لے آئے مرے غم خانۂ دل میں
ترو تازہ گلستانِ محبت دیکھتا ہوں میں
کبھی ان کے رخِ پر نور کا نظارہ کرتا ہوں
کبھی اپنے دلِ وحشی کی وحشت دیکھتا ہوں میں
گذر کر سرحدِ ادراک سے پہنچوں گا منزل تک
شکستہ بازوؤں میں اتنی ہمت دیکھتا ہوں میں
تری شانِ کریمی کے نثار اے داورِ محشر
گنہگاروں پہ تیری چشمِ رحمت دیکھتا ہوں میں
دوئی کا نقش صادقؔ اپنے دل سے کیا مٹایا ہے
ہر اک جانب نمایاں شانِ وحدت دیکھتا ہوں میں

تصویرِ رخِ یار کوئی ہے کہ نہیں ہے
آئینۂ انوار کوئی ہے کہ نہیں ہے
جلوے تو ترے حسن کے ہر سمت ہیں لیکن
اب طالبِ دیدار کوئی ہے کہ نہیں ہے
ساقی کو بھی محبوب رہیں لغزشیں جس کی
اس شان کا میخوار کوئی ہے کہ نہیں ہے

کیا ساغر و مینا ہی پہ موقوف ہے مستی
دل عشق سے سرشار کوئی ہے کہ نہیں ہے
شک میری وفا پر ہے جنہیں وہ یہ بتائیں
خود ان میں وفادار کوئی ہے کہ نہیں ہے
رہرو بھی بہت ہیں یہاں رہبر بھی بہت ہیں
منزل سے خبردار کوئی ہے کہ نہیں ہے
دنیا کے طلب گار تو صادقؔ ہیں ہزاروں
عقبیٰ کا طلب گار کوئی ہے کہ نہیں ہے

بزمِ دل کے واسطے اک مہرباں کو چن لیا
زندگی نے زندگی کے رازداں کو چن لیا
جلوۂ جاناں سے ہے بھر پور دامانِ نظر
ذوقِ نظارہ نے جانِ گلستاں کو چن لیا
میری ہستی کو نہیں ہے اب کسی طوفاں کا خوف
گلشنِ دل کے لئے اک پاسباں کو چن لیا
کیوں نہ ہو پھر مجھکو اپنے انتخابِ دل پہ ناز
جب مرے دل نے حبیبِ دو جہاں کو چن لیا
سرفرازی کیوں نہ حاصل ہو مجھے کونین میں
جب مرے سر نے تمہارے آستاں کو چن لیا
جس کا نقشِ پا ہے خضرِ راہ دنیا کے لئے
میں نے صادقؔ اس امیرِ کارواں کو چن لیا

تمہارے عشق میں ہر پیچ و خم کی آبرو رکھ لی
جھکا کر اپنا سر دیر و حرم کی آبرو رکھ لی
مرے سجدوں کی رفعت کوئی سمجھے یا نہیں سمجھے
جبینِ شوق نے نقشِ قدم کی آبرو رکھ لی
نہ چھوڑا دامنِ صبر و تحمل بحرِ ہستی میں
مری ہمت نے ہر طوفانِ غم کی آبرو رکھ لی
مرا حالِ زبوں اے مسکرا کر دیکھنے والے
یہ میرا ظرف ہے تیرے ستم کی آبرو رکھ لی
خدا شاہد شبِ غم کاٹ دی آنکھوں ہی آنکھوں میں
مریضِ ہجر نے درد و الم کی آبرو رکھ لی
مرے اک اک نفس کو تھی گناہوں پر پشیمانی
تری رحمت نے میری چشمِ نم کی آبرو رکھ لی
مری آواز نے ہر دل کو سوزِ عشق بخشا ہے
مرے نغموں نے صادقؔ سازِ غم کی آبرو رکھ لی

ایسا قسمت سے کوئی راہنما ملتا ہے
جس کے ملنے سے حقیقت میں خدا ملتا ہے
سیکڑوں آئینے جب سامنے آجاتے ہیں
چشمِ حیرت کو تمہارا ہی پتا ملتا ہے
جان سے کیوں نہ گزر جائے کوئی اس کے لئے
جب وہ ملتا ہے بصد ناز و ادا ملتا ہے
تیرے ابرو ہیں کہ آئینۂ محرابِ حرم
تیرے ملنے سے مجھے قبلہ نما ملتا ہے
کس طرح تیری پرستش نہ کروں میں اے دوست
تیری صورت میں مجھے میرا خدا ملتا ہے
میرا دل کشتۂ غم ہے کوئی مجھ سے پوچھے
مٹنے والوں ہی سے منزل کا پتا ملتا ہے

جل گئے عشق میں جلنے کو تو پروانے بھی
دیکھیے گود میں اب شمع کی کیا ملتا ہے
دیر و کعبہ ہی پہ موقوف نہیں اے صادقؔ
ہر جگہ ان کا نشانِ کفِ پا ملتا ہے

چاہیے حسنِ یقیں کا تجھے عرفاں ہونا
پھر کسی راہ کا مشکل نہیں آساں ہونا
اتنا آساں تو نہ تھا عشق کا عرفاں ہونا
میری تقدیر میں تھا بندۂ جاناں ہونا
کتنے اسرار کا حامل ہے کوئی سمجھے تو
ذرۂ خاک میں اس ذات کا پنہاں ہونا
بندہ پرور ہے تری بندہ نوازی کی دلیل
ذرّے ذرّے پہ ترا لطفِ فراواں ہونا
رشکِ فردوس بنادے گا گلستانِ حیات
میرے کاشانۂ دل میں ترا مہماں ہونا
آپ کی شانِ مسیحائی کی شہرت ہے بہت
چاہیے اب تو مرے درد کا درماں ہونا
تم محبت کا اگر ساز نہ دیتے مجھکو
پھر تو ممکن ہی نہ تھا میرا غزل خواں ہونا
قابلِ رشک ہے ایثار ترا اے صادقؔ
ہو مبارک تجھے خاکِ درِ جاناں ہونا

راہِ عرفاں ہزار پُر خم ہے
آپ ہیں راہبر تو کیا غم ہے
آپ کے در پہ میرا سر خم ہے
آپ کا یہ کرم ہی کیا کم ہے
تیرے فیضِ نظر کا کیا کہنا
زندگی بے نیازِ عالم ہے
جلوۂ حسن کے تمنائی
تیرا ذوقِ نظر بھی محکم ہے
آدمی کو خوشی ملے کیوں کر
آدمی کی سرشت میں غم ہے
ایک دن وہ ضرور آئیں گے
جذبۂ عشق میرا محکم ہے
عشق تو ہے اسی کا اے صادقؔ
جس کو پاسِ وفا مقدّم ہے

نغمۂ عشق تونے سنا ہی دیا
خوابِ ہستی سے مجھ کو جگا ہی دیا
جلوۂ حسن تونے دکھا ہی دیا
روئے انور سے پردہ اٹھا ہی دیا
تیرے قربان اے ساقیٔ میکدہ
تونے جامِ محبت پلا ہی دیا
تیری یادوں نے بخشی نئی زندگی
دل سے دنیا کا ہر غم بھلا ہی دیا
جب لبوں تک نہ آیا دلی مدعا
سر ترے آستاں پر جھکا ہی دیا
عشق میں ذوقِ سجدہ سلامت رہے
تیرے کوچے کو کعبہ بنا ہی دیا
ناخدا دل سے ہم تیرے ممنون ہیں

پار بیڑا ہمارا لگا ہی دیا
کام آہی گئے پاؤں کے آبلے
ہم نے صحرا کو گلشن بنا ہی دیا
بندہ پرور یہ تیرا کرم ہی تو ہے
تو نے صادقؔ کو صادق بنا ہی دیا

وجودِ نسلِ انسانی ہے رازِ کن فکاں ہونا
ظہورِ ذاتِ حق ہے میری ہستی کا نشاں ہونا
محبت میں کوئی مشکل نہیں ہے کامراں ہونا
مگر لازم ہے اس کے واسطے عزمِ جواں ہونا
تمہارے نور سے مہر و مہ و انجم درخشاں ہیں
تمہیں بخشا گیا ہے آفتابِ دو جہاں ہونا
منور کر رہا ہے زندگی کی شاہراہوں کو
مری دنیائے دل میں آپ کا جلوہ کناں ہونا
ہزاروں پردہ ہائے راز میں رہ کر بھی ظاہر ہے
مری آنکھوں سے کوئی دیکھ لے تیرا عیاں ہونا
نہ کوئی تیرا ہمسر تھا نہ کوئی تیرا ہمسر ہے
تجھی کو زیب دیتا ہے خدائے دو جہاں ہونا
مرا ایمان محکم کر رہا ہے میرا ایماں ہے
تمہارا نامِ نامی ہر گھڑی وردِ زباں ہونا
دل و جاں کر دیئے قربان جس نے پائے ساقی پر
مبارک ہو اسے خاکِ درِ پیرِ مغاں ہونا
کرم ان کا نہ ہو صادقؔ تو بخشش ہو نہیں سکتی
غلط ہے زہد و تقویٰ پر کسی کا خوش گماں ہونا

کشش کیسی خدا نے اس مہ کامل میں رکھ دی ہے
کہ جس کی آرزو ہر کاسۂ سائل میں رکھ دی ہے
پرستارِ محبت کا مآلِ کار کچھ بھی ہو
ہر اک حسرت سجا کر دامنِ مشکل میں رکھدی ہے
گذر کر میں نے ہر طوفانِ غم سے بے نیازانہ
زہے قسمت کہ ہستی عشق کی منزل میں رکھدی ہے
میں ہوں مرہونِ منت آپ کے لطفِ فراواں کا
وہ شے قیمت ہے جس کی دو جہاں اس دل میں رکھدی ہے
شرابِ عشق سے لبریز ہے پیمانۂ ہستی
مگر کچھ اور شے کی آرزو بھی دل میں رکھدی ہے
ترے میخانے کے آداب ہر میکش سمجھتا ہے
تری نظروں نے وہ شائستگی محفل میں رکھدی ہے
زمانے کے الم تو درپئے آزار تھے پہلے
محبت کی خلش اک اور میرے دل میں رکھدی ہے
کسی صورت قرار آتا نہیں ہے قلبِ مضطر کو
اے شمعِ حسن یہ کیا آگ میرے دل میں رکھدی ہے
سکوں ملتا ہے طوفانوں کے گہوارے میں اے صادقؔ
زمانے کے لئے آسودگی ساحل میں رکھدی ہے

ازل میں جن کو دیکھا تھا یہ وہ نورانی آنکھیں ہیں
خدا رکھے سلامت کس قدر وجدانی آنکھیں ہیں
میں جن آنکھوں کی مستی پر فدا ہوں روزِ اوّل سے
مرے ساقی تری آنکھیں ہی وہ لاثانی آنکھیں ہے
انہیں جو دیکھ لیتا ہے وہ شیدا ہوکے رہتا ہے
کسی کو کیا خبر وہ کس قدر نورانی آنکھیں ہیں

بنے ہیں سیکڑوں قطب و ولی ان کی توجہ سے
یقیناً بندہ پرور آپ کی عرفانی آنکھیں ہیں
فدا جن پر کئے ہیں جان و دل بھی دین و ایماں بھی
وہ اے صادقؔ ہمارے پیرؒ کی نورانی آنکھیں ہیں

جس طرف بھی وہ مہ کامل چلے
ساتھ اس کے نور کی محفل چلے
ان کے کوچے کی طرف سائل چلے
راہرو اب جانبِ منزل چلے
ہر قدم ہے کوئے جاناں کی طرف
ہم بھی ہونے کے لئے بسمل چلے
فکر ہو سکتی نہیں انجام کی
ہم سمجھ کر عشق کا حاصل چلے
اے مسافر شرط ہیں عزم و یقیں
ساتھ تیرے خود تری منزل چلے
میں ہوں وہ پروردۂ طوفانِ غم
جس کی کشتی کی طرف ساحل چلے
اب ہمارے بعد کیا ہو دیکھئے
چھوڑ کر ہم تو بھری محفل چلے
دیر پا ہوتی نہیں بزمِ نشاط
جانے کب تک اور یہ محفل چلے
عشق میں صادقؔ بہت سے اہلِ دل
دل میں لے کر آرزوئے دل چلے

عشق میں کامل بنا کر چھوڑیے
ناز کے قابل بنا کر چھوڑیے
اپنے جلووں سے مرے دل کو حضور
حسن کی محفل بنا کر چھوڑیے
ہو عطا کچھ صدقۂ حسن و جمال
قسمتِ سائل بنا کر چھوڑیے
خسروِ خوباں مری تقدیر بھی
رشک کے قابل بنا کر چھوڑیے
بندہ پرور اپنا ہر نقشِ قدم
سجدہ گاہِ دل بنا کر چھوڑیے
روشنی کر دیجئے ہر گام پر
میرا مستقبل بنا کر چھوڑیے
دولتِ دردِ محبت بخش کر
میرے دل کو دل بنا کر چھوڑیے
آپ کے در پر ہے صادقؔ آپ کا
اب کسی قابل بنا کر چھوڑیے

اہلِ دنیا کا جب ستم دیکھا
مہرباں تجھکو اے صنم دیکھا
تیرا غم دل میں جب بھی کم دیکھا
اپنی آنکھوں کو ہم نے نم دیکھا
بزمِ عالم میں ہر طرف ہم نے
تیرا جلوہ تری قسم دیکھا
کوئی محرومِ التفات نہیں
تیرا ہر ایک پر کرم دیکھا

اپنی قسمت سمجھ لیا اس کو
تیری راہوں میں جو بھی غم دیکھا
بخشدی ہر خطا مری صادقؔ
داورِ حشر کا کرم دیکھا

کوئی مونس کوئی ہمدم تمہارے بعد کیا ہوگا
مسلسل سوچتے ہیں ہم تمہارے بعد کیا ہوگا
مداوائے ہجومِ غم تمہارے بعد کیا ہوگا
علاجِ دیدۂ پرنم تمہارے بعد کیا ہوگا
تمہاری جنبشِ لب میں ہے اعجازِ مسیحائی
جگر کے زخم کا مرہم تمہارے بعد کیا ہوگا
تمہیں سے تو دلِ بیمار کچھ تسکین پاتا ہے
دلِ بیمار کا عالم تمہارے بعد کیا ہوگا
زمانہ تو مری بربادیوں پر مسکراتا ہے
تمہیں ہو اک شریکِ غم تمہارے بعد کیا ہوگا
تمہارے سامنے جب اشکِ غم رو کے نہیں رکتے
تمہاری یاد کا عالم تمہارے بعد کیا ہوگا
بنایا ہے تماشا گردشِ تقدیر نے مجھ کو
مرے حالات کے محرم تمہارے بعد کیا ہوگا
پہن لی ہے تمہارے عشق کی زنجیر صادقؔ نے
کسی کا وہ اسیرِ غم تمہارے بعد کیا ہوگا

ملتمت

خضرِ منزل

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادق دہلوی
قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

انتساب

ارباب محبت کے نام

صادق دہلوی

تمام خلق میں میرا وقار تجھ سے ہے
مری حیات میں رنگِ بہار تجھ سے ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

تو سمیع بصیر ہے یارب
تری رحمت کثیر ہے یارب
بے حد و بے حساب تیرا کرم
کون تجھ سا امیر ہے یارب
تیرا جلوہ دلیل ہے تیری
ذرہ ذرہ منیر ہے یارب
جس پہ ہم اعتماد کرتے ہیں
تو ہی وہ دستگیر ہے یارب
جس کی ہر شے مثال رکھتی ہے
تو ہی وہ بے نظیر ہے یارب
مطلق الحکم قادر و اکبر
تو کریم و کبیر ہے یارب
تیری ہر دل پہ حکمرانی ہے
تو ہی رب قدیر ہے یارب
چاند سورج نشانیاں تیری
تو خبیر الخبیر ہے یارب
جس کو کہتا ہے اک جہاں صادق
تیرے در کا فقیر ہے یارب

رنگ پھولوں نے ابھارا تیرا
جلوہ جلوہ ہے نظارا تیرا
سوز تیرا ہے شرارا تیرا
دل کو کافی ہے سہارا تیرا
حاملِ رازِ مشیت میں ہوں
میں نے سمجھا ہے اشارا تیرا
عارضی آسرے ہیں دنیا کے
صرف محکم ہے سہارا تیرا
تو ہی مختار بھی ہے قادر بھی
ہے ہر اک شے پہ اجارا تیرا
ڈوب جائے یہ نہیں ہے ممکن
کشتی تیری ہے کنارا تیرا
تیری منزل کی گذرگا ہوں میں
کام آیا ہے سہارا تیرا
میری آنکھوں سے عیاں ہے یارب
میں نے دیکھا ہے نظارا تیرا
اس کی رحمت کے بغیر اے صادق
کیسے ممکن ہے گزارا تیرا

نعت

لائق صد ادب محمدؐ ہیں
پیکرِ حسنِ رب محمدؐ ہیں
دور ہی مجھ سے کب محمدؐ ہیں
سامنے روز و شب محمدؐ ہیں
روشنی ہر طرف ان ہی کی ہے
مہر و ماہِ عرب محمدؐ ہیں
ساری دنیا ہوئی ہے شیدائی
شمع محبوبِ رب محمدؐ ہیں
رونقِ دو جہاں ان ہی سے ہے
دو جہاں کا سبب محمدؐ ہیں

سارے نبیوں میں ایک بھی تو نہیں
اتنے نزدیکِ رب محمدؐ ہیں
میرے گلشن میں کیوں خزاں آئے
میرے گلشن میں جب محمدؐ ہیں
مجھ کو حسرت نہیں ہے دنیا کی
میرے دل کی طلب محمدؐ ہیں
شافعِ عاصیاں ہیں میرے حضور
مغفرت کا سبب محمدؐ ہیں
ذاتِ حق کا کرم نہ ہو کیسے
مہرباں مجھ پہ جب محمدؐ ہیں
ہیں خزینہ علوم کا صادق
اور امی لقب محمدؐ ہیں

خدا نے اپنی ذاتِ پاک کا حاصل بنایا ہے
محمد مصطفےٰ کو رحمتِ کامل بنایا ہے
بہت بگڑا ہوا ماحول تھا بد حال تھی دنیا
پیامِ سرورِ عالم نے مستقبل بنایا ہے
سفینہ امتِ عاصی کا کیسے ڈوب سکتا ہے
خدا نے جب شفاعت کا تمہیں ساحل بنایا ہے
شرف حاصل ہوا ہے یہ تمہیں کو سارے نبیوں میں
تمہیں اللہ نے اسرار کا حامل بنایا ہے
تمہاری ذاتِ اقدس رونقِ میخانۂ ہستی
تمہاری ذات ہی کو ساقیٔ محفل بنایا ہے
رسولوں میں رسول ایسا بنایا آپؐ کو حق نے
ستاروں کے لئے جیسے مہ کامل بنایا ہے
کرم ہے رحمت اللعالمین کا کس قدر مجھ پر
مری آنکھوں کو اپنی دید کے قابل بنایا ہے
تمہارے ذکر ہی نے زندگی کو زندگی بخشی
تمہاری یاد ہی نے میرے دل کو دل بنایا ہے
مجھے ہو جس قدر بھی ناز کم ہے اس گدائی پر
تمہارے آستانے کا مجھے سائل بنایا ہے
مقامِ عرش تک پہنچے گا اک دن کارواں اپنا
امام المرسلین کو رہبرِ منزل بنایا ہے
مجھے ہے ناز اپنی زندگی پر اس لئے صادق
مدینے کو مری امید کا حاصل بنایا ہے

مدینے میں قیامِ مصطفےٰ ہے
دو عالم میں نظامِ مصطفےٰ ہے
دلوں میں احترامِ مصطفےٰ ہے
زبانوں پر سلامِ مصطفےٰ ہے
ادب سے سر جھکاتے ہیں ملائک
کہ واجب احترامِ مصطفےٰ ہے
نہیں ہم مرتبہ کوئی بھی ان کا
بلند ایسا مقامِ مصطفےٰ ہے
بلایا ہے پئے دیدار حق نے
فلک پر اہتمامِ مصطفےٰ ہے
خدا کی بات ہے ہر بات ان کی
کلامِ حق کلامِ مصطفےٰ ہے
درودوں کے کھلے جاتے ہیں غنچے
لبِ حق پر سلامِ مصطفےٰ ہے

گلستاں کی فضائیں مشکبو ہیں
عجب شانِ خرامِ مصطفےٰ ہے
ازل سے تا ابد پیتے رہیں گے
بہت لبریز جامِ مصطفےٰ ہے
حریمِ حسن کے جلوے ہیں میں ہوں
نظر اب سوئے بامِ مصطفےٰ ہے
سرِ منزل میں پہنچوں گا یقیناً
مرا رہبر پیامِ مصطفےٰ ہے
مجھے ہے ناز اپنی شاعری پر
سخن میرا بنامِ مصطفےٰ ہے
کرم صادقؔ پہ اے خلّاقِ عالم
یہ بندہ بھی غلامِ مصطفےٰ ہے

بتاؤں کیا کہ وہ کتنے حسیں معلوم ہوتے ہیں
متاعِ نورِ ایمان و یقیں معلوم ہوتے ہیں
زمانے کے لئے ہے آئینہ اک آپ کی ہستی
سراپا آپ قرآنِ مبیں معلوم ہوتے ہیں
ان ہی کے تذکرے ہیں روز و شب دنیا کے ہونٹوں پر
محمد تاجدارِ مرسلیں معلوم ہوتے ہیں
جبینِ عرش جھکتی ہے ان ہی کے آستانے پر
یہی محبوب رب العالمین معلوم ہوتے ہیں
سرِ افلاک کس کی گفتگو ہے حق تعالیٰ سے
جناب رحمت اللعالمین معلوم ہوتے ہیں
اجالا کس قدر ہے میری دنیائے محبت میں
حبیبِ دو جہاں دل میں مکیں معلوم ہوتے ہیں
کوئی دیکھے ذرا نقش و نگار رحمتِ عالم
مجھے تو مطلع صبحِ مبیں معلوم ہوتے ہیں
سفارش بخشش امت کی فرمائیں گے محشر میں
یقیناً یہ شفیع المذنبیں معلوم ہوتے ہیں
غلاموں کو شرف بخشا ہے کس نے سرفرازی کا
سخی ایسے فقط سلطانِ دیں معلوم ہوتے ہیں
شعور اتنا تو بخشا ہے مجھے ان کی نوازش نے
مدینے میں مکیں ہیں اور یہیں معلوم ہوتے ہیں
ثناخوانِ محمد جب سے میرا دل ہے اے صادقؔ
مرے اشعار دنیا کو حسیں معلوم ہوتے ہیں

ہم خدا کے رسول تک پہنچے
بارگاہِ قبول تک پہنچے
آرزوئے حصول تک پہنچے
ہم جمالِ رسول تک پہنچے
کوئی ان کا مقام پہچانے
جو تمہارے اصول تک پہنچے
صاحبِ مرتبہ جو لوگ ہوئے
خاکِ پائے رسول تک پہنچے
آپ کے راستے پہ ہم چل کر
روشنی کے نزول تک پہنچے
زیست کے اختتام سے پہلے
ذکرِ محبوب طول تک پہنچے
سر بلندی انہیں نصیب ہوئی
سر جو پائے رسول تک پہنچے

بارہا ہم حسینؑ کے غم میں
گلستانِ بتولؑ تک پہنچے
ان کی رفعت نہ پوچھئے صادقؔ
جو مدینے کی دھول تک پہنچے

زمیں تا فلک روشنی آپؐ کی ہے
دو عالم میں جلوہ گری آپؐ کی ہے
مری کیا خوشی اب خوشی آپؐ کی ہے
مری زندگی زندگی آپؐ کی ہے
ہیں محبوبِ حق آپؐ محبوبِ عالم
ہر اک دور میں خسروی آپؐ کی ہے
جسے چاہو اپنے کرم سے نوازو
خدا آپؐ کا سروری آپؐ کی ہے
ہو مجھ پر عنایت ہو مجھ پر نوازش
کہ مشہور دریا دلی آپؐ کی ہے
سراپائے رحمت ہے ذاتِ گرامی
مرے سامنے زندگی آپؐ کی ہے
ہر اک شخص پر چشمِ رحمت ہے آقاؐ
کسی سے کہاں دشمنی آپؐ کی ہے
میسّر کہاں ہے کسی کو جہاں میں
خدا سے جو اک دوستی آپؐ کی ہے
اندھیرے مرے سامنے کیسے ٹھہریں
مرے دل میں جب روشنی آپؐ کی ہے
شہنشاہِ کونینؐ ہوتے ہوئے بھی
خدا رکھے کیا سادگی آپؐ کی ہے
یہ صادقؔ پہ لطف و کرم آپؐ کا ہے
کہ دل کو محبت ملی آپؐ کی ہے

تم کیا ہو اللہ ہی جانے
دنیا تم کو کیا پہچانے
کوئی حقیقت کو کیا جانے
ہم ہیں محمدؐ کے دیوانے
ہجرِ نبیؐ کی بات نہ پوچھو
آنکھیں کہتی ہیں افسانے
جب آئی ہے یاد تمہاری
چھلکے آنکھوں کے پیمانے
ذکر ہی کیا ہے جام و سبو کا
تم پہ قرباں ہیں میخانے
ساقیٔ دوراں مالکِ کوثر
تشنہ لبوں کو بھی پیانے
ایک نظر سلطانِ دو عالم
دید کے طالب ہیں دیوانے
تم سے جو منسوب ہوئے ہیں
وہ دیوانے ہیں فرزانے
جب تم ہو تو ہم کیوں جائیں
ہاتھ کسی در پر پھیلانے
جب بھی کوئی وقت پڑا ہے
تم کو پکارا ہے دنیا نے
گنبدِ خضرا کے جلووں سے
روشن ہیں آئینہ خانے

تم آئے ہو بزمِ جہاں میں
ذروں کو خورشید بنانے
سکھلا دو آدابِ غلامی
ہم انجانے ہیں انجانے
لاکھوں میں اک صادقؔ ہی کیا
شمعِ رسالت کے پروانے

نگاہوں میں جمالِ مصطفےٰؐ ہے
مجھے حاصل وصالِ مصطفےٰؐ ہے
مجھے ہر وقت ہے ان کا تصور
مجھے ہر دم خیالِ مصطفےٰؐ ہے
درودوں کے کریں وہ پیش تحفے
جنہیں شوقِ وصالِ مصطفےٰؐ ہے
اسی کو قربِ حق ہوگا میسر
جو شیدائے جمالِ مصطفےٰؐ ہے
کوئی کیا منزلت سمجھے گا ان کی
بلندی پر کمالِ مصطفےٰؐ ہے
ہزاروں دل تمنائی ہیں جس کے
وہ اک شمعِ جمالِ مصطفےٰؐ ہے
خدا کی ذات خود شاہد ہے اس کی
کمالِ حق کمالِ مصطفےٰؐ ہے
یہ ہیں اوصافِ اولادِ نبی کے
ہر اک ان میں ہلالِ مصطفےٰؐ ہے
ہے ذاتِ پاک رحمت کا گلستاں
عجب شانِ جمالِ مصطفےٰؐ ہے
الٰہی بخش دے امت کو میری
یہی حق سے سوالِ مصطفےٰؐ ہے
وہ ہیں کونین میں بے مثل صادقؔ
مثال اپنی مثالِ مصطفےٰؐ ہے

آپ ہیں ذاتِ حق کا ظہور
رحمتِ عالم میرے حضور
روئے منور جلوۂ طور
آپ کی ہستی نور ہی نور
آپ کی سیرت شاہد ہے
آپ خدا کا ہیں دستور
شہر مدینہ خلدِ بریں
گنبد خضرا بقیعِ نور
رونقِ عالم سرورِ دین
عرش کی زینت میرے حضور
محوِ تبسم آپؐ ہیں کیا
میرا دل بھی ہے مسرور
میری محبت کا افسانہ
آپؐ کے نام سے ہے مشہور
آپ اگر فرمائیں کرم
میرے غم ہو جائیں دور
شافعِ محشر بخش بھی دو
میری خطائیں میرے قصور
ہر گوشہ ہے نور فشاں
آپؐ ہیں میرے دل میں حضور
آپؐ کی چشمِ رحمت سے
آپؐ کا صادقؔ ہے مخمور

محمدؐ کے جو ہو جائیں وہ کیا پایا نہیں کرتے
کسی کو آپؐ خالی ہاتھ لوٹا یا نہیں کرتے
بھٹکنے والی راہوں پر کبھی جایا نہیں کرتے
مدینے کے مسافر ٹھوکریں کھایا نہیں کرتے
وہ خوشبو بن کے کب گلشن کو مہکایا نہیں کرتے
وہ کب ذروں کو مثل مہر چمکایا نہیں کرتے
مدینے کی محبت جن کے دل میں کار فرما ہے
وہ کیا کیا نعمتیں سرکار سے پایا نہیں کرتے
گلستانِ محمدؐ کی بہاریں پوچھتے کیا ہو
یہاں جو پھول کھلتے ہیں وہ مرجھا یا نہیں کرتے
زمانے کے یہ ہر طوفان پر لبیک کہتے ہیں
غلامانِ محمدؐ غم سے گھبرایا نہیں کرتے
شفیع المذنبینؐ پر میرا غم آشکارا ہے
وہ میرے حال پر کب لطف فرمایا نہیں کرتے
متاعِ نورِ ایمان جن کی قسمت میں نہیں ہوتی
وہ قُربِ رحمت اللعالمین پایا نہیں کرتے
یہ دربارِ رسالتؐ کی ہے خوبی دیکھنے والو
یہاں کے مانگنے والے کہیں جایا نہیں کرتے
مکینِ گنبد خضرا کے جلوے ہیں نگاہوں میں
یہ منظر ہر نظر کے سامنے آیا نہیں کرتے
حقیقت میں جو وابستہ ہیں دامانِ محمدؐ سے
کسی در پہ وہ صادقؔ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

کوئی انساں نہیں سرکارؐ جیسا
محمدؐ کے حسیں کردار جیسا
کسی کا حسن دیکھا ہی نہیں ہے
نگاہوں نے شہِ ابرارؐ جیسا
شفیع عاصیاں ہوگا نہ کوئی
سرِ محشر مرے سرکارؐ جیسا
کوئی دربار دنیا کا نہیں ہے
شہِ کونینؐ کے دربار جیسا
نہیں ہے خلد کا کوئی بھی منظر
مدینے کے گل و گلزار جیسا
سکوں ملتا نہیں دل کو کہیں بھی
تمہارے سایۂ دیوار جیسا
کسی کو بھی نہیں خلقِ خدا سے
ہے محبوب خدا کو پیار جیسا
ہوا ہے اور نا ہوگا کسی کو
تمہیں حق کا ہوا دیدار جیسا
کوئی بھی تا ابد ہوگا نہ صادقؔ
جنابِ احمدِ مختار جیسا

محمد مصطفٰےؐ محبوب ربِ العالمین تم ہو
یقیناً تاجدار آخری و اولین تم ہو
تمہیں ہو نائبِ حق رحمت اللعالمین تم ہو
امام الانبیاء ہو خسروِ دنیا و دیں تم ہو
ازل ہی سے مری دنیائے ہستی میں مکیں تم ہو
مجھے معراج حاصل ہے مرے دل کے قریں تم ہو
مری چشمِ تمنانے کوئی تم سا نہیں دیکھا
دل و جاں جس پہ قرباں ہیں وہ اک ایسے حسیں تم ہو

خدا خود جس کا عاشق ہے خدائی جس کی شیدائی
زبانِ عشق میں وہ دلربا وہ مہ جبیں تم ہو
تمہارے پرتوِ رخ کی ضیاء ہے ماہ وا نجم میں
بہارِ گلشنِ عالم میں بھی جلوہ گزیں تم ہو
ملائک بھی تمہارے در پہ اپنا سر جھکاتے ہیں
ملائک جانتے ہیں عرش کے مسند نشیں تم ہو
دل ہی ہے تمہارے حسن کے جلوے ہیں آنکھوں میں
تمنائے دو عالم ہو مری شمعِ یقیں تم ہو
جہاں میں ہر طرف ظلمات کے ڈیرے ہی ڈیرے تھے
اندھیرے چھٹ گئے جس سے وہ خورشید مبیں تم ہو
میں عاصی ہوں مرا دل واور محشر سے ڈرتا ہے
وسیلہ میری بخشش کا شفیع المذنبیں تم ہو
درخشاں ذرہ ذرہ ہے تمہاری ذاتِ اقدس سے
مجسم نورِ حق ہو تاجدارِ مرسلیں تم ہو
عطا فرمایئے صادق کو اپنے روشنی اپنی
سراپائے محبت رحمت اللعالمیں تم ہو

آپؐ ہیں شمعِ بزمِ حرم
آپؐ ہی کے ہیں پروانے ہم
آپؐ ہیں راہبر ہر قدم
اپنی منزل پہ پہنچیں گے ہم
آپؐ رحمت ہیں شاہ امم
عاصیوں پر ہو چشمِ کرم
ہر نظر میں ہے وہ محترم
جس پہ کچھ آپؐ کا ہے کرم
ہر خطا در گذر کیجئے
ہم ہیں محتاجِ لطف و کرم
دل جہاں خود بہ خود جھک گیا
آپؐ کا ہے وہ نقشِ قدم
ہم غریبوں پہ بھی اک نظر
آپؐ ہیں تاجدارِ حرم
آپؐ کی دید ہے بندگی
روز و شب ہیں مدینے میں ہم
میری آنکھوں سے دیکھے کوئی
شہرِ طیبہ ہے باغِ ارم
آپؐ کا لطف درکار ہے
زندگی ہے سراپا الم
اپنے صادق پہ بندہ نواز
کیجئے اک نگاہِ کرم

نگاہوں میں رخِ سرور ہے میں ہوں
کہ جلووں کا حسیں منظر ہے میں ہوں
نظر میں عکس ہے ان کی نظر کا
ہر اک شے حسن کی پیکر ہے میں ہوں
بہر سو ہے تجلی ہی تجلی
تمہارا روضہ انور ہے میں ہوں
متاعِ نورِ ایماں ہے میسر
عطائے عشقِ پیغمبرؐ ہے میں ہوں
اسی کا نام ہے فیضِ محبت
کرم سرکار کا مجھ پہ ہے میں ہوں

مقامِ آگہی مجھ کو ملا ہے
مرے دل میں تمہارا گھر ہے میں ہوں
نہ بہکیں گے قدم راہِ طلب میں
تمہارا نقشِ پا رہبر ہے میں ہوں
نگاہِ ساقیِ دوراں ہے مجھ پر
سرورِ بادۂ کوثر ہے میں ہوں
محبت کی ہے یہ معراج صادق
مدینے کا حسیں منظر ہے میں ہوں

رحمتِ عالم کی یہ شان
حور و ملائک ہیں قربان
تم ہو نبیوں کے سلطان
تم ہو خالق کی پہچان
اللہ اللہ آپؐ کی شان
آپؐ خدا کا ہیں فرمان
میری تمناؤں کی جان
آپؐ کے جلوے آپؐ کی شان
آنکھیں ہیں دیدار طلب
اور نہیں کوئی ارمان
میری دنیا آپؐ سے ہے
آپؐ سے روشن ہے ایمان
عرش کو زینت کی ہے عطا
آپؐ ہوئے حق کے مہمان
سب سے افضل سب سے جدا
دونوں جہاں میں آپؐ کی شان
رہبر اعظم ختم رسل
تم سا نہیں کوئی انسان
آپؐ کی ہر اک بات حضور
میرا دیں میرا ایمان
دولتِ دیں حاصل ہے اسے
جس نے لیا تم کو پہچان
صادق کے ہیں قلب و نظر
آپؐ کی صورت پر قربان

محبت آپؐ کی دل میں مکیں ہے
مرا دل عرش سے کچھ کم نہیں ہے
نظر میں جلوۂ روئے مبیں ہے
کہ روشن شمعِ ایمان و یقیں ہے
مشیت کے جو رازوں کی امیں ہے
وہ ہستی تاجدارِ مرسلیںؐ ہے
مدینہ رشکِ فردوسِ بریں ہے
یہاں آرام گاہِ شاہِ دیں ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ ہے درخشاں
خدا شاہد وہ طیبہ کی زمیں ہے
میں جس کی روشنی میں چل رہا ہوں
وہ پیغامِ شہِ دنیا و دیں ہے
جو سیرت ہے شہنشاہِ امم کی
وہی تفسیرِ قرآنِ مبیں ہے
ہے بخشش کا بھروسا عاصیوں کو
یہ فیضانِ شفیع المذنبیں ہے

کرم دیکھو کہ ہر اک امتی پر
نگاہ رحمت اللعالمیں ہے
مجھے حاصل نہ ہو کیوں سر بلندی
درِ اقدس پہ اب میری جبیں ہے
خوشا قسمت کہ اب میرے لبوں پر
حدیثِ رحمت اللعالمیں ہے
اگر چشمِ بصیرت ہو تو دیکھو
مدینہ سارے عالم سے حسیں ہے
نوازا ہے تجھے ساقی نے صادق
تو مے خانے کا سجادہ نشیں ہے

ارشادِ حسینؓ

ہے نظر کے سامنے ایک ایک افتادِ حسینؓ
ہر نفس پیغام دیتی ہے مجھے یادِ حسین
سر ہے نیزے پر تو جسمِ پاک فرشِ خاک پر
خون سے لکھی گئی تاریخ رودادِ حسینؓ
کیا جہادِ فی سبیل اللہ ہر اک کا کام ہے
آج پھر درکار ہے دنیا کو امدادِ حسینؓ
امتیازِ حق و باطل ہے نظر میں اس لئے
یاد رہتا ہے مجھے ہر وقت ارشادِ حسینؓ
مرتبہ ہے سب کی نظروں میں برابر آپ کا
مختلف رائے نہیں رکھتے ہیں نقادِ حسینؓ
اب بھی دنیا مضطرب ہے جان دینے کے لئے
کس قدر مضبوط و مستحکم ہے بنیادِ حسین
ان کی عظمت سے زمانے میں ہراک واقف نہیں
قابلِ تعظیم ہے دراصل اولادِ حسین
حبِ ملت عزم و ہمت حق پرستی کا شعور
ساتھ لائے تھے مدینے سے یہی زادِ حسینؓ
صبرو استقلال کا دامن نہ چھوڑا آپؓ نے
عرش تک ورنہ پہنچ سکتی تھی فریادِ حسینؓ
آشنا حالات سے صادق زمانہ کیوں نہ ہو
جب زبانِ حق نے دہرائی ہے رودادِ حسینؓ

شانِ حسینؓ

رحمتِ عالم کا ہے فرمان فرمانِ حسینؓ
میں نے سمجھا اس حقیقت کو بہ فیضانِ حسینؓ
دینِ احمد پر تصدق ہو گئی جانِ حسینؓ
راہِ حق سے منہ نہیں موڑا یہ ہے شانِ حسینؓ
جذبۂ ایثار کی تمثیل ملتی ہی نہیں
کم نہیں ہے نسلِ آدم پر یہ احسانِ حسینؓ
ہر قدم پر قوتِ باطل سے ٹکراتے رہے
وہ مجاہد جن کے ہاتھوں میں تھا دامانِ حسینؓ
اہلِ بیتِ پاک نے قربانیاں دیں بے مثال
جب نہ مانا شمر کے لشکر نے فرمانِ حسینؓ
سرخرو ہوں گے محمد مصطفٰے کے لاڈلے
داورِ محشر کے آگے دیکھنا شانِ حسینؓ
ظلمتِ عالم کو پرتو سے منور کر دیا
کس قدر روشن ہے دیکھو شمعِ عرفانِ حسینؓ
ذرے ذرے کو درخشانی و تابانی ملی
ضو فشانی کر رہی ہے شمعِ فیضانِ حسینؓ
جسمِ اطہر شاہ کا تیروں سے چھلنی ہو گیا
سر نہ سجدے سے اٹھا اللہ رے شانِ حسین

کوفیوں کی فوج میں ہر سمت ہلچل مچ گئی
ہیں بہتر لوگ جب کہ سازو سامانِ حسینؓ
غم زدہ دل کا زمانے میں نہیں کوئی علاج
میرے زخموں کے لئے کافی ہے درمانِ حسینؓ
کس قدر الطاف ہے مجھ پر نگاہِ شاہ کا
اللہ اللہ ہو گیا مجھ کو بھی عرفانِ حسینؓ
شاہ نے رکھ دی الٹ کر صف یزیدی فوج کی
ہے زمینِ کربلا پر رونما شانِ حسینؓ
خون سے سینچا ہے اپنے گلشنِ توحید کو
کیوں نہ ہو شاداب اے صادق گلستانِ حسینؓ

منقبت

حضرت محمد حسن شاہ صاحب قبلہؒ

میرے خواجہ میرے پیر
مجھ کو عطا ہو چشمِ بصیر
آپ کا رنگِ حسن و جمال
آپ ہیں رشکِ بدرِ منیر
آپ عطا کریں جو چاہیں
آپ کا ہے وہ ربِّ قدیر
بندہ نوازی کی یہ شان
کوئی نہیں نظروں میں حقیر
آپ کا منصب آپ کا رتبہ
شاہ و گدا ہیں در کے فقیر
میری نظر میں میرے لئے
آپ امیروں کے ہیں امیر
بھر دو ہر دامانِ مراد
خواجہ حسن سلطان و امیر
آپ کے در کا ادنیٰ گدا
دنیا میں ہوتا ہے کبیر
جس کا نہیں کوئی بھی جواب
مجھ کو ملا ہے ایسا پیر
صادق کی بھی لاج رہے
صادق بھی ہے در کا فقیر

غزلیں

نازکیسے نہ مقدر پہ مجھے ہو صادق
میرے محبوب نے آئینہ بنایا مجھے

محبت میں قرباں خوشی ہم نے کی ہے
سپرد آپ کے زندگی ہم نے کی ہے
پرستش تری ذات کی ہم نے کی ہے
تری ہر نفس بندگی ہم نے کی ہے
ترے ذکر سے زندگی کو سنوارا
تری یاد سے روشنی ہم نے کی ہے
سراپنا جھکا یا ہے قدموں پہ تیرے
عجب شان سے بندگی ہم نے کی ہے؟
بھرم ہم نے رکھا تری دوستی کا
کوئی بھی شکایت کبھی ہم نے کی ہے
سمجھ کر ہر اک غم کو تیری امانت
کسی سے کوئی بات بھی ہم نے کی ہے
کسی کو خبر کیا تمہیں تو خبر ہے
بسر کس طرح زندگی ہم نے کی ہے

ہمیں نے بہاروں کو سینچا لہوں سے
چمن کو عطا دلکشی ہم نے کی ہے
جلا یا ہے ہم نے لہو اپنے دل کا
ہر اک بزم میں روشنی ہم نے کی ہے
تمھاری عنایت تمہارے کرم نے
بنادی ہے جو بات بھی ہم نے کی ہے
خدا تم کو رکھے ہمیشہ سلامت
تمہیں سے تو اک دوستی ہم نے کی ہے
ہوا ہے عطا کچھ نہ کچھ ہم کو صادق
سلیقے سے جب بندگی ہم ے کی ہے

ان کی نظروں سے بات بنتی ہے
لمحہ لمحہ حیات بنتی ہے
کثرتِ غم سے بات بنتی ہے
حادثوں سے حیات بنتی ہے
فیض ہوتا ہے جب محبت کا
فکر کی کائنات بنتی ہے
لاکھ طوفان پیش پیش رہیں
حوصلہ ہو تو بات بنتی ہے
سیکڑوں سال میں کوئی ہستی
رہبرِ کائنات بنتی ہے
اس کی نظروں کی ایک ہی جنبش
مرکزِ التفات بنتی ہے
عاصیوں کے لئے ندامت ہی
وجہ راہِ نجات بنتی ہے
میری ایک ایک لغزشِ مبہم
حاصلِ واقعات بنتی ہے
دن نکلتا ہے تیری باتوں سے
تیرے خوابوں سے رات بنتی ہے
حسن کی بارگاہ میں صادق
سجدۂ دل سے بات بنتی ہے

میں ازل ہی سے ہوں آئینہ تری تنویر کا
کس بلندی پر ستارا ہے مری تقدیر کا
مجھ کو ہر شے میں نظر آیا ترا حسن و جمال
یہ اثر دیکھا نگاہِ شوق کی تاثیر کا
مجھ کو سمجھائے ہیں اسرارِ خودی و بیخودی
کس قدر احساں ہے مجھ پر کاتبِ تقدیر کا
بندہ پرور یہ ترے لطف و کرم کی بات ہے
میں نے ہر مفہوم سمجھا ہے تری تحریر کا
مدتوں پہلے جو تیری دید کا دیکھا تھا خواب
منتظر ہوں میں اسی اک خواب کی تعبیر کا
بندۂ صبر و رضا ہوں ہے مرا اتنا قصور
آپ جو چاہیں صلہ دیں میری اس تقصیر کا
عرشیوں کی بزم میں صادق ہے میرا تذکرہ
اللہ اللہ اب یہ عالم ہے مری توقیر کا

تیرے دیوانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
دل کے افسانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
ایک دنیا کو بنانا ہے پر ستار ترا
کچھ صنم خانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے

جگمگاتے رہیں جو شمعِ حقیقت کی طرح
ایسے افسانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
اس طرح برقِ تپاں دیکھ رہی ہے مجھ کو
جیسے کاشانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
تیری الفت سے ہر اک دل کو جلا دینی ہے
آئینہ خانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
مست و مخمور بنانا ہے جہاں والوں کو
جام و پیمانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے
آشنا حق سے بہت لوگ ہیں پھر بھی صادقؔ
جانے پہچانے ابھی اور بنانے ہیں مجھے

اپنے ہر سانس کو پیام بنا
زندگی کیلئے مقام بنا
بندگی کا اگر مزا چاہے
عشق کو اپنا تو امام بنا
سر اٹھائیں نہ خواہشیں دل کی
اس طرح نفس کو غلام بنا
جس کی کوئی مثال ہی نہ ملے
عشق میں ایسا اک مقام بنانا
روئے پر نور سے نقاب الٹ
ہر طرف جلوہ گاہ عام بنا
بخش کر مجھ کو روشنی اپنی
میرے دل کو مہہ تمام بنانا
حسنِ گفتار سے تو اے صادقؔ
ذرّے ذرّے کو ہم کلام بنانا

کسی کو زندگی عیشِ جہاں معلوم ہوتی ہے
ہمیں تو اک مسلسل امتحاں معلوم ہوتی ہے
تمہارے ہجر کے غم نے وہاں پہنچا دیا مجھ کو
جہاں اب زندگی بارِ گراں معلوم ہوتی ہے
کوئی جب غم کا مارا حالِ دل اپنا سناتا ہے
مجھے وہ میرے غم کی داستاں معلوم ہوتی ہے
اندھیرا ہی اندھیرا ہر طرف ہے راہِ ہستی میں
تمہاری راہ مجھ کو ضوفشاں معلوم ہوتی ہے
کبھی طوفان بھی بازیچۂ اطفال تھا صادقؔ
مگر اب موجِ بحرِ بیکراں معلوم ہوتی ہے

جس کا دل آئینہ نہیں ہوتا
اس کے دل میں خدا نہیں ہوتا
اس کو معراجِ غم نہیں ہوتی
جو تری خاکِ پا نہیں ہوتا
ٹھوکریں در بدر کی کھاتا ہے
جو کسی ایک کا نہیں ہوتا
کس طرح کوئی ان کو سمجھائے
دوستی میں گلہ نہیں ہوتا
سر فرازی اسے نہیں ملتی
جو تمہارا گدا نہیں ہوتا
نعمتِ خُلق ہے نصیب جسے
وہ کسی سے برا نہیں ہوتا
یہ تو تقدیر اپنی اپنی ہے
کوئی انساں بڑا نہیں ہوتا

تیرا نقشِ قدم نہ ہو جب تک
ہم سے سجدہ ادا نہیں ہوتا
جس نے زنجیرِ عشق پہنی ہے
قیدِ غم سے رہا نہیں ہوتا
تو نے مجھ کو نواز رکھا ہے
درد سب کو عطا نہیں ہوتا
محفلِ زندگی میں صادقؔ کی
ذکر کب آپ کا نہیں ہوتا

میرے ساقی ہو عطا اک جام پھر
ہے مقابل گردشِ ایام پھر
زندگی ہے جب مسلسل امتحاں
کس لئے ہو شکوۂ آلام پھر
جب کہیں سے آسرا ملتا نہیں
تیرے غم آتے ہیں میرے کام پھر
جب بھروسا ہے تمہاری ذات پر
دل میں کیوں آئے خیالِ خام پھر
تو ہی تو ہے جب نگاہِ شوق میں
کیوں نظر اٹھتی ہے سوئے بام پھر
پھر ملیں صادقؔ نگاہیں یار سے
ہو گئے رنگین صبح و شام پھر

حال سمجھا نہیں دیوانہ سمجھ کر کوئی
مجھ کو جانا نہیں انجانہ سمجھ کر کوئی
فیضِ وحشت اسے کہیے کہ محبت کا جنوں
مسکرا دیتا ہے دیوانہ سمجھ کر کوئی
دشتِ غربت میں وہ آندھی نے بچھائے کانٹے
پاؤں دھرتا نہیں ویرانہ سمجھ کر کوئی
کیسے ممکن ہے کہ انکار حقیقت سے کرے
میرے افسانے کو افسانہ سمجھ کر کوئی
خانۂ دل میں ہے خورشیدِ محبت کی ضیا
کاش آباد ہو کاشانہ سمجھ کر کوئی
شیشۂ دل کی نزاکت کو سمجھ اے صادقؔ
توڑ دے اس کو نہ پیمانہ سمجھ کر کوئی

ہم نے ان سے دل کا سودا کر لیا
عشق کا ہر فرض پورا کر لیا
آپ کے غم کو مسیحا کر لیا
دل کا اک اک زخم اچھا کر لیا
میں نے رو رو کر فراقِ دوست میں
شعلۂ دل کو بھی ٹھنڈا کر لیا
میں نے سوچا ہی نہیں انجامِ کار
دل کو مانوسِ تمنا کر لیا
اب کسی طوفان کی پروا نہیں
آپ پر میں نے بھروسہ کر لیا
رفتہ رفتہ تیری قربت کے لئے
میں نے دنیا سے کنارا کر لیا
ان کو آنا تھا نہ آئے شامِ غم
میں نے ہر آنسو کو دریا کر لیا
آپ تو رہتے نظر کے سامنے
آپ نے کیوں مجھ سے پردا کر لیا
اور کیا ایثار کرتے عشق میں

تیری خاطر خود کو رسوا کر لیا
اک دیا ہم نے جلا کر عشق میں
اپنی راہوں میں اجالا کر لیا
کس قدر ناعاقبت اندیش ہوں
چار سانسوں پر بھروسا کر لیا
کوئی بھی پرساں نہیں تھا عشق میں
آپ نے صادقؔ کو اپنا کر لیا

بزم سے آفتاب لوٹ گیا
آرزوں کا باب لوٹ گیا
روزِ اول سے حشر بر پا ہے
کیوں وہ رخ سے نقاب لوٹ گیا
کون گذرا ہے یوں تخیل سے
جیسے پہلا ہی باب لوٹ گیا
پڑھ کے وہ میرا حال نظروں سے
زندگی کی کتاب لوٹ گیا
مجھ گنہگار کے وہ دامن میں
رحمتیں بے حساب لوٹ گیا
ساغرِ دل بھی ہو گیا لبریز
وہ نظر سے شراب لوٹ گیا
یہ ہے معراج بندگی صادقؔ
عشق سارے حجاب لوٹ گیا

تسلیم کہ ایک ایک نفس ہم نے خطا کی
رکھیں گے مگر لاج وہی اپنے گدا کی
آساں تو نہیں عشق کی منزل سے گذرنا
ہرگام ضرورت ہے یہاں راہ نما کی
ایک ایک قدم سجدے بصد شوق کیے ہیں
حرمت ہے نظر میں ترے نقشِ کفِ پا کی
قرباں میں ترے خسروِ دنیائے محبت
توفیق مجھے بخش دے تسلیم و رضا کی
مجھ پر بڑا احسان ہو اے ذوقِ تصور
تصویر بنا دے مجھے اس جانِ وفا کی
صادقؔ پہ بھی ہوجائے ذرا چشمِ عنایت
مدت سے تمنا ہے ترے لطف و عطا کی

مدعا کہہ رہے ہیں ہم اپنا
بخش دو تم خوشی سے غم اپنا
کیا کہیں اب کسی سے غم اپنا
خون دل پی رہے ہیں ہم اپنا
رخ بدلتی ہے چشمِ غم اپنا
رنگ لائیں گے درد و غم اپنا
سننے والے ہزار تھے لیکن
کوئی سمجھا نہیں الم اپنا
داستاں کہہ رہے ہیں ہم اپنی
کاش افسانہ ہو رقم اپنا
راہرو راستہ نہ بھولیں گے
''خضرِ منزل'' ہے ہر قدم اپنا
آپ کی چشمِ خاص کے صدقے
ساری دنیا میں ہے بھرم اپنا
اک زمانہ وہاں ہے سر بسجود

سر کیا ہے جہاں بھی خم اپنا
ذرہ خاک ہوں مگر اعزاز
عرشِ اعظم پہ ہے قدم اپنا
منتظر میں ہوں اک زمانے سے
اب تو فرمایئے کرم اپنا
صادق اس ذات کی خوشی کے لئے
ہم نے ہر غم کو سمجھا غم اپنا

کبھی ہم اپنے ذوقِ دید کی تاثیر دیکھیں گے
وہ دن آئے گا جی بھر کر تری تصویر دیکھیں گے
مٹا کر نقشِ احساسِ خیالِ ماسوا دل سے
جہاں کے ذرے ذرے میں تری تصویر دیکھیں گے
دلِ وحشی کی وحشت اک نہ اک دن رنگ لائیگی
کبھی اپنی کبھی ہم آپ کی تصویر دیکھیں گے
مرا قصہ وہ سننے کی کبھی زحمت تو فرمائیں
وہ میری داستاں میں اپنی ہی تصویر دیکھیں گے
جنوں تو مجھکو ہوگا اور ان پر یہ اثر ہوگا
وہ جب آئینہ دیکھیں گے مری تصویر دیکھیں گے
تری حسرت بھی ان کے دل سے مٹ جائیگی اے دنیا
یہاں جو چشمِ عبرت سے تری تصویر دیکھیں گے
میں وہ میکش ہوں صادق جس سے میخانے کی رونق ہے
جو بادہ کش ہیں ساغر میں مری تصویر دیکھیں گے

بارِ خاطر اب خوشی ہے ہر خوشی کے موڑ پر
زندگی ملتی نہیں ہے زندگی کے موڑ پر
ہم نے ہر غم کو بنا رکھا ہے جزوِ زندگی
آرزو تنہا کھڑی ہے بیکسی کے موڑ پر
قافلے والے حرم تک کس طرح پہنچیں گے اب
خواہشوں کے بت کھڑے ہیں بندگی کے موڑ پر
عہدِ حاضر میں اسے کہئے ترقی یا زوال
اک ہجومِ تیرگی ہے روشنی کے موڑ پر
اب کسے اپنا سمجھ لیں اب کسے اپنا کہیں
نفرتیں پھیلی ہوئی ہیں دوستی کے موڑ پر
کن مراحل کے مقابل ہے ہماری زندگی
حادثوں کی بھیڑ ہے تیری گلی کے موڑ پر
کون یاد آیا ہے صادق آج تجھ کو دفعتاً
کس کا غم ٹھہرا ہے آنکھوں کی نمی کے موڑ پر

آپ رہتے ہیں رہیں لاکھ گریزاں ہم سے
چھوٹ سکتا ہی نہیں آپ کا داماں ہم سے
بن گئے دشت و بیاباں بھی گلستاں ہم سے
درس کیوں لیتے نہیں آج کے انساں ہم سے
وقت نے چھین لیا دید کا ساماں ہم سے
نہ چھپا پھر بھی جمالِ رخِ تاباں ہم سے
آپ نے چشمِ توجہ سے بنایا ایسا
سیکڑوں مشکلیں ہونے لگیں آساں ہم سے
یہ عنایت یہ کرم یہ ہے نوازش ان کی
مطمئن ہونے لگے صاحبِ عرفاں ہم سے
مشعلِ راہ بنائی ہے ہماری ہستی
شمع ہر موڑ پہ ہوتی ہے فرزاں ہم سے

اب نہ بھٹکیں گے ترے چاہنے والے اے دوست
دور تک راہِ محبت ہے درخشاں ہم سے
پرتوِ حسنِ ازل سے ہے تعلق اپنا
ذرہ ذرہ ہے یونہی نور بداماں ہم سے
کام کیا آئیں گے دنیا میں کسی کے ہم لوگ
اپنے ہی درد کا ہوتا نہیں درماں ہم سے
ہم تو سمجھے تھے کہ ہمراں چلے گی لیکن
تونے منہ موڑ لیا گردشِ دوراں ہم سے
فاصلہ ہے تو فقط دیر وحرم کا صادق
دور تو کچھ بھی نہیں کوچہ جاناں ہم سے

ایثار کا الفت میں جس وقت سوال آیا
جاں پیش کریں ان کو بس اتنا خیال آیا
بارِ غمِ عصیاں سے جب کوئی نڈھال آیا
ہر اشکِ ندامت پر رحمت کا خیال آیا
اس جانِ دو عالم نے اک درد مجھے بخشا
دنیا کی تمنائیں جب دل سے نکال آیا
ساقی کی نگاہوں کا الطاف و کرم دیکھو
میخانہ عرفاں سے ہر رند نہال آیا
آگاہ حقیقت سے یہ راز نہیں پنہاں
جب ٹھیس لگی دل کو اس شیشے میں بال آیا
عکسِ رخِ روشن سے شرما گئے آئینے
اک ذرۂ خاکی پر کچھ ایسا جمال آیا
راضی بہ رضا رہنا دستورِ محبت ہے
غم جب بھی کوئی آیا صادق یہ خیال آیا

تمناؤں کے شعلے اس طرح دل کے قریب آئے
مسافر جیسے کوئی اپنی منزل کے قریب آئے
پرستارِ محبت دل میں لیکر سوزِ پروانہ
تصدق جان کرنے شمعِ محفل کے قریب آئے
مٹا کر اپنی ہستی اور گردِ کارواں بن کر
بہت کم رہروانِ عشق منزل کے قریب آئے
تحیر میں نظر آتی ہے ہر چشم تماشائی
سفینے جب بھی طوفانوں سے ساحل کے قریب آئے
حوادث پے بہ پے آتے رہے ہیں میری ہستی میں
کہوں کیا کتنے درد و غم مرے دل کے قریب آئے
جہانِ ہوش سے بیگانہ ہوکر ہی رہے صادق
وہ اہلِ ہوش جو ساقی کی محفل کے قریب آئے

غم کی محفل سجی ہوئی سی ہے
آگ دل میں لگی ہوئی سی ہے
میری ہر سانس میں خدا شاہد
تیری خوشبو بسی ہوئی سی ہے
ایسا لگتا ہے اب تری ہستی
مجھ میں جیسے چھپی ہوئی سی ہے
دل سے ابھرے گی رنگ لائے گی
وہ صدا جو دبی ہوئی سی ہے
کون سی شے عطا کی ساقی نے
تشنگی کچھ بڑی ہوئی سی ہے
کس کی آمد ہے صحنِ گلشن میں
چادرِ گل بچھی ہوئی سی ہے
میں تو کچھ بھی نہیں کرم سے ترے

بات میری بنی ہوئی سی ہے
اللہ اللہ جبیں زمانے کی
تیرے در پہ جھکی ہوئی سی ہے
ہے مخاطب یہ کون صادقؔ سے
نبضِ عالم رکی ہوئی سی ہے

طلب کے نام پہ تارِ رباب ٹوٹ گیا
نگاہ ملتے ہی جامِ شراب ٹوٹ گیا
تمہارے رخ کا جو بندِ نقاب ٹوٹ گیا
مری نظر کا طلسمِ حجاب ٹوٹ گیا
تری نگاہِ توجہ سے جو ملا تھا مجھے
دل و نگاہ کا وہ اضطراب ٹوٹ گیا
وہ حسن و عشق کا رشتہ ہے آج بھی قائم
ہزار حسرت و ارماں کا خواب ٹوٹ گیا
یہ انقلاب زمانے میں کیسا آیا ہے
ہر ایک سلسلۂ انقلاب ٹوٹ گیا
یہ میرے عزم و یقیں کی ہے بات اے صادقؔ
جو راہِ عشق کا ہر پیچ و تاب ٹوٹ گیا

جنونِ عشق زندہ ہے دلِ ناشاد باقی ہے
ترے لطف و کرم کی آج بھی بنیاد باقی ہے
کہانی قیس کی افسانۂ فرہاد باقی ہے
شہیدانِ وفا و عشق کی روداد باقی ہے
مری ہستی سراپا درد بن کر رہ گئی آخر
ترا ذوقِ ستم پھر بھی ستم ایجاد باقی ہے
زمانہ داد دے مجھکو مرے صبر و تحمل کی
مرے ایثار ہی سے عشق کی بنیاد باقی ہے
سرِ مقتل ابھی تو سرمد و منصور آئے ہیں
تمہارے جانثاروں کی بڑی تعداد باقی ہے
ولیؔ و میرؔ و غالبؔ داغؔ و بیخودؔ اب بھی زندہ ہیں
جہانِ شاعری میں اب بھی ان کی یاد باقی ہے
سرِ محفل ہمارا تذکرہ کرتے ہیں وہ صادقؔ
چلو ہم مٹ گئے لیکن ہماری یاد باقی ہے

لے کر وہ ذاتِ عشق کا پیغام آگئی
ناکام زندگی بھی مرے کام آگئی
ان کی نگاہِ فیض رسا کام آگئی
لطفِ حیات لے کے مرے نام آگئی
ہر تہمتِ جہاں جو مرے نام آگئی
اک نسبتِ حضور مرے کام آگئی
مرکز پہ اپنے گردشِ ایام آگئی
میرے لئے بلا تھی مرے نام آگئی
پرواز کر رہی تھی جو مدت سے زندگی
آئی جو موت پل میں تہہ دام آگئی
مجھ کو تمہارے درد نے جینا سکھا دیا
نعمت تمہارے غم کی مرے نام آگئی
اس نے نقاب چہرے سے اپنے اٹھا دیا
میری نظر میں کیفیتِ جام آگئی
ساقی کی چشمِ مست کا رخ ہے مری طرف
تشنہ لبی بھی آج مرے کام آگئی

دو اشک میری چشمِ ندامت سے کیا گرے
رحمت کی ہر نگاہ مرے نام آگئی
صادقؔ ہے جس کی ذاتِ گرامی سے واسطہ
امداد کے لئے وہ ہر اک گام آگئی

محبت کا زمانہ بھر کے سر انجام کیا ہوگا
یہ جذبہ خاص ہوتا ہے یہ جذبہ عام کیا ہوگا
زمانے بھر کے غم کو میں نے سینے سے لگایا ہے
کوئی میری طرح آسودۂ آلام کیا ہوگا
تسلی چارہ سازوں سے کسی صورت نہیں ہوگی
مریضِ غم تمہارا ہوں مجھے آرام کیا ہوگا
میں دنیا کے ہر اک طوفان پر لبیک کہتا ہوں
کوئی مجھ سا حریفِ گردشِ ایام کیا ہوگا
لہو سے ہم نے سینچا ہے گلستاں کی بہاروں کو
ہمیں معلوم ہے پھر بھی ہمارے نام کیا ہوگا
محبت میرا ایماں ہے محبت میرا مذہب ہے
محبت کے سوا صادقؔ مرا پیغام کیا ہوگا

ذوقِ دل کام آہی گیا
وہ لبِ بام آہی گیا
دل کو تابندگی مل گئی
تیرا غم کام آہی گیا
مل گیا قلب و جاں کو سکوں
ان کا پیغام آہی گیا
تیرے در تک کرم سے ترے
ایک ناکام آہی گیا
زیست کی دھوپ ڈھل ہی گئی
سایۂ شام آہی گیا
اے محبت تری راہ میں
مجھ پہ الزام آہی گیا
چشمِ ساقی پہ صادقؔ نثار
رقص میں جام آہی گیا

دور منزل ہے قافلہ ہے بہت
دو قدم کا بھی فاصلہ ہے بہت
رفعتِ عرش تک بھی پہنچوں گا
فیضِ نسبت کا سلسلہ ہے بہت
زندگانی کا رخ بدلنے کو
آپ کا اک مراسلہ ہے بہت
بندہ پرور مری وفاؤں کا
تم نے جو کچھ دیا صلہ ہے بہت
مجھ پہ الزام ہے محبت کا
میرے حق میں یہ فیصلہ ہے بہت
مجھ پہ افتاد ہے زمانے کی
پھر بھی جینے کا حوصلہ ہے بہت
دیکھئے کب خدا ملاتا ہے
آپ میں مجھ میں فاصلہ ہے بہت
عمر بھر مجھکو قید رکھنے کو
تیرے غم ہی کا سلسلہ ہے بہت
میں بجھادوں گا پیاس کانٹوں کی

پاؤں کا ایک آبلہ ہے بہت
زندگی ہے اجل کے ہاتھوں میں
وقت کم ہے مقابلہ ہے بہت
بال و پر نُچ گئے مگر صادقؔ
ہم اسیروں میں حوصلہ ہے بہت

طبیعت فصلِ گل کی شعلہ سامانوں سے ملتی ہے
چمن کی صورتِ حالات ویرانوں سے ملتی ہے
زمانے میں کسی سے شکوۂ بیداد ہی کیوں ہو
ہمیں افتاد اپنے ہی نگہبانوں سے ملتی ہے
زمین وآسماں جس کے تصور سے لرزتے ہیں
وہ زحمت آج انسانوں کو انسانو ں سے ملتی ہے
بہاروں میں بھی کلیوں کے کلیجے کانپ اٹھتے ہیں
نظر جس وقت گلشن کے نگہبانوں سے ملتی ہے
نیا مہتاب روشن ہے نئے انجم درخشاں ہیں
اندھیروں کی خبر پھر بھی شبستانوں سے ملتی ہے
ہمارے غم کا اندازہ زمانہ کیا لگائے گا
ہماری خانہ بربادی بیابانوں سے ملتی ہے
ہزاروں حادثے درپیش ہیں تو غم نہ کر صادقؔ
ہمیشہ زندگی کو راہ طوفانوں سے ملتی ہے

میخانۂ جہاں سے اٹھو دیر ہو گئی
بس پی چکے یہاں سے چلو دیر ہوگئی
مدت سے چشمِ شوق سراپا سوال ہے
کچھ مسکرا کے ہم سے کہو دیر ہوگئی.
دنیائے زندگی میں اندھیرا ہے ہر طرف
میرے بھی دل میں آن بسو دیر ہوگئی
مجھ بے نوا کو لطف و کرم سے نواز دو
اپنے گدا کی لاج رکھو دیر ہوگئی
پھر چھیڑ دو تجلیِ نورِ خدا کی بات
پھر طور کا فسانہ کہو دیر ہوگئی
صادقؔ نہ رکھو اہلِ جہاں سے کوئی امید
دل سے خدا کو یاد کرو دیر ہوگئی

عظمتِ دیر و حرم ایک طرف
آپ کا نقشِ قدم ایک طرف
مطلعِ صبحِ حرم ایک طرف
جلوۂ روئے صنم ایک طرف
ساری دنیا کے ستم ایک طرف
آپ کا حسنِ کرم ایک طرف
اک طرف سیکڑوں سلطانِ جہاں
آپ کا بندۂ غم ایک طرف
ہم پہ بھی ایک نظر ہو جائے
ہم ہیں محتاجِ کرم ایک طرف
اک طرف حسن و جمالِ عالم
آپ کا نورِ قدم ایک طرف
آپ کا روزِ ازل سے ہے یقیں
آپ کے قول و قسم ایک طرف
آپ کو دل میں لئے بیٹھے ہیں
آپ کی بزم میں ہم ایک طرف
اِک طرف رندِ خراباتِ جہاں
اور صادقؔ کا بھرم ایک طرف

زیست بنتی ہے واقعات نئے
روز ہوتے ہیں حادثات نئے
ہم نئے حادثوں سے گذرے ہیں
ہم سنائیں گے واقعات نئے
زندگی کا مقام سمجھے گی!
زخم کھائے گی جب حیات نئے
کہہ رہی ہے فضا ابھی کچھ اور
رنگ بدلے گی کائنات نئے
ان کی تعبیر دیکھئے کیا ہو
خواب دیکھے ہیں ہم نے رات نئے
آپ سمجھے نہیں مزاج مرا
آپ سے ہیں تعلقات نئے
چشم صادق سمیٹتی ہی رہی
اس کے جلوے تمام رات نئے

جمالِ رخ سے شب ماہتاب جلتی ہے
نظر سے مستیٔ جامِ شراب جلتی ہے
ترے جمال کی رنگین شوخیوں کی قسم
بہار دیکھ کے تیرا شباب جلتی ہے
تجلیاں ہیں کچھ ایسی تمہارے جلوؤں کی
مری نظر بھی قریب نقاب جلتی ہے
بھرا ہوا ہے مرے ہر نفس میں سوزِ جنوں
اسی لئے رگِ تارِ رباب جلتی ہے
یہ کس کی آتشِ غم سے ہیں اشک انگارے
یہ کس کی یاد میں چشمِ پُر آب جلتی ہے

تمہارے عشق نے اک ایسی آگ بھڑ کا دی
کہ جس سے ہوش و خرد کی کتاب جلتی ہے
ہمیں ہے آرزو پینے کی چشمِ ساقی سے
ہمارے ذوق سے صادق شراب جلتی ہے

کامیابِ عشق وہ ہے جس پہ ہر الزام ہو
تو اسی کا ہے جو تیری راہ میں بدنام ہو
کاش مجھ سے بھی کوئی دنیا میں ایسا کام ہو
میری ہستی ایک دنیا کے لئے پیغام ہو
آئینہ دارِ وفا بن جائے میری زندگی
اے محبت کم سے کم اتنا ترا انعام ہو
منزلیں طے کر رہا ہے لغزشوں کے باوجود
غیر ممکن ہے کہ دیوانہ ترا ناکام ہو
جذبۂ جوشِ طلب وہ معجزہ مجھکو دکھا
میری ہمت ہی حریف گردشِ ایام ہو
تو مرے ذوقِ نظر کو بخش دے ایسا مقام
جس طرف دیکھوں میں تیری جلوہ گاہِ عام ہو
بس یہی صادقؔ تمنا ہے یہی صادقؔ طلب
وہ نظر کے روبرو ہوں نزع کا ہنگام ہو

طلب کی شاہراہوں میں اجالا بھی ضروری ہے
جہاں تم ہو وہاں میرا پہنچنا بھی ضروری ہے
ابھی اس راز کو اہلِ خرد شاید نہیں سمجھے
کہ اپنے آپ کا پہچان لینا بھی ضروری ہے

مری بزمِ تخیل کی ضیا فکر و عمل سے ہے
خیالات و تجسس کا مداوا بھی ضروری ہے
یہ طوفان و تلاطم آئینہ ہیں بحرِ ہستی کا
سفینے کے لئے آغوشِ دریا بھی ضروری ہے
بہر لحہ مرے دل سے یہی آواز آتی ہے
مشیت کے تقاضوں کا سمجھنا بھی ضروری ہے
مری وحشت مرے پاؤں کے چھالے اسکے شاہد ہیں
جنونِ عشق کی منزل میں صحرا بھی ضروری ہے
کسی کی آرزو گویا ہے اپنی جستجو صادقؔ
میں اب سمجھا مرے دل کی تمنا بھی ضروری ہے

مجھے ملا ہے بختِ سعید
آپ کی ہو جاتی ہے دید
روشن ہے ہر صبحِ امید
میرے لئے ہر روز ہے عید
میری تمنا میری طلب
آپ کا جلوہ آپ کی دید
پھر مجھکو دیدار دکھاؤ
لطف و کرم فرماؤ مزید
کیوں نہ تصدق جان کریں
آپ ہیں جب فرقان حمید
نجم و قمر میں تیرا نور
ذرّے کرتے ہیں تائید
کاش مقدر ہی بن جائے
اپنے پیروں کی تقلید
آپ کی آنکھیں آپ کی زلف
جو دیکھے ہو جائے مرید
آپ کا نام نامی ہے
میرے فسانے کی تمہید
حق گوئی سے کام لیں ہم
لوگ کریں گے خود تقلید
مجھ سے بھی اب پردہ ہے
یہ بھی ہے اک نازِ جدید
دنیا کا ہے ڈھنگ جدا
کون کرے کس کی تردید
ان کی نظر ہے صادقؔ پر
بر آئی ہر ایک امید

وہ میرے سامنے کس وقت جلوہ گر نہ ہوا
یہ اور بات کہ میں صاحب نظر نہ ہوا
اسے نہ ہوگی کبھی بندگئ عشق نصیب
وہ جس کا کعبۂ مقصود تیرا در نہ ہوا
جنونِ عشق کی دشوار رہگذاروں میں
تمہارے غم کے سوا کوئی ہم سفر نہ ہوا
ہے قدسیوں کی زباں پر بھی میرا افسانہ
وہ تذکرہ ہوں ازل سے جو مختصر نہ ہوا
نفس نفس مجھے ملتے رہے نئے صدمے
تمہاری یاد سے پھر بھی میں بے خبر نہ ہوا
ہے کشمکش میں زمانے سے زندگی صادقؔ
کوئی مقام مری منزل سفر نہ ہوا

مجھ سے منہ موڑ کر نہ جائیں آپ

میرا دل توڑ کر نہ جائیں آپ
آپ سے تو بڑی امیدیں ہیں
یوں مجھے چھوڑ کر نہ جائیں آپ
عشق ہر ایک سے نہیں ہوتا
رشتہ یہ توڑ کر نہ جائیں آپ
بندۂ غم کا دل شکستہ ہے
حوصلہ توڑ کر نہ جائیں آپ
آپ ہی ساقیِ زمانہ ہیں
تشنہ لب چھوڑ کر نہ جائیں آپ
دل میں رہتی ہے آپ کی تصویر
آئینہ توڑ کر نہ جائیں آپ
رہبرِ دل ہیں آپ صادق کے
راہ میں چھوڑ کر نہ جائیں آپ

ان کو لایا ہے پاس میرا خلوص
آگیا مجھ کو راس میرا خلوص
میرے خوابوں کی آس میرا خلوص
زندگی کی اساس میرا خلوص
رفتہ رفتہ تجھے بھی لے آیا
میری منزل کے پاس میرا خلوص
غم کے کانٹوں کی فکر کیا معنی
خود بجھا دے گا پیاس میرا خلوص
ایک لمحے کو بھی نہیں رکھتا
ان کے دل کو اداس میرا خلوص
اب انہیں میرا غم گوارا نہیں
بن گیا ہے مٹھاس میرا خلوص
لاکھ وہ مجھ سے بے نیاز رہیں
ہے حقیقت شناس میرا خلوص
ان کی آنکھوں میں اب نہیں آنسو
کیسے رکھتا اداس میرا خلوص
آج اپنوں کی اصل فطرت سے
کر گیا روشناس میرا خلوص
یاس و امید کے دوراہے پر
ہے مرے آس پاس میرا خلوص
مجھکو پہنا رہا ہے اے صادق
حوصلوں کا لباس میرا خلوص

ہم اگر عرض مدعا نہ کریں
آپ کیا کچھ ہمیں عطا نہ کریں
آپ مالک ہیں اپنی مرضی کے
آپ وعدہ کریں وفا نہ کریں
میں ہوں دیوانہ میری باتوں کو
آپ بھی غور سے سنا نہ کریں
میں مریضِ غمِ محبت ہوں
میرے حق میں کوئی دعا نہ کریں
ہر ستم کی اک عمر ہوتی ہے
آپ ظلمِ ناروا نہ کریں
مجھکو پہنا کے عشق کی زنجیر
زندگی بھر مجھے رہا نہ کریں
مجرمِ عشق مجھکو ٹھہرا کر

مجھ سے دنیا کو آشنا نہ کریں
ظلمتیں دور ہو نہیں سکتیں
آپ اگر دل کو پر ضیا نہ کریں
آپ کو کون دیکھ سکتا ہے
آ جب تک نظر عطا نہ کریں
پیرِ میخانہ جام دے ایسا
ہم کبھی ہوش میں رہا نہ کریں
ہے تقاضا یہ عشق کا صادق
ہم کسی بات کا گلہ نہ کریں

شعور آگہی

نئی تہذیب نے بدلا ہے کچھ ایسا چلن ساقی
کہ ننگِ آدمیت ہو رہے ہیں مردو زن ساقی
غلط کردار کی ہے ان کے ماتھے پر شکن ساقی
شرافت کا ہوا ہے چاک کیسا پیر ہن ساقی
کسی میں نام تک باقی نہیں ہے شرم و غیرت کا
ہوا ہے درہم وبرہم نظام انجمن ساقی
یہاں پر ارتقا کے نام پر کیا کیا نہیں ہوتا
ہے جسموں کی نمائش روز بکتے ہیں بدن ساقی
چمن میں ہر کلی مرجھا گئی کھلنے سے پہلے ہی
ہر اک گوشے پہ برق و باد ہیں سایہ فگن ساقی
نشاط و عیش کی شعلہ فشانی روز افزوں ہے
نہ جل جائے کہیں اس آگ میں سارا چمن ساقی
رہیں گے عزت و ناموس آخر کس طرح قائم
بہت سے لوگ بن کر پھر رہیں ہیں راہزن ساقی
شعورِ آگہی کچھ بخش دے تو ان کی ہستی کو
جو ہیں بھٹکے ہوئے سے اب جو انانِ وطن ساقی
یہ کل کیا تھے انہیں اس بات کا احساس ہو جائے
پلا دے ان کو تھوڑی سی تو صہبائے کہن ساقی
بصد آداب اتنی التجا ہے تجھ سے صادق کی
عطا کردے انہیں تو زندگی کا بانکپن ساقی

پیغام صداقت

ہر اک دل کو مئے حبِ وطن کا جام دینا ہے
کہ امن و آشتی کا قوم کو پیغام دینا ہے
ہمیں اپنے وطن کے گوشے گوشے کو سجانا ہے
محبت کا فریضہ اس طرح انجام دینا ہے
ہے اس میں فائدہ سب کا رہیں آپس میں مل جل کر
جو اپنے دیش واسی ہیں انہیں پیغام دینا ہے
مصائب کی فراوانی سے لاکھوں دل شکستہ ہیں
پیامِ زندگی ہر آدمی کے نام دینا ہے
عزائم ہوں تو پھر مشکل کوئی مشکل نہیں رہتی
ہمیں اہلِ وطن کو حوصلہ ہر گام دینا ہے
ملیں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو حقوق ان کے
ہمیں ہر حال میں یہ کام سر انجام دینا ہے
ہمارے ملک میں بیروزگاری روز افزوں ہے
ہزاروں لوگ ایسے ہیں جنہیں کچھ کام دینا ہے
ہمارا فرض ہے آئینہ بن جائیں حقیقت کا
ہمیں اب امنِ عالم کے لئے پیغام دینا ہے
کوئی دنیا میں میری بات مانے یا نہیں مانے
میں صادق ہوں صداقت کا مجھے پیغام دینا ہے

تمت

کلامِ غیر مطبوعہ

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادقؔ دہلوی
قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم ہو تصویر حسنِ کامل کی
آرزو ہو تمہیں مرے دل کی
تم ملے تو خدا ملا مجھکو
عاشقی سے یہ بات حاصل کی
ذاتِ حق تک بجز تمہارے حضور
کوئی صورت نہیں وسائل کی
تم ہی رحمت ہو تم ہی شمعِ ہدیٰ
تم ضیا ہو چراغِ منزل کی
بزمِ عالم کے گوشے گوشے میں
روشنی ہے تمہاری محفل کی
دستِ رحمت ادھر بھی میرے حضورؐ
حسرتیں ہیں یہ کاسہ دل کی
حل وہ میرے حضور نے کی ہے
بات جب آپڑی ہے مشکل کی
بے دلیل ان کو ہم نے مانا ہے
کچھ ضرورت نہیں دلائل کی
ایک جام اور مالکِ کوثر
تشنگی کہہ رہی ہے یہ دل کی
بندہ پرور کرم ہو صادقؔ پر
یہ ہے آواز غم زدہ دل کی

مہ جبیں آپؐ ہیں دل ربا آپؐ ہیں
زندگی کا حسیں مدعا آپؐ ہیں
چاند سورج ستارے ہیں اپنی جگہ
میری دنیا میں جلوہ نما آپؐ ہیں
آپؐ سا حسن والوں میں کوئی نہیں
جانِ عالم حبیبِ خدا آپؐ ہیں
آپؐ ہی کا مریضِ محبت ہوں میں
میرے درد و الم کی دوا آپؐ ہیں
آپؐ بدرالدجیٰ آپؐ شمس الضحیٰ
سچ تو یہ ہے کہ نورالہدیٰ آپؐ ہیں
فرش سے عرش تک آپؐ کا نور ہے
گویا دونوں جہاں کی ضیا آپؐ ہیں
آپؐ مجھ سے نہ دامن چھڑائیں کبھی
بندہ پرور مرا آسرا آپؐ ہیں
اپنی رودادِ غم حامیِ بیکساں
آپؐ سے کیا کہوں آشنا آپؐ ہیں
آپؐ صادقؔ کے محبوب ہیں بالیقیں
اور خالق کے بھی دل ربا آپؐ ہیں

محبت کے الم ہیں اور میں ہوں
وہ رہبر ہر قدم ہیں اور میں ہوں
زمانے بھر کے غم ہیں اور میں ہوں
حوادث ہر قدم ہیں اور میں ہوں
کوئی آساں نہیں تجھ تک پہنچنا
بلا کے پیچ و خم ہیں اور میں ہوں
مذاقِ عشق کو اللہ رکھے
ترے محبوب غم ہیں اور میں ہوں

حسیں ہیں الجھنیں قلب و نظر کی
تری زلفوں کے خم ہیں اور میں ہوں
وہاں شاید کوئی پہنچا نہیں ہے
جہاں تیرے قدم ہیں اور میں ہوں
خدا رکھے مرے ذوقِ نظر کو
مقاماتِ حرم ہیں اور میں ہوں
میں ہوں مصروف سلجھانے میں صادقؔ
مسائل کچھ اہم ہیں اور میں ہوں

گردِ دنیا سے مرے دل کو بچائے رکھنا
دل کے آئینے کو آئینہ بنائے رکھنا
اپنی آنکھوں سے مرے ہوش اڑائے رکھنا
زندگی بھر مجھے دیوانہ بنائے رکھنا
کعبہ دل کو صنم خانہ بنائے رکھنا
اپنی تصویر مرے دل میں سجائے رکھنا
آپؐ کو اپنے جمالِ رخِ زیبا کی قسم
دل میں جو آگ لگائی ہے لگائے رکھنا
آپؐ کی بات جدا آپؐ تو مالک ہیں مرے
اہلِ دنیا سے مرا حال چھپائے رکھنا
لاج رہ جائے دو عالم میں غلاموں کی حضور
ہم غریبوں کی ذرا بات بنائے رکھنا
حسرتِ خلد کرو پر یہ ہے آدابِ وفا
کوچہ یار کو فردوس بنائے رکھنا
ڈھونڈنے والے بھٹک کر نہ کہیں رہ جائیں
اپنی منزل کا نشاں مجھ کو بنائے رکھنا
میری راہوں میں کبھی ہو نہ اندھیروں کا گذر
شمعِ ایمان و یقین دل میں جلائے رکھنا
سر بلندی کی تمنا ہے اگر اے صادقؔ
ان کے قدموں پہ جبیں اپنی جھکائے رکھنا

مدعا عرض جو سرکارؐ سے دل کا نہ کیا
بے طلب مجھ کو عطا آپؐ نے کیا کیا نہ کیا
آپؐ نے جس کو عطا دیدۂ بینا نہ کیا
اس نے دیدارِ جمالِ رخِ زیبا نہ کیا
میں نے تو فرضِ محبت کوئی پورا نہ کیا
پھر بھی سرکارؐ نے مجھ سے کبھی شکوہ نہ کیا
یوں تو ہونے کو حجابات بہت حائل تھے
چاہنے والوں سے سرکارؐ نے پردہ نہ کیا
آپؐ کے در کا گدا جائے کسی کے در پر
آپؐ کی شانِ کریمی نے گوارا نہ کیا
کچھ بھی حاصل نہ کیا اس نے جہاں میں رہ کر
جس نے نقشِ قدمِ یار پہ سجدہ نہ کیا
غمِ دنیا غمِ عقبیٰ ہی پہ موقوف نہیں
کون سا درد ہے جو آپؐ نے اچھا نہ کیا
سیکڑوں مجھ سے خطائیں ہوئیں سرزد لیکن
آپؐ نے عیب چھپائے مجھے رسوا نہ کیا
آپؐ نے اپنی محبت سے نوازا مجھ کو
شکر ہے دل کو مرے طالبِ دنیا نہ کیا
قلبِ صادقؔ کی طلب آپؐ سے پوشیدہ نہیں
اس لئے بھی کبھی اظہارِ تمنا نہ کیا

محمدؐ وہ حسینؓ و دل ربا معلوم ہوتے ہیں
سراپا آپؐ ہی نورِ خدا معلوم ہوتے ہیں
دوؑ عالم میں وہی جلوہ نما معلوم ہوتے ہیں
خدا شاہد خدا کا آئینہ معلوم ہوتے ہیں
بنائے دو جہاں سرکار کی ذاتِ گرامی ہے
وہی تو سرورِ ارض و سما معلوم ہوتے ہیں
رسالتؐ میں شفاعت میں صداقت میں محبت میں
فقط بے مثل محبوبِ خدا معلوم ہوتے ہیں
ہزاروں راز ظاہر ہیں ہزاروں راز پوشیدہ
یہ اسرارِ خدا سے آشنا معلوم ہوتے ہیں
مداوائے غمِ امت وہ فرمائیں گے محشر میں
وہی اک شافعِ روزِ جزا معلوم ہوتے ہیں
تجلی رقص کرتی ہے مرے دل کے شبستاں میں
حبیبؐ دو جہاں جلوہ نما معلوم ہوتے ہیں
جو بن جاتے ہیں آئینہ مرے مولاؐ کی سیرت کا
غلامانِ نبیؐ وہ اولیاءؒ معلوم ہوتے ہیں
خدا کی بات ہے ہر بات صادق میرے آقا کی
خدا کی شان ہے شانِ خدا معلوم ہوتے ہیں

جس نے تم سے عشق کیا ہے
منزل پر بس وہ پہنچا ہے
عشق نے سازِ دل چھیڑا ہے
سارا عالم جھوم رہا ہے
میری خوشی ہے تیری خوشی میں
تیری رضا میں میری رضا ہے
شکر ہے میرے دستِ طلب نے
تیرا دامن تھام لیا ہے
تیرے تجسس میں دیوانہ
تیرے در تک آپہنچا ہے
جامِ عشق پلا کر صادق
ساقی نے احسان کیا ہے

تمہارے روئے انور کا نظارا کرلیا میں نے
نگاہِ شوق کو محوِ تماشا کرلیا میں نے
تمہیں پاکر ہر اک غم کا مداوا کرلیا میں نے
علاجِ دردِ دل رشکِ مسیحا کرلیا میں نے
حبیبؐ دو جہاں تم کو بسا کر اپنی آنکھوں میں
تمناؤں کی محفل میں اجالا کرلیا میں نے
تمہاری نذر کے قابل کوئی بھی شے نہیں ملتی
دل و جان پیش کرنے کا ارادہ کرلیا میں نے
محبت میں رسولؐ اللہ کی سیرت کو اپنا کر
جنابِ رحمتِ عالمؐ کو اپنا کرلیا میں نے
خدا شاہد کہ یہ تاثیر ہے اسمِ محمدؐ کی
کہ ان کا نام لے کر خود کو اونچا کرلیا میں نے
کوئی طوفاں ڈبو سکتا نہیں میرے سفینے کو
مدینے والے آقا پر بھروسا کرلیا میں نے
غمِ سوزِ نبیؐ نے زندگی کو زندگی بخشی
مریضِ عشق ہو کر خود کو اچھا کرلیا میں نے
درِ محبوبؐ پر جس دن سے صادق سر جھکایا ہے
بلندی پر مقدر کا ستارا کرلیا میں نے

تعریف جس کی فرض ہے ذاتِ خدا کے بعد
ایسا کوئی نہیں ہے شہِ انبیاءؑ کے بعد
سب کچھ مجھے نصیب ہے ان کی عطا کے بعد
فضلِ خدا ہوا ہے انہیں کی رضا کے بعد
مہرو مہ و نجوم، گلستانِ رنگ و بو
ہر شے میں دلکشی ہے انہیں کی ضیا کے بعد
کوئی حسین ہو نہ سکا کائنات میں
بدرالدّجیٰ سے پہلے نہ بدرالدّجیٰؐ کے بعد
رحمت ہے دو جہاں کے لئے ان کی ذاتِ پاکؐ
خیرالبشرؐ ہے کون شہِ دوسرا کے بعد
ہے ان کی ذات ہی پہ رسالتؐ کا اختتام
آئے گا اور کون رسولِؐ خدا کے بعد
دامانِ زندگی پہ گناہوں کے داغ تھے
دل آئینہ ہے عشقِ حبیبؐ خدا کے بعد
امت کو بخشوائیں گے سرکارؐ دو جہاں
ہے اور کون شافعِ روزِ جزا کے بعد
جس در پہ بن رہی ہیں زمانے کی قسمتیں
کوئی بھی در نہیں ہے درِ مصطفےٰؐ کے بعد
صادقؔ ہمیں بھی ان کی غلامی پہ ناز ہے
سمجھا ہے ہم نے حق کو رسولِؐ خدا کے بعد

صاف نہیں جب دل کا درپن
کیسے ہوں پھر ان کے درشن
دل بھی اگر ہو ان کا مسکن
ہر گوشہ ہو جائے روشن
جانا ہے جاؤ گے جانا
رک جانے دو دل کی دھڑکن
اک دن مجھکو یاد کریں گے
مجھ سے جو رہتے ہیں بدظن
میرے لہو کی سرخی دیکھو
رنگیں ہے غنچوں کا دامن
کتنی ظالم ہے یہ دنیا
ڈس لیتی ہے بن کر ناگن
تجھ سے اپنا حال کہوں کیا
تجھ پہ میرا حال ہے روشن
جب سے ہوئی ہے دید تمہاری
میرا دل ہے رشکِ گلشن
صادقؔ ہیں وہ آنے والے
کہہ تو رہی ہے دل کی دھڑکن

خدا رکھے مرے مولا کی رفعتوں کا چمن
کھلا ہے عرشِ معلیٰ پہ رحمتوں کا چمن
حضورؐ نورِ مجسم ہیں نزہتوں کا چمن
سراپا ناز ہیں گویا لطافتوں کا چمن
انہیں کی ذاتِ گرامی ہے چاہتوں کا چمن
ملے گا ان کے گداؤں کو جنتوں کا چمن
انہیں کے صدقے میں سب کچھ نصیب ہوتا ہے
انہیں کو حق نے بنایا ہے نعمتوں کا چمن
خوشی سے ان پہ دل و جاں نثار کرتا ہوں
مرے حضورؐ ہیں دنیا کی حسرتوں کا چمن

اسی کی خوشبو ہے عالم کے گوشے گوشے میں
مہک رہا ہے مدینے کی وسعتوں کا چمن
کچھ اور تحفہ نہیں میرے پاس اے صادق
میں پیش کرتا ہوں خدمت میں مدحتوں کا چمن

تمہیں جب شمعِ محفل ہو تو پروانے کہاں جائیں
اگر تم پر نہ قرباں ہوں تو دیوانے کہاں جائیں
جنہیں تم سے محبت ہے وہ دیوانے کہاں جائیں
جو بن کر رہ گئے ہیں غم کے افسانے کہاں جائیں
تمہاری چشمِ رحمت سے کرم کی آس ہے جن کو
وہ پینے بادۂ عرفاں کے پیمانے کہاں جائیں
تمہارے طالبانِ دید زندہ ہیں امیدوں پر
بجھانے پیاس آنکھوں کی یہ دیوانے کہاں جائیں
تمہاری شانِ بندہ پروری کا بول بالا ہے
تمہارے بندۂ در ہاتھ پھیلانے کہاں جائیں
نظر بھر کر ذرا تم دیکھ لو اپنے غلاموں کو
یہ دنیا کی نگاہوں میں ہیں انجانے کہاں جائیں
کوئی تم سا نہیں ہے مونس و غمخوار جب اپنا
تو پھر ہم اپنے دل کی بات منوانے کہاں جائیں
تمہارے فیض نسبت سے ہے شہرت بندۂ غم کی
نہ ان کا عشق صادق ہو تو پہچانے کہاں جائیں

جو بھی روئے حضورؐ دیکھیں گے
شانِ ربِّ غفور دیکھیں گے
ان کی ہستی کو ہر زمانے میں
صرف اہلِ شعور دیکھیں گے
دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے
آپ کو دور دور دیکھیں گے
راہ کی ظلمتوں میں تابندہ
نقشِ پائے حضورؐ دیکھیں گے
جا رہے ہیں جو جانبِ طیبہ
بارشِ رنگ و نور دیکھیں گے
سبز گنبد کے دیکھنے والے
رحمتوں کا ظہور دیکھیں گے
چشم آقا کے فیضِ نسبت سے
جلوۂ شمعِ طور دیکھیں گے
اپنے بیمارِ غم کی حسرت کو
میرے آقا ضرور دیکھیں گے
چشمِ رحمت اٹھے گی محشر میں
خود کو ہم بے قصور دیکھیں گے
کون دیکھے گا اپنی امت کو
جس نظر سے حضورؐ دیکھیں گے
جن کی صادق طلب ہے اے صادق
وہ مدینہ ضرور دیکھیں گے

ہے نور فشاں مسکنِ سلطانِؐ مدینہ
اللہ رکھے مخزنِ سلطانِ مدینہ
دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی اے داورِ محشر

ہاتھوں میں رہے دامنِ سلطانِؐ مدینہ
ارمان و تمنا کے کھلے جاتے ہیں غنچے
اب سامنے ہے گلشنِ سلطانِؐ مدینہ
سینے میں رہے گنبدِ خضریٰ کی تجلی
آنکھوں میں رہے مسکنِ سلطانِؐ مدینہ
محفوظ ہوں میں گردشِ دوراں کے اثر سے
ہے سایہ فگن دامنِ سلطانِؐ مدینہ
کونین کو ملتی ہے ضیا جس سے شب و روز
ایسا ہے رخِ روشنِ سلطانِؐ مدینہ
محشر میں چھپانے کے لئے میری خطائیں
کام آئے گا پیراہنِ سلطانِؐ مدینہ
صادقؔ ہے بلندی پہ مقدر کا ستارہ
مجھ کو بھی ملا دامنِ سلطانِؐ مدینہ

نگاہ شوق محمدؐ کی شان پر رکھیے
انہیں کا اسمِ گرامی زبان پر رکھئے
وہی ہیں رحمتِ عالم وہی ہیں سرورؐ دیں
یقین اپنا خدا کے بیان پر رکھئے
کسی سے آپؐ نے نفرت نہ کی زمانے میں
تمام فیصلے اس آن بان پر رکھئے
انہیں کی ذات سے کون ومکاں کی زینت ہے
کچھ اعتماد و بھروسہ بیان پر رکھئے
انہیں کا آسرا کافی ہے روزِ محشر میں
نگاہ ان کے کرم ان کی شان پر رکھئے
یہی ہے بخشش و رحمت کے واسطے کافی
ہمیشہ کلمہ طیب زبان پر رکھئے
خدا نے تم کو بلایا ہے دید کی خاطر
مرے حضورؐ قدم آسمان پر رکھئے
پڑے جو وقت نہ دیکھو ادھر ادھر صادقؔ
نگاہ اپنے ہی اس پاسبان پر رکھئے

تم سے روشن ہے زندگی کا چراغ
بجھ نہ جائے یہ عاشقی کا چراغ
تیرہ زیرِ قدم کا ہر ذرہ
راہرو کو ہے روشنی کا چراغ
تیرہ راہوں کی کس کو پروا ہے
ہے ضیا بار رہبری کا چراغ
ڈھونڈنے والے ڈھونڈ لیتے ہیں
تیری منزل کی روشنی کا چراغ
حاصلِ راز اک زمانہ ہے
کتنا روشن ہے آگہی کا چراغ
اب بھٹکنے کا احتمال نہیں
ہر قدم خود ہے روشنی کا چراغ
بخش دیتا ہے ظلمتوں کو ضیا
راہِ عرفاں کی روشنی کا چراغ
دل سے میں تیرا نام لیتا ہوں
کیوں نہ روشن ہو بندگی کا چراغ
ساری دنیا کو روشنی بخشے
تیرے صادقؔ کی زندگی کا چراغ

تیرے کرم کی بات نہ سمجھے
ہم اپنی اوقات نہ سمجھے
وقت کے جو حالات نہ سمجھے
مستقبل کی بات نہ سمجھے
آپ مرے حالات نہ سمجھے
اچھا ہے جو بات نہ سمجھے
پیش کیے اشکوں کے موتی
جن کو وہ سوغات نہ سمجھے
جن کو دل و جاں پیش کیے ہیں
وہ بھی میری بات نہ سمجھے
دنیا مجھ کو راس نہ آئی
لوگ مرے حالات نہ سمجھے
یاد میں تیری دن کو دن کیا
رات کو بھی ہم رات نہ سمجھے
ٹوٹ پڑے غم دنیا بھر کے
حوصلہ تھا کچھ بات نہ سمجھے
جس کا تجسس روز و شب ہے
دل میں ہے وہ ذات نہ سمجھے
وقت کی کچھ قیمت ہوتی ہے
ہم اتنی بھی بات نہ سمجھے
کون سا غم ہے جس کو صادقؔ
عشق کی ہم سوغات نہ سمجھے

آپ میری زندگی بن کر خفا کیوں ہو گئے
ہر قدم پر ساتھ رہتے تھے جدا کیوں ہو گئے
ہم تو تھے ہی تم بھی غم سے آشنا کیوں ہوگئے
دونوں آخر اک مرض میں مبتلا کیوں ہوگئے
میری ہستی کو بنایا ہے تماشائے جہاں
میں نے اب سمجھا کہ تم میرے خدا کیوں ہو گئے
راز کیا جانیں یہ اہلِ دیر و اربابِ حرم
ہر قدم پر سیکڑوں سجدے روا کیوں ہوگئے
بندہ پرور مجھ سے آخر کیا ہوئی ایسی خطا
جو ستم تھے ناروا اب وہ روا کیوں ہوگئے
صرف اتنی بات پر دنیا ہے ہم سے بدگماں
آج ہم صادقؔ حقیقت آشنا کیوں ہوگئے

مجھ پر ہے ترے غم کے شراروں کا تسلط
جیسے کوئی طوفان کے دھاروں کا تسلط
ہوں سیکڑوں راہوں سے گذر کر بھی مسافر
مجھ پر ہے تری راہ گذاروں کا تسلط
کچھ اور نکھرنے دو مرے ذوقِ جنوں کو
پھر دیکھنا گلشن پہ بہاروں کا تسلط
ٹوٹا ہے نہ ٹوٹے گا محبت کا تسلسل
ہر دور پہ ہے درد کے ماروں کا تسلط
وہ میرے خدا بن کے مرے سامنے آئے
اب ختم ہوا سارے سہاروں کا تسلط
ممکن ہی نہیں ان کا کوئی اور ٹھکانہ
در پر ہے ترے سجدہ گذاروں کا تسلط

بے روح سی تصویر تھی صادق مری ہستی
کام آ ہی گیا غم کے شراروں کا تسلط

آپ ہیں صادق القول صادق امیں
عشقِ صادق کی بھی داستاں آپ ہیں

بزمِ کونین میں ضوفشاں آپ ہیں
رونقِ دو جہاں جانِ جاں آپ ہیں
حق کی ہر بات کے ترجماں آپ ہیں
سچ تو یہ ہے خدا کی زباں آپ ہیں
روزِ اوّل ہی سے مہرباں آپ ہیں
ہر قدم ہر نفس پاسباں آپ ہیں
یہ کرم یہ نوازش مرے حال پر
زندگی پر مری حکمراں آپ ہیں
نور ہی نور ہیں آپ سرتا قدم
میری منزل کا روشن نشاں آپ ہیں
آپ ہی کا وسیلہ ہے کافی مجھے
بالیقیں رحمتِ دو جہاں آپ ہیں
کیوں نہ بھیجوں درود و سلام آپ پر
میرا دل آپ ہیں میری جاں آپ ہیں
آپ کا قرب ہی قربِ معبود ہے
کوئی پہنچا نہیں ہے جہاں آپ ہیں
ساقیٔ میکدہ اور کوئی نہیں
ہم فقیروں کے پیرِ مغاں آپ ہیں
کس کے دل میں نہ ہو آپ کی آرزو
جب حبیبِ خدائے جہاں آپ ہیں
جس کی خوشبو بسی ہے ہر اک سانس میں
میرے خوابوں کا وہ گلستاں آپ ہیں

میرا دل روزِ ازل ہی سے ہے مسکن آپ کا
گوشے گوشے کو بنا رکھا ہے گلشن آپ کا
آپ کی ہر بات میں ہے زندگانی کا پیام
اس لئے بھی ہے جہاں میں نام روشن آپ کا
جن کے دل میں آرزوئے دید کا ہے اضطراب
اک نہ اک دن ان کو ہو جائے گا درشن آپ کا
ان کو حاصل ہے بہر صورت متاعِ زندگی
جن کے ہاتھوں میں مقدر سے ہے دامن آپ کا
اب اسے بادِ مخالف کی کوئی پروا نہیں
آپ کے صادق کے ہاتھوں میں ہے دامن آپ کا

اک آگ حسن کی ہے بہاروں کے آس پاس
ٹھہرے گا کون ایسے شراروں کے آس پاس
اب کیوں نہ ہو نصیب مجھے کیفِ بے خودی
دل ہے تری نظر کے اشاروں کے آس پاس
شامِ غمِ فراق ہے یہ کس کی جستجو
نظریں رکی ہوئی ہیں ستاروں کے آس پاس
وہ رشکِ ماہتاب نہیں ہے نظر سے دور
دیکھا ہے میں نے اس کو ستاروں کے آس پاس
صادق ہے پیش خیمہ کسی انقلاب کا
طوفان اٹھ رہے ہیں کناروں کے آس پاس

عشق ہے تو حسیں حیات بھی ہے
ورنہ بے کیف و بے ثبات بھی ہے
عشرتِ قلب و جاں ہے عشق مگر
طور و موسیٰ کی واردات بھی ہے
ہے بھروسا ترے کرم پہ ہمیں
یہ ہمارے لئے نجات بھی ہے
قدسیوں میں ہے تذکرہ اپنا
آسماں پر ہماری بات بھی ہے
بندۂ حرص یہ نہیں سمجھے
صبحِ عشرت الم کی رات بھی ہے
عشق میں جان دینے سے صادقؔ
واصلِ حق ہماری ذات بھی ہے

مرا دل آئینہ خانہ ہے میں ہوں
فروغِ حسنِ جانانہ ہے میں ہوں
نگاہِ پیرِ میخانہ ہے میں ہوں
حدیثِ جام و پیمانہ ہے میں ہوں
تمہارا عشق میری زندگی ہے
مکمل میرا افسانہ ہے میں ہوں
ترے حسنِ کرم کی بات کیا ہے
ترا لطفِ کریمانہ ہے میں ہوں
خدا رکھے سلامت فیضِ نسبت
درِ اقدس ہے جانانہ ہے میں ہوں
خدا رکھے مری شاہی سلامت
مرا حالِ فقیرانہ ہے میں ہوں
توجہ کی نظر میری طرف بھی
مرا دل تیرا دیوانہ ہے میں ہوں
تمہاری دوستی کا یہ صلہ ہے
زمانہ مجھ سے بیگانہ ہے میں ہوں
بہ فیضِ حضرتِ مخمورؔ صادقؔ
مئے وحدت کا پیمانہ ہے میں ہوں

چشمِ محبوب نے دیوانہ بنایا ہے مجھے
اپنا غم دے کے ہر اک غم سے چھڑایا ہے مجھے
عشقِ محبوبِ الٰہی نے جگایا ہے مجھے
زندہ رہنے کا ہر اک راز بتایا ہے مجھے
آج کچھ خاص کرم خاص نوازش ہوگی
آج محبوبِ الٰہی نے بلایا ہے مجھے
مجھ پہ سلطانِ مشائخ کی عنایت دیکھو
اپنے انوار و تجلی سے سجایا ہے مجھے
آپ کی بندہ نوازی پہ دل و جاں ہیں نثار
آپ نے دامنِ رحمت میں چھپایا مجھے
ناز کیسے نہ مقدر پہ مجھے ہو صادقؔ
میرے محبوب نے آئینہ بنایا ہے مجھے

ساری دنیا اک طرف سوتی رہی
رونے والی آنکھ تو روتی رہی
وہ ہمارے اشکوں کی برسات تھی
دامنِ عصیاں کو جو دھوتی رہی

کیسے حاصل ہو سکوں کا پھل اسے
جس کی ہستی نفرتیں بوتی رہی
ہر زباں پر ذکر تیرا ہی رہا
بات ہر دل میں تری ہوتی رہی
کیا ہمارے بعد بھی آیا کوئی
وہ جسے انسانیت روتی رہی
آپ کی خاطر غم و آلام کیا
زندگی ہر بوجھ کو ڈھوتی رہی
زندگی صادقؔ بہ فیضِ عشقِ دوست
عمر بھر ہیرا رہی موتی رہی

ہر نفس ہے دل کے ارمانوں کا خون
کچھ نہ پوچھو کس طرح میں زندہ ہوں
وہ نظر مجھ کو عطا فرمائیے
عمر بھر میں آپ کو دیکھا کروں
سننے والا کون ہے کس سے کہوں
تم سنو تو قصۂ غم چھیڑ دوں
اس لئے میں کامیابِ عشق ہوں
راس آیا ہے مجھے فیضِ جنوں
یاد ہے وہ تیری آنکھوں کا فسوں
جس نے بخشا ہے مرے دل کو سکوں
تیرے جلووں کے لئے تھا مضطرب
تیرے جلووں کے لئے بے چین ہوں
تیری خاطر ساری دنیا چھوڑ دی
کس طرح میں تیرا دامن چھوڑ دوں
کوئی تم جیسا مجھے ملتا نہیں
تم ہی کہدو کس کے قدموں پر جھکوں
میری فطرت کا تقاضا ہے یہی
عاشقی کی آگ میں جلتا رہوں
لوگ سو الزام دیتے ہیں مجھے
آپ ہی کہئے کسی کو کیا کہوں
آج ہنستے ہیں مجھے روئیں گے کل
دیکھنے والے مرا حالِ زبوں
مجھ سے کیا ٹکرائے گا طوفاں کوئی
میں تو خود اپنی جگہ طوفان ہوں
کون اے صادقؔ امینِ راز ہے
اپنے دل کا حال میں کس سے کہوں

ترے بیمارِ غم کا عیسیٰ دوراں خدا حافظ
اجل آئی ہے بن کر درد کا درماں خدا حافظ
یہ کہہ کر ہوگئے رخصت حواس و ہوش سب اپنے
نہیں ہے تجھ سا کوئی بندۂ جاناں خدا حافظ
مرے ہمراہ اے شیخ و برہمن چل کے کیا لوگے
درِ جاناں ہے میرا کعبہ ایماں خدا حافظ
شکستہ ہوگئی جب کشتیِ دل بحرِ الفت میں
کہا یہ ناخدا نے دیکھ کر طوفاں خدا حافظ
ہمارے چارہ گر ہم سے یہ کہہ کر چل دیئے صادقؔ
نہیں ہے دل کے زخموں کا کوئی درماں خدا حافظ

چلے تو ہو ہمارے دل سے اٹھ کر
کرو گے یاد اس محفل سے اٹھ کر
مری کشتی سے ٹکراتی رہی ہے
ہر اک موجِ بلا ساحل سے اٹھ کر
ذرا تم اپنے دیوانوں کو دیکھو
تماشا بن گئے محفل سے اٹھ کر
کچھ ایسے مرحلے بھی پیش آئے
چلے دو گام بھی مشکل سے اٹھ کر
کرم کی آس میں بیٹھے ہیں صادقؔ
کہیں کیا ساقیِ محفل سے اٹھ کر

ہر نظر تیری جام ہوتی ہے
زندگی کا پیام ہوتی ہے
نعمتِ عشق جس کو کہتے ہیں
وہ کہاں سب کے نام ہوتی ہے
جو تری یاد میں نہیں گذری
زندگی وہ حرام ہوتی ہے
ہر مسافر کو ہے نصیب سحر
ہر مسافر کی شام ہوتی ہے
بجھ رہے ہیں دیے ستاروں کے
رات آخر تمام ہوتی ہے

اس چشمِ مے فشاں کے اشارے نہیں رہے
رندوں کی زندگی کے سہارے نہیں رہے
مجھ غم زدہ سے کیفیتِ شامِ غم نہ پوچھ
روشن مری نظر میں ستارے نہیں رہے
یہ آرزو تھی ان سے نگاہیں ملائیں گے
نظریں ملیں تو ہوش ہمارے نہیں رہے
دل کو اک اضطراب کا عالم ہے جب نصیب
کیسے سمجھ لوں ان کے اشارے نہیں رہے
طوفان میں سفینۂ دل ہے خدا پناہ
اب میری دسترس میں کنارے نہیں رہے
صادقؔ ہیں ان کے لطف و کرم ہم پر آج بھی
ہم کس طرح کہیں وہ ہمارے نہیں رہے

مری زندگی مبتلائے الم ہے
میں محتاج ہوں تو سراپا کرم ہے
محبت میں دنیا کا مجھ پہ ستم ہے
تری ذات ہی سے امیدِ کرم ہے
نہ دنیا کی حسرت نہ عقبیٰ کا غم ہے
یہ تیری نوازش ہے تیرا کرم ہے
تری انجمن تک پہنچنا ہے مجھکو
ابھی راہ میں بت کدہ ہے حرم ہے
تو سلطانِ من ہے تو سلطانِ عالم
سر بندگی تیرے قدموں پہ خم ہے
سوا تیرے تجھ سے طلب کیا کروں میں
تری ذات ہی بادشاہِ کرم ہے
کہاں جاؤں اپنا مقدر بنانے

مرے سامنے تیرا نقشِ قدم ہے
تری روشنی ہر طرف ہے جہاں میں
تو ماہِ عرب ہے تو مہرِ عجم ہے
یہ معراج ہے میرے ذوقِ نظر کی
جدھر دیکھتا ہوں صنم ہی صنم ہے
ترے فیضِ نسبت کے قربان جاؤں
زمانے کی نظروں میں میرا بھرم ہے
ترا جلوۂ رخ ہے میری نظر میں
تجھے دیکھنا کیا عبادت سے کم ہے
ترے عشق میں مضطرب ہے مرا دل
تری یاد میں دامنِ چشم نم ہے
مری آرزو کیا مرا مدعا کیا
سلامت رہو تم کرم ہی کرم ہے
شبستانِ دل میں ہو تم جلوہ فرما
مرا دل کوئی عرشِ اعظم سے کم ہے
میں ہوں اس لئے مست و مخمور صادقؔ
مرا مشغلہ دیدِ روئے صنم ہے

تو نے جو اپنا غم مجھے دل کھول کر دیا
میں نے بھی تیرے درد کو انمول کر دیا
تونے سجا کے میرے تصوّر کی بزم کو
میرے جہانِ عشق کو انمول کر دیا
تیری نوازشوں کا ہے ممنون میرا دل
ایک ایک سے سوا مجھے غم تول کر دیا
بس ایک جام سے اڑے صادقؔ ہمارے ہوش
ساقی نے کیا نہ جانے ہمیں گھول کر دیا

مری تقدیر میں لکھے گئے ہیں غم زمانے کے
ہزاروں نام رکھے جائیں گے میرے فسانے کے
ہمیں نے خونِ دل سے آبیاری کی گلستاں کی
ہمیں پر آگئے الزام پھر بھی اک زمانے کے
کسی سے کس لئے شکوہ کریں ہم جورِ بیجا کا
ملا کرتے ہیں اپنوں ہی کے ہاتھوں غم زمانے کے
مجھے پھر حوصلہ بخشا ہے تعمیرِ نشیمن کا
نگاہِ برق نے تنکے جلا کر آشیانے کے

مہ و انجم گل و گلشن کی دنیا بھی نظر میں ہے
یہ انوار و تجلی کا سراپا بھی نظر میں ہے
اندھیرا بھی نظر میں ہے اجالا بھی نظر میں ہے
غرض یہ ہے کہ دنیا کا تماشا بھی نظر میں ہے
نگاہِ مست ہے تسکینِ قلب و روح کا ساماں
مگر ساقی کے میخانے کی دنیا بھی نظر میں ہے

محبت کے لئے ہر آدمی سے رنگ کھیلیں گے
دل و جاں پیش کردیں گے خوشی سے رنگ کھیلیں گے
وہ اپنے حسن کا جادوگری سے رنگ کھیلیں گے
ہم عاشق ہیں ہم اپنی زندگی سے رنگ کھیلیں گے
جہاں تم ہو وہاں سارا زمانہ رنگ کھیلے گا
جہاں ہم ہیں ہم اپنے آپ ہی سے رنگ کھیلیں گے

نہ ہو خوئے وفا جب تک مقامِ دل نہیں ملتا
تقاضائے محبت ہے کسی سے رنگ کھیلیں گے
غمِ فرقت میں صادق حالِ دل کچھ بھی سہی لیکن
ہم ان کے واسطے زندہ دلی سے رنگ کھیلیں گے

حیات سوزِ تپاں تک چلی تو آئی ہے
نگاہ حسنِ بتاں تک چلی تو آئی ہے
شگفتہ غنچۂ دل بھی ہو اے بہارِ چمن
تری نسیم یہاں تک چلی تو آئی ہے
چھپا کے رکھا تھا دل میں جسے زمانے سے
وہ آگ اشکِ رواں تک چلی تو آئی ہے
خدا ہی جانے کہ انجام کیا ہو اے صادقؔ
حدیثِ عشق زباں تک چلی تو آئی ہے

زخم جب مسکرائیں گے دل کے
جانے کیا رنگ لائیں گے کھل کے
چاکِ دامن تو سل ہی جائے گا
چاک سی دے کوئی مرے دل کے
ان کا کوچہ تھا ان کی محفل تھی
رہ گئے لب مرے جہاں سل کے
ناخدا بن کے جب سے تم آئے
ہم بھی پہنچے قریب ساحل کے

ہر اک نظر میں ہو تم محترم غریب نوازؒ
ہر ایک پر ہے تمہارا کرم غریب نوازؒ
ہے کون مجھ سا سراپائے غم غریب نوازؒ
مری طرف بھی نگاہِ کرم غریب نوازؒ
تمہاری جس پہ ہے چشمِ کرم غریب نوازؒ
اسے نہیں ہے کسی غم کا غم غریب نوازؒ
تمہارے ہجر میں آنکھیں ہیں نم غریب نوازؒ
دکھا دو جلوہ مرے محترم غریب نوازؒ
تمہارے فیضِ نظر سے میں سرفراز ہوا
تمہارے در پہ مرا سر ہے خم غریب نوازؒ
تمہاری بارگہ پاک ہے مرے خواجہ
دیارِ ہند میں بیت الحرم غریب نوازؒ
ہزاروں دامنِ امید بھر دئے تم نے
ادھر بھی کیجئے دستِ کرم غریب نوازؒ
بنائے جاتے ہیں بگڑے ہوئے نصیب یہاں
تمہارے در سے کہاں جائیں ہم غریب نوازؒ
میں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ لوں گا
جبیں کو مل گیا نقشِ قدم غریب نوازؒ
تمہاری شانِ سخاوت سے آشکارا ہے
تمہیں ہو صاحبِ جود و کرم غریب نوازؒ
دل و جاں تم پہ فدا ہیں مثالِ پروانہ
تمہاری ذات ہے شمعِ حرم غریب نوازؒ
شرف تمہیں سے یہ "اجمیر" کو ملا خواجہ
تمہارا کوچہ ہے باغِ ارم غریب نوازؒ

تمہاری ذاتِ گرامی پہ ناز ہے مجھ کو
تمہیں کو رکھنا ہے میرا بھرم غریب نوازؒ
تمہیں میں جلوے خدا اور رسولؐ کے دیکھے
تمہیں ہو مطلعِ صبحِ حرم غریب نوازؒ
تمہارا آسرا صادقؔ کو چاہئے خواجہ
قدم قدم پہ ہے طوفانِ غم غریب نوازؒ

تو ہے سلطان المشائخ تو ہے محبوب الٰہ
سات سو چونسٹھ واں تیرا جشنِ پیدائش ہے آج
مادرِ گیتی کے ہر گوشے میں ہے رقصِ بہار
گلشنِ ہندوستاں کی تجھ سے آرائش ہے آج

ارادت مند لوگوں کا لگا رہتا ہے میلہ سا
پئے تعظیم سر اپنا جھکالیتی ہے اک دنیا
کہوں کیسے نہ صادقؔ کعبۃ العشاق میں اس کو
زیارت گاہِ عالم حضرتِ خوشحال کا چلّہ

ہمارا دل ہے پریشان کیا کریں کہئے
ہماری عقل ہے حیران کیا کریں کہئے
ہے کون اپنا زمانے میں کون بیگانہ
ہمیں نہیں ہے یہ پہچان کیا کریں کہئے

کسی سے اپنے خیالات کہہ نہیں سکتے
ہمارے دل میں ہے جو بات کہہ نہیں سکتے
زباں پہ سیکڑوں تالے قدم قدم پہرے
ہم اپنے عہد کے حالات کہہ نہیں سکتے

یہ تو مانا کہ اب غلام نہیں
یہ بھی تسلیم زیرِ دام نہیں
پھر بھی چہرے بجھے بجھے سے ہیں
دور تک زندگی کا نام نہیں

کام آئی ہے مرے دل کی لگن عید کے دن
ہے بہاروں پہ مرے دل کا چلن عید کے دن
جب گلے ملتے ہیں یارانِ وطن عید کے دن
تازہ ہوتی ہے ہر اک رسمِ کہن عید کے دن
ہر طرف نور کی بارش ہے مسرت کی بہار
ایک ہے سارے زمانے کا چلن عید کے دن
ہے خیالات کی دنیا میں وہ خورشید جمال
حسرتِ دید کی پھوٹی ہے کرن عید کے دن
ان کے ہونٹوں پہ ہیں اشعار مرے اے صادقؔ
رنگ لایا ہے مرا ذوقِ سخن عید کے دن

ملک گیر فسادات سے متاثر ہو کر

اس قدر ظلم و ستم اب عام ہے
آدمیت لرزہ بر اندام ہے
دیش بھر میں فرقہ وارانہ فساد
بربریت کا کھلا اقدام ہے

فتنہ و شر کی فضائیں گرم ہیں
بے گناہوں پر ہر اک الزام ہے
خونِ انسانی ہے ارزاں اس قدر
بیشتر شہروں میں اک کہرام ہے
ہر طرف اک نفسہ نفسی کا ہے دور
کیا قیامت کا یہی ہنگام ہے
کوئی مظلوموں کی سنتا ہی نہیں
گویا ہر سعیِ عمل ناکام ہے
خونِ ناحق رنگ لاتا ہے ضرور
کیا نظر ناواقفِ انجام ہے
وقت سے پہلے اندھیرا ہوگیا
صبحِ ہستی پر مسلّط شام ہے
گوشہ گوشہ بن گیا آتش کدہ
کیا بتاؤں میں یہ کس کا کام ہے
جتنے دنیا میں ہوئے اہلِ ستم
سامنے ایک ایک کا انجام ہے
اتحادِ باہمی پیدا کریں
قلبِ صادقؔ کا یہی پیغام ہے

دیوالی مسرت کا پیغام نہیں لائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی
ہے رات اماوس کی بے نور چراغاں ہے
تہوار کے چہرے سے ظلمت ہی نمایاں ہے
افسردہ امیدیں ہیں یہ جشنِ بہاراں ہے
اب گھر تو نہیں لیکن اک صورتِ زنداں ہے
مفلس کو غریبی نے زنجیر وہ پہنائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی
ارمان و تمنا کے غنچے ہی نہیں کھلتے
غم سے جو ہوئے دامن صد چاک نہیں سلتے
وہ دورِ کشاکش ہے احباب نہیں ملتے
اب بات نہیں کرتے اب ہونٹ نہیں ہلتے
طوفانِ حوادث نے اس طرح لی انگڑائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی
چھیڑے نہ ہمیں کوئی غربت کے ستائے ہیں
دیپک جو خوشی کے تھے فاقوں نے بجھائے ہیں
آفات و مصائب نے یہ رنگ دکھائے ہیں
قرضے کی ضرورت نے یہ بھاگ جگائے ہیں
یاس و غم و حرماں کی بجنے لگی شہنائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی
ہر سمت زمانے میں مہنگائی کا چرچا ہے
موجودہ گرانی کے اس دور نے مارا ہے
قصبات سے شہروں تک طوفان بلا کا ہے
تقدیر کی گردش نے کیا وقت دکھایا ہے
احساس کی دنیا پہ کچھ ایسی گھٹا چھائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی
غربت کا طلاطم ہے دن رات کے دامن میں
سیلاب لہو کا ہے برسات کے دامن میں
آلام کی آتش ہے جذبات کے دامن میں

سامانِ تباہی ہے حالات کے دامن میں
افلاس نے اے صادقؔ وہ آگ ہے پھیلائی
اس سال چراغاں کی نوبت ہی نہیں آئی

اللہ کرے پھولے پھلے تیرا باغ
اللہ کرے اور بھی ہو اعلیٰ دماغ
پیغامِ محبت ہے شفاؔ تیری ذات
دنیا میں درخشندہ رہے تیرا باغ

اشعار ترے فکر کی تنویریں ہیں
جذباتِ محبت کی یہ تصویریں ہیں
سمجھیں گے تری بات شفاؔ اہلِ نظر
عشاق کے خوابوں کی یہ تعبیریں ہیں

نصیب تجھ کو ہوئی سر خوشی مبارک ہو
ترے چمن کو ملی تازگی مبارک ہو
نئی حیات خدا نے تجھے عطا کی ہے
پریم لال نئی زندگی مبارک ہو

ترے ایثار و قربانی نے دنیا کو جگایا ہے
تری سعیِ عمل نے ظالموں کا سر جھکایا ہے
ترا احسان ہے ہندوستاں کے رہنے والوں پر
تری دانش نے اس گلشن کی عظمت کو بچایا ہے

ہر سمت گلستاں میں بلبل چہک رہے ہیں
کلیاں چٹک رہی ہیں غنچے مہک رہے ہیں
محفل میں تیری نظریں چھلکا رہی ہیں ساغر
رندانِ پارسا بھی ساقی بہک رہے ہیں

پہلی سی بہاروں میں وہ تاثیر نہیں ہے
دیوانہ تو موجود ہے زنجیر نہیں ہے
میں تجھ سے فقط تیرا کرم مانگ رہا ہوں
کیا میرے مقدر میں یہ جاگیر نہیں ہے
ہر غم کو زمانے کے سمجھتا ہوں ترا غم
مجھ سا بھی کوئی صاحب تقدیر نہیں ہے
جینا ہے تو ایک ایک قدم سوچ کہ رکھو
کیا سامنے حالات کی تصویر نہیں ہے
نعمت وہ عطا کر دے مجھے قادرِ مطلق
قسمت کے نوشتے میں جو تحریر نہیں ہے
اٹھ کر میں ترے در سے کہاں جاؤں بتادے
جب تیرے سوا میرا کوئی پیر نہیں ہے
صادقؔ وہ نوازیں گے کبھی حسنِ طلب سے
دنیا تو مرے خواب کی تعبیر نہیں ہے

السلام اے حضرتِ شبیرؓ فرزندِ علیؓ
آپؓ ہیں شاہِ ولایت آپؓ ہیں جانِ نبیؐ
آپؓ کے دل میں تڑپ جو امتِ جد کی رہی
انتہا یہ ہے کہ سر سجدے میں تھا اور جان دی

وارثِ دینِ متیں ہے آپؑ کی ذاتِ مبیں
آپؑ کے ایثار کی تمثیل ملتی ہی نہیں
آپؑ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا ارمان ہیں
آپؑ محبوبِ خدائے دو جہاں کی شان ہیں
آپؑ ہی حضرت علیؑ و سیدہؑ کی جان ہیں
آپؑ ہی سرتا قدم اللہ کا فرمان ہیں
آپؑ کی ذاتِ گرامی ہے عمل کی روشنی
زندگی کو بخش دی ہے کائناتِ زندگی

ہم اگر احترام سے بولیں
وہ بھی اپنے مقام سے بولیں
فرش سے بولیں بام سے بولیں
جانے وہ کس مقام سے بولیں
ان کی محفل میں نام لو میرا
کیا خبر میرے نام سے بولیں
ان کو اس طرح تو مخاطب کر
وہ پیام و سلام سے بولیں
بات شاید ہو پھر محبت کی
ایک نازک خرام سے بولیں
چاک دامن کو دیکھ کر وہ بھی
کیا تعجب ہے بام سے بولیں
چھوڑیئے میرے بولنے کی بات
آپ اپنے مقام سے بولیں
میرے نغموں میں یوں سما جائیں
آپ میرے کلام سے بولیں
مجھ کو اپنی نگاہ میں رکھئے
آپ جب اوجِ بام سے بولیں
تیورِ وقت ذہن میں رکھ کر
اپنے اپنے مقام سے بولیں
پیاس کیسی ہے اور کتنی ہے
تشنہ لب کیسے جام سے بولیں
قلبِ صادقؔ کی یہ تمنا ہے
بندہ پرور غلام سے بولیں

تمہاری جستجو میں بام و در سے کون گذرے گا
سوا میرے مقاماتِ نظر سے کون گذرے گا
محبت میں جنوں کی رہ گذر سے کون گذرے گا
ہمیں گذریں گے راہِ پر خطر سے کون گذرے گا
گلستاں میں ہزاروں غنچہ و گل مسکراتے ہیں
نگاہیں منتظر ہیں اب ادھر سے کون گذرے گا
ہمارا دل یقیناً حاملِ اسرارِ عالم ہے
ہمارے اس شعورِ معتبر سے کون گذرے گا
خدا رکھے ہمارے جذبۂ ذوقِ تجسس کو
ہماری زندگانی کے سفر سے کون گذرے گا
ہمیں نے جان و دل قرباں کیے ہیں تیری الفت میں
ہمارے بعد تیری رہگذر سے کون گذرے گا
اک ہل چل سی جہانِ زیست میں محسوس کرتا ہوں
خدا جانے مرے دل کے نگر سے کون گذرے گا

حوادث ہی حوادث روز و شب درپیش ہیں صادقؔ
یہاں میری طرح شام و سحر سے کون گذرے گا

متفرقات

جب سے میں تیرے عشق کے سانچے میں ڈھل گیا
دل سے مرے خیال دوئی کا نکل گیا

تمہارے عشق کا دیکھا ہے آئینہ جب سے
ہر آئینے پہ تمہارا گمان ہوتا ہے

سمجھ کی بات ہے دنیا نہ سمجھی اس حقیقت کو
بجز اس کے مری ہستی کا صادقؔ مدعا کیا ہے

کس کو شکوے تری جفا کے ہیں
ہم تو بندے تری رضا کے ہیں

چشمِ ساقی سے ہوئے مخمور ہم
میکدے کا ہوگئے دستور ہم

مایوس ہوگئے ہیں مرے چارہ ساز بھی
افشا نہ ہو جہاں پہ مرے غم کا راز بھی

لوگ دو چار قدم ساتھ چلے
عمر بھر آپ کے ہم ساتھ چلے

اور ہو سکتے ہیں جو آئیں گے دولت مانگنے
ہم تو آئے ہیں ترے در پر محبت مانگنے

تقریظ

جناب کنھیالال آزردہ دہلوی کے مجموعہ کلام ’’سازِ جنوں‘‘ پر

فطرت کا تبسم ہے عیاں سازِ جنوں سے
نغمے کا تلاطم ہے عیاں سازِ جنوں سے
ہے درد کے ماروں کے لئے رشکِ مسیحا
اعجاز تکلم ہے عیاں سازِ جنوں سے
ہر ایک غزل زہرہ جبینوں کی ادا ہے
رنگین تبسم ہے عیاں سازِ جنوں سے
ہے تذکرۂ ناز و ادا غمزہ و شوخی
عاشق کا تکلم ہے عیاں سازِ جنوں سے
افسردہ رہیں گی نہ غمِ ہجر کی راتیں
پرکاریٔ انجم ہے عیاں سازِ جنوں سے
شامل ہوئی ہیں گنگ و جمن جن میں بصد شوق
وہ بحرِ تکلم ہے عیاں سازِ جنوں سے
ہر شعر میں ہے الفاظ و معانی کا وہ جادو
معراجِ تکلم ہے عیاں سازِ جنوں سے
آزردہؔ کے افکار کی تنویر میں ڈھل کر
حیدرؔ کا تکلم ہے عیاں سازِ جنوں میں
گلکاریٔ جذبات کی تصویر ہے صادقؔ
جاں سوز ترنم ہے عیاں سازِ جنوں سے

رباعیات

غیر مطبوعہ

الحاج صوفی محمد یٰسین خاں صادق دہلوی
قادری، ابوالعلائی، چشتی، جہانگیری، حسنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنہیں دیکھا گیا عرشِ بریں پر
اتر آئے عرب کی سرزمیں پر
مجھے ہے ناز اس حسنِ یقیں پر
مرا ایمان ہے سلطانِ دیں پر

سلام ان پر درود ان پر ہزاروں
رسالت ختم ہے سلطانِ دیں پر
گنہگارانِ امت کی نظر ہے
جنابِ رحمۃ العالمیں پر

نظر ہے سبز گنبد کے مکیں پر
میں شیدا ہوں حسینوں کے حسیں پر
شفاعت میری فرمائیں گے صادق
بھروسہ ہے شفیع المذنبیں پر

اس حسنِ خدا داد کی تنویر ملی
اس جلوہ ہمہ ناز کی تصویر ملی
جس کے لئے تعمیر ہوئے کون و مکاں
واللہ وہ کونین کی تعبیر ملی

ہر حال میں اے میرے خدا ہوں تیرا
ہاں بندۂ تسلیم و رضا ہوں تیرا
یہ بات الگ ہے کہ جہاں کچھ بھی کہے
مخلوق میں اشرف ہوں گدا ہوں تیرا

اک بندہ ہوں آقا پہ نظر رکھتا ہوں
ہر حال میں داتا پہ نظر رکھتا ہوں
ہے خلد پہ زاہد کی نظر اے صادق
میں مرضیٔ مولا پہ نظر رکھتا ہوں

ہر گام پہ اک طور بنایا میں نے
قدرت کو تھا منظور بنایا میں نے
کونین میں میری ہی درخشانی ہے
ہر ذرے کو پُر نور بنایا میں نے

طوفاں میں سفینہ بھی میں ہو جاتا ہوں
بچنے کا طریقہ بھی میں ہو جاتا ہوں
خائف نہیں ہوتا کبھی باطل سے ضمیر
خنجر پہ کینہ بھی میں ہو جاتا ہوں

دیوانہ تو پتھر بھی سہا کرتا ہے
ہر حال میں ہوشیار رہا کرتا ہے
صادق کے اشاروں کا سمجھنا مشکل
اسلوب سے ہر بات کہا کرتا ہے

میں تیری نگاہوں کو جو مرغوب رہا
دیوانہ ترے نام سے منسوب رہا
خود کو کسی قابل کبھی سمجھا ہی نہیں
بندے پہ یہ انعام بہت خوب رہا

یہ پھول یہ بوٹے یہ گلستاں شاداب
یہ انجمنِ مہر و نجوم و مہتاب
کہنے کو تو مخلوق بہت اور بھی ہیں
انسان کی ہستی کا مگر کیا ہے جواب

جب ہوش بہر حال سنبھالا میں نے
ہستی کا کیا حسن دوبالا میں نے
آئینۂ تنویر سراپا بن کر
بخشا ہے اندھیروں کو اجالا میں نے

ایمائے مشیت کا تقاضا ہوں میں
تنویرِ جمالِ رخِ مولیٰ ہوں میں
یہ راز فرشتے بھی نہ سمجھے صادقؔ
مخلوق میں وہ افضل و اعلیٰ ہوں میں

پیری

اسلاف کے اعزاز بیاں کرتا ہوں
اوصاف کے انداز بیاں کرتا ہوں
یہ بات سمجھتے ہیں سمجھنے والے
اک راز میں سو راز بیاں کرتا ہوں

ارمان بہت آنے لگے ہیں جی میں
کچھ لطف سا آتا ہے ہوس گیری میں
اعضا نے تو رخ موڑ لیا ہے صادقؔ
دمساز مرا کوئی نہیں پیری میں

جو سانس ہے پیغامِ فنا دیتا ہے
بھولی ہوئی منزل کا پتا دیتا ہے
ہمراہ ترے زادِ سفر ہے کہ نہیں
پیری کا زمانہ یہ صدا دیتا ہے

اعضا نے کیا بیر بڑھاپا آیا
حسرت ہے کروں سیر بڑھاپا آیا
ظاہر ہے جو انجام مرا ہونا ہے
اللہ مرے خیر بڑھاپا آیا

دنیا میں بہت پیدا کیے میں نے رقیب
یہ دور سمجھتا ہے مگر اپنا حبیب
پیری نے بھروسے کی وہ منزل بخشی
جو ہو نہ سکی مجھ کو جوانی میں نصیب

قدرت کی تراشیدہ عمارت ہی تو ہے
ہستی مری بوسیدہ عمارت ہی تو ہے
جو دیکھ سکے غور سے تو دیکھ ذرا
صادقؔ یہ جہاں دیدہ عمارت ہی تو ہے

معلوم ہے پیری مجھے حاصل ہوگی
اس وقت امیری مجھے حاصل ہوگی
موت آئیگی دنیا سے چھڑانے جس دم
برزخ کی اسیری مجھے حاصل ہوگی

دوست

ہو تیری نظر کا جو اشارا اے دوست
ہر موج کو مل جائے کنارا اے دوست
بیمار ہے محتاجِ دعا بہرِ خدا
کچھ تو ملے جینے کا سہارا اے دوست

کھلتی جو گئیں عشق کی راہیں اے دوست
ملتی ہی گئیں تیری پناہیں اے دوست
پیہم جو رہا مجھ کو تجسس تیرا
پہچان گئیں میری نگاہیں اے دوست

دل سے غمِ جاں سوز مٹادے اے دوست
ہر داغ کو آئینہ بنادے اے دوست
مدت سے ہے آزاد دلِ دیوانہ
کچھ جرمِ محبت کی سزا دے اے دوست

دل میں ہے تمنائے محبت اے دوست
معلوم تقاضائے محبت اے دوست
چاہت میں کم و بیش کا کیا مطلب ہے
ہاں بخش دے دنیائے محبت اے دوست

تو دل میں محبت کا ذخیرہ کرلے
جلووں سے مزین یہ جزیرہ کرلے
انوارِ رخِ دوست پہ نظریں تو جما
کچھ اپنی نگاہوں کو بھی خیرہ کرلے

میں کچھ نہ سہی میری طلب کچھ تو ہے
دریا میں تموج کا سبب کچھ تو ہے
اے دوست ہے شاہد مری خاموشی خود
الفت میں مجھے پاسِ ادب کچھ تو ہے

دھوکا نہ کہیں دے مجھے میری ہمت
احباب مرے دیتے ہیں مجھ کو دعوت
اللہ رے یہ کیسی پڑی ہے افتاد
دل میرا نہیں مائلِ عیش و عشرت

جس کو نگہ ناز کا پیمانے ملے
کیسے نہ وہ پھر ہوش سے بیگانہ ملے
اس راہ میں اے دوست جو بہکے نہ کبھی
وہ واقفِ رازِ درِ جانانہ ملے

آنسو ہیں کہ طوفان کے دھارے اے دوست
ٹوٹے ہیں امیدوں کے سہارے اے دوست
اب تو ہی بتا فیصلہ تجھ پر موقوف
جائیں گے کہاں درد کے مارے اے دوست

اک خواب کی تعبیر بنا جاتا ہے
آئینۂ تنویر بنا جاتا ہے
یہ تیری توجہ کا سبب ہے اے دوست
دل درد کی تصویر بنا جاتا ہے

بادہ نگہ یار میں شاید ہے بھرا
کچھ نشہ سا گفتار میں شاید ہے بھرا
دل میرا کھنچا جاتا ہے خود جانب دوست
جادو کوئی رفتار میں شاید ہے بھرا

دل درد کی دولت کے لئے چھوڑ دیا
دیدار کی حسرت کے لئے چھوڑ دیا
یہ تیری محبت کا ثمر ہے اے دوست
دنیا کو بغاوت کے لئے چھوڑ دیا

احباب بہت سے جو خلش رکھتے ہیں
ہم ان سے بھی الفت کی روش رکھتے ہیں
صادق بخدا پیکرِ اخلاص ہیں ہم
خاموش نگاہوں میں کشش رکھتے ہیں

تشہیر

کہتا ہے جہاں بندۂ جانانہ مجھے
اک شمعِ جہاں سوز کا پروانہ مجھے
یہ کیسا معمہ ہے خدا ہی جانے
وحشت نے بنا رکھا ہے افسانہ مجھے

ہر بات پہ حاصل نہیں مقدور مجھے
مختار بنایا ہے کہ مجبور مجھے
اس میں بھی کوئی راز تو پنہاں ہوگا
انسان کیا آپ نے مشہور مجھے

دل کیف سے مسرور بھی کر دیتے ہیں
ظلمت کدہ پُر نور بھی کردیتے ہیں
جس پر وہ کرم کرتے ہیں اس کو صادق
پھر اپنا ہی مشہور بھی کر دیتے ہیں

ہستی ہے کہ معیوب ہوئی جاتی ہے
شہرت مری محبوب ہوئی جاتی ہے
اب تیرے سوا کون سنبھالے مجھ کو
یہ زیست ہی مغلوب ہوئی جاتی ہے

کب تک مری اوہام پرستی رہتی
کب تک وہ ہوا بازی و مستی رہتی
وہ چھپ کے مجھے کر گئے ظاہر صادق
پوشیدہ کہاں تک مری ہستی رہتی

کیا بخت بنا ہے بصد آلام مرا
اب دیکھئے کیا ہوتا انجام مرا
افتاد پہ افتاد الٰہی توبہ
ارباب بلاکش میں ہے کیا نام مرا

عشق و عاشقی

درد اور کچھ انعام تمنا کا دے
سرد آہ مرے دل کا لہو گرما دے
اے سوزِ دروں دے مجھے بڑھ کر شعلے
اے عشق تو ہر راز مجھے سمجھا دے

اس دل میں ابھی سوز و تپش باقی ہے
جذبات کی دنیا میں کشش باقی ہے
اللہ کا میں شکر ادا کرتا ہوں
عشاق کی پارینہ روش باقی ہے

گل نشترِ غم دل کی طرف آتے ہیں
اسرار کے حامل کی طرف آتے ہیں
یہ ہم سفرِ عشق ہیں بے شک صادق
سب اپنی ہی منزل کی طرف آتے ہیں

آسودۂ غم ہوں ذرا دیکھو مجھ کو
مرہونِ ستم ہوں ذرا دیکھو مجھ کو
اب عشق نے پہنچایا ہے اس منزل پر
تصویرِ الم ہوں ذرا دیکھو مجھ کو

ہر بات پہ خاموش رہا کرتا ہوں
ہر حال میں صد شکر ادا کرتا ہوں
رکھتا ہوں نہاں جذبۂ صادق دل میں
عاشق جو تمہارا ہوں وفا کرتا ہوں

ہر بحر سے بے خوف گذر جاتا ہوں
اب عشق کے طوفان سے گھبراتا ہوں
میں دیکھ کے دنیا کے حوادث صادق
تاریخ کے اوراق ہی دہراتا ہوں

اے عشق ترے گھر سے مجھے کیا نہ ملا
یہ حق ہے کہ آساں نہیں تیرا رستا
دنیا نے مظالم پہ مظالم توڑے
ہے پیشِ نظر معرکۂ کرب و بلا

جان اپنی جو الفت میں لٹا جاتا ہے
دنیا کی نگاہوں میں سما جاتا ہے
رہتا ہے رہِ عشق میں مثلِ خورشید
چھپتا ہے تو لاکھوں کو جگا جاتا ہے

جو بات ہے دل میں وہ عیاں بھی کردوں
اظہار کچھ اسرارِ نہاں بھی کردوں
اس عشق نے بخشی ہے مجھے جو نعمت
وہ درد سوا ہو تو بیاں بھی کردوں

افسانہ غمِ ہجر کا پارینہ کہو
دل عشق کے جذبات کا آئینہ کہو
کیا جانے وہ کب جلوہ دکھادیں صادقؔ
دیدار کے ارمان کو گنجینہ کہو

امید، حسرت و ارمان

اک آبلہ پا دشت و دمن میں پہنچا
یہ کس کی تمنا لئے بن میں پہنچا
سیراب کئے سیکڑوں کانٹے پیاسے
کس طرح بھلا دل کی لگن میں پہنچا

صد شکر ترے عشق میں رسوا ہوں میں
دنیا کی نگاہوں میں تماشا ہوں میں
جو اہلِ محبت ہیں وہ دیکھیں صادقؔ
اس شہر میں تصویرِ تمنا ہوں میں

جو زخم دریدہ ہے اسے سینا ہے
اپنی ہی تمنا کا لہو پینا ہے
یہ سوچ کے دنیا کو بنایا اپنا
اب مرضیِ مولا کے لئے جینا ہے

یہ بات الگ ہے کہ بہت خستہ ہیں
ہاں راہِ محبت میں کمر بستہ ہیں
ہم قافلے والوں کو ہے منزل کی تلاش
اک ہادیِ امید سے وابستہ ہیں

دل کا کبھی ارمان بھی بن جاتے ہیں
وہ زیست کا عنوان بھی بن جاتے ہیں
جب عشق میں ہو جائے لطافت پیدا
ہر درد کا درمان بھی بن جاتے ہیں

دن گردشِ دوراں نے دکھائے کیا کیا
طوفانِ بلا خیز اٹھائے کیا کیا
یہ عشق کا سودا بھی عجب ہے سودا
کانٹے مری راہوں میں بچھائے کیا کیا

جس دن سے ترے عشق کا پیغام ملا
سچ بات ہے ہم کو بڑا انعام ملا
خالی نہ رہا دامنِ ہستی صادقؔ
ہر شخص سے ہر طرح کا الزام ملا

جب سے میں ترے عشق کا دیوانہ بنا
دامن میں سمٹ آیا ہے طوفانِ بلا
ہر وقت دھڑکتا ہے تڑپ کر کیوں دل
اللہ کو معلوم ہے انجام ہو کیا

جو زخم ملا عشق میں کھاتے ہی رہے
ہر غم کو تبسم میں چھپاتے ہی رہے
اس حسن کے دیوانوں کی ہمت دیکھو
طوفانِ بلا سر پہ اٹھاتے ہی رہے

کچھ ناگ ہیں دن رات ڈسے جاتے ہیں
حالات ہیں حالات ڈسے جاتے ہیں
میں عشق میں الزام کسے دوں صادقؔ
مجھ کو مرے جذبات ڈسے جاتے ہیں

اللہ سے رکھتا ہے جو امیدِ کرم
چرکوں سے زمانہ اسے دیتا ہے الم
ہنس ہنس کے ستم سہتا ہے سب کے صادقؔ
ہے کلمہ حق جس کے لبوں پر ہر دم

ہر عیش مجھے غم کا پتا دیتا ہے
یہ خرمنِ ہستی ہی جلا دیتا ہے
پیدا نہ ہو ایسا کوئی ارماں یارب
آباد گھرانے جو مٹا دیتا ہے

پیغام ملا تیری نظر کا مجھ کو
اب خوف نہیں فتنہ و شر کا مجھ کو
تازہ ہوئی مرجھائی ہوئی دل کی کلی
دامن ملا امید و اثر کا مجھ کو

شاکر جو میں خود اپنے مقدر پہ ہوا
اللہ نے پوچھا کہ بتا اپنی رضا
میں نے بصد آداب کیا عرض یہی
صادقؔ کی طلب کچھ بھی نہیں تیرے سوا

تقدیر سے تدبیر نکالی میں نے
تدبیر سے تقدیر سنبھالی میں نے
خود ہے مری کوشش کا محافظ معبود
ہر حسرتِ دلگیر مٹالی میں نے

نعت

آقا کی غلامی کا شرف حاصل ہے
مجھ کو بھی سلامی کا شرف حاصل ہے
سرکار کی ہے چشمِ کرم اے صادقؔ
ہر بزم میں جامیؒ کا شرف حاصل ہے

مرغوب ہے مرغوبِ نظر میں رکھو
محبوب ہے محبوب نظر میں رکھو
طالب کے لئے خوفِ حوادث بے سود
مطلوب ہے مطلوب نظر میں رکھو

عشقِ شہِ خوباں ہے ہمارے دل میں
اب دولتِ ایماں ہے ہمارے دل میں
حاصل ہے ہمیں کیفِ مئے حبِّ نبیؐ
میخانۂ عرفاں ہے ہمارے دل میں

اے قبلۂ دل کعبۂ جاں حاصلِ دیں
صدقے میں ملے ہیں تیرے ایمان و یقیں
اے رحمتِ حق فخرِ رسل شاہِ اممؐ
خورشیدِ رسالت ہے تری ذاتِ مبیں

یہ مہر یہ انجم جو درخشندہ ہیں
سرکار کے انوار سے تابندہ ہیں
سب حسن تصرّف ہے یہ ان کا صادقؔ
ہم جن کی محبت کے لئے زندہ ہیں

ہر حال میں آگاہِ حقائق ہے وہی
دنیا میں محبت کے بھی لائق ہے وہی
اللہ کی ہے خاص عنایت جس پر
مخلوق میں مقبولِ خلائق ہے وہی

جس راہ سے بھی اس کو گذرتے دیکھا
تا حدِّ نظر نور بکھرتے دیکھا
اس جانِ دوعالم کی تجلّی کے طفیل
ہم نے رخِ کونین سنورتے دیکھا

ساقی

اے ساقیِ محفل جو ہیں پروانے ترے
مخمور ہیں سرشار ہیں مستانے ترے
یہ جوش ہے بارانِ کرم کا شاید
بالائے حدِ فہم ہیں دیوانے ترے

کیوں دامنِ امید ہے خالی ساقی
میں بھی ہوں ترے در کا سوالی ساقی
اوروں پہ نوازش کا نہیں کوئی گلہ
مجھ کو بھی ملے ایک پیالی ساقی

ساقی ترے پیغام کی رنگینی میں
میخانے کے ہر جام کی رنگینی میں
تیرے ہی تو جلوؤں کی ضیا پاشی ہے
ہر صبح کی ہر شام کی رنگینی میں

آنکھوں کا پری خانہ الٹ دے ساقی
صد مستیِ پیمانہ الٹ دے ساقی
ہے تشنہ زمانے سے ترا رندِ خراب
میخانے کا میخانے الٹ دے ساقی

میخانے میں ساقی کے قدم چوم لئے
آنکھوں نے مری نقشِ حرم چوم لئے
کیا جام و سبو غنچہ و گل پر موقوف
کیفیتِ رندی میں صنم چوم لئے

ساقی کے اشاروں نے جہاں رقص کیا
ہم بادہ گساروں نے وہاں رقص کیا
وہ بزم خدا جانے کہاں تھی صادقؔ
محسوس یہ ہوتا ہے یہاں رقص کیا

مخمور ہے مخمور ترا رندِ خراب
دنیا میں ہے مشہور ترا رندِ خراب
تفسیر اناالحق ہے توجہ سے تری
ہے وقت کا منصور ترا رندِ خراب

ساغر کی تمنا ہے نہ مینا کی طلب
مستی کی ضرورت ہے نہ صہبا کی طلب
بس ایک نظر اور ذرا صادقؔ پر
بیمار کو ساقی ہے مسیحا کی طلب

ساقی تری آنکھیں ہیں ظہورِ بادہ
چھلکا دے نگاہوں سے وہ نورِ بادہ
دل میرا مصائب سے پراگندہ ہے
مجھ کو بھی عطا کردے سرورِ بادہ

ساقی کی نگاہوں کا تصرف کیا خوب
کرتی ہیں عطا جامِ تصوف کیا خوب
صد شکر کہ رہتے ہیں بہر حال بحال
ہم بادہ گساروں پہ تلطف کیا خوب

الہام ہے دنیا میں کلامِ ساقی
توحید سے لبریز ہے جامِ ساقی
ہیں کوثر و تسنیم کی موجیں دل میں
رندوں کی زبانوں پہ ہے نامِ ساقی

پر کیف ہوئی ہے مری ہستی کیا خوب
کس اوج پہ ہے رندی و مستی کیا خوب
راس آہی گئی نسبتِ ساقی مجھکو
صادقؔ ہے مری بادہ پرستی کیا خوب

ہے رنج و مصائب کا اثر اے ساقی
ہیں بارِ گراں شام و سحر اے ساقی
سب مشکلیں آسان مری ہو جائیں
ہو جائے اگر تیری نظر اے ساقی

پیتا ہوں میں ساقی کی نگاہوں سے شراب
کہتا ہے زمانہ مجھے اک رندِ خراب
یہ راز بھلا اہلِ خرد کیا جانیں
وہ کیف ہے حاصل کہ نہیں جس کا جواب

صورت ہے تری یا مہ کامل ساقی
آنکھیں ہیں کہ انوار کی محفل ساقی
مجبور ہوں میں تجھ سے محبت کے لئے
ہے عشق ترا زیست کی منزل ساقی

پھر مشربِ رندی مرے کام آیا ہے
پھر بزم میں وہ مستِ خرام آیا ہے
مے بار نگاہوں کو ہوئی پھر جنبش
پھر ایک چھلکتا ہوا جام آیا ہے

گل خیز تبسم ہے نظر میں اپنی
مے ریز ترنم ہے نظر میں اپنی
مستی کا وہ عالم ہے کہ اللہ اللہ
لبریز مئے خم ہے نظر میں اپنی

ہر دم کا ہے دمساز پیامِ ساقی
ہے صورتِ اعجاز پیامِ ساقی
اک کیف سا طاری ہے مری ہستی پر
ہے غیب کی آواز پیامِ ساقی

انوارِ چمن ہیں تری آنکھیں ساقی
نسرین و سمن ہیں تری آنکھیں ساقی
اب تو ہی بتا کیسے حفاظت ہوگی
ایمان شکن ہیں تری آنکھیں ساقی

جلوہ طلب جلوہ

دل جلوہ گہہ طور ہوا جاتا ہے
اک نور سے معمور ہوا جاتا ہے
ہر سانس پہ سنتا ہوں صدائے ارنی
اب عشق میں مخمور ہوا جاتا ہے

پُر نور کیا آنکھوں کا سادہ دامن
یہ یاد نے تیری کئے دیپک روشن
زندہ ہوں اس امید پہ اک مدت سے
شاداب کبھی ہوگا مرا بھی گلشن

جو بارگہہ حسن میں رہتا موجود
مل جاتا یقیناً وہیں تیرا مقصود
لیکن یہ تری عقل کی کوتاہی ہے
تو خود کو سمجھتا ہے ابھی تک محدود

دنیا کا الم دور بھی ہو جاتا ہے
دل نور سے معمور بھی ہو جاتا ہے
جس شخص کے دل میں ہو طلب اے صادقؔ
وہ وقت کا منصور بھی ہو جاتا ہے

کہنے کو تو اک بندۂ یزداں ہوں میں
مہر و مہ و انجم میں درخشاں ہوں میں
ہیں گلشنِ عالم کی بہاریں مجھ سے
انوار و تجلی کا گلستاں ہوں میں

ایمائے مشیت کا تقاضا ہوں میں
تنویرِ جمالِ رخِ مولیٰ ہوں میں
یہ راز فرشتے بھی نہ سمجھے صادقؔ
مخلوق میں وہ افضل و اعلیٰ ہوں میں

وہ مہرِ درخشاں نظر آتا ہے مجھے
شاداب گلستاں نظر آتا ہے مجھے
یہ وہم ہے یا عینکِ عرفاں کا اثر
ہر رخ، رخِ جاناں نظر آتا ہے مجھے

تو خود ہی مہ و مہر میں روشن تو نہیں
تو خود ہی دل آویزیٔ گلشن تو نہیں
یہ نور کے منظر یہ بہاروں کی فضا
تو خود ہی نظر کش پسِ چلمن تو نہیں

ہر گھر کو بناؤں گا مثالِ گلشن
ہر در پہ جلاؤں گا چراغِ ایمن
کچھ اور تجلی کے جواہر چن لوں
پھر ظلمتِ عالم کو کروں گا روشن

کتنا ہی زمانے میں کوئی خوار رہے
تازیست مگر طالبِ دیدار رہے
آئے نہ کبھی ذوقِ تجسس میں کمی
ہر چند کہ رسوا سرِ بازار رہے

انوار کی برسات بھی ہو جاتی ہے
تابندہ سیہ رات بھی ہو جاتی ہے
میں ان کے تصور میں جو کھو جاتا ہوں
پھر ان سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے

حاصل جو ابھی تک مجھے مقدور نہیں
شاید مرے معبود کو منظور نہیں
میں تو یہ سمجھتا ہوں نہیں کچھ بھی نصیب
جلووں سے اگر دل مرا معمور نہیں

انوار و تجلی کے ہیں لاکھوں پردے
ہم کیا جہاں جبرئیل نہ پر مار سکے
ادراک سے باہر ہے تصور تیرا
دیکھے گا کہاں تک کوئی جلوے تیرے

روشن ہوئی تقدیر مرے خوابوں کی
اب نکلی ہے تعبیر مرے خوابوں کی
تا حدِ نظر ہے ترے جلووں کا ہجوم
اللہ رے تنویر مرے خوابوں کی

احساس کے میداں میں کوئی اور نہیں
ادراک کے داماں میں کوئی اور نہیں
اک لو ہے تری جلوۂ ایمن کی قسم
جذبات کے طوفاں میں کوئی اور نہیں

دیدار کا مقدور جہاں تک ہوتا
پردے میں وہ مستور وہاں تک ہوتا
منظور نہ تھا روپ دکھانا ہی اسے
دل جلوہ گہہ طور کہاں تک ہوتا

یہ تارے یہ خورشید و قمر یہ ذرّے
سب تیری ہی تنویر کے جوہر نکلے
جلوے ترے ہر شے سے عیاں ہیں یارب
کیا چیز ہے تو کوئی یہ مجھ سے یہ پوچھے

اک حسن کے ہیروں پہ نظر رکھتا ہوں
فطرت کے منیروں پہ نظر رکھتا ہوں
خالق نے عطا کی ہے عجب چشمِ بصیر
جلووں کے ذخیروں پہ نظر رکھتا ہوں

چھانے تھے بہت تیرے لئے دشت و دمن
دھرتی پہ اتارا تھا اسی دھن میں گگن
بیدار ہوئے جب مرے ادراک و شعور
محسوس کیا دل میں ہے تو جلوہ فگن

ہے حسنِ مجسم ترا پنہاں پنہاں
جلوے ہیں تری ذات کے عریاں عریاں
بینا جو نہیں ان کے لئے کچھ بھی نہیں
جو دیکھ رہے ہیں وہ ہیں حیراں حیراں

غم خانے سے دکھ دور ہوا جاتا ہے
ماحول بھی پُر نور ہوا جاتا ہے
ہر گوشے میں الفت کی تجلّی کے طفیل
دل جلووں سے معمور ہوا جاتا ہے

پیدا جو بہر ارض و سما ہوتے ہیں
اوصاف بھی ان سب کے جدا ہوتے ہیں
یہ بات سمجھ لی ہے کرم سے ان کے
ہر چیز میں وہ جلوہ نما ہوتے ہیں

ہستی مری یہ طرفہ تماشا تو نہیں
آئینہ ہوں آئینۂ دنیا تو نہیں
رہ جاتی ہیں جم کر مری نظریں صادق
ہر شے سے عیاں تیرا ہی جلوا تو نہیں

دنیا یہ درخشاں ہی درخشاں ہو جائے
ہر سمت گلستاں ہی گلستاں ہو جائے
مل جائے اگر میری نظر زاہد کو
ہر شے سے عیاں جلوۂ جاناں ہو جائے

وہ میرے تصور کا چمن ہوتے ہیں
دنیا میں مری جلوہ فگن ہوتے ہیں
اک یاد سے جب پھوٹتے ہیں دو چشمے
آنکھوں سے رواں گنگ و جمن ہوتے ہیں

معراج

معراج جنوں نے کیا عاشق مجھ کو
حکمت نے بنایا تری حاذق مجھ کو
اے جانِ دو عالم تری نسبت کے طفیل
کچھ لوگ کہا کرتے ہیں صادق مجھ کو

کچھ علمِ بلندی نہ شعورِ پستی
اللہ رے یہ عالمِ جوشِ مستی
معراجِ محبت کی قسم اے صادق
مفقود ہے احساسِ وجودِ ہستی

دل درد کی دولت کا نمائندہ ہے
غم خانۂ ہستی مرا تابندہ ہے
معراجِ محبت تو یہی ہے صادق
الفت سے مری زیست درخشندہ ہے

اس راہ میں سائل کوئی ہوکر دیکھے
جلوؤں کے مقابل کوئی ہوکر دیکھے
معراجِ محبت اسے ہو جائے گی
اس حسن پہ مائل کوئی ہوکر دیکھے

قدرت کی ودیعت بھی عجب ہوتی ہے
معراجِ محبت بھی غضب ہوتی ہے
کیا کھیل ہے طوفانِ حوادث پہ عبور
اس خیر میں ہمت بھی سبب ہوتی ہے

دل میرا نثارِ رخِ جانانہ رہا
وہ شمع رہے اور میں پروانہ رہا
شاید یہی معراجِ جنوں ہو صادقؔ
دنیا کی زباں پر مرا افسانہ رہا

محبت

بخشا ہے محبت نے مجھے حسنِ شعور
تا حدِّ نظر دیکھتا ہوں نور ہی نور
سرکارِ دو عالم کی توجہ کے طفیل
دل بادۂ عرفاں سے ہوا ہے مخمور

رکھ دل پہ نظر عشق میں آزردہ نہ ہو
توہین ہے توہین تو غم خوردہ نہ ہو
اس راہ میں کچھ عزم و یقیں ہیں درکار
نادان محبت ہے تو افسردہ نہ ہو

ہو پیشِ نظر گردشِ افلاک تو کیا
دامانِ تمنا بھی ہو صد چاک تو کیا
منہ تیری محبت سے نہ موڑوں گا کبھی
سو کروٹیں لیں وقت کے سفاک تو کیا

جو عرش پہ روشن تھا وہ اختر ہوں میں
ہوں صنعتِ رب کب فنِ آذر ہوں میں
کچھ خوف نہیں اب کسی طوفاں کا مجھے
دریائے محبت کا شناور ہوں میں

ہر چند کہ رسوا سرِ بازار ہوا
دنیا کی نگاہوں میں بہت خوار ہوا
اربابِ جنوں کیوں نہ قدم لیں اس کے
جو تیری محبت میں گرفتار ہوا

اک فاصلۂ دیر و حرم رکھا ہے
پوشیدہ زمانے سے الم رکھا ہے
وہ انجمنِ دل میں ہوئے جلوہ فگن
دنیائے محبت کا بھرم رکھا ہے

مدہوش سہی پھر بھی نہیں وہ ناداں
ہیں دیکھنے والوں کی نگاہیں حیراں
کس شان سے زنجیرِ محبت پہنی
شہرت ترے وحشی کی ہے زنداں زنداں

اس دور ہوس کار میں بسمل ہونا
دشوار ہے وابستگیٔ دل ہونا
ہاں ظرف محبت ذرا پیدا کر لے
مشکل نہیں آسودۂ منزل ہونا

جو شخص زمانے کی نگاہوں سے گرا
تسکیں کا ٹھکانہ وہ کہیں پا نہ سکا
یہ سچ ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہ رہی
جس بندے نے دامانِ محبت چھوڑا

للہ عطا کردے محبت مجھ کو
مل جائے بس اب دید کی دولت مجھ کو
رحمت کا اگر تیری اشارا ہو جائے
دنیا ہی میں مل جائے وہ جنت مجھ کو

بخشا ہے محبت نے مجھے حسنِ شعور
سنسار نگاہوں سے ہوا ہے مستور
یہ فیض ہے نسبت سے کسی کی صادقؔ
دل نور کی لذت سے ہوا ہے معمور

دنیا کی محبت کے طلبگار ہیں ہم
خود اپنی تباہی کے خریدار ہیں ہم
اللہ کی محبت سے گریزاں ہی رہے
کہنے کے لئے حق کے پرستار ہیں ہم

خاموش ضیا بار جو سینے میں ہے
وہ خاص محبت کے دفینے میں ہے
دل پر جو نظر کی تو یہ معلوم ہوا
تصویر اسی کی تو نگینے میں ہے

بیداد سے دنیا کی نہیں آزردہ
ہوں اس کی محبت میں عجب غم خوردہ
یہ شدتِ احساس کا عالم ہی تو ہے
زندہ ہوں میں اس طرح کہ جیسے مردہ

جس دل کو بھی توفیقِ محبت ہو جائے
دنیا کے لئے خضر کی صورت ہو جائے
رہتی نہیں اس دل میں تمنا کوئی
جس دل کو ترے نام سے رغبت ہو جائے

آفاق پہ جب شب کو ستارے چمکے
ارمان و تمنا کے اشارے چمکے
تونے بڑا احسان کیا شامِ فراق
دنیائے محبت کے سہارے چمکے

افسردہ طبیعت بھی دمک جائے گی
دنیائے محبت بھی جھمک جائے گی
بیدار ذرا ہوشِ خودی ہونے دو
تقدیر کی تحریر چمک جائے گی

آرام سے آلام گذر جاتے ہیں
یوں زیست کے ایام گذر جاتے ہیں
ہم تیری محبت کا سہارا لے کر
آفت سے بہر گام گذر جاتے ہیں

بیمارِ محبت کو دوا دے کے چلے
خاموش تحفظ کو نوا دے کے چلے
یہ لطف و کرم خوب کیے صادق پر
جذبات کے شعلوں کو ہوا دے کے چلے

اک دو تو نہیں میرے ہزاروں ہیں رقیب
بخشا ہے محبت نے مجھے کیسا نصیب
کس طرح یہ صدمات میں برداشت کروں
تدبیر تو ہی کوئی بتا میرے حبیب

تکمیلِ ارادت کے لئے نکلے ہیں
کونین کی خدمت کے لئے نکلے ہیں
گرداب حوادث ہوں کہ طوفانِ بلا
ہم تیری محبت کے لئے نکلے ہیں

جس دن سے مجھے اس نے محبت دے دی
پروانے کو اک شمع کی صورت دے دی
حاصل ہے مجھے آج نشاطِ ہستی
آلام نے وہ درد کی دولت دے دی

ان مست نگاہوں سے تصادم جو ہوا
محسوس ہوا عقدہ کھلا قسمت کا
آخر مرے جذباتِ محبت ابھرے
میں بن گیا یوں آئینہ صبر و رضا

پھر آتش خاموش سے اٹھتا ہے دھواں
پھر جوشِ محبت سے ہیں جذبات جواں
پھر یاد ہوئی تازہ کسی کی صادق
پھر اوج پہ ہے سلسلہ آہ و فغاں

ہم درسِ حقیقت کے جو رٹ آئے ہیں
وہ ذہن کے دامن سے لپٹ آئے ہیں
یہ جذبۂ صادق کا اثر ہے صادق
انوار محبت کے سمٹ آئے ہیں

گلزارِ محبت میں جو آجاتا ہے
خوش رنگ بہاروں میں سما جاتا ہے
جو حدِ تعین سے گذرتا ہے کوئی
وہ منزلِ مقصود بھی پا جاتا ہے

حمد

اک عرش نہیں صرف مقامِ معبود
دنیا میں بھی رہتا ہے قیامِ معبود
یہ راز سمجھتے ہیں فقط اہلِ نظر
محکم ہے دو عالم میں نظامِ معبود

جس نور کا سرکار دو عالم میں ظہور
جس ذات کو کہتا ہے جہاں ربِّ غفور
ہر سمت ضیا بار ہیں جلوے اس کے
ہے اس کی تجلی سے یہ دنیا معمور

مختار ہے تو ذات ہے تیری ہی عظیم
جو چاہے جسے چاہے تو کردے تقسیم
میں بندۂ تسلیم و رضا ہو کے رہوں
یارب تو مجھے بخش دے وہ عزمِ صمیم

محمود ہے کوئی تو یہاں کوئی ایاز
سمجھے گا بھلا کون ترے راز و نیاز
ہے مالک و مختار تری ذاتِ عظیم
جو چاہے جسے بخش دے تو بندہ نواز

بر حکم احد ہیچ دلیل اور سبیل
ادراک طلب کرتی ہے ہر شے کی دلیل
جب آتشِ نمرود کا ہوتا ہے ظہور
گلزار بنا دیتا ہے رب بہرِ خلیل

بے شک جو ہے جن و ملک کا معبود
کونین کی ہر شے میں وہی ہے موجود
کچھ تیری بصیرت میں کمی ہے ورنہ
تخئیل کی پرواز نہیں کچھ محدود

وہ جس کی محبت ہے رگ وپے میں نہاں
ہر شے سے نمایاں ہے وہ ہر شے سے عیاں
سب اس کی تجلی کی فراوانی ہے
دنیا نظر آتی ہے مجھے نور فشاں

یہ مہر ومہ و نجم یہ گلشن یہ شمیم
تخلیق کے شاہد ہیں بہ الطاف رحیم
خالق تو ہی خود رحمتِ بیحد کے طفیل
ہر دیدۂ و دل میں ہے بصد شان مقیم

تو میری نظر میں ہے حکیموں کا حکیم
میرے بھی غمِ دل کا مداوا ہو کریم
ہے تیری نوازش پہ نگاہِ صادقؔ
تجھ سا نہ کوئی تھا نہ کوئی ہوگا رحیم

نغمات کی دنیا میں صدائیں تیری
غمزے ہیں ترے اور ادائیں تیری
تیری ہی عنایت سے میں یہ سمجھا ہوں
ہر شے میں ہیں موجود ضیائیں تیری

گناہ یا معصیت

بندہ کوئی کتنا ہی سیہ کار رہے
اس راز سے ہر وقت خبردار رہے
امید کرم رکھے خدا سے صادقؔ
ہر حال میں بخشش کا طلبگار رہے

شک اس میں نہیں روز خطا کرتا ہے
بے خوف کوئی ہو کے کہاں مرتا ہے
مایوس تو رحمت سے نہیں ہے صادقؔ
دل داورِ محشر سے بہت ڈرتا ہے

طوفاں مری آہوں کا سرِ حشر اٹھا
کیا شور پناہوں کا سرِ حشر اٹھا
اللہ کی رحمت کا سہارا لیتے
اک سیل گناہوں کا سرِ حشر اٹھا

مثلِ شبِ ہجراں مری دنیا تو نہیں
آئینۂ عصیاں مری دنیا تو نہیں
ہے پاؤں میں زنجیر گلو زیب ہے طوق
صادقؔ کہیں زنداں مری دنیا تو نہیں

اس طرح جئے ہیں کہ الٰہی توبہ
وہ جام پئے ہیں کہ الٰہی توبہ
چھوڑا نہ زمانے میں کوئی ہم نے گناہ
وہ عیش کئے ہیں کہ الٰہی توبہ

پیتا ہوں میں ہر وقت شرابِ عصیاں
ظاہر کوئی بخشش کا کہاں ہے امکاں
لے ڈوبا ہے یہ نشۂ صہبا مجھ کو
ہے تیری کریمی پہ بھروسا یزداں

آئینۂ ہستی کی جلا کیسے ہو
آباد ترے دل میں خدا کیسے ہو
فرصت نہیں اک لمحہ گناہوں سے تجھے
ظلمت کدۂ دل میں ضیا کیسے ہو

اس راہ میں ہر گام مرا غالب ہے
دل میرا گناہوں کی طرف راغب ہے
یارب مری فطرت پہ نوازش فرما
آرام کا ہر سانس مرا طالب ہے

اس نفس نے عیار بنا رکھا ہے
شیطان نے غدار بنا رکھا ہے
وہ حرص و ہوس ہے کہ الٰہی توبہ
ہر سانس گنہگار بنا رکھا ہے

بادہ جو گناہوں کا پیا ہے میں نے
یہ نشہ شب و روز کیا ہے میں نے
بھر بھر کے لئے جام مئے عشرت کے
اک آسرا رحمت کا لیا ہے میں نے

کیا ملتا ہے دیکھیں تو ثمر عصیاں کا
ہے باغ میں ہستی کے شجر عصیاں کا
ظاہر میں تو ڈرتا ہوں مگر باطن میں
اس دل کو بنا رکھا ہے گھر عصیاں کا

بندے ہیں جو عیار کہاں جائیں گے
بدکار ہیں بدکار کہاں جائیں گے
تونے ہی نہ فرمائے اگر رحم و کرم
رحمت کے طلبگار کہاں جائیں گے

خود قافلہ سالار گناہوں کا ہوں
ہر لمحہ سزاوار گناہوں کا ہوں
سایہ تری رحمت کا ہے درکار مجھے
یارب بڑا انبار گناہوں کا ہوں

پہنچی ہے کہاں عیش پرستی میری
کس اوج پہ آئی ہے یہ پستی میری
تو بخشدے یارب تو کرم ہے تیرا
تقصیر ہی تقصیر ہے ہستی میری

ظلمت ہے مرے غم کدۂ ہستی میں
عصیاں بہت آباد ہیں اس بستی میں
دنیا کی محبت میں ہوں سرشار ایسا
احساس مجھے کچھ بھی نہیں مستی میں

چاہت ہے تجھے جس کی عطا ہو کیسے
مقبول ترے دل کی دعا ہو کیسے
غافل ترے سر پہ ہیں گناہوں کے سحاب
تخئیل میں وہ جلوہ نما ہو کیسے

کیا رنگ دکھائیں گے یہ کیف و مستی
چرچے مرے ہونے لگے بستی بستی
تعبیر نہیں جس کی مناسب کوئی
وہ خواب گناہوں کا ہے میری ہستی

ہر بات کہاں کہنے کی طاقت ہے مجھے
واللہ کہیں اتنی جسارت ہے مجھے
اے داورِ محشر تری رحمت کی قسم
خود کردہ گناہوں پہ ندامت ہے مجھے

کچھ ان کی اداؤں سے نہ فرصت پائی
دنیا کی جفاؤں سے نہ فرصت پائی
کچھ دیر تو اب یادِ خدا بھی کرلے
تا عمر خطاؤں سے نہ فرصت پائی

خواب عشرت

یہ تم نے کہاں لاکے مجھے چھوڑ دیا
کیوں سلسلۂ لطف و کرم توڑ دیا
جس بات کو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں
اس سمت خیالات کا رخ موڑ دیا

ہر گل کہیں صد رنگ ہوا کرتا ہے
ہر بات پہ کیوں دنگ ہوا کرتا ہے

صادقؔ تجھے معلوم نہیں ہے شاید
جینے کا عجب ڈھنگ ہوا کرتا ہے

پابندِ رضا کون ہوا کرتا ہے
توفیقِ وفا کون دیا کرتا ہے
یہ بات ہے احساس کی حد سے باہر
ہر دکھ کی دوا کون بنا کرتا ہے

دل صبر کی وسعت سے کشادہ کرلے
الفت کے لبادے کو لبادہ کرلے
عشرت میں شب و روز گذارے صادقؔ
غربت میں بھی جینے کا ارادہ کرلے

کچھ ایسی روش اہلِ جہاں کی بدلی
حالت ہے عجب پیر و جواں کی بدلی
یارب ہو کرم تیرا ترے بندوں پر
حیراں ہوں بنے کیسے یہاں کی بگڑی

کشکولِ فقیری میں شہنشاہی ہے
زلفوں کی اسیری میں شہنشاہی ہے
سینے میں ازل سے ہے متاعِ الفت
دل ہی کی امیری میں شہنشاہی ہے

دامن کو زمانے سے چھڑانا ہوگا
ظلمت کدۂ دہر سے جانا ہوگا
خوابیدۂ عشرت کو یہ معلوم نہیں
برزخ میں بہت دور ٹھکانا ہوگا

راہ و منزل

پُر کیف مناظر تھے گذر گاہوں میں
مستی کے تلاطم تھے مری راہوں میں
جب سے تو ہوا میری نظر سے اوجھل
ہر لمحہ گذرتا ہے مرا آہوں میں

کیا نذرِ وفا زیست بھی کرسکتے ہیں
کیا موت سے پہلے کبھی مر سکتے ہیں
جس راہ سے گذرے کبھی اربابِ جنوں
کیا ناصح و زاہد بھی گذرسکتے ہیں

عرفان کی راہوں سے گذرنا مشکل
جینا بہت آسان ہے مرنا مشکل
جو بندۂ تسلیم نہ ہو اے صادقؔ
مشکل ہے اسی کا تو سنورنا مشکل

منزل سے نہیں دور سرِ منزل ہے
ناقص نظر آتا ہے مگر کامل ہے
آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں ملائک اس کو
جس کو تری محفل کا شرف حاصل ہے

دعا

اب دل میں نہیں حسرتِ گلزارِ نعیم
بس دید کا طالب ہوں کرم کر دے رحیم
اس راہ میں حائل ہیں ہزاروں پردے
یارب تو عطا کردے مجھے چشمِ کلیمؑ

معلوم ہے تجھ کو جو طلب ہے میری
آیا ہوں ترے در پہ سوالی میں بھی
کچھ میرے لئے بخش نظر کو جنبش
ہے شہرۂ آفاق تری دریا دلی

اتنا تو محبت کا طلبگار رہے
انساں کو کسی سے نہ سروکار رہے
صادقؔ یہ محبت کا تقاضا ہے بجا
بس پیشِ نظر حسنِ ضیا بار رہے

مومن ہے اگر تو تو ہو غازی پہلے
اس دل کو بنالے تو نمازی پہلے
محمودِ زمانہ بھی تو بن جائے گا
سلجھا تو سہی زلفِ ایازی پہلے

یہ خاک کے ذرّے جو درخشندہ رہے
پرتو سے ترے حسن کے تابندہ رہے
مخلوق میں افضل نہیں انساں سے کوئی
اس اوج پہ بھی چاہئے شرمندہ رہے

یارب مرا ایمان مکمل کردے
تو زیست کا عنوان مکمل کردے
کچھ میری طرف چشمِ توجہ فرما
انساں تو ہوں انسان مکمل کردے

دنیا

خو صبر کی دل میں ہو تو ایوب بنو
ممکن ہے کہ خالق کے بھی محبوب بنو
ہر شخص کہے دیکھ کے ہے سورۂ حق
دنیا کی نگاہوں میں وہ مکتوب بنو

جذبات کو ہر دل کے ابھارا میں نے
ماحول کی زلفوں کو سنوارا میں نے
اے حسنِ ازل تیرا اشارا پاکر
مستقبلِ دنیا کو نکھارا میں نے

کچھ فکر خوشی کی نہ ہے پروا غم کی
سنتا ہوں عجب بات تو آتی ہے ہنسی
ہر چیز کو جو دیکھتا ہے عبرت سے
دنیا سے رہا کرتا ہے بیگانہ وہی

آنکھوں میں سمایا ہے شبابِ دنیا
سچ ہے کہ نہیں کوئی جوابِ دنیا
ہادی ہے اگر عزم تو مشکل کیا ہے
گو لاکھ ہوں عرفاں میں حجابِ دنیا

تہذیب کے پھولوں سے سجادوں تجھ کو
جینے کے کچھ آداب سکھادوں تجھ کو
دنیا کی ہوس دل سے مٹادے ناداں
آمیرے قریب آکہ ضیادوں تجھ کو

دنیا کے ستم جان کے سر لیتا ہوں
قوت تو نہیں ضبط کی، کر لیتا ہوں
خالی نہیں رہتا مرا دامن صادقؔ
کلیاں نہ سہی کانٹوں سے بھر لیتا ہوں

دنیائے خیالات کا نقشہ بدلے
ممکن ہے کہ جذبات کا نقشہ بدلے
ہیں سامنے کچھ ایسے حقائق صادقؔ
شاید مرے حالات کا نقشہ بدلے

ہر گام پہ مبہم سے اشارے کیا خوب
بنتے ہیں حسیں شوخ شرارے کیا خوب
ارشاد ہے گمبھیر اندھیروں میں رہو
کج فہمی دنیا کے سہارے کیا خوب

اس دور کے لمحات الٰہی توبہ
ناسازیِ حالات الٰہی توبہ
اللہ کرے ضبط کا دامن نہ چھٹے
آلام کے اوقات الٰہی توبہ

ملنی ہے تو مل جائے گی عبرت بھی یہیں
دشواریِ منزل بھی ہے ہمت بھی یہیں
کردار پہ قائم ہے مآلِ ہستی
دوزخ بھی یہیں دیکھ لے جنت بھی یہیں

تھی حسرت دنیا سے بہت پامالی
جو سر پہ مصیبت تھی وہ ہم نے ٹالی
برسوں میں سہی ہوش مگر آیا تو
دنیا کی تمنا سے کیا دل خالی

ہر سانس یہ کہتا ہے ہوس کے پیاسے
آیا ہے تو جانا ہے تجھے دنیا سے
کیا توشہ لیا راہروِ ملکِ عدم
کس چیز پہ امید ہے پھر عقبیٰ سے

رنگینیِ آلام سے آگاہ تو ہوں
ہر صبح سے ہر شام سے آگاہ تو ہوں
دل ہے کہ کھنچا جاتا ہے تیری جانب
دنیا ترے انجام سے آگاہ تو ہوں

احساس کے تاروں کو نہ چھیڑو دیکھو
جذبات کے دھاروں کو نہ چھیڑو دیکھو
دنیا یوں ہی برگشتہ ہوئی جاتی ہے
تم غم کے سہاروں کو نہ چھیڑو دیکھو

دنیائے خرابات کا آئینہ ہوں
غم خوردہ خیالات کا آئینہ ہوں
عبرت سے مجھے اہل زمانہ دیکھیں
ماحول کے حالات کا آئینہ ہوں

تا حدِ نظر میں نے چمن کو دیکھا
کانٹوں سے الجھتا رہا دامن میرا
یہ سچ ہے کہ دنیا سے گذرنے کے لئے
آساں نظر آتا نہیں کوئی رستا

عقبیٰ نے مجھے فکر کا آغوش دیا
دنیا نے مجھے خواب بلا نوش دیا
بیدار ہوئے میرے شعور و احساس
تخئیل سے پھر بادۂ سر جوش دیا

یہ مسجد و مندر یہ شوالے گرجا
دنیا کو بتاتے رہے تیرا رستا
مجھ کو جو تعجب ہے تو اس بات کا ہے
کیوں ڈھونڈنے والوں کو تو پھر بھی نہ ملا

دنیا سے اگر طالب دنیا ہوگا
یہ سوچ لے حاصل تجھے کیا کیا ہوگا
کہتا ہے مرا تجربۂ زیست یہی
وہ بھی نہ ملے گا کہ جو ملنا ہوگا

جذبات کی دنیا ابھی تابندہ رہے
ہستی کی ہر اک راہ درخشندہ رہے
گو لاکھ حوادث ہیں مقابل صادق
میں شکر ادا کرتا ہوں دل زندہ ہے

اس دورِ پر آشوب میں سودائی ہوں
اک پیکرِ شامِ غمِ تنہائی ہوں
خواہش ہے یہی تو کسی صورت سے ملے
میں تیری محبت کا تمنائی ہوں

وحدت سے بھرا جام دیا ہے مجھ کو
تسکین کا پیغام دیا ہے مجھ کو
حسرت سے مجھے دیکھ رہی ہے دنیا
اللہ نے انعام دیا ہے مجھ کو

کہتا کچھ ابھی اور اے دنیا ہے مجھے
خود اپنی نظر ایک تماشا ہے مجھے
کچھ اور تخیل کو جلا دینی ہے
عرفان کے جلوؤں کی تمنا ہے مجھے

دنیا تو بہر رنگ بجا ہے دنیا
ہو اس کی محبت تو یہ دیتی ہے کیا
جو کچھ مجھے حاصل ہوا سن اے صادقؔ
بس حسرتِ ناکام ملی کچھ نہ ملا

حاصل ہے ترے عشق میں ثروت کیسی
بخشی ہے ترے درد نے راحت کیسی
اب عشرتِ دنیا کی نہیں مجھ کو ہوس
راس آگئی صادقؔ کو بھی غربت کیسی

جب عشق کی دنیا میں ٹھکانا ہوگا
جب اپنا مخالف یہ زمانہ ہوگا
تکمیلِ جنوں ہوگی اسی عالم میں
جب چاروں طرف میرا فسانہ ہوگا

پوچھے کوئی مجھ سے کہ کہاں تک سمجھا
اک بحر کا عالم ہے جہاں تک سمجھا
غرقاب ہوئے اس میں سفینے لاکھوں
دنیا کی حقیقت بھی یہاں تک سمجھا

دنیا ہے کہ دیتی ہے بہر گام فریب
نیکی کا بھی رکھا ہے یہاں نام فریب
پوشیدہ نہیں مجھ سے حقیقت کوئی
کھاتا ہوں میں پھر بھی سحر و شام فریب

اس راز کو اب جان لیا ہے میں نے
کیا چیز ہے تو مان لیا ہے میں نے
اب تیری حقیقت ہے مرے پیش نظر
دنیا تجھے پہچان لیا ہے میں نے

دنیا کی تمنا میں جو دیوانے ہیں
کہتا ہے انہیں کون؟ وہ فرزانے ہیں
پوچھے گا پسِ مرگ انہیں کیا کوئی
جو زندہ ہی مدفون سے افسانے ہیں

اے دل یہ بتا دے ترا منشا کیا ہے
دنیا ہے یہ نادان ارے دنیا ہے
بیدادِ جہاں کیوں نہ پریشاں کردے
راحت جسے کہتے ہیں یہاں عنقا ہے

نادان ہے نادان تو سمجھا کیا ہے
اک دورِ پرآشوب ہے دنیا کیا ہے
اللہ نے اعزاز تجھے کیا بخشا
تو بھول گیا ہے تجھے کرنا کیا ہے

اشعار اور اردو

حیرت ہے نہیں جانتے اردو کے رقیب
کیسے یہ بنی سارے زمانے کی حبیب
دنیا کے مذاہب کا جو اک سنگم ہے
یہ شان ہے بس اردو زباں ہی کو نصیب

اک مرکزِ اربابِ سخن دلّی ہے
افکار و تخیل کا چمن دلّی ہے
صادق مجھے پھر کیوں نہ سکوں حاصل ہو
یہ ناز بجا ہے کہ وطن دلّی ہے

ذہنوں میں مضامینِ حسیں بستے ہیں
اظہارِ خیالات کے سو رستے ہیں
اک تازگی ملتی ہے دلوں کو ان سے
اردو کے ہیں اشعار کہ گلدستے ہیں

ہر صبح عیاں ان میں ہے ہر رات نہاں
ہیں ان میں جنوں خیز خیالات نہاں
آئینۂ اسرار ہے میری ہستی
اشعار کے پردے میں ہے ہر بات نہاں

روداد زمانے کی جو کرتی ہے بیاں
اردو ہے وہ مخلوق کی مرغوب زباں
ہر دل یہ سمجھتا ہے مری باتیں ہیں
ہے سینے میں اس کے بھی عجب سوز نہاں

اردو نے سکھایا ہے زمانے کو ادب
کہنی ہی پڑی بات یہ ایمان کی اب
جو چشمۂ اردو پہ پہنچ جاتا ہے
صادق اسے دیکھا ہے بھلا پیاسا کب

ہر رہروِ منزل کے لئے جادہ ہے
ہر جام کی زینت کے لئے بادہ ہے
اس ملک پہ اردو کے بہت احساں ہیں
ہر مذہب و ملت کی یہ دلدادہ ہے

یہ تیری روش تیرا چلن کیا کہنا
پر نور ہے ہر داغِ کہن کیا کہنا
افکارِ پریشاں بھی مرے کام آئے
ہے موج پہ دریائے سخن کیا کہنا

اشعار کی صورت میں جو گلدستہ ہیں
دنیائے سخن کے لئے اک رستہ ہیں
ہے ناز فصاحت پہ بجا اے صادق
ہم داغؔ کے اسکول سے وابستہ ہیں

تمت

IDARA KITAB-US SHIFA
2075, Ist Floor, Masjid Mazar Wali, Nahar Khan Street
Kucha Chellan, Darya Ganj, New Delhi-110002
Ph. : 011-23283494, Mob.: 09312273887
E-mail : idara.kitabusshifa@gmail.com
idara.asad@gmail.com